بسم اللہ الرحمن الرحیم

بفیض روحانی: حضور مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہٗ

من یرد اللہ بہ خیرًا یفقھہ فی الدین (حدیث)

علوم و معارف اور تحقیقات نادرہ کا گنج گراں مایہ

المکرمۃ النبویۃ فی الفتاوی المصطفویۃ

مسمّٰی بہ

فتاویٰ مفتیِ اعظم

جلد ششم

تصنیف منیف

امام الفقہاء والمشائخ تاجدار اہل سنت شہزادۂ اعلیٰ حضرت

حضور مفتی اعظم ابوالبرکات محی الدین حضرت علامہ شاہ

محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہٗ

(متوفی: ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء)

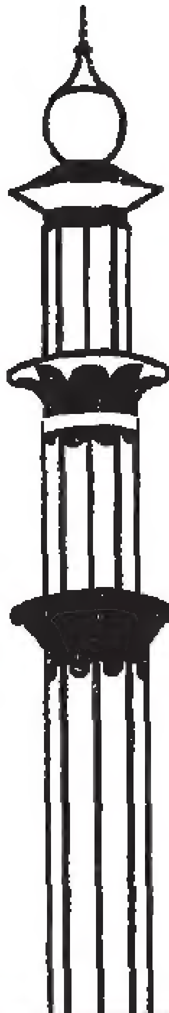
امام احمد رضا اکیڈمی

صالح نگر، بریلی شریف (یوپی)۔ ۲۴۳۵۰۲

سلسلہ اشاعت ——— (۸۱)

المکرمة النبوية في الفتاوى المصطفوية

فتاویٰ مفتی اعظم



تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم حضرت علامہ
شاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری قدس سرہٗ

۔جدید: محمد حنیف خاں رضوی بریلوی
صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

: محمد حنیف خاں رضوی، مولانا محمد جابر خاں،
مولانا محمد عرفان، مولانا اویس قرنی، مولانا محمد ندیم

فہرست: مولانا عبد السلام صاحب رضوی، محمد حنیف خاں رضوی

ئپنگ: محمد منیف رضا خاں برکاتی، مولوی محمد زاہد علی شاہدی
مولوی محمد نعیم نوری، محمد عفیف رضا برکاتی

: گیارہ سو (۱۱۰۰)

(۱۴۳۶ھ/۲۰۱۴ء)

امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف

Rs: 3500/-

E-mail: mohdhanif92@gmail.com
Web: www.imamahmadrazaacademy.com

(ملنے کے پتے)

م احمد رضا اکیڈمی، صالح نگر رام پور روڈ بریلی شریف، پن 243502
ا اکیڈمی، ۵۲، ڈونٹاڈ اسٹریٹ کھڑک، ممبئی پن 400009
ب خانہ امجدیہ ۴۲۵/۷ مٹیا محل جامع مسجد، دہلی ۶
ادارالاشاعت، آنندوہار بریلی شریف (یو۔پی)
ری بک ڈپو، نواب چوک چھوٹی جامع مسجد اسٹیشن روڈ اسلام پور اتر دیناجپور (بنگال)

فہرست عنوانات

جلد ششم

کتاب الردوالمناظرہ

فہرست مسائل

جلد ششم

کتاب الردوالمناظرہ

اس جلد کا اجمالی تعارف

اس جلد کا ایک عنوان ''ردومناظرہ'' ہی ہے اور اس میں علمی وفنی تحقیقات کا سیل رواں دکھائی دیتا ہے۔ قارئین ان مباحث دقیقہ اور تحقیقات رائقہ کا انداز مطالعہ کے دوران خود ہی لگالیں گے۔

اس جلد میں اپنے موضوع پر مندرجہ ذیل سات رسائل ہیں:

ا۔ رسالہ وقایۃ اھل السنۃ عن مکر دیوبند والفتنۃ (۱۳۳۲ھ) (۶)

اس رسالہ میں مولوی اشرف علی تھانوی وہابی کی ایک تحریر کا رد ہے جس میں تھانوی صاحب نے اذاب خطبہ سے متعلق ابوداؤد شریف کی حدیث کو ضعیف ومردود قرار دیا تھا اور اس کے ایک راوی محمد بن اسحاق تابعی کو غیر ثقہ اور ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس رسالہ میں حضرت نے نہایت تفصیل سے ہر گوشہ کا جائزہ لیا ہے۔

(۲) رسالہ الٰہی ضرب بہ اہل حرب (۱۳۳۲ھ) (۱۲۵)

یہ رسالہ گویا پہلے کا تتمہ اور اس کا حصہ دوم ہے۔

(۳) رسالہ النکتۃ علیٰ مراء کلکتۃ (۱۳۳۲ھ) (۱۳۹)

یہ رسالہ اذان ثانی کے تعلق سے بعض علمائے کلکتہ کے شکوک وشبہات کا جواب ہے۔

(۴) طرق الہدیٰ والارشاد الیٰ احکام الامارۃ والجھاد (۱۳۴۱ھ) (۱۵۵)

اس رسالہ میں جہاد، خلافت، ترک موالات وغیرہ کے سلسلہ میں چھ سوالات کے
، ہیں۔ کتاب کے شروع میں حضرت علامہ ابوالشرف محمد الدین جالسی کا ایمان
ن لفظ ہے۔ اور بہت سے علما کے تائیدی دستخط ہیں۔

شفاء العی فی سوال بمبئی (رد غیر مقلدین) (۱۹۹)

بمبئی سے آئے ہوئے چند سوالات کے جوابات ہیں جس میں اس بات کی
ن کی گئی ہے کہ اہل قرآن اور اہل حدیث (غیر مقلدین) اہل سنت سے نہیں،
ن پر بغیر حدیث اور حدیث پر وعلما وائمہ کی تشریحات کے بغیر اس پر عمل نہیں ہو سکتا،
ح مجتہدین کے اصول مذہب کی رعایت اور اجماع امت قیاس کے بغیر اسلامی
ا توضیح و تعیل ممکن نہیں۔

رسالہ وقعات السنان الی حلق المسماۃ بسط البنان (۱۳۳۰ھ) ص (۲۶۲)

اس رسالہ میں مولوی اشرف علی تھانوی کی ''بسط البنان'' اور مولوی قاسم نانوتوی کی
الناس'' پر واضح انداز میں تنقید ہے، اور تھانوی صاحب کو بھیجے گئے ۱۳۲ر سوالات بھی
ا درج ہیں جو بذریعہ رجسٹری ان کو بھیجے گئے تھے۔ مگر وہ پوری زندگی اس کے جواب
سکے۔

رسالہ ادخال السنان الی حنک الحلقی بسط البنان (۱۳۳۱ھ) (۳۳۳)

یہ رسالہ بھی بسط البنان کا دوسرا رد ہے۔ اس میں تھانوی صاحب سے ایک سو ساٹھ
لیے گئے ہیں جو در حقیقت تھانوی صاحب کے سر پر ایک سو ساٹھ جبال ہیں۔ اور آج
جواب ہیں۔

کتاب الرد والمناظرة

ابواب



مسئلہ اذان ثانی میں دیوبندی جہالتوں کا رد

وقایة اهل السنة

عن

مکر دیوبند والفتنة

۱۳۳۲ھ



مفتی اعظم کا محدثانہ منصب

وقایۃ اہل السنہ کی روشنی میں

از رئیس القلم علامہ ارشد القادری مصباحی علیہ الرحمہ

نائب صدر ورلڈ اسلامک مشن، بریڈفورڈ، لندن

یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ حدیث کے ساتھ فقہ کا تعلق لازم وملزوم کی طرح ہے۔ لہٰذا مفتی کے لیے اگر فقیہ ہونا ضروری ہے تو فقیہ کے لیے محدث ہونا بھی لازمی ہے۔ لیکن محدث کے لیے فقیہ ہونا قطعاً ضروری نہیں ہے۔ یہ بات ذہن نشین ہوگئی ہو تو فن حدیث میں مفتی اعظم کے رسوخ وتبحر کی نہ بھی صراحت کی جائے جب بھی یہ بات اپنی جگہ پر ثابت ہے کہ فن حدیث میں بھی ان کا مقام وہی ہے جو فقہ میں انھیں حاصل تھا۔ میرا موضوع سخن مفتی اعظم کے فقہی مقام کی وضاحت نہیں ہے ورنہ ان کے فتاوے کے مجلدات سے میں ان مباحث کی نشان دہی کرتا جن سے مہر نیم روز کی طرح واضح ہو جاتا کہ فقہ میں ان کے رسوخ وتبحر، ان کی مجتہدانہ بصیرت اور ان کی ذکاوت واستحضار کی شان کتنی بلند ہے۔ لیکن مجھے اپنے عنوان کے مطابق حضور مفتی اعظم کے محدثانہ منصب پر ایک حیرت انگیز بحث کا آغاز کرنا ہے۔ اس لیے میں اصل موضوع کی طرف اپنے قلم کا رخ پھیرتا ہوں۔

علمی بحث کی ایک عظیم تاریخ:

۱۳۳۲ھ کی بات ہے کہ اذان خطبہ کے مسئلے پر اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے ایک فتویٰ سے علماے بدایوں ورام پور نے اختلاف کیا۔ اس مسئلے میں اعلیٰ حضرت کا موقف یہ تھا کہ اذان خطبہ خارج مسجد منبر کے سامنے دی جائے اور مخالفین کا کہنا تھا کہ یہ اذان مسجد کے اندر منبر کے سامنے دی جائے۔

اعلیٰ حضرت نے اپنے موقف کی تائید میں اقوال ائمہ احناف کے علاوہ جن احادیث کریمہ سے استدلال فرمایا تھا ان میں سنن ابوداود کی وہ حدیث بھی تھی جو حضرت سائب بن یزید سے مروی ہے اور جس میں اس بات کی صراحت ہے کہ اذان خطبہ عہد رسالت سے لے کر صحابہ تک مسجد کے باہر دروازے پر دی جاتی تھی جس سے ثابت ہوتا تھا کہ اذان خطبہ کا خارج مسجد ہونا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی سنت ہے اور خلفاے

کہ وہ کتاب میں موجود ہے۔ البتہ جب ان کے لیے کوئی چارہ نہیں رہ گیا تو اس حدیث کو بے اثر کے لیے مولانا اشرفعلی تھانوی نے ایک نیا شوشہ چھوڑا کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اپنے ضعف کی وجہ سے تدلال نہیں ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب تھانوی صاحب کانپور میں رہتے تھے۔ ضعف کی وجہ نے یہ بیان کی کہ اس حدیث میں محمد بن اسحاق نام کے ایک راوی ہیں جو ائمہ جرح و تعدیل کے و کذاب ہیں یا متہم بالکذب ہیں۔

ایک جلیل القدر تابعی کی ذات پر تھانوی صاحب کا یہ جارحانہ حملہ حضور مفتی اعظم کی غیرت دینی میں کرسکی۔ انھوں نے اسی عالم کرب میں قلم اٹھایا اور تھانوی صاحب کے استدلال کی دھجی اڑا دی۔ البتہ کے نام سے حضور مفتی اعظم کی یہ گراں قدر تصنیف آج بھی اہل علم کے کتب خانوں میں موجود ب کھولتے ہی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضور مفتی اعظم کے نوک قلم کا ہر قطرہ علم و تحقیق کا بحر زخار بن کر کے صفحات پر پھیلتا چلا جا رہا ہے۔ جو ورق الٹیے فن حدیث کے نت نئے جلووں سے آنکھیں خیرہ ہونے ۔ عقل حیران ہے کہ صرف جرح و تعدیل کے ایک مسئلے میں جس کی وسعت معلومات اور دقت نظر کا یہ ن حدیث میں اس کے احاطہ علم و فکر کے وسعتوں کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔

اب آیئے ! دیدہ شوق وا کیجیے اور علم و فن کے ایک مہکتے ہوئے گلشن کی سیر کیجیے۔ تاکہ حضور مفتی اعظم میرا یہ دعویٰ کہ جس شان کے وہ مفتی تھے اسی شان کے وہ محدث بھی تھے۔ شنیدہ سے دیدہ کی آ جائے۔

حضور مفتی اعظم اس بحث کا آغاز کرتے ہوئے تھانوی صاحب کے خلاف ان لفظوں میں الزام تے ہیں۔

جان توڑ کر یہ کوشش کی کہ کسی طرح مدینہ طیبہ کے ایک جلیل القدر تابعی امام المغازی محمد بن اسحاق کو یا متہم بالکذب ثابت کرے۔

الزام کی وضاحت کے بعد اب جواب کے مراحل کا آغاز یوں کرتے ہیں۔

بحث کا پہلا مرحلہ : سنی بھائیو ! آپ کو معلوم ہے کہ حنفیوں کے امام مذہب تین ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے دو مصاحب امام ابو یوسف اور امام محمد رضی اللہ عنہم۔

اس تمہید کے بعد اب ضرب ملاحظہ ہو۔

یہ محمد بن اسحاق جن پر تھانوی صاحب نے کذاب ہونے کی تہمت باندھی ہے یہ امام اعظم کے استاد امام ابو یوسف کے استاد اور امام محمد کے استاذ الاستاذ ہیں۔ یوں ہی امام اعظم کے تلمیذ رشید اور محدثین و نفقہ ... امام ... بھی ... کے شاگرد ... ہیں

(۲)

امام ابو یوسف نے اپنی مشہور تصنیف کتاب الخراج میں بہت سی حدیثیں محمد بن اسحاق سے روایت کی ہیں۔ کتاب کے صرف پہلے حصے میں یہ سات حدیثیں مروی ہیں۔

۱ ۔ حدثنی محمد بن اسحق حدثنی عبداللہ بن المغیرہ

مجھ سے محمد بن اسحاق نے بیان کیا وہ عبداللہ بن مغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔

۲ ۔ حدثنی محمدبن اسحق عن عبداللّٰہ عن الزھری

مجھ سے محمد بن نے بیان کیا، وہ عبداللہ سے اور ابن شہاب زہری سے روایت کرتے ہیں

۳ ۔ حدثنی محمد بن اسحق عن یزید بن یزید بن جابر

مجھ سے محمد بن اسحاق نے بیان کیا، وہ یزید بن یزید بن جابر سے روایت کرتے ہیں۔

٤ ۔ اخبرنی محمد بن اسحق عن ابی جعفر

مجھے محمد بن اسحاق نے خبر دی وہ ابو جعفر سے روایت کرتے ہیں۔

۵ ۔ حدثنی محمد بن اسحق عن الزھری

مجھ سے محمد بن اسحاق نے بیان کیا وہ زہری سے روایت کرتے ہیں۔

٦ ۔ حدثنی محمد بن اسحق عن الزھری

مجھ سے محمد بن اسحاق نے بیان کیا وہ ابن شہاب زہری سے روایت کرتے ہیں۔

۷ ۔ حدثنی محمد بن اسحق عن الزھری

مجھ سے محمد بن اسحاق نے بیان کیا وہ ابن شہاب زہری سے روایت کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ کتاب الخراج کے صرف پہلے حصہ سے یہ سات حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ جنھیں حنفی مذہب کے رکن رکین امام ابو یوسف نے محمد بن اسحاق سے روایت کی ہیں۔

(۳)

حنفیہ کے محدث اجل واکبر حضرت امام جعفر طحاوی کہ تیسری صدی میں تھے اور اس وقت سے آج تک حدیث وفقہ کا ایسا جامع امام شاذ و نادر ہی پیدا ہوا، وہ بھی محمد بن اسحاق کی روایت کردہ حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں۔

چنان چہ کتاب الحجۃ علی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکۃ عنوۃ نامی کتاب کی دوسری جلد میں ان سے ایک حدیث روایت کرکے فرماتے ہیں۔

فهذا حديث متصل الاسناد صحيح ۔ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی اسناد متصل ہے۔

(۴)

مذہب حنفی کے رکن جلیل القدر محقق علی الاطلاق امام ابن الہمام فتح القدیر شرح ہدایہ میں ارشاد فرماتے

اما ابن اسحق فثقة ثقة لا شبهة عندنا في ذلك ولا عند المحققين ۔

ابن اسحاق ثقہ ہیں ثقہ ہیں اس بات میں نہ ہمیں کوئی شبہ ہے اور نہ محققین محدثین کو کوئی شک ہے۔

نیز اسی کتاب کے ص ۹۴ ر پر تحریر فرماتے ہیں۔

توثيق ابن اسحق هو الحق الا بلج ومانقل عن كلام مالك فيه لا يثبت ولو صح لم يقبله لم وقد قال شعبة فيه هو امير المومنين في الحديث ۔

(ج۔ا ص ۲۳۱، فصل فی استحباب التعجیل، مرکز اہل سنت برکات رضا، پور بندر)

ابن اسحاق کو ثقہ ماننا ہی نہایت روشن حق ہے اور امام مالک سے جو ان پر طعن منقول ہوا یا تو وہ ثابت اور ں اور صحیح بھی فرض کرلیں تو اہل علم نے وہ طعن قبول نہیں کیا۔ اور کیوں کر قبول ہو جب کہ امام شعبہ نے فرمایا ن اسحاق حدیث میں سارے مسلمانوں کے سردار ہیں۔

نتیجہ استدلال :

پہلے مرحلے کی ان ساری عبارتوں سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ تھانوی صاحب کے الزام کے مطابق) اسحاق واقعی کذاب یا متہم بالکذب ہوتے تو ان سارے ائمہ احناف نے نہ ان کی شاگردی کی ہوتی اور نہ ں کتابوں میں ان سے حدیثیں روایت کی ہوتیں۔ اس لیے دوسرے لفظوں میں تھانوی صاحب کا الزام ابن اسحاق کے خلاف نہیں بل کہ سارے احناف کے خلاف ہے اور انھوں نے غیر مقلدین وہابیہ کو موقع یا ہے کہ وہ حنفی مذہب پر طعن کریں کہ اس مذہب کے ائمہ جھوٹے اور غیر ثقہ لوگوں کے شاگرد ہیں اور انھیں ئے راویوں کی حدیثوں پر حنفی مذہب کی اساس ہے۔

بڑے شرم کی بات ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو حنفی بھی کہتے ہیں اور حنفی مذہب کی بنیاد پر تیشہ بھی ہے ہیں۔ اس لیے ہمیں کہنے دیا جائے کہ محمد بن اسحاق کے خلاف تھانوی صاحب کا طعن ایک بار نہیں ایک رد کر دیا جائے گا لیکن ان کے حق میں امام اعظم سے لے کر اکابر ائمہ احناف تک سارے اساطین کی رائے ر مسترد نہیں کی جاسکتیں۔

(۵)

تھانوی صاحب کے طعن سے خود حنفی مذہب پر جو ضرب پڑتی ہے اس کی تفصیلی بحث سے فارغ ہونے

کے بعداب حضور مفتی اعظم بحث کاایک دوسرارخ اختیار کرتے ہوئے ارشادفرماتے ہیں۔

تھانوی صاحب کی یہ عنایت فقط ائمہ احناف ہی پرنہیں ہے بل کہانھوں نے صحاح ستہ کوبھی نہیں بخشا ہے۔ کیوں کہ محمد بن اسحاق کی روایت کردہ حدیثیں صحاح ستہ کی ساری کتابوں میں موجود ہیں۔صحیح بخاری میں تعلیقاً اورصحیح مسلم وسنن اربعہ میں مسنداًہیں۔

امام ترمذی نے ابن اسحاق کی حدیثوں کوصحیح کہا ہے اور ابو داود نے ان کی راویت کردہ حدیثوں پرسکوت فرمایاہے۔خود یہ حدیث کہ زمانہ اقدس میں اذان جمعہ دروازہ مسجد پرہوتی تھی اسے بھی ابوداود نے روایت کرکے سکوت فرمایاہے۔اوراسی کتاب میں ان کی یہ عادت بھی منقول ہے کہ وہ انھیں حدیثوں پر سکوت فرماتے ہیں جوان کے نزدیک صحیح یاحسن ہوتی ہیں۔

علاوہ ازیں اکابرائمہ حدیث جیسے امام عبدالعظیم منذری، امام ابوعمرو، ابن الصلاح، امام اجل ابوزکریا نووی، امام جمال الدین زیلعی امام علاوالدین ترکمانی، امام ابن ہمام، امام ابن امیرالحاج اورعلامہ ابراہیم حلبی نےبھی ان کی اس عادت کے بارے میں اسی طرح کی تصریحات فرمائی ہیں۔

بطورنمونہ ان اکابرکی چندعبارتیں ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) امام حافظ الحدیث عبدالعظیم کتاب الترغیب والترہیب کے خطبہ (ج۔ص ،مطبعۃ السعادۃ،مصر) میں تحریرفرماتے ہیں:

کل حدیث عزوت الی ابی داودوسکت فہو کما ذکر ابوداود لا یزال عن درجۃ الحسن وقد یکون علی شرط الصحیحین۔

(اپنی اس کتاب میں) جس حدیث کی نسبت میں ابوداود کی طرف کروں اورخاموش رہوں توابوداود کی صراحت کے مطابق وہ حسن ہےاورکبھی صحیحین کی شرط پربھی ہوتی ہے۔

(۲) امام ابن الصلاح مقدمہ اصول حدیث (ص) میں تحریرفرماتے ہیں:

وماوجدناہ فی کتابہ مذکوراًمطلقاعرفنا انہ حسن عندابی داود۔

ان کی کتاب میں جوحدیث مجھے بغیرکسی صراحت کے ملی، اس کے متعلق میں نے یہی سمجھا کہ وہ حسن ہےابوداود کےنزدیک۔

(۳ امام نووی تقریب نوع ثانی فرع اول (مع شرح التدریب ص۔،مصری) میں فرماتے ہیں:

ماوجدنافی کتابہ مطلقافہوحسن عندابی داود۔

ان کی کتاب میں جوحدیث بغیرکسی تبصرہ کے ملے وہ ابوداود کےنزدیک حسن ہے۔

ان اباداود روی حدیث القلتین وسکت عنہ فہو حسن عندہ علی عادتہ فی ذلک
ابوداود نے قلتین کی حدیث روایت کی اور اس پر خاموش رہے تو وہ تو وہ ان کی عادت کے مطابق حسن

(۵ امام ابن الترکمانی جوہر النقی کی جلد اول (ص) میں فرماتے ہیں:
اخرجہ ابوداود وسکت عنہ فاقل احوالہ ان یکون حسن عندہ علی ما عرف۔
اس حدیث کی تصریح ابوداود نے فرمائی اور خاموش رہے تو ایسی حدیث کا کم سے کم درجہ حسن کا ہے
کہ ان کی مشہور عادت ہے۔
(۶ امام ابن الہمام فتح القدیر جلد اول (ص) میں فرماتے ہیں :
سکت علیہ ابوداود فہو حجۃ۔
اس حدیث پر داود خاموش رہے تو ایسی حدیث حجت ہے۔
(۷ امام زین الدین عراقی استاذ امام حافظ الشان عسقلانی، پھر شمس الدین سخاوی مقاصد حسنہ
) میں تحریر فرماتے ہیں:
یکفینا سکوت ابی داود فہو حسن۔
ابوداود کا اس حدیث پر خاموش رہنا اس بات کے لیے کافی ہے کہ وہ حسن ہے۔
(۸ امام ابن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ میں قبیل صفۃ الصلوٰۃ تحریر فرماتے ہیں:
رواہ ابوداود وسکت علیہ فیکون حجۃ علی ما ہو مقتضی شرطہ۔
یہ حدیث ابوداود نے روایت کی اور اس پر خاموش رہے تو ان کی شرط کے مقتضیٰ کے مطابق وہ حجت

(۲)

بحث کا دوسرا رخ:

یہاں تک تو محمد ابن اسحاق کے خلاف تھانوی صاحب کے طعن کا الزامی جواب تھا۔ اب تحقیقی جواب
فرمائیے۔ حضور مفتی اعظم طعن کی علمی اور فنی حیثیت پر بحث کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :
ی صاحب نے جتنے طعن محمد بن اسحاق پر نقل کیے ہیں یا تو وہ سرے سے طعن ہی نہیں ہیں، یا قائل کی طرف
ن کی نسبت غلط ہے، یا قائل نے اس سے رجوع کر لیا ہے، یا وہ طعن مبہم غیر مفسر ہے۔
مطاعن ابن اسحاق میں جتنے اوراق انھوں نے اپنے نامہ اعمال کی طرح سیاہ کیے ہیں وہ ان چار وجوہ
ما [illegible] نہیں ہیں۔ پہلی تین قسمیں تو کسی بھی عاقل کے نزدیک طعن ہی نہیں ہیں۔ اب رہ گئی چوتھی قسم تو تمام

احتساب کا اجماع اور جمہور اکابر ائمہ محدثین کا اتفاق ہے کہ چوتھی قسم بھی زنہار مقبول و مسموع نہیں ہے۔ خصوصیت کے ساتھ محمد بن اسحاق جیسے مشہور محدث کے حق میں جن کو جماہیر ائمہ حدیث و جملہ ائمہ حنفیہ نے مقبول و مستند اور ثقہ و معتمد مانا ہے۔

بحث کا دوسرا مرحلہ:

محمد بن اسحاق کے دفاع میں بہت سی ذیلی مباحث سے فارغ ہونے کے بعد اب حضور مفتی اعظم نے ان مآخذ کی طرف اپنے قلم کا رخ پھیرا ہے جہاں سے تھانوی صاحب نے طعن کے مواد فراہم کیے ہیں۔

مآخذ کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

جن کتابوں سے دیوبندی مصنف نے محمد بن اسحاق کے خلاف ضعیف و سخیف اور نا قابل التفات جرح کے مواد جمع کیے ہیں وہ چار ہیں۔ میزان الاعتدال۔ تہذیب التہذیب۔ الترغیب والترہیب اور جواہر النقی۔

پیارے بھائیو! اب ہم انھی کتابوں سے جن کے نام دیوبندی مصنف نے بیے ہیں محمد بن اسحاق کی مدح و توثیق میں وہ روشن عبارتیں نقل کرتے ہیں جنھیں ازراہ خیانت چھپالیا گیا ہے۔ اسے کمال بددیانتی کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ انھی کتابوں میں محمد بن اسحاق کی مدح و ستائش اور صلاح و تقویٰ کے بیان میں جو ورق اکابر ائمہ کے ارشادات سے چمک رہے ہیں، ان کا تو کوئی ذکر نہیں ہے۔ البتہ چند بے بنیاد اور نا مقبول مطاعن کو بنیاد بنا کر ان الفاظ میں مضحکہ خیز قیاس آرائی کی گئی ہے۔

ان ائمہ محدثین کی جرح بالکل معدوم نہ ہو جائیں گی اس لیے اگر محمد بن اسحاق کذاب نہ ہوگا تو متہم بالکذب ضرور ہوگا۔ بدعتی نہ ہوگا تو متہم بالبدعۃ ضرور ہوگا۔

کسی کے خلاف الزام ثابت کرنے کے لیے اگر دلیل کا معیار یہی ہے تو چھوٹوں کی بات تو درکنار، ائمہ حدیث و فقہ کے اکابر میں بھی کوئی ایسا نہیں ملے گا جن کے خلاف نحیف و سخیف قسم کے دو چار طعن کتابوں میں منقول نہ ہوں۔ اس لیے کسی کے بارے میں فیصلے کا مدار دراصل یہ ہے کہ جمہور اکابر ائمہ کی رائے اس کے بارے میں کیا ہے؟

اتنی تمہید کے بعد اب مذکورہ بالا چاروں کتابوں سے محمد بن اسحق کے حق میں جمہور اکابر ائمہ حدیث کے کلمات توثیق و تحسین ملاحظہ فرمائیں ماتھے کی آنکھوں سے اس حقیقت کا مشاہدہ کریں کہ محمد بن اسحاق کو مطعون کرنے کے لیے تھانوی صاحب کو تنکے تو نظر آ گئے لیکن ان کی دیانت و ثقاہت اور فضل و تقویٰ کے یہ بڑے بڑے پہاڑ نظر نہیں آئے۔

(۱) میزان الاعتدال، جلد دوم کے اقتباسات

نوٹ : عوام کی سہولت اور طوالت سے بچنے کے لیے کتاب کے عربی اقتباسات کے صرف ترجمے کیے جا رہے ہیں۔

مصنف کتاب ارشاد فرماتے ہیں کہ محمد بن اسحق مدنی، مشاہیر ائمہ حدیث میں سے ایک مشہور امام انھوں نے جلیل القدر صحابی رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا ہے۔

(میزان الاعتدال، ج۔۳ص ۵۳۔۴۵۲، دارالفکر، بیروت)

امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ محمد بن اسحاق کی روایت کردہ حدیث حسن ہے۔

(ایضاً، ج۔۳ص ۴۵۳)

امام بخاری کے استاد حضرت امام یحییٰ بن معین نے فرمایا کہ ابن اسحاق ثقہ ہیں۔ ہاں اس پایہ کے ہیں جنھیں محدثین کی اصطلاح میں حجت کہا جاتا ہے۔

(ایضاً، ج۔۳ص ۴۵۳)

امام بخاری کے استاد امام علی بن مدینی نے فرمایا کہ ابن اسحاق کی حدیث میرے نزدیک صحیح ہے۔

(ایضاً، ج۔۳ص ۴۵۳)

یحییٰ بن کثیر وغیرہ کہتے ہیں کہ ہم نے امام شعبہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابن اسحاق حدیث میں سب نوں کے سردار ہیں۔ (ایضاً، ج۔۳ص ۴۵۳)

امام شعبہ نے فرمایا کہ ابن اسحاق بہت ہی راست گو اور سچے ہیں۔

(ایضاً، ج۔۳ص ۴۵۳)

محمد بن عبداللہ بن نمیر کہتے ہیں کہ بعض لوگوں نے ابن اسحاق پر قدریہ مذہب کی تہمت رکھی ہے حالاں اس سے بہت دور تھے۔ (ایضاً، ج۔۳ص ۴۵۳)

امام ابن مدینی نے فرمایا کہ میں نے ابن اسحاق کی صرف دو حدیثیں غیر محفوظ پائیں۔

(ایضاً، ج۔۳ص ۴۵۳)

فائدہ :

انھوں نے وہ دو حدیثیں بھی بیان کر دیں جن میں اذان خطبہ کی حدیث نہیں ہے۔ اس سے ثابت ؛ اذان خطبہ کی حدیث ان کے نزدیک صحیح ہے۔ اب رہ گیا ان کی روایت کردہ حدیثوں میں سے صرف دو ں کا غیر محفوظ ہونا، تو دنیا میں ایسا کوئی محدث نہیں ملے گا جس کی روایت کردہ ہزاروں حدیثوں میں سے دو حدیثیں بھی غیر محفوظ نہ ہوں۔ جیسا کہ ائمہ حدیث نے امام مالک اور امام بخاری کی روایت کردہ بعض ں کو بھی غیر محفوظ بتایا ہے۔ اس کے باوجود یہ حضرات سب کے نزدیک ثقہ ہیں۔

(۹) (امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو نہ سنا کہ ابن اسحاق پر کسی بات میں کچھ طعن کرتا ہو سوائے قول قدر کے۔(حالاں کہ وہ بھی صحیح نہیں ہے)

(ایضاً، ج۔۳ص ۴۵۴)

(۱۰) امام بخاری نے کتاب الضعفاء میں سارے ضعیف راویوں کا ذکر فرمایا ہے۔لیکن اس میں محمد بن اسحاق کا ذکر نہیں ہے۔اس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ امام بخاری کے نزدیک وہ ضعیف نہیں ہیں۔

(ایضاً، ج۔۳ص ۴۵۵)

(۱۱) حضرت عباس دوری امام ابن معین سے روایت کرتے ہیں کہ امام لیث بن سعد نے فرمایا کہ یزید بن ابی حبیب کی احادیث میں محمد بن اسحاق سے زیادہ کوئی قابل اعتماد نہیں ہے۔

(ایضاً، ج۔۳ص ۴۵۵)

فائدہ:

امام اجل لیث بن سعد خود یزید بن ابی حبیب کے تلامذہ میں سے ہیں اور ان کے متعلق ابن یونس کہتے ہیں کہ روی عنہ الاکابر من اہل مصر یعنی اہل مصر کے اکابر نے ابن حبیب سے حدیثیں روایت کی ہیں۔اس سے ثابت ہوا کہ امام لیث بن سعید، محمد بن اسحاق کو ان سارے اکابر پر ترجیح دیتے ہیں۔

(۱۲) ابوزرعہ کہتے ہیں کہ میں نے امام یحییٰ بن معین سے پوچھا کہ کیا محمد بن اسحاق حجت ہیں؟ جواب میں فرمایا وہ نہایت سچے ہیں حجت جسے کہتے ہیں وہ عبیداللہ بن عمر وغیرہ فلاں فلاں اکابر ہیں۔

(ایضاً، ج۔۳ص ۴۵۵)

(۱۳) ابوجعفر بن نفیل کہتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن فائد نے بیان کیا کہ ہم محمد بن اسحاق کے پاس بیٹھتے تھے جب وہ کسی علم وفن کے بارے میں گفتگو کرتے تو پوری مجلس اسی پر تمام ہو جاتی۔

(ایضاً، ج۔۳ص ۴۵۶)

(۱۴) امام شافعی، امام سفیان ثوری، امام اجل ابن شہاب زہری سے روایت کرتے ہیں کہ مدینہ میں علم اس وقت تک باقی رہے گا جب تک ابن اسحاق اس میں موجود ہیں۔

(ایضاً، ج۔۳ص ۴۵۶)

(۱۵) امام شعبہ فرماتے ہیں اگر میری سلطنت ہوتی تو میں ضرور محمد ابن اسحاق کو تمام محدثین پر سردار بنا دیتا۔

(ایضاً، ج۔۳ص ۴۵۶)

(۱۶) ابن مبارک نے محمد بن اسحاق سے ایک حدیث روایت کی ہے جس کا تعلق باب احکام سے ہے اس [illegible]

اس حدیث کے تنہا راوی ہیں۔ (ایضاً، ج۔۳ص ۴۵۷)

امام ابن عدی فرماتے ہیں کہ ابن اسحاق سے حدیثیں روایتیں کرنے میں ائمہ اور معتمدین نے کبھی کسی کا تامل نہیں کیا اور ان میں کوئی عیب نہیں ہے۔(ایضاً، ج۔۳ص ۴۵۷)

یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابن المدینی سے محمد بن اسحاق کے متعلق دریافت کیا تو انہو . جواب دیا کہ میرے نزدیک ان کی حدیث صحیح ہے اس پر میں نے کہا کہ امام مالک نے ان کے بارے میں نوکلام کیا ہے وہ کیا ہے؟ فرمایا کہ مالک کو نہ ان کی صحبت ملی اور نہ مالک نے انھیں پہچانا۔

(ایضاً، ج۔۳ص ۴۵۸)

احمد بن عبداللہ عجلی فرماتے ہیں کہ ابن اسحاق ثقہ ہیں۔

(ایضاً، ج۔۳ص ۴۵۸)

یہ عبارتیں نقل کرنے کے بعد حضور مفتی اعظم ارشاد فرماتے ہیں:

مسلمانو ! خدارا انصاف کرو۔ محمد بن اسحاق کی توثیق واعتماد اور مدح وستائش میں میزان الاعتدال کی ،شن عبارتوں کو تھانوی صاحب نے کتنی دیدہ دلیری کے ساتھ چھپا لیا ہے ! کیا اسی کا نام دینداری نتداری ہے؟

(۲) تہذیب التہذیب

تہذیب التہذیب فن اسماء الرجال کی دوسری عظیم کتاب ہے۔ اس میں اکابر ائمہ حدیث کی زبانی محمد حاق کے بارے میں کیسی کیسی تعریفیں اور توثیقیں منقول ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

مفضل غلابی کہتے ہیں کہ میں نے امام ابن معین سے ابن اسحاق کے متعلق پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ . ہیں اور ان کی روایت کردہ حدیث حسن ہے۔

(تہذیب التہذیب ج۔۹ص، ۳۹ دار صادر، بیروت)

امام ابن المدینی فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثوں کا مدار چھ اماموں پر ہے ۔ پھر ان چھ کا علم بارہ اشخاص کے پاس آیا ہے ان بارہ میں سے ایک محمد بن اسحاق بھی ہیں۔

(ایضاً ج۔۹ص۔۴۰)

) ابن ابی خیثمہ نے امام ابن معین سے نقل کیا کہ امام عاصم بن عمر بن قتادہ نے فرمایا کہ جب تک ابن اسحاق زندہ ہیں ہمیشہ لوگوں میں علم باقی رہے گا۔

(ایضاً ج۔۹ص۔۴۰)

(۴) ابن ابی خیثمہ ہارون بن معروف سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابومعاویہ کو کہتے سنا کہ محمد بن اسحاق اعلیٰ درجہ کے حافظہ والوں میں تھے۔ اگر کسی کے پاس پانچ یا زیادہ حدیثیں ہوتیں تو وہ انھیں ابواسحاق کے سپرد کردیتا تاکہ وہ آنے والی نسلوں کے لیے محفوظ ہوجائیں۔

(ایضاً ج۔۹ص۔۴۰)

(۵) امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ ستر برس سے زائد ہوئے جب سے میں ابن اسحاق کے پاس بیٹھتا ہوں میں نے اہل مدینہ میں سے نہ کسی کو ان پر کسی بات کی تہمت لگاتے دیکھا اور نہ ان پر کسی کو طعن کرتے ہوئے پایا۔ (ایضاً ج۔۹ص۔۴۰)

(۶) امام اثرم نے امام احمد سے روایت کی کہ محمد بن اسحاق کی روایت کردہ حدیث حسن ہے۔

(ایضاً ج۔۹ص۔۴۱)

(۷) امام بخاری فرماتے ہیں کہ میں نے علی بن عبداللہ کو دیکھا کہ وہ ابن اسحاق کی حدیث کو حجت قرار دیتے ہیں۔ (ایضاً ج۔۹ص۔۴۱)

(۸) امام بخاری فرماتے ہیں کہ امام ابن المدینی نے فرمایا کہ میں نے کسی کو نہ دیکھا کہ وہ ابن اسحاق کو کسی بات میں متہم سمجھتا ہو۔ (ایضاً ج۔۹ص۔۴۱)

(۹) امام بخاری فرماتے ہیں کہ میں نے اسمٰعیل بن اویس کو دیکھا (جو امام مالک کے بھانجے اور سب سے زیادہ ان کے پیرو ہیں) کہ انھوں نے غزوات کے سلسلے میں ابن اسحاق کی چند کتابیں مجھے دکھائیں جن سے میں نے بہت سی حدیثیں اخذ کیں۔ (ایضاً ج۔۹ص۔۴۱)

فائدہ : ان کے کہنے کا مدعا یہ ہے کہ اگر امام مالک کو ابن اسحاق کی حدیثوں پر اعتراض ہوتا تو ان کے شاگرد رشید اور بھانجے ابن اسحاق کی کتابوں سے حدیثیں نقل نہ کرتے۔

(۱۰) امام بخاری فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابراہیم بن حمزہ نے کہا کہ امام ابراہیم بن سعد کے پاس ابن اسحاق سے مغازی کے علاوہ خاص باب احکام میں سترہ ہزار کے قریب حدیثیں تھیں۔ ابراہیم بن سعد مدینہ طیبہ کے کثیر الحدیث محدثین میں سے تھے۔ (ایضاً ج۔۹ص۔۴۱)

(۱۱) امام بخاری فرماتے ہیں کہ امام شعبہ نے فرمایا کہ محمد بن اسحاق اپنی قوت حفظ میں سب مسلمانوں کے سردار ہیں۔ (ایضاً ج۔۹ص۔۴۲)

(۱۲) امام بخاری فرماتے ہیں کہ مجھ سے امام علی بن عبداللہ نے فرمایا کہ ابن اسحاق کی کتابیں میں نے دیکھیں تو صرف دو حدیثوں پر مجھے ناگواری ہوئی اور ممکن ہے کہ وہ دو حدیثیں بھی صحیح ہوں۔

(۱۳) [illegible]

محدثین نے انھیں جانچ تو ان کے اندر صدق اور خیر نظر آیا۔ پھر ان کے استاد امام زہری نے ان کی مدح
(ایضاً ج۔۹ ص۔۴۲)

یعقوب ابن شیبہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن نمیر کو کہتے سنا کہ ابن اسحاق جب پہچانے ہوئے
ناذوں سے حدیث روایت کریں تو ان کی وہ حدیث حسن ہے۔ اور وہ صدوق یعنی بہت سچے ہیں۔
(ایضاً ج۔۹ ص۔۴۲)

ابن اسحاق کی حدیث میں صدق روشن ہے۔ جن اساتذہ سے بہ کثرت حدیثیں خود سنی ہیں ان میں
یثیں ایک واسطہ سے روایت کرتے ہیں اور بعض دو واسطوں سے۔
(ایضاً ج۔۹ ص۔۴۳)

امام علی نے فرمایا میں نے ابن اسحاق کی کوئی حدیث غیر معروف نہ پائی سوائے دو کے۔ ایک یہ کہ جب
معہ کے دن اونگھ آئے۔ دوسری جب تم میں کوئی اپنی شرم گاہ چھوئے۔
(ایضاً ج۔۹ ص۔۴۳)

محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابن المدینی سے ابن اسحاق کا حال پوچھا فرمایا صالح
سط درجہ کے۔ (ایضاً ج۔۹ ص۔۴۳)

ایوب ابن اسحاق نے کہا کہ امام علی، محمد بن اسحاق کے مداح تھے اور انھیں مقدم رکھتے تھے۔
(ایضاً ج۔۹ ص۔۴۴)

یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابن معین سے پوچھا کہ کیا آپ کے دل میں ابن اسحاق کے
نے میں کوئی شبہہ ہے۔ فرمایا نہیں، وہ بہت سچے ہیں۔
(ایضاً ج۔۹ ص۔۴۴)

امام ابوزرعہ دمشقی کہتے ہیں کہ میں نے امام یحییٰ بن معین کے سامنے فن حدیث کے اس اعلیٰ پایہ کا ذکر
حدثین کی اصطلاح میں حجت کہتے ہیں۔ اور میں نے کہا کہ کیا محمد بن اسحق اسی درجہ بلند پر تھے۔ اس
ن معین نے فرمایا کہ ابن اسحاق ثقہ تھے۔ حجت تو امام مالک اور عبید اللہ بن عمر وہیں۔
(ایضاً ج۔۹ ص۔۴۴)

امام سفیان ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شعبہ کو فرماتے سنا کہ محمد ابن اسحاق حدیث میں امیر
ہیں۔ کسی نے پوچھا کیوں؟ فرمایا اپنے حفظ کے سبب اور فرمایا اگر حدیث میں کسی کو سردار بنایا جاتا تو محمد
ن سب کے سردار ہوتے۔ (ایضاً ج۔۹ ص۔۴۴)

امام ابن سعد نے کہا کہ محمد ابن اسحق ثقہ تھے۔ امام ابن علی نے کہا کہ محمد ابن اسحاق کی احادیث کثیر

ہے۔ اور بے شک مسلمانوں کے اماموں نے ان سے حدیثیں روایت کیں اور اپنی اس فضیلت میں تو وہ بالکل منفرد ہیں کہ انھوں نے امرا اور سلاطین کو بے کار اور فضول کتابوں سے پھیر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جہادوں اور نعت شریف اور ابتدائے آفرینش کے واقعات کے مطالعہ میں مشغول کر دیا۔

یہ وہ فضیلت ہے کہ وہی اس میں سابق رہے بعد کے علما نے ان کی پیروی کی۔ مگر ان کے مرتبے تک نہ پہونچے۔ اور اب تک میں نے ان کی روایت کردہ حدیثوں کی جو نہایت کثیر اور وافر ہیں۔ تفتیش کی تو ان میں ایک حدیث بھی ایسی نہ ملی جس میں ضعف کا یقین ہو سکے۔ ہاں کبھی اتفاقاً بعض باتوں میں خطا یا وہم واقع ہوا ہے جیسا کہ اوروں سے بھی ہوتا ہے اور اس طرح کی باتوں میں ہرگز کوئی برائی نہیں۔

(ایضاًح۔۹ص۔۴۵۔۴۴)

(۲۳) امام ابن المدینی نے فرمایا کہ محمد بن اسحاق ثقہ ہیں۔ صرف اس بات سے ان کا مرتبہ گھٹ گیا کہ وہ اہل کتاب سے روایت کرتے ہیں مگر امام ذہبی نے کہا کہ بنی اسرائیل کے وقائع اہل کتاب سے روایت کرنے کو کس نے منع کیا۔ حالاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل سے روایت کرو، اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔

(ایضاًح۔۹ص۔۴۵)

(۲۴) امام اجل سیدی عبداللہ بن مبارک سے ابن اسحاق کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ بے شک ہم نے انھیں سچ پایا، بیشک ہم نے انھیں بہت سچا پایا، بے شک ہم نے انھیں بہت سچا پایا۔

(ایضاًح۔۹ص۔۴۶)

(۲۵) امام ابن حبان نے کہا کہ تمام مدینے بھر میں کوئی ایسا نہ تھا جو علم میں ابن اسحاق کے قریب یا جمع احادیث میں ان کا ہم سر ہو۔ وہ نہایت خوبی سے احادیث روایت کرتے ہیں۔

(ایضاًح۔۹ص۔۴۶)

(۲۶) امام یحییٰ بن یحییٰ کے سامنے ابن اسحاق کا تذکرہ ہوا تو فرمایا وہ ثقہ ہیں۔

(ایضاًح۔۹ص۔۴۶)

(۲۷) امام ابویعلیٰ خلیلی نے کہا کہ محمد ابن اسحاق بڑے عالم ہیں۔ ان کی روایت اور ان کا علم وسیع ہے۔ وہ ثقہ ہیں۔

(ایضاًح۔۹ص۔۴۶)

(۲۸) امام ابن البرقی نے کہا کہ میں نے علمائے حدیث میں سے کسی کو نہ دیکھا کہ ابن اسحاق کے ثقہ اور ان کی روایت کردہ حدیث کے حسن ہونے میں اختلاف کرتے ہوں۔ ہاں نافع سے ان کی روایت کے بارے میں کچھ منقول ہے۔

(ایضاًح۔۹ص۔۴۶)

(۲۹) [illegible]

(ایضاً ج۔۹ص۔۴۶)

حاکم نے کہا کہ امام محمد بن یحییٰ نے فرمایا کہ ابن اسحاق کی روایت کردہ حدیث حسن ہے۔ ان کے بعد حدیثیں درجہ افراد میں ہیں۔ اور انھوں نے امام زہری سے روایت کی تو بہت اچھی روایت کی۔

(ایضاً ج۔۹ص۔۴۶)

فائدہ : واضح رہے کہ حدیث اذان جمعہ انھوں نے زہری ہی سے روایت کی ہے اب اس کے اچھے کیا شبہہ ہے۔

حاکم نے کہا کہ امام ابوشیخی سے منقول ہے کہ محمد بن اسحاق ہمارے نزدیک ثقہ ہیں۔

(ایضاً ج۔۹ص۔۴۶)

تبصرہ :

جلیل القدر اکابر فن حدیث کی ان فکر انگیز توثیقات وکلمات مدائح کے بعد بھی اگر کوئی محمد ابن اسحاق ناش کرتا ہے تو وہ خود شقاوت قلب کے مرض میں مبتلا ہے۔ کیوں کہ اکابر کی یہ رائیں حقائق پر مبنی ہیں۔

(۳) کتاب الترغیب والترہیب

محمد ابن اسحاق مشاہیر ائمہ حدیث سے ہیں۔

(کتاب الترغیب والترہیب ص ۷۳۰، دار ابن حزم، بیروت)

ابن اسحاق کی روایت کردہ حدیث حسن ہے۔

(ایضاً ص ۷۳۰)

امام ابن حنبل نے فرمایا کہ ان کی روایت کردہ حدیث حسن ہے۔

(ایضاً ص ۷۳۰)

امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ ابن اسحاق ثقہ ہیں۔

(ایضاً ص ۷۳۰)

امام علی ابن المدینی نے کہا کہ ابن اسحاق کی حدیث میرے نزدیک صحیح ہے۔

(ایضاً ص ۷۳۰)

امام شعبہ نے کہا کہ ابن اسحاق حدیثوں میں مسلمانوں کے بادشاہ ہیں۔

(ایضاً ص ۷۳۰)

اورامام ترمذی نے حکم مذی میں سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث محمد ابن اسحاق سے روایت کرکے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (ایضاً ص۷۳۰)

(۸) امام الائمہ ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں ابن اسحاق کو حجت مانا ہے۔ (ایضاً ص۷۳۰)

(۹) خلاصہ بحث یہ ہے کہ محمد ابن اسحاق کے بارے میں اختلاف ہوا لیکن قول فیصل یہ ہے کہ ان کی حدیث حسن ہے۔ (ایضاً ص۷۳۰)

تبصرہ : ملاحظہ فرمائیے محمد ابن اسحاق کے بارے میں اکابر ائمہ حدیث کے یہ باوزن اور گراں قدر کلمات! محمد ابن اسحاق کی ثقاہت وعدالت کے لیے کیا اتنی باوقار شہادتیں تھانوی صاحب کو کافی نہیں تھیں؟

(۴) جوہر النقی

(۱) محمد ابن اسحاق ثقہ ہیں۔

(۲) بے شک امام ترمذی نے ابن اسحاق سے روایت کرکے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۳) امام ابوداود نے بھی ابن اسحاق سے روایت کرکے اس پر سکوت فرمایا اور ان کی عادت یہ ہے کہ وہ اسی حدیث پر سکوت فرماتے ہیں جو ان کے نزدیک حسن ہوتی ہے۔

تبصرہ : جوہر النقی کی یہ شہادتیں بھی محمد ابن اسحاق کی روایت کردہ حدیثوں پر اعتماد کے لیے بہت کافی ہیں۔ لیکن سوائے توفیق ایزدی کے اس غبار کا علاج کسی کتاب میں نہیں ملے گا جو کسی کی طرف سے کسی کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔

بحث کا تیسرا مرحلہ

محمد ابن اسحاق کی مدح وتوثیق اور ان کی جلالت شان کے اعتراف میں اکابر ائمہ حدیث کے روشن اور گراں مایہ ارشادات میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب، کتاب الترغیب والترہیب اور جوہر النقی کے حوالوں سے پچھلے اوقات میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ محمد ابن اسحاق کی عظمت سے آپ کے دل کا گوشہ گوشہ منور ہو گیا ہوگا۔ لیکن یہ معلوم کرکے آپ حیران رہ جائیں گے کہ بجائے اس کے کہ اکابر ائمہ حدیث کے ان ارشادات کی روشنی میں محمد ابن اسحاق کی جانب سے دیوبندی مصنف کے دل کی کدورت دور ہوتی اور وہ اپنے سوءِ اعتقاد سے تائب ہوتا الٹے انھیں اکابر ائمہ حدیث پر الزام رکھ دیا کہ یہ لوگ ان جروح کی

، امام عسقلانی، امام ابن ہمام حنفی وغیرہم جیسے اکابر ائمہ رکیک اور لچر پوچ بناوٹوں سے زبردستی ابن
اِبتاتے ہیں۔
ان اکابر کے خلاف یہ الزامات جتنے سنگین ہیں وہ محتاج بیان نہیں ہیں۔

وجوہِ طعن کی بحث

بن اسحاق کے خلاف وجوہ طعن کی بحث کا آغاز کرتے ہوئے حضور مفتی اعظم ارشاد فرماتے ہیں:
پہلا طعن :ابن اسحاق کے خلاف سب سے پہلا طعن کذب کا ہے۔اب اس کی تفصیل سنیے۔ان
عن کرنے والے چند حضرات ہیں۔جن کے نام یہ ہیں۔
سلیمان تیمی، یحیی، وہیب، مالک اور ہشام۔سلیمان تیمی کے طعن کا رد ائمہ حدیث نے دو وجہوں سے کیا

پہلی وجہ تو یہ ہے کہ انھوں نے اپنے لگائے ہوئے الزام کی نہ کوئی دلیل دی ہے اور ان کے کذب کے
ِئی مثال پیش کی ہے۔
یسا کہ تہذیب التہذیب میں ان کے طعن کا رد کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

ما سليمان التيمى فلم يتبين لى لاى شى تكلم فيه۔

ی یہ بات مجھ پر ظاہر نہیں ہوئی کہ سلیمان تیمی نے کس بنیاد پر یہ الزام عائد کیا ہے؟
نہ کی صراحت کے مطابق کسی کے خلاف اس طرح کے گول مول الزام کو طعن مبہم کہتے ہیں اور وہ
مقابلے میں رد کر دیے جانے کے قابل ہے۔خصوصاً ایسے امام کبیر کے حق میں جن کی ثقاہت اور
کی شہادت کثیر ائمہ حدیث نے دی ہو۔
م جلال الدین سیوطی تدریب الراوی (ص۲۰۲، مدینہ) میں

؍ يقبل الجرح الامبين السبب

جرح طعن قابل قبول نہیں جب تک اس کا سبب واضح طور پر بیان نہ کیا جائے)
کے تحت ارشاد فرماتے ہیں:

، الصير فى وكذا اذا قالوا فلان كذاب لابد له من بيانه لان الكذب يحتمل الغلط۔

م صیر فی نے کہا ہے کہ اصحاب جرح اگر کسی کو کذاب کہیں تو اس کی وجہ بیان کرنی ضروری ہے
یہ نادانستہ غلطی کو بھی کہتے ہیں۔
سری وجہ یہ ہے کہ سلیمان التیمی جرح وتعدیل کے اہل ہی نہیں ہیں۔جیسا کہ امام حافظ الشان تہذیب

سلیمان التیمی لیس من اھل الجرح والتعدیل۔
یعنی سلیمان تیمی جرح وتعدیل کے اہل نہیں ہیں۔

باقی حضرات کا تنقیدی جائزہ

سلیمان التیمی کے عائد کردہ الزام پر بحث ختم ہوئی۔ اب یحییٰ، مالک، وہیب اور ہشام کی جرح کا جائزہ لیجیے:

گنتی میں یہ چار آدمی ہیں لیکن سب کی بات ہشام پر منتہی ہوتی ہے۔ ہشام کے علاوہ تینوں حضرات نے اقرار کیا ہے کہ ہم کو خود اپنے طور پر ابن اسحاق کا کوئی کذب معلوم نہیں ہے بل کہ ہم نے فلاں کو کہتے سنا ہے۔

دعوے کی مضحکہ خیز دلیل

میزان الاعتدال کی جلد نمبر ۶، صفحہ ۳۴۵ پر ہے کہ سلیمان بن داود کہتے ہیں کہ یحییٰ بن قطان نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ ابن اسحاق کذاب ہیں۔ میں نے ان سے سوال کیا کہ یہ بات آپ کو کیوں کر معلوم ہوئی انھوں نے کہا کہ مجھ سے وہیب نے کہا تھا۔ پھر جب میں نے وہیب سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ مجھ سے مالک بن انس نے کہا تھا۔ اور جب میں نے مالک سے دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ مجھ سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا تھا۔ پھر جب میں نے ہشام بن عروہ سے استفسار کیا تو انھوں نے ابن اسحاق کے کذب کے ثبوت میں کہا کہ وہ میری بیوی فاطمہ بنت المنذر سے حدیث روایت کرتا ہے حالاں کہ فاطمہ جب میرے گھر میں آئیں تو ان کی عمر نو برس کی تھی اور اس کے بعد تادم مرگ انھیں کسی نے نہیں دیکھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ابن اسحاق نے ان کی طرف اپنی روایت کی جو نسبت کی ہے وہ جھوٹ ہے۔

یہی ہے علم واستدلال کی وہ ساری پونجی جس پر تھانوی صاحب نے ابن اسحاق کے خلاف اتنا بڑا طوفان کھڑا کیا ہے۔ اب ائمہ حدیث نے ہشام کے اس قول کے جو رد کیے ہیں۔ اس کی حیرت انگیز تفصیل ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

پہلا رد : امام بخاری ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ قول ہشام سے ثابت ہی نہیں ہے۔
(جزء القراءۃ)

دوسرا رد : ہشام سے جو قول مروی ہوا کہ فاطمہ بنت المنذر جب میرے پاس بیاہ کر آئی تھیں تو وہ ان کی عمر نو برس کی تھی۔ یہ صریحاً غلط ہے۔ کیوں کہ وہ اپنے شوہر ہشام سے تیرہ سال بڑی ہیں۔ اس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ جب وہ نو برس کی تھیں تو ہشام ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے بل کہ اس کے چار برس بعد پیدا ہوئے۔

قوله وهي بنت تسع غلط لانها اكبر من هشام بثلث عشرة سنة۔
ہشام کا یہ کہنا کہ وہ نو برس کی تھیں غلط ہے کیونکہ وہ ہشام سے تیرہ سال بڑی تھیں۔
جیسا کہ خود ہشام نے بھی اس کو بیان کیا ہے۔ چنان چہ تہذیب التہذیب کی جلد ۹۔ صفحہ ۴۴۴ پر ہے۔
قال هشام بن عروة كانت اكبر مني بثلث عشرة سنة۔
ہشام بن عروہ نے کہا کہ وہ مجھ سے تیرہ سال بڑی تھیں۔
تیسرا رد : فاطمہ پردہ نشین ضرور تھیں اور انھیں غیر شخص نے نہیں دیکھا مگر اس سے یہ کب لازم ، کہ کوئی نامحرم ان سے روایت بھی نہ کرے۔ حالاں کہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ں کا پردہ ہوگا؟ پھر بھی سینکڑوں راویوں نے ان سے حدیثیں سنیں اور دوسروں سے روایت کی۔ چنان چہ ن کتاب الثقات میں ارشاد فرماتے ہیں:

اما قول هشام فليس مما يجرح به الانسان و ذلك ان التابعين سمعوا من عائشة من بنظروا اليها۔

(تہذیب التہذیب ج۔ ۹، ص ۴۵، دار صادر، بیروت)

ہشام کا قول جرح نہیں ہے کیوں کہ تابعین نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حدیثیں بر اس کے کہ انھیں دیکھا ہو۔
چوتھا رد : ہشام رجل کی نفی کرتے ہیں کہ کسی مرد نے انھیں نہ دیکھا جب کہ رجل مرد بالغ کو ں۔ ممکن ہے کہ ابن اسحاق نے اپنی نابالغی میں فاطمہ سے حدیثیں سنیں ہوں یہ جواب امام بخاری کے ل حضرت امام ابن المدینی نے افادہ فرمایا۔ جیسا کہ تہذیب التہذیب میں ہے۔
قال علي الذى قال هشام ليس بحجة لعله دخل على امرأته وهو غلام فسمع منها۔
علی ابن المدینی نے فرمایا کہ ہشام کا قول حجت نہیں ہے کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ نابالغی میں ابن اسحاق پاس گئے ہوں اور ان سے حدیث سنی ہو۔
پانچواں رد : ہشام عمر بھر کی نفی کیوں کر کر سکتے ہیں جب کہ ہر وقت ان کا گھر میں رہنا متعذر تسلیم کرنے میں کیا قباحت ہے کہ ابن اسحاق حاضر ہوئے ہوں اور ان سے اذن طلب کیا ہو اور فاطمہ نے ، اندر سے انھیں حدیث سنائی ہو؟ یہ جواب امام احمد، امام بخاری اور امام ابن حبان نے افادہ یسا کہ تہذیب التہذیب (ج ۹۔ ص ۴۱) میں ہے۔
لعله جاء فاستاذن عليها فاذنت له ولم يعلم
ہوسکتا ہے ابن اسحاق نے آکر اجازت طلب کی اور فاطمہ نے اجازت دی اور ہشام کے علم میں نہ

بات نہ آئی ہو۔

اور ابن حبان کی کتاب الثقات میں ہے۔

كذلك ابن اسحاق كان سمع من فاطمة والستر بينهما مسبل۔ (تهذيب التهذيب ج-۹ ص ٤١)

ایسے ہی ابن اسحاق نے فاطمہ سے سنا ہو دونوں کے درمیان پردہ حائل ہو۔

چھٹا رد : مسلمانوں کی تاریخی اور تہذیبی روایات کے مطابق پردہ نشیں بیبیاں اس زمانے میں بھی نقاب کے ساتھ مساجد میں نماز کے لیے حاضر ہوتی تھیں۔ ہوسکتا ہے مسجد ہی میں انھیں موقع مل گیا ہو اور انھوں نے فاطمہ سے حدیث سنی ہو۔ اس کی خبر ہشام کو بھی ہو جائے کیا ضروری ہے۔ جیسا کہ امام ذہبی فرماتے ہیں۔

وما يدرى هشام بن عروة فلعله سمع منها فى المسجد۔

(میزان الاعتدال ج۔۳ ص ۴۴۵، بیروت)

ہوسکتا ہے کہ انھوں نے مسجد میں حدیث سنی ہو اس کی ہشام کو کیا خبر

ساتواں رد : بہت ممکن ہے کہ فاطمہ سے ابن اسحاق نے بذریعہ کتابت روایت کی ہو۔ کہ اہل مدینہ بذریعہ کتابت روایت کو جائز جانتے ہیں جیسا کہ امام بخاری جزء القراءۃ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

ولو صح عن هشام جائز ان تكتب اليه فان اهل المدينةيرون الكتاب جائزاً و جائز ان يكون سمع منها و بينهما حجاب ۔

(تہذیب التہذیب جلد۹ ص: ۴۲)

اولاً تو ہشام سے یہ اعتراض ثابت ہی نہیں اگر بالفرض ثابت بھی ہو تو جائز ہے کہ فاطمہ نے حدیث ابن اسحاق کو لکھ کر بھیجی ہو کہ اہل مدینہ روایت کو بذریعہ کتابت جائز جانتے ہیں اور یہ بھی کہ ابن اسحاق نے پردے کی آڑ سے حدیث لی ہو۔

آٹھواں رد : یہ ساری باتیں نظر انداز بھی کر دی جائیں تو ہشام کے قول کو غلط ہونے کے لیے یہ بہت کافی ہے کہ ابن اسحاق کے علاوہ محمد بن سوقہ کوفی نے بھی فاطمہ سے حدیث روایت کی ہے۔ اور خوشی کی بات یہ ہے کہ اس کے باوجود ابن سوقہ کوفی ثقہ سمجھے جاتے ہیں اور صحاح ستہ کے رجال میں سے ایک جانے پہچانے راوی ہیں۔ آخر انھوں نے فاطمہ سے کیسے حدیث سنی؟ اس کے باوجود اگر ان کے خلاف کذب کا الزام نہیں ہے تو اس بنیاد پر ابن اسحاق کو کذب کے ساتھ متہم کیوں کیا جائے بل کہ تہذیب التہذیب اور میزان

[illegible]

کے الفاظ یہ ہیں:

قد روی عنها ایضا غیر محمد بن اسحاق من الغرباء محمد بن سوقه۔

(میزان ص ۳۴۵۔تہذیب ۴۶/۹)

فاطمہ سے محمد ابن اسحاق کے علاوہ اور بھی لوگوں نے حدیث روایت کی ہے جیسے محمد بن سوقہ وغیرہ

نواں رد : ہشام تو دیکھنے کے منکر ہیں کہ فاطمہ کو کسی غیر نے نہیں دیکھا اور ابن اسحاق کے مدعی

ں صرف ان سے روایت کرتے ہیں۔ حالاں کہ روایت اور رویت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ پھر

کا ہے کا۔ جیسا کہ امام ذہبی فرماتے ہیں۔

فما قال انه رآها افيمثل هذا يعتمد على تكذيب رجل من اهل العلم هذا مردود ۔

(میزان الاعتدال، ج۔۳ ص ۴۵۵)

ابن اسحاق کب کہتے ہیں کہ میں نے فاطمہ کو دیکھا کیا ایسی بے علاقہ بات سے ایک عالم کی تکذیب پر

ا۔ ہرگز نہیں بل کہ یہ رد کر دیا جائے گا۔

دسواں رد : سب سے قطع نظر کر لیجیے پھر بھی ابن اسحاق کی ثقاہت و راست گوئی کا یہ

جگہ سے کیسے ہٹے گا کہ کذب کے طعن کو ائمہ نے قبول ہی نہیں کیا۔ پھر ایسی بات جو ائمہ ناقدین کے حضور

ہو کر رد ہو چکی ہو اسے دستاویز بنانا کیوں کر جائز ہوگا؟ اس طرح کے چلتے پھرتے مطاعن سنے جائیں تو

ف میں شائد کوئی امام بچے۔ سب سے ہاتھ دھونے پڑیں۔

یہ جواب امام بخاری نے ارشاد فرمایا۔ جیسا کہ وہ اپنی کتاب جزء القراءۃ میں تحریر فرماتے ہیں:

ولم ينج كثير من الناس من كلام بعض الناس فيهم نحو ما يذكر عن ابراهيم من كلامه

عبة و كلام الشعبه في عكرمة ولم يلتفت اهل العلم فى هذا النحو الا ببيان وحجة ولم

عدالتهم الا ببرهان وحجة ۔ (تہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۴۱)

ائمہ حدیث میں اکثر ایسے حضرات ملیں گے جن پر کسی نہ کسی نے طعن کیا ہے۔ جیسے امام اجل ابراہیم نخعی

اجل شعبہ کے بارے میں کلام منقول ہے اور امام شعبہ سے عکرمہ کے بارے میں لیکن علما ایسی باتوں کی

تفات نہیں فرماتے جب تک وہ دلیل و حجت سے ثابت نہ ہو جائے ایسی بے دلیل و حجت، طعن سے کسی

ت ساقط نہیں ہوتی۔

حضرت ابن اسحاق کے دفاع میں دلائل و براہین کا انبار لگانے کے بعد حضور مفتی اعظم ارشاد فرماتے ہیں:

مسلمانو! یہ ہیں وہ قاہر رد جنھیں دیوبندی مصنف نے رکیک تاویلات سے تعبیر کیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ

۔ آدمیاں گم شدند

ابن اسحاق کے خلاف دوسرا طعن

ابن اسحاق کے خلاف دوسرا طعن دجل کا ہے جسے امام مالک کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

ائمہ کرام نے اس کے چھ رد ارشاد فرمائے ہیں۔

پہلا رد : امام بخاری فرماتے ہیں کہ امام مالک سے اس کا ثبوت متحقق نہیں ہے بل کہ ثابت نہ ہونا ہی قرین قیاس ہے۔ کیوں کہ اس کے بطلان پر قرینہ موجود ہے جیسا کہ تہذیب التہذیب کے حوالے سے امام بخاری کے ارشادات پچھلے اوراق میں نقل کیے جا چکے ہیں۔ ثبوت کے لیے اقتباس نمبر اور ملاحظہ فرمائیں۔

دوسرا رد : امام مالک نے اپنے اس الزام سے رجوع فرمالیا ہے جیسا کہ فتح القدیر جلد اول کے صفحہ پر امام ابن ہمام نے ارشاد فرمایا ہے۔

ذکره ابن حبان فی الثقات وان مالکا رجع عن الکلام فی ابن اسحق و اصطلح معه و بعث الیه هدیة ذکرها ابن حبان۔

ابن حبان نے ابن اسحاق کو ذکر کیا ہے اور یہ کہ امام مالک نے ابن اسحاق کے خلاف اپنے طعن سے رجوع کرلیا ان سے صلح فرمائی اور انھیں ہدیہ بھیجا جس کی تفصیل بھی ابن حبان نے بیان کی ہے۔

ابن حبان نے کتاب الثقات میں اس واقعہ کی مزید تفصیل لکھی ہے کہ امام مالک نے ایک بار ابن اسحاق پر طعن کیا تھا پھر ابن اسحاق کی طرف اچھے برتاو کے ساتھ رجوع فرمایا۔ مالک کا طعن ان پر حدیث کے سلسلے میں نہ تھا۔ بل کہ انھیں یہ بات ناپسند تھی کہ غزوہ خیبر کے واقعات وہ یہود کی نو مسلم اولاد سے روایت کرتے تھے۔ حالاں کہ ابن اسحاق کا یہ پوچھنا بھی اس طور پر نہ تھا کہ وہ ان لڑکوں کا بیان حجت سمجھتے تھے۔

(تہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۴۵)

تیسرا رد : بالفرض امام مالک کا رجوع نہ بھی ثابت ہو جب بھی ائمہ حدیث کے یہاں اس طرح کی مثالیں موجود ہیں کہ امام ناقد کسی خاص وجہ سے کسی خاص امر میں کسی پر طعن کرتا ہے لیکن وہ طعن اتنی ہی بات پر مقتصر رہتا ہے باقی امور میں وہ بھی اسے مقبول رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ اس سے حدیثیں بھی اخذ کرتا ہے۔ یہ جواب امام بخاری نے ارشاد فرمایا۔ جیسا کہ جزء القراءۃ میں فرماتے ہیں:

لوصح عن مالك تناوله من ابن اسحق فلربما تكلم الانسان فيه في صاحبه بشي ولا يتهمه في الامور كلها۔ (تہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۴۱)

اول تو امام مالک سے ابن اسحاق پر طعن ثابت نہیں اور اگر بالفرض صحیح بھی ہو تو ایسا بارہا ہوتا ہے کہ آدمی اپنے کسی رفیق پر ایک خاص بات میں طعن کرتا ہے اور سب باتوں میں اسے متہم نہیں سمجھتا۔

دنوں قیام پذیر نہ رہے۔ ابتدا ہی میں کوفہ رہے اور پھر بغداد کی طرف کوچ کیا۔ اور بغداد شریف ہی میں قیام ہوئے یہاں تک کہ وہیں وفات پائی۔ انھوں نے مدینہ طیبہ میں کونسی حدیث روایت کی کہ امام جانچتے؟ یہ رد امام بخاری کے استاد امام علی بن عبداللہ نے ارشاد فرمایا۔ (تہذیب التہذیب، میزان)

پانچواں رد : امام مالک کا اعتراض ابن اسحاق پر روایت حدیث کے رخ سے نہیں ہے بل کہ قدر کے ساتھ تہمت کے سبب سے ہے جیسا کہ عسقلانی جلد صفحہ پر ہے۔

قال ابو ذرعة الدمشقي ذاكرت رحيما قول مالك فيه فراى ان ذٰلك ليس لحديث انما لانه اهمه بالقدر۔

ابو ذرعہ دمشقی فرماتے ہیں کہ ابن اسحاق پر امام مالک کے طعن کی بابت رحیم سے میرا مذاکرہ ہوا نے خیال ظاہر کیا کہ امام مالک کا طعن روایت حدیث کی جہت سے نہیں بل کہ مذہب قدر کے ساتھ تہمت وجہ سے ہے۔

اور پچھلے اوراق میں میزان الاعتدال کے حوالہ سے گزر چکا کہ مذہب قدر کی طرف ان کی نسبت محض کا خیال ہی خیال ہے ورنہ وہ سب سے زیادہ مذہب قدر سے دور تھے۔

چھٹا رد : امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں ارشاد فرمایا ہے کہ ابن اسحاق پر امام مالک کا طعن تو ثابت نہیں ہے اور اگر صحیح بھی فرض کرلیں تو علما نے اسے قبول ہی نہیں کیا بل کہ مسترد کر دیا اور کیوں کر اسے زد نہ کرتے جب کہ امام شعبہ نے ابن اسحاق کو فن حدیث میں مسلمانوں کا بادشاہ لکھا ہے اور امام اجل سفیان ی، ابن ادریس، حماد بن زید، یزید بن زریع، ابن عتبہ، عبدالوارث اور امام اجل عبداللہ بن مبارک اور عامہ محدثین نے ان کو مقبول رکھا۔

(فتح القدیر ج۔ا ص، ۲۳۱ فصل فی استحباب التعجیل مرکز اہل سنت، پوربندر)

یہاں تک ابن اسحاق پر امام مالک کے طعن اور اس کے جواب کی بحث تھی اس مدلل بحث سے یہ بات ہر من الشمس ہوگئی کہ ابن اسحاق کا دامن دجل کے طعن سے پاک ہے۔

ابن اسحاق پر تیسرا طعن

ابن اسحٰق پر تیسرا طعن تشیع کا ہے۔ تھانوی صاحب نے امام ابن حجر کے حوالہ سے ان پر تشیع کا الزام کرتے ہوئے بدترین قسم کی فریب کاری سے کام لیا ہے۔ ہندوستان کے محاورہ میں شیعی رافضی کو کہتے ہیں لیکن ائمہ جرح وتعدیل کے یہاں شیعی وہ ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ل مانتا ہے۔ اس اصطلاح کو دیدہ و دانستہ نظر انداز کر کے انھوں نے سادہ لوح عوام کو اس فریب میں

حضرت علی کو حضرت عثمان سے افضل سمجھنا، اگرچہ جمہور اہل سنت کے مذہب کے خلاف ہے لیکن اہل سنت کی ایک جماعت، خصوصاً ائمہ کوفہ جیسے امام سفیان ثوری اور امام مسلمین حضرت اعمش وغیرہما اسی کے قائل ہیں۔ ایسے تشیع کو بدعت اور بدمذہبی بھی نہیں کہہ سکتے۔ شرح مقاصد (ج۔۵ص ۲۹۱) میں ہے۔

قال اهل السنة الا فضل ابوبكر ثم عمر ثم عثمان ثم علي قد مال البعض منهم الى تفضيل علي على عثمان رضي الله تعالىٰ عنهما والبعض الى التوقف فيما بينهما۔

علمائے اہل سنت نے کہا کہ سب سے افضل ابوبکر ہیں پھر عمر ہیں پھر عثمان ہیں پھر علی ہیں۔ پھر ان میں سے کچھ لوگوں کا مذہب ہے کہ حضرت علی حضرت عثمان سے افضل ہیں اور بعض لوگوں نے توقف سے کام لیا ہے۔

اور امام ابن حجر اپنی گراں قدر تصنیف ہدی الساری (ص ۵۴۱) میں محدثین کے اصطلاحات کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

التشيع محبة علي و تقديمه على الصحابه فمن قدمه على ابى بكر و عمر فهو غال تشيعه و يطلق عيه رافضي والافشيعى فان انضاف الى ذلك السب او التصريح بالبغض فغال فى الرفض۔

حضرت علی سے محبت کرنا اور انھیں صحابہ پر فضیلت دینا شیعیت ہے لیکن جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے انھیں افضل سمجھتا ہے وہ رافضی ہے۔ پھر اسی کے ساتھ اگر وہ تبرا بھی کرتا ہے تو وہ خالی رافضی ہے۔

ائمہ جرح و تعدیل کی اصطلاح میں چوں کہ محب علی کو شیعی کہا جاتا ہے اسی بنیاد پر حضرت امام اعمش جو امام اعظم کے استاد ہیں ان کے بارے میں تہذیب التہذیب میں ہے کہ کان فیہ تشیع ان میں شیعیت تھی یعنی وہ محب علی تھے۔ اتنی تفصیل کے بعد یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ ائمہ حدیث کی اصطلاح میں رافضی اور شیعی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ حضرت ابن اسحاق پر امام ابن حجر نے تشیع کا طعن کیا ہے۔ رفض کا طعن نہیں کیا ہے۔ صرف اس طعن سے اگر ابن اسحاق کی ثقاہت مجروح ہوتی ہے تو خود بخاری شریف اور مسلم شریف کے رجال میں سینکڑوں راوی ہیں جنھیں شیعی کہا گیا ہے لیکن اس کے باوجود کسی نے بھی ان کی حدیث قبول کرنے سے انکار نہیں کیا ہے۔

الحمد للہ کہ شیعیت بمعنی رفض کے الزام سے بھی حضر ابن اسحاق کا دامن پاک اور بے داغ ثابت ہو گیا۔

ابن اسحاق پر چوتھا طعن

حضرت ابن اسحاق پر چوتھا طعن تدلیس کا ہے۔ تھانوی صاحب نے ان کے خلاف یہ الزام عائد کرتے ہوئے امام ابن حجر کی کتاب طبقات المدلسین کا حوالہ دیا ہے۔ ذرا بھی انھیں فن حدیث سے واقفیت ہوتی تو وہ اس کتاب کا ہرگز حوالہ نہ دیتے۔ کیوں کہ امام ابن حجر نے مدلسین کو پانچ طبقوں میں تقسیم کیا ہے۔ اول

رجہ کے ائمہ داخل ہیں۔ پانچواں طبقہ وہ ہے جن میں تدلیس کے سوا کوئی دوسری وجہ ضعف بھی ہے۔ امام ابن
نے ابن اسحاق کو چوتھے درجہ میں رکھا کہ بر بنائے اصول شافعیہ جن کی حدیث بے تصریح سماع حجت نہیں
لہ ہم حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک مطلق حجت ومقبول ہے۔ صرف تدلیس کی وجہ سے اگر ابن اسحاق کی
ی ناقابل حجت ہے تو تھانوی صاحب کو امام بخاری اور امام مسلم کی حدیثوں کا بھی انکار کر دینا چاہیے۔
ں کہ امام ابن حجر نے انھیں بھی مدلسین میں شمار کیا ہے۔ بہر حال امام ابن حجر کی تحریر سے اتنی بات بالکل صاف
کہ ابن اسحاق میں اور کوئی ضعف نہیں ہے اب وہ لوگ جو ان پر کذب یا دجل کا الزام رکھتے تھے۔ اپنے ہی
بھیٹر ماریں۔

اتمام حجت

اتنی تشفی بخش اور مدلل بحث کے بعد بھی اگر تھانوی صاحب ابن اسحاق کے عنعنہ کو قابل استناد نہیں سمجھتے
۔ میں اتمام حجت کے طور پر مسند امام احمد کے حوالہ سے ابن اسحاق کی وہ حدیث پیش کر رہا ہوں جس میں
کے ذریعہ امام زہری سے سماع کی صراحت ہے۔ سلسلہ سند ملاحظہ فرمائیے۔

حدثنا یعقوب حدثنا ابی عن ابن اسحاق قال حدثنی محمد بن مسلم عبیداللہ الزہری
لسائب بن یزید۔

ثانیاً تہذیب کی روایت کے مطابق محمد ابن اسحاق امام زہری سے کثیر المصاحبۃ کثیر السماع اور کثیر
یۃ ہیں۔ چنان چہ امام زہری نے اپنے دربان کو حکم دیا تھا کہ ابن اسحاق جس وقت بھی آئیں انھیں نہ روکا
ے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں کہ ایسے شیخ سے کسی بھی حدیث کی روایت سماع پر محمول ہے اگر چہ بہ لفظ عن ہو۔

☆☆☆

فن حدیث میں حضور مفتی اعظم کے رسوخ و تبحر کو سمجھنے کے لیے وقایۃ اہل السنۃ کے اتنے اقتباسات ہی
کافی ہیں۔ ورنہ اس دریائے ناپید اکنار کے تلاطم کا تو یہ حال ہے کہ بحث کے جس نکتے پر قلم اٹھتا ہے مختلف
ں میں اتنی دور تک پھیل جاتا ہے کہ اس کا سمیٹنا مشکل ہے۔ ابن اسحاق کی حدیث پر حضور مفتی اعظم نے فن
ث کے ایسے ایسے علمی ذخائر و نوادر کا انبار لگا دیا ہے کہ عقل حیران ہے کہ ہم کس کس رخ سے اس جلوے کا
دیکھیں اور اس چمکتے ہوئے نگار خانے میں کس کس گوہر تابدار کی نشان دہی کریں۔

حضور مفتی اعظم کو اب تک اپنے وقت کے ایک فقیہ اعظم اور مجتہدانہ بصیرت رکھنے والے ایک فقید المثال
تید العصر کشور افتا کی حیثیت سے جانتے تھے لیکن وقایۃ اہل السنۃ کے مطالعہ کے بعد ہر انصاف پسند کو یہ
ف کرنا پڑے گا کہ وہ صرف مفتی اعظم نہیں تھے بل کہ اپنے دور میں فن حدیث کے امام اعظم بھی تھے۔

مسئلہ اذان ثانی میں دیوبندی جہالتوں کا رد

وقایة اهل السنة عن مکر دیوبند والفتنة

۱۳۳۲ھ

جس میں اپنے بھائیوں اہل سنت سے خطاب اور کان پوری دیوبندی تحریر کی اصل بنیادوں کی بیخ کنی اور اس امر کا روشن اظہار ہے کہ وہ عیار تحریر اہل سنت کے صحاح ستہ وائمہ اربعہ ومذہب حنفی سب کو باطل وبے اعتبار کردینے کی خواست گار ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الواحد القهار ، والصلاة والسلام علی الحبیب المختار ، قاهر کل ضلیل کفار ، وعلی اله الأطهار ، وصحبه الأخیار ، وأهل سنته یاعزیز یاغفار ، آمین.

اس وقت مسئلہ اذان جمعہ میں ایک دیوبندی تحریر ہمارے پیش نظر ہے جسے کان پوری تحریر ظاہر کیا جاتا ہے، اگرچہ وہ کسی ذی علم عاقل کے نزدیک اصلاً قابل التفات نہیں، نہ اس میں کوئی بات عالمانہ طرز پر ہے، مگر عوام کو دھوکے دینے کے لیے چار ورق سیاہ کیے ہیں۔ علمی راہ سے وہ تحریر ویسے بھی ہرگز لائق توجہ نہ تھی کہ اذان کا مسئلہ ہمارے دین کا ایک فرعی مسئلہ ہے، دیوبندی کہ دین ہی سے خارج ہیں ان سے اور مسائل سے کیا نسبت۔

بھلا خیال تو کیجیے! اگر لکھنؤ کے کوئی مجتہد صاحب اس میں موافق یا مخالف کسی قسم کی کچھ تحریر کریں تو کیا کوئی سنی عاقل اسے دستاویز بنائے گا، ان سے یہی گزارش ہوگی کہ یہ ہم اہل سنت کا فقہی مسئلہ ہے آپ اپنی مہربانی دور رکھیں۔

افسوس! کہ وہ مجتہد تو یوں الگ کردیا گیا کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں گستاخ ہے، اور دیوبندی کہ خود حضور پر نور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخ ہیں، ان کی تحریر فتوی سمجھی جائے، اور دستاویز بنائی جائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

، مگر افسوس ہمارے عوام بھائیوں کی حالت پر کہ اب تک انہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
ت دشمن میں تمیز نہ ہوئی۔ الٰہی ہمارے بھائیوں کے دل میں اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ
ی عظمت ڈال کہ ان کے بدگویوں سے دور بھاگیں، انھیں اپنے دین کا دشمن جانیں، نہ کہ معاذ اللہ
ین۔ نیں اور مانتے رہیں۔

اس رد کو دو حصوں پر منقسم کرتا ہوں: پہلا حصہ اپنے سنی بھائیوں سے گزارش کہ انشاء اللہ تعالٰی
کافی ووافی ہوگا۔ دوسرا حصہ دیوبندیوں پر قہر کی بارش کہ انشاء اللہ تعالٰی وہ ان کی اوندھی مت پر قہر
۔ وباللہ التوفیق۔

حصہ اول

سنی مسلمان بھائیوں سے گزارش

پیارے بھائیو! اللہ تعالٰی تمھیں ہر گمراہ بددین کی طرف رغبت سے بچائے، اور کیسا ہی خفیف
ملہ ہو، مگر اس کی بات سننے سے محفوظ رکھے۔

پیارے بھائیو! یہ خیال دل میں نہ لائیو کہ اذان جمعہ کا مسئلہ تو ایک فرعی مسئلہ ہے، اس میں ہم اگر
وہابی یا نجدی یا دیوبندی سے مدد لیں گے تو ہمارے دین کا کیا نقصان ہوگا۔ ہیں ہیں، دیکھو
ے پیارے محبوب اکرم حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم [کہ واللہ تم پر تمہارے ماں باپ اور
جان سے بھی زیادہ مہربان ہیں] کس طرح صاف ارشاد فرماتے ہیں:

((فإیاکم وإیاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم))(۱)

ان سے دور بھاگو اور انھیں اپنے سے دور کرو، کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کر دیں، کہیں وہ تمہیں فتنہ میں
دیں۔

گمراہ کرنے والا تو ایسے موقع کی تاک میں رہتا ہے کہ کسی سہل بحث میں جسے اس کی بدمذہبی سے
ہو تمھیں اپنی طرف راغب کر لے، تمھیں اپنے کسی عالم سے کشیدہ کر دے، کہ آئندہ ڈورے ڈالنے کا
ملے۔

پیارے بھائیو! نہیں دیکھتے کہ اپنوں سے نفرت اور غیروں سے رغبت کسی وجہ سے ہو تمھارے حق

۱۲/۱ ... [illegible]

میں کتنی مضر اور اس کا انجام کتنا خطرناک، اور وہ کس درجہ تمہارے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس پیارے ارشاد کے خلاف ہے کہ ان سے دور بھاگو اور انہیں اپنے سے دور کرو۔

پیارے بھائیو! مسئلہ اذان جمعہ میں کان پوری چورقی دیوبندی عقیدے والوں کی تحریر ہے۔ دیوبندی عقیدے والوں کی نسبت علمائے کرام حرمین شریفین کا فتوی "حسام الحرمین" کتنے برسوں سے شائع ہے کہ وہ اسلام سے قطعاً خارج ہیں۔ اور خارج بھی ایسے کہ "من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر"(۱)

جوان کے کفر میں شک کرے خود کافر ہے۔

پھر بھائیو! ایسوں کی مدد کی معاذاللہ تمہیں کیا حاجت ہے۔ کیا تمہارے علمائے اہل سنت تمہیں بس نہیں؟۔ کہ ایک فرعی دینی مسئلہ ہے، سنی بھائی آپس میں سمجھ سمجھا لیں گے، ہمارے رام پوری بھائیوں سے ہمارا مکالمہ جاری ہے، بیچ میں غیر مذہب والوں کو دخل کا کیا منہ۔

پیارے بھائیو! اذان باہر دینی حق ٹھہرے۔ یا اندر؟۔ کچھ بھی سہی، کیا اس سے ہم دونوں بھائیوں میں کسی کی سنیت میں معاذاللہ کچھ فرق آسکتا ہے؟۔ یا دیوبندیوں کے ماتھے سے ان گالیوں کا داغ مٹ سکتا ہے جوانھوں نے منہ بھر کر اللہ واحد قہار اور اس کے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دی ہیں؟۔

تو پیارے بھائیو!

اولاً: تمہیں یہی دیکھ لینا تھا، خدا نہ کرے کہ تم میں کسی کو اپنی ضد کے آگے دوست دشمن کی تمیز نہ رہے، اذان مسجد کے اندر ہونے کو کوئی تحریر مل جائے اگرچہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بدگویوں کے اذناب کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بھائیو! خدارا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عظمت کالحاظ کیے ہوئے۔

ع: اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾(۲)

---

(۱) [حسام الحرمین:]

ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تمہیں جہنم کی آگ چھوئے گی۔
کان پور کے علمائے اہل سنت یہ حضرات ہیں:
جناب مستطاب حامی السنہ ماحی الفتنہ مولانا مولوی عبید اللہ صاحب ارہ آبادی
جناب مولانا مولوی محمد سلیمان صاحب مدرس اول مدرسہ دار العلوم
جناب مولانا مولوی محمد عبد الرزاق صاحب مدرس مدرسہ بانس منڈی
جناب مولانا مولوی فقیر محمد صاحب مدرس مدرسہ احسن المدارس
جناب مولانا مولوی مشتاق احمد صاحب
خلف ارشد حضرت مولانا مولوی احمد حسن صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ
جناب مولانا مولوی حافظ شاہ حبیب الرحمٰن صاحب
خلف ارشد سجادہ نشین والاحضرت مولانا مولوی محمد عادل صاحب قدس سرہ الشریف وسلمہم
ی جمیعًا.
ان حضرات سے بھی کسی کے دستخط لیے گئے؟۔
فتوے کے کاتب ہوئے تو دیوبندی۔ دستخط ہوئے تو دیوبندیوں کے۔ اسی قدر سے سمجھ لیا ہوتا
ں بغض مذہبی اور کھسیانی بلی کا کھمبا نوچنا ہے۔
ثانیاً: اس تحریر کی ردی حالت اگر عام بھائی خود نہ سمجھ سکے تو اتنا تو دیکھ لیتے کہ فتوائے بریلی میں
مرتح تھی کہ جو صاحب خلاف کریں ان پندرہ سوالوں کے جواب دیں۔ ان سوالوں کے جواب کا
، نام لیا۔ آخر کچھ تو ہے کہ ان سے بچ کر نکلے۔
ثالثاً: بھائیو! ایک ذرا سی بات یہ سمجھ لینے کی ہے کہ فتوی مبارکہ بریلی میں صاف صریح حدیث اور
ب فقہ حنفی کے حوالے مع نشان صفحہ وترجمہ درج تھے کہ زمانہ اقدس میں یہ اذان دروازہ مسجد اطہر پر
ا۔ مسجد کے اندر اذان دینی منع ہے۔ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے۔ خدا انصاف دے تو اس کا
یہ تھا کہ حدیث کے مقابل ویسی ہی معتمد حدیث دکھاتے کہ زمانہ اقدس میں یہ اذان مسجد کے اندر
لی ہوئی ہوتی تھی۔ کتابوں کے مقابل ویسی ہی مستند کتب فقہ حنفی سے بحوالہ صفحہ پیش کرتے کہ مسجد
اذان کہنا سنت ہے۔ یا اسی قدر کہ کچھ مکروہ نہیں۔ یا صرف اتنا ہی ہوتا کہ جہاں تمام کتب معتمدہ
کے اندر اذان دینے کو ممنوع و مکروہ بتایا ہے ان میں اذان خطبہ کا استثنا فرما دیا ہوتا۔ یا جانے دو،
ق حکم لکھتے، دو چار تو استثنا کر دیتے کہ مگر اذان خطبہ اس حکم میں داخل نہیں۔ شراح ومحشین، تو ایسا

قیود واضح کرنے کے عادی ہیں، بلکہ ان کا کام ہی یہ ہے۔ اگر اذان خطبہ کا یہ حکم نہ ہوتا تو کوئی تو لکھتا کہ وہ اس حکم سے خارج ہے۔

رابعاً: خارج لکھنا درکنار محقق مذہب حنفی امام ابن الہمام نے تو ''شرح ہدایہ'' میں عموم کو خوب جمادیا۔ خطبہ میں طہارت سنت ہونے کو جواذان پر قیاس کیا گیا تھا کہ وہ بھی اذان کی طرح مسجد میں ذکر الٰہی ہے تو اس میں اذان کی مانند طہارت ہونی چاہیے، یہاں تو خاص جمعہ وخطبہ کا ذکر تھا، اگر اذان خطبہ مسجد کے اندر ہوتی تو یہاں ''فی المسجد'' کے لفظ میں کیا حرج تھا، ضرور اس کو قائم رکھتے۔ مگر انہوں نے فوراً اس کی مراد بتادی کہ مسجد میں ہونے کا مطلب حدود مسجد میں ہونا ہے۔ نہ کہ خاص مسجد میں، اس لیے کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے۔ انتہی

انصاف ہو تو کتنی روشن تصریح ہے کہ اذان خطبہ بھی مسجد کے اندر ممنوع ہے، ورنہ خطبہ کا اس پر قیاس کرنے کو یہ کہنا بہت صحیح تھا کہ وہ بھی مسجد میں ذکر الٰہی ہے۔ غرض نہ حدیث کے مقابل حدیث دکھا سکیں۔ نہ عبارات کثیرہ کے مقابل ایک عبارت لاسکیں۔ اور یہ سمجھ لیں کہ جواب ہوگیا۔

للہ انصاف! جن جن صاحب کو اس قابل سمجھو کہ بات انسانیت سے سنیں اور انسانیت سے جواب دیں گے، ان سے پوچھ تو دیکھو کہ صاحبو! بالفرض اگر معاملہ بالعکس ہوتا، یعنی آپ تو صریح حدیث دکھاتے کہ یہ اذان زمانۂ اقدس میں داخل مسجد ہوتی تھی، اور فقہ حنفی کی معتمد کتابوں کی تصریحیں پیش کرتے کہ مسجد کے اندر اذان کہنا سنت ہے، اور ادھر سے اس کے جواب میں نہ کوئی حدیث دکھائی جاتی، نہ کسی کتاب فقہ کی تصریح۔ بلکہ بالائی آئیں بائیں شائیں لکھ کر دعویٰ کیا جاتا کہ مسجد میں اذان مکروہ ہے۔ تو ایمان سے کہنا اس وقت آپ حضرات کتنا اچھلتے کودتے کہ: ہیں ہم تو حدیث صریح اور اتنی کتب فقہ کی صاف تصریح دکھاتے ہیں، اور تم نہ حدیث کے جواب میں حدیث لاسکے، نہ کتب کثیرہ کے جواب میں ایک کتاب، پھر کیوں کر تمھارے جواب کو جواب سمجھیں، یہ تو جواب نہیں، عقل وحیا و دیانت سب کو جواب ہے۔

خدا کو ایک جان کر کہنا: کیا اس وقت آپ حضرات جامہ سے باہر ہو کر بڑھ بڑھ کر یوں طعن نہ کرتے: اب اپنی باری کو وہ سب حلال وشیر مادر ہے۔ یہ کیسا ظلم اکبر ہے؟۔

ایک یہی حضرات نہیں، ان سے پہلے بھی جو حضرات رام پوری جواب دہ ہوئے ہیں ان سے بھی یہی سوال کر دیکھیے۔ دیکھیے کیا جواب ملتا ہے، مگر ہے یہ کہ سخن پروری کا لپکا آدمی سے ہرنا کردنی کراتا ہے۔

ے بغیر ان کا مذہب ایک قدم چل نہیں سکتا۔ مگر افسوس تو ان سنیوں کا ہے جنھوں نے ایسا جواب
ی عام بھائیوں کا جنھوں نے ان کے جواب اور ان سے بدرجہا بدتر اس کان پوری جواب کو
ے کا جواب سمجھا۔ **ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔**
امساً: تحریر کانپور آپ نے دیکھی بھی کیسی اعجوبہ جہالتوں اور نہانی ضلالتوں کا مجموعہ ہے، اس کی
تتوں سفاہتوں خرافتوں کی تفصیل تو بعونہ تعالیٰ حصہ دوم میں آتی ہے، اس کی ضلالتوں کا نمونہ

بارے بھائیو! اذان تو بالائے طاق رہی، وہ زہریلی تحریر یہ خفیہ پیچ چلی ہے کہ سنیوں کا حنفی
سنیوں کی کتب حدیث، اور سنیوں کے ائمہ اربعہ، سب کو پوچ لچر وگمراہ "معتہ" ثابت کرے۔
ملالت نمبر (۱) جان توڑ کر یہ کوشش کی کہ کسی طرح مدینہ طیبہ کے ایک جلیل عالم تابعی امام
بن اسحاق کو کذاب یا کم از کم متہم بالکذب ثابت کرے۔
ی حنفی بھائیو! آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ کے امام مذہب تین ہیں: امام اعظم ابوحنیفہ، اور ان کے
حب امام ابویوسف و امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ یہ محمد بن اسحاق آپ کے امام اعظم کے ہم استاذ
یوسف کے استاذ اور امام محمد کے استاذ الاستاذ ہیں۔ یوں ہی امام المحدثین امام الفقہا امام الاولیا
مبارک شاگرد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ابن اسحاق کی شاگردی کی۔ امام ابویوسف نے
بں بہت حدیثیں ان سے روایت فرمائیں۔
کتاب الخراج مطبع مصر صفحہ ۵ میں فرماتے ہیں:

صفحہ۵ ((حدثنی محمد بن إسحق ثنی عبیداللہ بن المغیرہ))
صفحہ٦ ((حدثنی محمد بن إسحق عن عبدالسلام عن الزھری)).
صفحہ۱۱ ((حدثنا محمد بن إسحق عن یزید بن یزید عن جابر))
صفحہ۱۱ ((اخبرنی محمد بن إسحق عن ابی جعفر))
صفحہ۱۱ ((حدثنی محمد بن إسحق عن الزھری))
صفحہ۱۲ ((حدثنی محمد بن إسحق عن الزھری))
صفحہ۱۵ ((حدثنی محمد بن إسحق عن الزھری))

یہ پہلے ہی جز میں ابن اسحٰق سے سات حدیثیں روایت فرمائیں، اور سب اجزا کا تتبع کیجیے تو خدا

ضلالت نمبر (۲) حنفیہ کے محدث اجل واکبر امام ابو جعفر طحاوی کہ تیسری صدی میں تھے، اور جب سے آج تک ایسا جامع امامت حدیث وفقہ شاذ ونادر ہی ہوا۔ محمد بن اسحاق کی حدیثوں سے احتجاج فرماتے ہیں، اور ''کتاب الحجۃ'' ج ۲ ص ۱۹۰ میں ان سے حدیث روایت کرکے فرمایا:

"هذا حديث متصل الاسناد صحيح" یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی اسناد متصل ہے۔

ضلالت نمبر (۳) مذہب حنفی کے رکن جلیل القدر محقق علی الاطلاق امام ابن الہمام فتح القدیر شرح ہدایہ صفحہ ۱۸۱ میں فرماتے ہیں:

"أماابن اسحق فثقة ثقة ، لاشبهة عندنا في ذلك ولاعند محققي المحدثين"(١)

ابن اسحاق ثقہ ہیں ثقہ ہیں، اس میں نہ ہمارے نزدیک کوئی شبہ ہے نہ محققین محدثین کے نزدیک۔

ص ۹۲ میں فرماتے ہیں:

"توثيق ابن اسحق هوالحق الابلج ، وما نقل عن كلام مالك فيه لايثبت ولو صح لم يقبله أهل العلم ، كيف وقد قال شعبة فيه: هو أمير المؤمنين في الحديث"(٢)

ابن اسحاق کو ثقہ ماننا ہی نہایت روشن حق ہے، اور امام مالک سے جو ان پر طعن منقول ہوا وہ نقل ثابت نہیں، اور اگر صحیح بھی فرض کرلیں تو اہل علم نے وہ طعن قبول نہ کیا، اور کیوں کر قبول ہو حالاں کہ امام شعبہ نے فرمایا کہ محمد بن اسحاق حدیث میں سب مسلمانوں کے سردار ہیں۔

بالجملہ ائمۂ حنفیہ کا ان کے قبول پر اجماع ہے، تو انہیں کذاب ومتہم ٹھہرانے میں یہ پیچ ہے کہ حنفیہ کے ائمۂ مذہب جھوٹے کذابوں کی شاگردی کرتے، اور ایسوں کی حدیثیں اپنی کتابوں میں بھرتے، اور ان کو ثقہ اور دین خدا میں معتمد بتاتے ہیں، تاکہ دیوبندیوں کے عینی بھائی غیر مقلدوں کا اعتراض حنفیہ پر چست ہو کہ حنفیوں کی حدیثیں ایسی کھوٹی ہیں، اور ان کے محدث ایسے جھوٹے۔

ضلالت نمبر (۴) دیوبندی تحریر نے فقط حنفیہ پر عنایت نہ کی بلکہ صحاح ستہ پر بھی، کہ محمد بن اسحاق سے ان سب میں روایات واحادیث ہیں۔

صحیح بخاری میں تعلیقاً اور صحیح مسلم وسنن اربعہ میں مسنداً امام ترمذی نے ابن اسحاق کی حدیثوں کو

---

(١) [فتح القدير لابن الهمام: باب صلاة الوتر، ١/٤٢٤]

(٢) [illegible]

۔ابوداود نے ان پر سکوت کیا۔ اور خود یہ حدیث کہ اذان جمعہ زمانہ اقدس میں دروازہ مسجد پر ہوتی
ے بھی ابوداود نے روایت کر کے سکوت فرمایا۔ اور وہ اس کتاب میں اُسی حدیث پر سکوت کرتے
ن کے نزدیک صحیح یا حسن ہو۔ اکابر ائمہ وعلما مثل امام عبدالعظیم منذری، وامام ابوعمرو ابن الصلاح،
ں ابوزکریا نووی، وامام جمال الدین زیلعی، وامام علاء الدین ترکمانی، وامام محقق علی الاطلاق،
ںا امیر الحاج، وعلامہ ابراہیم حلبی نے اس کی تصریحیں فرمائیں کہ عنقریب آتی ہیں۔ انشاء اللہ

ضلالت نمبر (۵) دیوبندی تحریر نے جتنے طعن محمد بن اسحاق پر نقل کیے یہ تو وہ سرے سے طعن ہی
قائل سے ثابت نہیں۔ یا قائل نے خود ان سے رجوع کیا۔ یا وہ طعن مبہم غیر مفسر ہے۔ مطاعن ابن
ں جتنے ورق اپنے نامۂ اعمال کی طرح سیاہ کیے ان چار وجوہ سے خالی نہیں جسے ہم بعونہ تعالیٰ حصہ
کھول کر دکھادیں گے۔ پہلی تین قسمیں تو کسی عاقل کے نزدیک طعن نہیں ہوسکتیں۔ اور تمام ائمہ
جماع اور جمہور اکابر ائمہ محدثین کا اتفاق ہے کہ چوتھی قسم بھی زنہار مقبول ومسموع نہیں، خصوصاً
۔بن اسحاق میں جن کو جماہیر ائمۂ حدیث وجمیع ائمہ حنفیہ نے مقبول ومستند وثقہ ومعتمد مانا ہے۔ اور
ت تحریر نے بکمال بددیانتی ظلم یہ کیا کہ جن کتابوں سے نقل کا نام لیا، انھیں میں وہیں وہیں ورق
، محمد بن اسحاق کی کمال مدح وتوثیق میں اجلۂ اکابر ائمہ سے مذکور ہیں، ان سب کو اوڑا گئی، خال
بے ثبوت ونامقبول طعن حکایت کیے تھے وہ سب میں سے چن لائی، اور اس خیانت مجرمانہ پر کمال
، کا پردہ ڈال کر بولی کہ:

''ان ائمہ محدثین کی جروح بالکل منعدم نہ ہوجائیں گی، اس لیے اگر محمد بن اسحاق کذاب نہ ہوگا
ملکذب ضرور ہوگا۔ بدعتی نہ ہوگا تو متہم بالبدعۃ ضرور ہوگا''۔

پیارے بھائیو! اولاً: ہم انھیں کتابوں سے جن کے نام اس بے حیا بددیانت تحریر نے لیے ان کی
ت توثیق ومدائح ابن اسحاق نقل کردیں جن کو یہ بد ذات اوڑا گئی۔ ان میں ''میزان الاعتدال''
ب التہذیب'' و''ترغیب'' و''ترہیب'' و''جوہر النقی'' بفضلہ تعالیٰ ہمارے پاس ہیں۔ ''عیون
ں نقالہ طعن کے پاس بھی نہیں، بلکہ اس نے تو ''ترغیب'' و''ترہیب'' و''جوہر نقی'' سے بھی ایک
سالے کے حوالے سے نقل کی ہے، ضرور ہے کہ ''عیون الاثر'' میں بھی صرف مطاعن نہ ہوں گے
بقات جلیلہ ہوں گی کہ خود ''عیون الاثر'' کا بڑا دارومدار محمد بن اسحاق ہی کی روایات پر ہے۔ خیر

بھی باختصار کہ زیادہ طول نہ ہو۔

میزان الاعتدال میں دیوبندی خیانتیں

(۱) میزان الاعتدال جلد دوم صفحہ ۳۴۳:

"محمد بن إسحاق المدني أحدالائمة الأعلام رأى أنساً"(۱)

محمد بن اسحاق مدنی مشاہیر ائمہ سے ایک ہیں، انھوں نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا۔

(۲) صفحہ ۳۴۴:

"قال أحمد بن حنبل هو حسن الحديث"(۲)

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ابن اسحاق کی حدیث حسن ہے۔

(۳) "قال ابن معين: ثقة وليس بحجة"(۳)

امام یحیٰ بن معین استاذ امام بخاری نے فرمایا: ابن اسحاق ثقہ ہیں، ہاں! اس پائے کے نہیں جن کو محدثین کی اصطلاح میں حجت کہتے ہیں:

(۴) "قال علی بن المديني: حديث ابن إسحاق عندی صحيح"(۴)

امام علی بن مدینی استاذ امام بخاری نے فرمایا: ابن اسحاق کی حدیث میرے نزدیک صحیح ہے۔

یہ ابن المدینی وہ ہیں جن کو امام بخاری فرمایا کرتے کہ میں سوا ان کے کسی کے پاس اپنے آپ کو چھوٹا نہ سمجھتا، یعنی ان کے علم سے مجھے اپنا علم کم نظر آتا۔

(۵) "قال يحي بن كثير وغيره: سمعنا شعبة يقول: ابن إسحاق أمير المؤمنين في الحديث"(۵)

یحیٰ بن کثیر وغیرہ کہتے ہیں: امام شعبہ کو کہتے سنا کہ ابن اسحاق حدیث میں سب مسلمانوں کے

---

(۱) [ميزان الاعتدال: محمد بن إسحاق بن يسار، ۲/ ۳٤۳]

(۲) [ميزان الاعتدال: محمد بن إسحاق بن يسار، ۲/ ۳٤٤]

(۳) [ميزان الاعتدال: محمد بن إسحاق بن يسار، ۲/ ۳٤٤]

(٤) [ميزان الاعتدال: محمد بن اسحاق بن يسار، ۳/ ٤٧٥]

مام شعبہ وہ ہیں جن کو امام بخاری ''امیر المؤمنین فی الحدیث'' کہتے۔اور یہ ابن اسحاق کو
فی الحدیث کہتے۔

قال شعبة أيضاً: هو صدوق"(۱)

امام شعبہ نے فرمایا: ابن اسحاق بہت راست گو ہیں۔

ال محمد بن عبدالله بن نمير :رمي بالقدر وكان أبعدالناس منه"(۲)

بن عبداللہ بن نمیر کہتے ہیں: بعض نے ابن اسحاق پر مذہب قدر کی تہمت رکھی حالانکہ وہ سب
یادہ اس سے دور تھے۔

ال ابن المديني: لم أجد له سوى حديثين منكرين"(۳)

ن امام ابن المدینی نے فرمایا: میں نے ابن اسحاق کی صرف دو حدیثیں غیر محفوظ پائیں، اور وہ
ں بیان کردیں جن میں یہ اذان جمعہ کی حدیث نہیں، تو بحمد اللہ تعالیٰ یہ صحیح و محفوظ ہے۔ اور وہ
کہ ہزارہا حدیثیں ابن اسحاق کی طرح روایت کرے اور ان میں دو ایک بھی غیر محفوظ نہ ہوں۔
مالک و بخاری کی بعض احادیث کو بھی تو غیر محفوظ بتایا ہے۔

ال علی: سمعت ابن عيينة يقول: ماسمعت أحداً يتكلم في ابن
لا في قوله: في القدر"(۴)

م سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں: میں نے کسی کو نہ سنا کہ ابن اسحاق پر کسی بات میں کچھ طعن
ل قدر کے۔

فحہ ۳۴۵:

م يذكر ابن اسحاق أبوعبدالله البخاري في كتاب الضعفاء له"(۵)

يزان الاعتدال: محمد بن إسحاق بن يسار، ۳/٤٦٩]
يزان الاعتدال: محمد بن إسحاق بن يسار، ۳/٤٦٩]
يزان الاعتدال: محمد بن إسحاق بن يسار، ۳/٤٦٩]
يزان الاعتدال: محمد بن إسحاق بن يسار، ۳/٤٧٠]

امام بخاری نے جو کتاب ضعیف راویوں کے بیان میں لکھی ان میں ابن اسحاق کو ذکر نہ فرمایا۔

(۱۱) "روی عباس عن ابن معین قال الليث بن سعد: لاأثبت في يزيد بن أبي حبيب من محمد بن إسحاق"(۱)

عباس دوری امام ابن معین سے راوی کہ امام لیث بن سعد نے فرمایا: یزید بن ابی حبیب کی احادیث میں محمد بن اسحاق سے زائد کوئی معتمد نہیں۔ یہ امام اجل لیث بن سعد خود بھی تلامذۂ یزید بن ابی حبیب سے ہیں۔ اور ابن یونس نے کہا:

"روی عنه الأكابر من أهل مصر"(۲)

اکابر اہل مصر نے ابن ابی حبیب سے حدیثیں روایت کیں، تو امام لیث بن سعد، محمد بن اسحاق کو ان سب اکابر پر ترجیح دیتے ہیں۔

(۱۲) "قال ابوزرعة: سألت يحيىٰ بن معين عن ابن إسحٰق أهو حجة؟۔ قال: هو صدوق، الحجة عبيدالله بن عمر الخ"(۳)

امام ابوزرعہ کہتے ہیں: میں نے امام یحییٰ بن معین سے پوچھا: کیا محمد بن اسحاق حجت ہیں؟۔ فرمایا: وہ نہایت سچے ہیں، حجت جسے کہتے ہیں: وہ عبیداللہ بن عمرو غیرہ فلاں فلاں اکابر ہیں۔

(۱۳) "ابوجعفر النفيلي حدثني عبدالله بن فائد قال: كنا نجلس إلى ابن إسحاق، فإذا أخذ في فن من العلم ذهب المجلس بذلك الفن"(۴)

ابوجعفر نفیلی کہتے ہیں: مجھ سے عبداللہ بن فائد نے بیان کیا: ہم محمد بن اسحاق کے پاس بیٹھتے، جب وہ علم کے کسی فن میں کلام شروع کرتے تو ساری مجلس اسی فن میں ختم ہو جاتی۔

(۱۴) امام شافعی و امام سفیان ثوری امام اجل زہری سے روایت فرماتے ہیں:

"لايزال بالمدينة علم مادام بها"

یعنی مدینہ طیبہ میں ہمیشہ علم باقی رہے گا جب تک محمد بن اسحاق اس میں ہیں۔ یہ روایت خلاصۂ

---

(۱) [ميزان الاعتدال: محمد بن إسحاق بن يسار، ۴۷۲/۳]

(۲) [تهذيب التهذيب: محمد بن اسحاق بن يسار، ۳۱۹/۱۱]

(۳) [ميزان الاعتدال: محمد بن اسحاق بن يسار، ۴۷۲/۳]

میں ان الفاظ سے ہے:

"لایزال بالمدینة علم جم ماکان فیھا ابن اسحق"(۱)

مدینہ طیبہ میں علم کثیر رہے گا جب تک ابن اسحاق اس میں ہیں۔

"قال یزید بن ھرون :سمعت شعبة یقول: لو کان لی سلطان لأمرت ابن علی المحدثین"(۲)

امام شعبہ فرماتے ہیں: اگر میری سلطنت ہوتی تو میں ضرور محمد بن اسحاق کو تمام محدثین پر سردار

"ابن المبارك عن ابن اسحق (فذکر بسندہ عن سھل بن حنیف رضی عالیٰ عنه)(فذکر الحدیث ثم قال:) فھذا حکم تفرد به محمد، قال الترمذی دیث صحیح لانعرفه الامن حدیث ابن إسحاق"(۳)

یعنی یہ حدیث باب احکام کی ہے، اور تنہا ابن اسحاق نے روایت کی، بایں ہمہ امام ترمذی نے حدیث صحیح ہے، ہمارے علم میں محمد بن اسحاق کے سوا سے کسی نے روایت نہ کیا۔

امام ابن عدی کہتے ہیں:

"لم یتخلف في الروایة عنه الثقات والائمة وھو لا بأس به"(۴)

ائمہ اور معتمدین ابن اسحاق سے روایت کرنے سے نہ ہٹے، اور ابن اسحاق میں کوئی عیب نہیں۔

"قال یعقوب بن شیبة سألت ابن المدیني عن ابن إسحق قال: حدیثه ، صحیح ، قلت : و کلام مالك فیه، قال : مالك لم یجالسه ولم یعرفه"(۵)

یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں: میں نے امام ابن المدینی سے محمد بن اسحاق کی نسبت پوچھا، یرے نزدیک ان کی حدیث صحیح ہے، میں نے کہا: "امام مالک نے جو ان میں کلام کیا ہے، فرمایا:

[تذھیب التھذیب]

[میزان الاعتدال:محمد بن اسحاق بن یسار،۳/۴۷۳]

[میزان الاعتدال:محمد بن اسحاق بن یسار،۳/۴۷۴]

[میزان الاعتدال:محمد بن اسحاق بن یسار،۳/۴۷۴]

مالک کو ان کی صحبت نہ ملی، نہ مالک نے انھیں پہچانا۔

(۱۹) انھیں امام علی کا قول کہ نمبر ۳۹ میں آتا ہے۔

(۲۰) "قال أحمد بن عبدالله العجلی :ابن إسحاق ثقة"(۱)

امام احمد عجلی کہتے ہیں: ابن اسحاق ثقہ ہیں۔

تہذیب التہذیب میں دیوبندی خیانتیں

(۲۱) "قال المفضل الغلابي سألت ابن معين عنه فقال: كان ثقة وكان حسن الحديث"(۲)

مفضل غلابی کہتے ہیں: میں نے امام ابن معین سے ابن اسحاق کی نسبت پوچھا، فرمایا: ثقہ تھے اور ان کی حدیث حسن ہے۔

(۲۲) "قال علي بن المديني: مدار حديث رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم على ستة ، فذكرهم ثم قال :فصار علم الستة عن اثنى عشر ، فذكر ابن إسحاق فيهم"(۳)

امام ابن مدینی فرماتے ہیں: حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مدار چھ اماموں پر ہوا، پھر ان چھ کا علم بارہ کے پاس آیا، ان میں سے ایک محمد بن اسحاق ہیں۔

(۲۳) "قال ابن أبي خيثمة عن ابن معين قال :قال عاصم بن عمر بن قتادة: لايزال في الناس علم مابقي إبن اسحاق"(۴)

ابن ابی خیثمہ نے امام ابن معین سے نقل کیا کہ امام عاصم بن عمر بن قتادہ نے فرمایا: جب تک ابن اسحاق زندہ ہیں، ہمیشہ لوگوں میں علم باقی رہے گا۔

(۲۴) "وقال ابن أبي خيثمة عن هارون بن معروف سمعت أبامعاوية يقول: كان ابن إسحق من أحفظ الناس ، فكان إذاكان عندالرجل خمسة أحاديث أو أكثر استوعد ابن

---

(۱) [ميزان الاعتدال:محمد بن اسحاق بن يسار، ۴۷۵/۳]

(۲) [تهذيب التهذيب : الالف في الآباء، ۳۸/۹]

(۳) [تهذيب التهذيب : الالف في الآباء، ۲۷/۹]

ں"(۱)

ابن ابی خیثمہ ہارون بن معروف سے روایت کرتے ہیں: میں نے ابومعاویہ کو کہتے سنا: محمد بن علیٰ درجے کے حافظہ والوں میں تھے، تو اگر کسی کے پاس پانچ حدیثیں بھی ہوتیں یا زیادہ انھیں ابن وسپرد کر دیتا، یعنی ان کے سامنے روایت کر دیتا کہ وہ احادیث ان کے واسطے سے امت میں محفوظ

ابن فائد کا قول مذکور نمبر ۱۳۔

"وقال صالح بن أحمدعن علی بن المدینی عن ابن عیینة قال: جالست ابن ق منذ بضع وسبعین سنة ، ومایتهمه أحدمن أهل المدینة ولایقول فیه شیئاً"(۲)

امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں: ستر برس سے زیادہ ہوئے جب سے میں ابن اسحاق کے پاس ں، اہل مدینہ میں سے کوئی نہ انھیں متہم کرتا، نہ ان پر کسی طرح کا طعن کرتا، یعنی ستر برس سے زائد کی بر ہے، میری ان کی معرفت آج کی نہیں۔

"قال الاثرم عن أحمد :هو حسن الحدیث"(۳)

اثرم نے امام احمد سے روایت کیا کہ فرماتے: محمد بن اسحاق کی حدیث حسن ہے۔

قال البخاري: رأیت علي بن عبدالله یحتج بحدیث ابن إسحاق"(۴)

امام بخاری فرماتے ہیں: میں نے علی بن عبداللہ کو دیکھا کہ ابن اِسحاق کی حدیث کو حجت قرار

"وقال علي : مارأیت أحداًیتّهم ابن إسحٰق "(۵)

امام بخاری فرماتے ہیں: امام ابن المدینی نے فرمایا: میں نے کسی کو نہ دیکھا کہ ابن اسحاق کو متہم ہو۔

[تهذیب التهذیب : الالف في الآباء ، ۹/ ٤۰]

[تهذیب التهذیب : الالف في الآباء ، ۹/ ٤۰]

[تهذیب التهذیب : الالف في الآباء ، ۹/ ٤۱]

[تهذیب التهذیب : الالف في الآباء ، ۹/ ٤۱]

(۳۰) والذی یذکر عن مالك في ابن إسحق :لایکاد یتبین"(۱)

امام بخاری فرماتے ہیں: ابن اسحاق کے بارے میں امام مالک سے جو طعن ذکر کیا جاتا ہے وہ ثبوت تک پہنچا نہیں معلوم ہوتا۔

(۳۱) "وکان اسمعیل بن أبي أویس من اتبع من رأینا لمالك أخرج إلی کتب ابن إسحق في المغازي وغیرھا فانتخبت منها کثیراً"(۲)

امام بخاری فرماتے ہیں: ہم نے اسمٰعیل بن ابی اویس (امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھانجے نیز امام کے چچازاد بھائی کے پوتے) سے زیادہ امام مالک کا پیرو کسی کو نہ دیکھا، انھوں نے مغازی وغیرہا میں ابن اسحاق کی کتابیں مجھے دکھائیں، میں نے ان میں سے بہت کچھ ڈھونڈے چنے۔ یعنی اگر امام مالک کو محمد بن اسحاق کی حدیث پر اعتراض ہوتا تو ان کے شاگرد اور بھانجے اور پوتے کہ سب سے زیادہ ان کے پیرو تھے ابن اسحاق کی کتابیں روایت نہ کرتے۔

(۳۲) "وقال لي إبراھیم بن حمزة: کان عندإبراھیم بن سعد عن ابن إسحاق نحواً من سبعة عشر ألف حدیث في الأحکام سوی المغازي ، وإبراھیم بن سعد من أکثر أھل المدینة حدیثاً"(۳)

امام بخاری فرماتے ہیں: مجھ سے ابراہیم ابن حمزہ نے کہا کہ امام ابراہیم بن سعد کے پاس ابن اسحاق سے مغازی کے سوا خاص باب احکام میں سترہ ہزار حدیث کے قریب تھیں، ابراہیم بن سعد مدینہ طیبہ کے کثیر الحدیث محدثین میں تھے۔

(۳۳) "وقال عبیدبن یعیش: ثنا یونس بن بکیر، سمعت شعبة یقول: ابن إسحاق أمیرالمؤمنین لحفظه"(۴)

امام بخاری فرماتے ہیں: امام شعبہ نے فرمایا: محمد بن اسحاق اپنی قوت حفظ میں سب مسلمانوں کے سردار ہیں۔

---

(۱) [تهذیب التهذیب : الالف في الآباء، ۹/۴۱]

(۲) [تهذیب التهذیب : الالف في الآباء، ۹/۴۱]

(۳) [تهذیب التهذیب : الالف في الآباء، ۹/۴۱]

) "وقال لي علي بن عبدالله: نظرت في كتب ابن إسحق فماوجدت عليه
، حديثين ، ويمكن أن يكونا صحيحين"(۱)

امام بخاری فرماتے ہیں: مجھ سے امام علی بن عبداللہ نے فرمایا: میں نے ابن اسحاق کی کتابیں
ا تو صرف دو حدیثوں پر مجھے ناگواری ہوئی، اور ممکن ہے کہ وہ دو بھی صحیح ہوں۔

) "قال أبوزرعة الدمشقي: ابن إسحق قدأجمع الكبراء من أهل العلم على
. عنه ، وقد اختبره أهل الحديث فرأواصدقاًوخيراً مع مدحة ابن شهاب له"(۲)

امام ابوزرعہ دمشقی فرماتے ہیں: بے شک اکابر اہل علم نے ابن اسحاق کی شاگردی پر اجماع کیا
بے شک محدثین نے انھیں جانچا تو صدق و خیر نظر آئے، پھر خود ان کے استاذ امام زہری نے ان کی
ں۔

) محمد بن عبداللہ کا قول کہ نمبر ۷ میں گزرا۔

) "قال يعقوب بن شيبة: سمعت ابن نمير يقول: إذا حدّث عمّن سمع منه
لمعروفين فهو حسن الحديث صدوق"(۳)

یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں: میں نے ابن نمیر کو کہتے سنا: ابن اسحاق جب پہچانے ہوئے استاذوں
حدیث روایت کریں تو ان کی حدیث حسن ہے، وہ صدوق ہیں۔

) امام ابن المدینی کا قول کہ نمبر ۱۸ میں گزرا۔

) یہی امام فرماتے ہیں:

"إن حديث إبن إسحاق ليتبين فيه الصدق ، يروى مرة حدثني أبوالزناد، ومرة
ر ابو الزناد وهو من أروى الناس عن سالم بن أبي النضر ، وروى عن رجل عنه
من أروى الناس عن عمرو بن شعيب ، وروى عن رجل عن أيوب عنه"(۴)

ابن اسحاق کی حدیث میں صدق روشن ہے، جن اساتذہ سے بکثرت حدیثیں خود سنی ہیں بعض

[تهذيب التهذيب : الالف في الآباء ، ۹/۴۲]

[تهذيب التهذيب : لالف في الآباء ، ۹/۴۲]

[تهذيب التهذيب : الالف في الآباء ، ۹/۴۲]

حدیثیں ان سے ایک واسطہ سے روایت کرتے ہیں، اور بعض دو واسطہ سے۔

(۴۰) "قال یعقوب بن سفیٰن: قال علي: لم أجد لابن إسحق إلا حديثين منكرين عن ابن عمر عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم. إذا نعس أحدكم يوم الجمعة، وعن زيد بن خالد إذا مس أحدكم فرجه"(۱)

امام علی نے فرمایا: میں نے ابن اسحاق کی کوئی حدیث غیر معروف نہ پائی سوا دو کے، ایک یہ کہ جب کسی کو جمعہ کے دن اونگھ آئے۔ دوسرے جب تم میں کوئی اپنی شرم گاہ کو چھوئے۔

(۴۱) "قال محمد بن عثمان بن أبي شيبة سألت علياً عنه فقال: صالح وسط"(۲)

محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کہتے ہیں: میں نے امام ابن المدینی سے ابن اسحاق کا حال پوچھا فرمایا: صالح ہیں اوسط درجہ کے ہیں۔

(۴۲) "قال أيوب: وكان علي ابن المديني يثني عليه ويقدمه"(۳)

ایوب ابن اسحاق نے کہا: امام علی ابن مدینی، ابن اسحاق کے مداح تھے اور انہیں مقدم رکھتے۔

(۴۳) امام ابن معین کا ارشاد کہ نمبر ۳ میں گزرا۔

(۴۴) "قال يعقوب بن شيبة سألت ابن معين عنه، فقلت: في نفسك من صدقه شيء؟۔ قال: لاهو صدوق" (۴)

یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں: میں نے امام ابن معین سے پوچھا، کیا آپ کے دل میں ابن اسحاق کے سچے ہونے میں کوئی شبہ ہے؟۔ فرمایا نہیں۔ وہ بہت سچے ہیں۔

(۴۵) "قال أبوزرعة الدمشقي: قلت لابن معين وذكرت الحجة، ومحمد بن اسحق منهم، فقال: كان ثقة، إنما الحجة مالك وعبيد الله بن عمر"(۵)

امام ابوزرعہ دمشقی کہتے ہیں: میں نے امام یحییٰ کے سامنے اس اعلیٰ پایہ کا ذکر کیا جسے محدثین کی

(۱) [تهذيب التهذيب: الالف في الآباء، ۹/۴۳]

(۲) [تهذيب التهذيب: الالف في الآباء، ۹/۴۳]

(۳) [تهذيب التهذيب: الالف في الآباء، ۹/۴۳]

(۴) [تهذيب التهذيب: الالف في الآباء، ۹/۴۴]

ح میں حجت کہتے ہیں اور میں نے کہا: محمد بن اسحاق اسی درجہ بلند پر تھے، اس پر امام ابن معین نے
ن اسحاق ثقہ تھے، حجت تو مالک وعبید اللہ بن عمر ہیں۔
قول امام عجلی کہ نمبر ۲۰ میں گزرا۔

۱ "قال ابن عيينة سمعت شعبة يقول: محمد بن إسحق أمير المؤمنين في
يث ، وفي رواية عن شعبة فقيل له: لِمَ ؟۔ قال: لحفظه ، وفي رواية لوسوّد
ي الحديث لسوّد محمد بن اسحق"(۱)

امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں: میں نے امام شعبہ کو فرماتے سنا کہ محمد بن اسحاق حدیث میں
منین ہیں، کسی نے پوچھا کیوں؟۔ فرمایا: اپنے حفظ کے سبب۔ اور فرمایا: اگر حدیث میں کسی کو
نایا جاتا تو محمد بن اسحاق سب کے سردار ہوتے۔

) "قال ابن سعد: كان ثقة"(۲)

امام ابن سعد نے کہا: محمد بن اسحاق ثقہ تھے۔

) "قال ابن عدی :محمدبن إسحق له حديث كثير ، وقد روى عنه أئمة الناس ،
م يكن له من الفضل إلا أنه صرف الملوك عن الاشتغال بكتب لايحصل منها
إلى الاشتغال بمغازی رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وبعثة ومبدء الخلق
نت هذه فضيلة سبق إليها ، وقد صنفها بعده قوم فلم يبلغوا مبلغه ، وقد فتشت
يث لكثير فلم أجد فيها مايتهيؤ أن يقطع عليه بالضعف ، وربما أخطأ وأوهم في
ء بعد الشيء كمايخطي غيره وهو لابأس به" (۳)

امام ابن عدی نے کہا: محمد بن اسحاق کی حدیث کثیر ہے، اور بے شک مسلمانوں کے اماموں نے
سے حدیث روایت کی، اور اگر ان کی اور کوئی فضیلت نہ ہوتی سوا اس کے کہ انھوں نے بادشاہوں کو بے
تابیں دیکھنے سے پھیر کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جہادوں اور بعثت شریفہ اور ابتدائے
ش کے مطالعہ میں مشغول کردیا تو ضرور یہ وہ فضیلت ہے کہ وہی اس میں سابق رہے، ان کے بعد اور

[تهذيب التهذيب : الالف في الآباء ، ۹/۴۴]

[تهذيب التهذيب : الالف في الآباء ، ۹/۴۴]

علمانے اس میں تصنیفیں کیں مگر ان کے مرتبہ تک نہ پہنچے، اور بے شک میں نے ان کی احادیث کی جو کثیر ووافر ہیں تفتیش کی تو ان میں ایک حدیث بھی ایسی نہ پائی جس پر ضعف کا یقین ہو سکے، ہاں کبھی اتفاقاً بعض باتوں میں خطا یا وہم واقع ہوتا ہے جیسے اوروں سے ہوتا ہے، ان میں اصلاً کوئی برائی نہیں۔

(۵۰) "قال ابن المدینی :ثقة لم یضعه عندی إلا روایته عن أهل الکتاب"(۱)

امام ابن المدینی نے فرمایا: محمد بن اسحاق ثقہ ہیں، انھیں اسی نے نیچا کیا کہ وہ اہل کتاب سے روایت کرتے ہیں۔

امام ذہبی نے کہا:

"ماالمانع من روایة الاسرائیلیات عن أهل الکتاب مع قوله ـصلی الله تعالیٰ علیه وسلم. حدثوا عن بنی إسرائیل ولاحرج"(۲)

بنی اسرائیل کے وقائع اہل کتاب سے روایت کرنے کو کس نے منع کیا حالانکہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: بنی اسرائیل سے روایت کرو اس میں کچھ حرج نہیں۔

(۵۱) "لما سئل ابن المبارك قال: إنا وجدناه صدوقًا ثلث مرات"(۳)

امام اجل سیدی عبداللہ بن مبارک سے ابن اسحاق کو پوچھا گیا فرمایا: بے شک ہم نے انہیں بہت سچا پایا، بے شک ہم نے انہیں بہت سچا پایا، بے شک ہم نے انہیں بہت سچا پایا۔

(۵۲) "قال ابن حبان: ولم یکن أحد بالمدینة یقارب ابن إسحاق في علمه ولایوازیه في جمعه، وهو عن أحسن الناس سیاقا للأخبار"(۴)

امام ابن حبان نے کہا: تمام مدینے بھر میں کوئی ایسا نہ تھا کہ علم میں ابن اسحاق کے قریب یا جمع احادیث میں ان کا ہم سر ہو، وہ نہایت خوبی سے احادیث روایت کرتے ہیں۔

(۵۳) "یحییٰ بن یحییٰ ذکر عنده محمد بن إسحاق فوثقه"(۵)

---

(۱) [تهذیب التهذیب : الالف في الآباء، ۹/۴۵]

(۲) [میزان الاعتدال:محمد بن اسحاق بن یسار،۳/۴۷۰]

(۳) [تهذیب التهذیب : الالف في الآباء، ۹/۴۶]

(۴) [تهذیب التهذیب : الالف في الآباء، ۹/۴۶]

(۵) [تهذیب التهذیب : الالف في الآباء، ۹/۴۶]

ام یحییٰ بن یحییٰ کے سامنے ابن اسحاق کا تذکرہ ہوا، فرمایا: وہ ثقہ ہیں۔

قال ابویعلی الخلیلي : محمد بن إسحق عالم کبیر واسع الروایة والعلم ثقة" (۱)

امام ابویعلی خلیلی نے کہا: محمد بن اسحاق بڑے عالم ہیں، ان کی روایت اور ان کا علم وسیع ہے، ثقہ ہیں۔

قال ابن لبرقي : لم أر أهل الحدیث یختلفون في ثقته ، وحسن حدیثه، ، وفي حدیثه عن نافع بعض الشيء"(۲)

امام ابن البرقی نے کہا: میں نے علمائے حدیث کو نہ دیکھا کہ ابن اسحاق کے ثقہ اور ان کی حدیث کے حسن ہونے میں اختلاف کرتے ہوں، ہاں نافع سے ان کی روایت میں کچھ ہے۔

"قال أبوزرعة صدوق"(۳)

امام ابوزرعہ نے فرمایا: ابن اسحاق بہت صادق ہیں۔

"قال الحاکم: قال محمد بن یحییٰ : هو حسن الحدیث ، عنده غرائب، عن الزهري فأحسن الروایة"(۴)

حاکم نے کہا: امام محمد بن یحییٰ نے فرمایا: ابن اسحاق کی حدیث حسن ہے، ان کے پاس بعض افراد ہیں، نے زہری سے روایت کی تو بہت اچھی روایت کی۔ حدیث اذان جمعہ زہری ہی سے روایت کی ہے۔

"قال الحاکم :وذکر عن البوشنجي أنه قال : هو عندنا ثقة ثقة"(۵)

حاکم نے کہا: امام بوشنجی سے منقول ہوا کہ محمد بن اسحاق ہمارے نزدیک ثقہ ہیں ثقہ ہیں۔

کتاب الترغیب والترہیب میں دیوبندی خیانتیں

۱ "محمد بن إسحق أحدالائمة الأعلام"(۶)

[تهذیب التهذیب : الالف في الآباء ، ۹/۴۶]

[تهذیب التهذیب : الالف في الآباء ، ۹/۴۶]

[تهذیب التهذیب : الالف في الآباء ، ۹/۴۶]

[تهذیب التهذیب : الالف في الآباء ، ۹/۴۶]

[تهذیب التهذیب : الالف في الآباء ، ۹/۴۶]

محمد بن اسحاق مشاہیر ائمہ سے ہیں۔

(۶۰) "حديثه حسن"(۱)

ابن اسحاق کی حدیث حسن ہے۔

(۶۱) "قال أحمد بن حنبل: هو حسن الحديث"(۲)

امام احمد نے فرمایا: ان کی حدیث حسن ہے۔

(۶۲) "قال أحمد العجلي: ثقة"(۳)

امام احمد عجلی نے کہا: ابن اسحاق ثقہ ہے۔

(۶۳) "قال علی بن المديني: حديثه عندي صحيح"(۴)

امام علی بن مدینی نے کہا: ابن اسحاق کی حدیث میرے نزدیک صحیح ہے۔

(۶۴) "قال شعبة: ابن إسحاق أمير المؤمنين في الحديث"(۵)

امام شعبۃ نے کہا: ابن اسحاق حدیث میں مسلمانوں کے بادشاہ ہیں۔

(۶۵) "قد استشهد به مسلم فی صحیحه بجملة من حديث ابن إسحق، وصحح له الترمذی حديث سهل بن حنيف في المذي"(۶)

بے شک امام مسلم نے اپنی صحیح میں ابن اسحاق کی کتنی ہی حدیثوں سے شہادت لی، اور امام ترمذی نے حکم مذی میں سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث محمد بن اسحاق سے روایت کرکے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔

(۶۶) "احتج به ابن خزيمة فی صحیح"(۷)

---

(۱) [تهذيب التهذيب : الالف في الآباء، ۹/۴۱]

(۲) [ميزان الاعتدال: محمد بن اسحاق بن يسار، ۳/۴۶۹]

(۳) [تاريخ الاسلام للذهبي : محمد بن اسحاق بن يسار، ۴/۱۹۳]

(۴) [تاريخ الاسلام للذهبي : محمد بن اسحاق بن يسار، ۴/۱۹۳]

(۵) [تهذيب التهذيب : الالف في الآباء، ۹/۴۴]

(۶) [ميزان الاعتدال : محمد بن اسحاق بن يسار، ۳/۴۷۴]

م الائمہ ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں ابن اسحاق کو حجت مانا۔
بالجملة فهو ممن اختلف فيه وهو حسن الحديث"(۱)
ض ان میں اختلاف ہوا، اور قول فیصل یہ ہے کہ ان کی حدیث حسن ہے۔

جوہر النقی میں دیوبندی خیانتیں

مداول ص ۲۳۶
بن اسحٰق ثقه اه ملتقطاً"(۲)
ر بن اسحاق ثقہ ہیں۔
قد أخرجه الترمذي من جهة ابن إسحاق وقال: حسن صحيح"(۳)
بے شک امام ترمذی نے ابن اسحاق سے حدیث روایت کرکے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔
وأخرجه أبوداؤد أيضاً من جهته وسكت عنه"(۴)
ام ابوداود نے بھی ابن اسحاق سے روایت کرکے اس پر سکوت فرمایا۔
نی تو کم از کم ان کے نزدیک ابن اسحاق کی حدیث حسن ہے جیسا کہ خود جوہر النقی نے آگے
، بعون الله تعالىٰ ولله الحمد
سلمانو! یہ ہیں وہ قاہر باہر روشن ظاہر توثیقیں جنھیں اجمال واہمال کے پردہ میں چھپا کر صرف
نحیف ومبہم ونامسلم طعن تمہیں دکھائے، اس لیے کہ چاند پر خاک ڈالے اور عوام کو اندھیری میں
لے۔ اگر وہ عیارہ دیوبندی تحریر ان کتب کی تمام عبارات امانت کے ساتھ نقل کرلاتی تو اکابر ائمہ
ن عظیم جلیل توثیقوں کے آفتاب روشن کے حضور طعن بے ثبات کی تاریکی آپ ہی دھواں بن کر
م از کم محمد بن اسحاق کی بے وقعتی وہم وگمان کو بھی مسلمانوں کے دل میں نہ آنے پاتی۔ خیر چارہی
ں ستر خیانتیں تو یہ ہوئیں، آگے چلیے۔

تهذيب الكمال : محمد بن اسحاق بن يسار، ٢٤/٤١٤]
الجوهر النقي : ٣/٢٣٨]
الجوهر النقي : ٣/٢٣٨]

ثانیاً: ابھی آپ نے اس عیارہ مکارہ تحریر کی تھاہ کہاں پائی ہے وہ اس سے............ میں خیانتوں میں ۴۴۲ درجے اور بڑھ کر خباثتوں تک پہنچی ہے۔ ابن اسحاق پر بڑا طعن کذب کا ہے، اجلہ ائمہ نے اس کے وہ قاہر جواب ارشاد فرمائے جن کے حضور ہر طالب حق کی گردن جھک جائے، اور ایک امام کبیر العلم جلیل الشان کا دامن صدق اس بدنما داغ سے پاک وصاف نظر آئے، وہ عالی جوابات انھیں "میزان الاعتدال" و "تہذیب التہذیب" کے انھیں ورقوں میں آفتاب روشن کی طرح چمک رہے ہیں، اور یہ دونوں کتابیں اس کے پاس بھی ہیں کہ ان سے بلا وساطت نقل کی ہے، عیارہ تحریر ان جوابوں کو نقل کرلاتی تو اپنے ہی گھر کا گھروندا ہناتی، ساری مکر وفریب کی بناڈھ جاتی، اور خدا جانے کیا مصیبت کیسی کٹھن پڑی کہ جوابوں کی بالکل نفی بھی نہ بن پڑی، ورنہ ایسے حیاداروں کو یہ کہتے کیا لگتا تھا کہ طعن کذاب کا کسی نے جواب نہ دیا، بلکہ یہ کہتے کیا باک تھا کہ سب نے قبول کرلیا۔ مگر امام اجل احمد بن حنبل وامام بخاری وغیرہما اکابر کی برکت کہ اس نے ایسی عیارہ کو نرا انکار نہ کرنے دیا، بلکہ شرمائی ہوئی نظر جھینپی ہوئی نگاہ سے یہ کھسیانی ادا دکھائی کہ:

"دیگر محدثین ان جروح کی تاویلات رکیکہ کرتے ہیں"

یعنی امام احمد وامام ابن المدینی وامام بخاری وامام ابن حبان وامام مزی وامام ذہبی وامام عسقلانی وامام ابن الہمام حنفی وغیرہم جیسے اکابر ائمہ شان رکیک لچر پوچ بناوٹوں سے زبردستی ابن اسحاق کو سچا بناتے ہیں۔

او عیارہ مکارہ کذابہ خام کارہ! "میزان" و "تہذیب" تیرے سامنے ہے، کیوں عوام مسلمین کو دھوکے دیتی ہے، بے ایمانی کی پٹی دیوبندیت کی آنکھ سے اٹھا کر سوجھ کہ ائمہ حدیث نے تاویلیں کی ہیں، یا حق دکھایا ہے، رکیک بناوٹیں کی ہیں یا قاہر فرمایا ہے۔

مسلمانو! ائمہ دین نے محمد بن اسحاق پر طعن کذب کے بارہ قاہر رد فرمائے ہیں، جن کو یہ عیارہ تحریر یکسر اڑا کر رکیک تاویلوں کا آنچل ڈال کر چھپانا چاہتی ہے، یہاں اس نے جو جو عبارتیں "میزان الاعتدال" و "تہذیب التہذیب" کی اوڑائی ہیں، ستر کے بعد ہم ان کا شمار حاشیہ پر کردیں گے۔

مسلمانو! ابن اسحاق پر یہ طعن دو وجہ پر منقول ہوا۔

ایک: سلیمان تیمی سے: اس کے دو کھلے رد ہیں۔

رد اول:

اس کی کوئی وجہ انہوں نے نہ بتائی۔

"إمام سليمان التيمي: فلم يتبين لي لأي شيء، تكلم فيه"(۱)

یہ تو جرح مبہم ہے،اور تعدیل کے مقابل مبہم بات مردود،خصوصاً ایسے امام کبیر کے حق میں۔اس
یان انشاء اللہ المنان حصہ دوم میں آئے گا۔ یہاں اس قدر کافی کہ امام جلال الدین سیوطی
الراوی شرح تقریب امام نووی" میں قول مصنف:"ولا يقبل الجرح الا مبين السبب" کی
فرماتے ہیں:

"قال الصيرفي وكذا إذا قالوا: فلان كذاب، لابد من بيانه ؛لأن الكذب
الغلط"(۲)

یعنی طعن مقبول نہیں جب تک اس کا سبب بیان نہ کیا جائے،امام صیرفی نے کہا: مثلاً اگر جرح
لے کسی کو کذاب کہیں تو ضرور ہے کہ اس کی وجہ بیان کریں کہ کذب نادانستہ غلطی کو بھی کہتے ہیں۔

رد دوم:

سلیمان تیمی اس فن جرح وتعدیل کے اہل ہی نہیں،تو اس میں ان کی بات کا کیا لحاظ۔

مام حافظ الشان "تہذیب التہذیب" جلد۹ص۴۵ میں فرماتے ہیں:

"سليمان ليس من أهل الجرح والتعديل"(۳)

سلیمان تیمی جرح وتعدیل کے اہل نہیں۔

دوم: یحیٰ ووہیب ومالک وہشام سے اس میں مدار صرف بیان ہشام پر ہے،باقی تین نے ایک
تقلید کی اور اقرار فرمادیا کہ خود ہم کو کوئی وجہ ابن اسحاق کے کذب کی معلوم نہیں، بلکہ ہم نے فلاں
نے سنا۔

"میزان الاعتدال" جلد۲ص۳۴۵ میں ہے:

سلیمان بن داود کہتے ہیں: یحیٰ قطان نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ کذاب ہے، میں نے کہا
خبر۔کہا: مجھ سے وہیب نے کہا تھا۔اور میں نے وہیب سے پوچھا کہ تم نے کیوں کر جانا تو کہا:
لک بن انس نے فرمایا تھا۔اور میں نے مالک سے دریافت کیا تھا کہ آپ کو کیا معلوم تو فرمایا: مجھ

تهذيب التهذيب: الألف في الآباء، ٩/٤٥]

تدريب الراوي في شرح تقريب النوواي: الرابعة هل يقبل التعديل دون ذكر السبب، ١/٣٦٠]

[illegible]

سے ہشام بن عروہ نے کہا تھا۔ اور میں نے ہشام سے استفسار کیا تھا کہ تم کیا جانو تو کہا:

"حدث عن امرأتي فاطمة بنت المنذروأ دخلت علي وهي بنت تسع ومارأها رجل حتى لقيت الله تعالیٰ"(۱)

وہ میری زوجہ فاطمہ بن منذر سے حدیث روایت کرتا ہے، اور فاطمہ نو برس کی تھیں جو میرے گھر بیاہ کر آئیں اور تادم مرگ کسی مرد نے انہیں نہ دیکھا۔

بس یہ ہے وہ شور وغل جس پر یہ عیارہ دیوبند کی زمین سر پر اٹھائے لیتی ہے۔ سارا نچوڑ ہشام کے بیان پر ہے، اور وہ اصلاً مفید نہیں۔ ائمہ حدیث نے اس کے دس رد فرمائے:

(۷۳) رد اول: امام بخاری اشارہ فرماتے ہیں کہ:

"یہ قول ہشام سے ثابت ہی نہیں"۔ "کماسیأتي۔

رد دوم: ہشام سے جو قول مروی ہوا صریح غلط ہے، اس میں ہے کہ فاطمہ بنت المنذر جب میرے پاس بیاہ کر آئیں نو برس کی تھیں، حالانکہ وہ اپنے شوہر ہشام سے تیرہ برس بڑی ہیں، تو جب وہ نو برس کی تھیں ہشام ابھی پیدا بھی نہ ہوئے تھے، اس کے چار برس بعد ان کی ولادت ہوئی۔

(۷۴) امام ذہبی میزان جلد ۲ ص ۳۴۵:

(۷۵) وتہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۴۶:

"قوله وهي بنت تسع غلط بين لأنها أكبر من هشام بثلث عشرة سنة"(۲)

خود ہشام نے اسے بیان کیا ہے:

تہذیب جلد ۱۲ ص ۴۴۴:

"قال هشام بن عروة كانت أكبر مني بثلاث عشرة سنة"(۳)

ہشام نے فرمایا: فاطمہ مجھ سے تیرہ برس بڑی تھیں۔

رد سوم: فاطمہ ضرور پردہ نشین تھیں، اور انھیں کسی غیر شخص نے نہ دیکھا، مگر اس سے یہ کب لازم آیا کہ کوئی نامحرم ان سے روایت بھی نہ کرے، ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زائد کس کا پردہ

---

(۱) [ميزان الاعتدال: محمد بن اسحاق بن يسار، ۴۷۱/۳]

(۲) [تهذيب التهذيب: الألف في الآباء، ۴۶/۹]

، پھر صدہا نے ان سے حدیثیں سنیں اور روایت کیں۔

ے) ابن حبان کتاب الثقات میں فرماتے ہیں:

"أما قول هشام فليس ممايجرح به الانسان، وذلك أن التابعين سمعوا من

شة من غير أن ينظروا إليها"(۱)

رد چہارم: ہشام تو رجل کی نفی کرتے ہیں کہ کسی مرد نے ان کو نہ دیکھا "رجل" مرد بالغ کو کہتے

ممکن کہ ابن اسحاق نے اپنی نابالغی میں فاطمہ سے حدیثیں سنی ہوں۔

ے) یہ جواب امام بخاری کے استاذ اجل امام ابن المدینی نے افادہ فرمایا۔

"قال علي: الذي قال هشام ليس بحجة، لعله دخل على امرأته وهو

م فسمع منها"(۲)

رد پنجم: ہشام عمر بھر کی نفی کیوں کر کر سکتے ہیں، ہر وقت تو گھر میں رہتے نہ تھے، کیا دشوار ہے کہ

اسحاق حاضر ہوئے اور اذن طلب کیا، فاطمہ نے اذن فرمایا اور پردے کے اندر سے انھیں حدیث

ے۔

یہ جواب امام المسلمین امام احمد و امام بخاری و امام ابن حبان نے افادہ فرمایا۔

ے) امام مزی و تہذیب التہذیب ص ۴۱:

"قال عبدالله فحدثنا أبي بذلك فقال: ولم ينكر هشام، لعله جاء فاستاذن

ها فأذنت له، قال: أحسبه قال: ولم يعلم"(۳)

ے) ثقات ابن حبان میں ہے:

"كذلك ابن اسحاق كان سمع من فاطمة والستر بينهما مسبل "(۴)

ا) امام بخاری کی عبارت آتی ہے۔

رد ششم: آخر اس زمانے میں بیبیاں نقاب کے ساتھ مساجد میں آتی جاتی تھیں۔ ممکن کہ ابن

[تهذيب التهذيب: الألف في الآباء، ۹/۴۵]

[تهذيب التهذيب، الألف في الآباء، ۹/۴۳]

[تهذيب التهذيب: الألف في الآباء، ۹/۴۱]

[تهذيب التهذيب: الألف في الآباء، ۹/۴۸]

اسحاق نے مسجد میں ان سے حدیث سنی ہو، اس کی خبر ہشام کو ہونی کیا ضرور۔

ا۔ تین بار کوفے گئے اور دیگر بلاد کا بھی سفر کیا ۱۲ منہ

(۸۱) امام ذہبی:

"قلت : ومايدري هشام بن عروة ،فلعله سمع منهافي المسجد" (۱)

رد ہفتم: ممکن کہ ابن اسحاق نے فاطمہ سے بذریعہ کتابت روایت کی ہو۔

(۸۲) امام بخاری "جزء القراءۃ" میں فرماتے ہیں:

"لو صح عن هشام جائز أن تكتب إليه فإن أهل المدينة يرون الكتاب جائزاً وجائز أن يكون سمع منها وبينهما حجاب" (۲)

یعنی ہشام سے یہ اعتراض ثابت ہی نہیں، اور اگر بالفرض صحیح ہو تو جائز ہے کہ فاطمہ نے حدیث ابن اسحاق کو لکھ بھیجی ہو کہ اہل مدینہ بذریعہ کتاب روایت کو جائز جانتے ہیں۔ جائز ہے کہ ابن اسحاق نے پردے کی آڑ سے حدیث سنی ہو۔

رد ہشتم: کچھ بھی سہی محمد بن سوقہ کوفی ثقہ عابد کہ تمام صحاح ستہ کے رجال سے ہیں، یہ بھی تو فاطمہ سے حدیث روایت فرماتے ہیں، انھوں نے کیسے سنی۔

أقول: یونہی محمد بن اسماعیل بن یسار نے بھی فاطمہ سے حدیث سنی "كما في التهذيب من ترجمتها" تو ہشام کا انکار رد ہوگیا۔

(۸۳، ۸۴) امام ذہبی و امام عسقلانی:

"قدروى عنها أيضاً غير محمد بن إسحق من الغرباء محمد بن سوقة" (۳)

رد نہم: ہشام تو دیکھنے کے منکر ہیں کہ فاطمہ کو کسی غیر نے نہ دیکھا، اور ابن اسحاق ان سے حدیث روایت کرتے ہیں، رویت و روایت میں زمین آسمان کا فرق ہے، پھر اعتراض کیا ہوا۔

(۸۵) امام ذہبی:

"الرجل . فما قال إنه رأها ، أفبمثل هذا يعتمد على تكذيب رجل من أهل العلم؟

---

(۱) [ميزان الاعتدال: محمد بن اسحاق بن يسار، ۳/ ۴۴۴]

(۲) [تهذيب التهذيب :۹/ ۴۲]

دود"(۱)
یعنی ابن اسحاق کب کہتے ہیں کہ میں نے فاطمہ کو دیکھا، کیا ایسی بے علاقہ بات سے ایک عالم کی
پر اعتماد ہوگا؟۔ یہ مردود ہے۔
رد دوم: سب سے قطع نظر سہی تو ائمہ نے ان پر طعن مقبول نہ رکھا پھر ایسی بات کہ ائمہ ناقدین
پیش ہو کر رد ہو چکی ہو، اسے دستاویز بنانا کیوں کر جائز ہو۔ ایسے مطاعن سنے جائیں تو سلف وخلف
ہی کوئی امام سلامت بچے، سب سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔
یہ جواب امام بخاری نے ارشاد فرمایا۔ "جزء القرأۃ" میں فرماتے ہیں:
"ولم ینج کثیر من الناس من کلام بعض الناس فیهم نحو ما یذکر عن
م من کلامه في الشعبي، وکلام الشعبی فی عکرمة، ولم یلتفت أهل
هذاالنحو إلا ببیان وحجة، ولم یسقط عدالتهم إلا ببرهان وحجة"(۲)
یعنی اکثر ائمہ وہی ہیں جن پر کسی نہ کسی نے طعن کیا ہے، جیسے: امام اجل ابراہیم نخعی سے امام جلیل شعبی
نقول ہے، اور امام شعبی سے عکرمہ میں۔ علما ایسی باتوں کی طرف التفات نہیں فرماتے جب تک دلیل
سے ثابت نہ ہو، اور نہ ایسا ہے کہ جن پر طعن ہوا بے دلیل وحجت ان کی عدالت ساقط ہوئی۔(۳)
مسلمانو! یہ قاہر رد ہیں جن کو یہ عیارہ دیوبندی تحریر رکیک تاویلیں بتاتی ہے۔ إنا للّٰه وإنا إلیه
آدمیان گم شدند۔
ثالثاً: دوسرا طعن دجل کا ہے کہ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہوا، ائمہ کرام نے اس
د ارشاد فرمائے۔
رد اول: امام بخاری فرماتے ہیں: امام مالک سے اس کا ثبوت محقق نہیں، بلکہ ثابت نہ ہونا ہی
س ہے۔ اس کے بطلان پر قرینہ موجود ہے جیسا کہ نمبر ۳۰ و ۳۱ میں گزرا۔ امام محقق حنفیہ شرح ہدایہ
تے ہیں: امام مالک سے محمد بن اسحاق پر طعن ثابت نہیں جیسا کہ گزارش سوم میں گزرا۔
رد دوم: امام مالک نے اس سے رجوع فرمایا، امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا:

[میزان الاعتدال: محمد بن اسحاق بن یسار، ۴۷۱/۳]
[تهذیب التهذیب: الألف في الأباء، ۴۱/۹]
(تهذیب ... التهذیب، ۹ ص ۴۱)

"ذكره ابن حبان في الثقات، وإن مالكا رجع عن الكلام في ابن إسحاق واصطلح معه وبعث إليه هدية وذكرها "(۱)

ابن حبان نے محمد بن اسحاق کو ثقات میں ذکر کیا اور یہ کہ امام مالک نے ابن اسحاق پر طعن سے رجوع کیا اور ان سے صلح فرمالی اور انھیں ہدیہ بھیجا، ابن حبان نے وہ ہدیہ بھی بتایا ہے۔

(۸۷) ابن حبان کتاب الثقات میں فرماتے ہیں:

"إمام مالك فإن ذلك كان منه مرة واحدة، ثم عادله، إلى مايحب ولم يكن يقدح فيه من أجل الحديث، إنما كان ينكر تتبعه غزوات النبي.صلى الله تعالى عليه وسلم. من أولاد اليهود الذين أسلموا وحفظوا قصة خيبر وغيرها، وكان ابن إسحق يتتبع هذا منهم من غير أن يحتج بهم وكان مالك لايرى الرواية إلاعن متقن"

امام مالک نے ایک بار ابن اسحاق پر طعن کیا تھا، پھر ابن اسحاق کے محبوب برتاؤ کی طرف رجوع فرمایا۔ مالک کا طعن ان پر حدیث میں نہ تھا بلکہ یہ بات ناپسند تھی کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے غزوات کے قصے یہود کی اولاد سے پوچھتے ہیں جو اسلام لے آئے اور ان کو خیبر وغیرہ کے غزوے یاد تھے۔ ابن اسحاق کا یہ پوچھنا بھی اس طور پر نہ تھا کہ ان لڑکوں کا بیان حجت سمجھتے، مگر امام مالک روایت ایسوں ہی سے روا رکھتے تھے جو نہایت ضبط و متانت والے ہوں۔ ابن اسحاق کی صرف اس بات پر امام مالک کو انکار تھا۔(۲)

ردسوم: بالفرض رجوع نہ بھی سہی، تو امام ناقد کبھی کسی امام پر کسی وجہ خاص سے ایک امر خاص میں طعن فرماتا ہے اور وہ طعن اتنی ہی بات پر مقتصر رہتا ہے، باقی امور میں وہ بھی اسے مقبول رکھتا یہاں تک کہ خود اس سے احادیث اخذ کرتا ہے۔

(۸۸) یہ جواب امام بخاری نے ارشاد فرمایا، "جزء القرأۃ" میں فرماتے ہیں:

"ولوصح عن مالك تناوله من ابن إسحاق فلربما تكلم الانسان فيرمي صاحبه بشيء ولايتهمه في الأمور كلها، قال إبراهيم بن المنذر عن محمد بن فليح :نهاني مالك عن شيخين من قريش وقد أكثر عنهمافي المؤطا وهما ممن يحتج بهما"(۳)

---

(۱) [فتح القدیر :جلد اول صفحہ ۹۲]

(۲) (تہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۴۵)

یعنی اگر یہ بات درست ہو کہ امام مالک نے ابن اسحاق سے اخذ حدیث کیا[تو اس اعتراض کا
وہ تو ان پر طعن کرتے ہیں تو ان سے حدیث کیسے لی، جواب یہ ہے] کہ کسی آدمی میں آدمی کا کلام کرنا
ی امر خاص میں ہوتا ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ سارے امور میں اس کو متہم سمجھتا ہے۔ محمد بن فلیح
تے ہیں: انھیں امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے دو قریشی عالموں سے روایت کو منع فرمایا اور خود موطا
ان سے بکثرت روایات فرمائیں، اور فی الواقع وہ دونوں حجت ہیں۔

رد چہارم: امام مالک کو ابن اسحاق سے واقفیت نہ تھی، ابن اسحاق مدینہ طیبہ میں نہ رہے۔ ابتدا
میں کوفہ و جزیرہ و رے و بغداد کی طرف کوچ کیا اور بغداد شریف ہی میں قیام پذیر ہوئے۔ وہیں وفات
۔ انھوں نے مدینہ طیبہ میں کون سی حدیث روایت کی کہ امام مالک انہیں جانچتے۔ یہ رد امام بخاری کے
تاذ امام علی بن عبداللہ نے ارشاد فرمایا:

۸) ان کا یہ قول میزان الاعتدال سے نمبر ۱۸۔ اور

۹) تہذیب التہذیب سے نمبر ۳۸ میں اس کا حوالہ گزرا۔ دونوں میں اس کے بعد ہے: ''وأي شيء
ـث بالمدينة"

تہذیب التہذیب میں امام ابن سعد سے ہے:

"كان خرج من المدينة قديماً فأتى الكوفة والجزيرة والرى وبغداد وأقام
ا حتى مات بها ١٥١"۔ (۱)

رد پنجم: امام کا اعتراض ان کی حدیث پر نہیں بلکہ مذہب قدر کی تہمت کے سبب ہے۔ یہ جواب
م عبدالرحمٰن بن ابراہیم استاذ امام بخاری نے ارشاد فرمایا، اور امام مصعب زبیری استاذ الاستاذ امام
اری و استاذ امام ابن معین نے تو مطلق فرمایا کہ ابن اسحٰق پر جس نے طعن کیا بوجہ حدیث نہ تھا۔

۹) مزی و عسقلانی، ج۹ ص ۴۲:

"قال أبو زرعة الدمشقي: ذاكرت وحيما قول مالك فيه فرأى أن ذلك
س للحديث ، إنما هو لأنه اتهمه بالقدر"(۲)

ایضاً صفحہ مذکورہ:

---

۱) [تهذيب التهذيب : الألف في الآباء، ٩/٤٤]

"قال إبراهيم الحربي: حدثني مصعب قال: كانوا يطعنون عليه لشيء من غير جنس الحديث"(۱)

اور نمبر ۷ میں گزرا کہ مذہب قدر کی ان کی طرف نسبت بھی محض خیال ہی خیال تھی، وہ سب سے زیادہ اس سے دور تھے۔ اور اس سے مفصل جواب حصۂ دوم میں آتا ہے۔ ان شاء الله تعالیٰ۔

ردششم: وہی جو طعن کذب کا رد وہم تھا کہ سب جانے دو، آخر علمائے کرام نے طعن کو مقبول نہ رکھا تو اس سے استناد جہل وخرط القتاد۔

یہ جواب امام محقق علی الاطلاق نے ارشاد فرمایا، اور رد دہم میں امام بخاری کا ارشاد اس کے موافق ہے۔ فتح القدیر کا کلام گزارش سوم میں گزرا، اور اس کا تتمہ یہ ہے:

"وروى عنه مثل الثوري وابن ادريس وحماد بن زيد ويزيد بن زريع وابن علية وعبدالوارث وابن المبارك، واحتمله أحمد وابن معين وعامة أهل الحديث"(۲)

اگر ابن اسحاق پر امام مالک کا طعن کرنا ثابت فرض کرلیں تو علما نے اسے مقبول نہ رکھا، اور کیوں کر قبول ہو حالاں کہ امام شعبہ، ابن اسحاق کو حدیث میں مسلمانوں کا بادشاہ کہتے: اور ان سے امام اجل سفیان ثوری وابن ادریس وحماد بن زید ویزید بن زریع وابن علیہ وعبدالوارث وامام اجل عبداللہ بن مبارک جیسے اکابر نے حدیث روایت کی، اور امام اجل احمد بن حنبل وامام ابن معین اور عامہ علمائے محدثین نے ان کو مقبول رکھا۔

مسلمانو! یہ وہ جلیل ارشادات ہیں جن کو یہ عیارہ دیوبندی تحریر تاویلات رکیکہ کہتی ہے۔ ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم.

فائدہ: یہ اٹھارہ رد ہیں کہ اکابر ائمہ نے ارشاد فرمائے۔ کان پوری تحریر کو متعدد ثقات نے بیان کیا کہ جناب مولوی اشرفعلی تھانوی صاحب کی ہے جو کسی نامعروف شخص سے نسبت کردی ہے، جناب تھانوی صاحب کے رد میں اکثر "بیس" کا عدد ملحوظ رہا ہے جیسا کہ رسائل "ظفر الدین الجید" و "ظفر الدین الطیب" و "کین کش پنجہ پیچ" و "بارش سنگی" و "پیکان جاں گداز" وغیرہا سے ظاہر ہے، لہذا مناسب کہ دو ۲، رد انھیں کی طرز کے اور اضافہ کریں کہ "بیس" کا عدد کامل ہو۔

---

(۱) [تهذيب التهذيب: الألف في الآباء، ۵/ ۲۷]

ردنوزدہم: یحییٰ القطان سے ہشام کی حکایت مذکورہ کے راوی ابوداود طیالسی ہیں، ان کی نسبت محدثین کے یہ خیالات ہیں:

حافظ الحدیث ابراہیم بن سعد جوہری نے فرمایا:

"أخطأ أبوداود في ألف حديث" طیالسی نے ایک ہزار حدیثوں میں خطا کی۔

امام ابوحاتم رازی نے فرمایا:

"كان كثير الخطا" ان کی خطائیں کثیر تھیں۔

امام محمد بن منہال نے فرمایا:

"كنت اتهم أباداؤد" میں ان کو متہم سمجھتا تھا۔

مجھ سے اقرار کیا کہ میں نے ابن عون سے کچھ نہ سنا، پھر میں نے سال بھر وقفہ دیا کہ وہ اپنا کہا ـا جائیں، اس کے بعد پوچھا: تم نے ابن عون سے حدیث سنی؟ کہا: ہاں بیس سے زائد حدیثیں، میں لہا: کیا کیا؟ انھوں نے گنائیں تو ان میں کوئی حدیث ابن عون کی نہ تھی، سب یزید بن زریع کی تھیں سوا ـکے کہ خدا جانے کس کی تھی۔ امام یزید بن زریع نے کہا: دو حدیثیں کہ ہم نے شعبہ سے سنی تھیں میں طیالسی سے بیان کیں، طیالسی نے انھیں مجھ سے لکھ لیا، پھر خود انھیں شعبہ سے روایت کرنا شروع کر دیا۔

ردبستم: ابوداود طیالسی سے اس کے راوی ابوقلابہ رقاشی ہیں۔

امام دارقطنی نے فرمایا:

"صدوق كثير الخطا في الأسانيد والمتون، كان يحدث من حفظه ـرت الأوهام في روايته"(۱)

ہیں تو بہت سچے مگر سندوں اور حدیثوں سب میں بکثرت خطا کرتے ہیں، یاد پر حدیث روایت ـتے، تو ان کی روایت میں اغلاط بہت واقع ہوئے۔

امام ابن خزیمہ نے فرمایا:

"ثنا أبو قلابة قبل أن يختلط ويخرج إلى بغداد"۔(۲)

یعنی جب سے وہ بغداد گئے ان کی عقل سلامت نہ رہی۔

[موسوعة اقوال الدارقطني: ٤٢٥/٢]

[illegible]

ابوالقاسم ابن بنت منیع سے مروی:

"عندي عن أبي قلابة عشرة أجزاء ما منها حديث مسلم ، إما في الاسناد وإما في المتن"(۱)

میرے پاس ابوقلابہ کی روایت سے دس جز ہیں جن میں کوئی حدیث سلامت نہیں، یا سند میں خطا ہے، یا اصل حدیث میں۔

دیگر محدثین کے جروح منعدم تو نہ ہو جائیں گے، ان کا کثیر الخطا ہونا تو نہ مٹ جائے گا، یہی سبب ہے کہ امام بخاری نے سرے سے اس حکایت کو صحیح ہی نہ مانا۔

کلام یہاں تک طویل ہوا۔ توثیق ابن اسحاق ثابت کرنے کی ایسی ضرورت نہ تھی، وہ تو ائمہ حنفیہ وعامۂ محققین محدثین کے نزدیک ثابت ہی ہے، نہ دیوبندی عیارہ تحریر کی خیانتیں گنانے کی چنداں حاجت تھی کہ دیوبندیت وخیانت لازم ملزوم ہیں۔ بلکہ دکھانا یہ ہے کہ اس دیوبندیہ عیارہ نے تمام مذہب حنفی باطل کر دیا، تمام ائمہ حنفیہ مجروح وغیر ثقہ کر دیے، امام محمد، امام ابویوسف، امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب کو ہمیشہ کے لیئے رد کر دیا۔ وہ کون سا ہے جس پر طعن نہ ہوئے ہوں خصوصاً اعلیٰ درجۂ کمال والے۔ ع

کہ ہنر ہر چہ بیش دشمن بیش

خصوصاً ہمارے امام اعلیٰ مقام جن کے مدارک علیہ تک بڑے بڑے ائمہ مجتہدین کی رسائی نہ تھی، پھر نرے ظاہر بیں خادمان الفاظ محدثوں کی کیا گنتی؟۔ ع (۲)

والناس أعداء لما جهلوا

تو حسد الگ وجہ تھا، اور نافہمی جدا، لہذا اس طائفہ کے بہت لوگ ان کی بدگوئی میں مبتلا ہوئے، کوئی ناگفتنی اٹھا نہ رکھی، بلکہ ان کے طفیل میں جو جوان کے تلامذہ، ان کے یادگار، ان کے پیرو پائے، اپنی چلتی سب مجروح ومطعون بنائے۔ اس دیوبندی عیارہ تحریر نے تو ابن اسحاق کی برائیوں میں ایک صفحہ ہی سیاہ کیا ہے، اس کی سگی بہنیں غیر مقلدوں کی تحریریں اور اس کی سوتیلی بہنیں رافضیوں کی کتابیں تو امام محمد وامام ابویوسف وامام اعظم کی برائیوں سے جز کے جزا اپنے باطن ناپاک کی طرح سیاہ کرتی ہیں، اور وہ سب اقوال بڑے بڑے محدثوں ہی سے نقل لاتی ہیں۔

---

(۱) [ذکر من تکلم فیہ: تاریخ اسلام، حرف العین، ۱/۱۲۷]

حنفی سنی مسلمانو! اب اگر آپ اس کے جواب میں وہ مدحیں توثیقیں دکھائیے جو اکابر ائمہ نے
نہ کرام کی شان میں لکھیں، اور مطاعن کے وہ قاہر ردسنائیے جو اجلہ محققین نے ارشاد کیے ہیں، تو
یوبندی تحریر میں اس کا ٹکا سا جواب رکھا ہوا ہے کہ ہاں! ''دیگر ائمہ محدثین'' ابوحنیفہ وابویوسف
ثیق بھی کرتے ہیں، اور ان جروح کی تاویلات رکیکہ کرتے ہیں، مگر ہم کو اس سے بحث نہیں کہ
ح راجح ہے یا تعدیل، خواہ جرح راجح ہو یا تعدیل، لیکن ان ائمہ محدثین کی جروح بالکل معدوم نہ
گی؛ اس لیے ابوحنیفہ وابویوسف ومحمد میں ہر ایک اگر معاذ اللہ! کذاب نہ ہوگا، تو متہم بالکذب
، اور اگر بدعتی نہ ہوگا تو متہم بالبدعۃ ضرور ہوگا''۔

اب فرمایئے! اس کا کیا جواب ہے؟ دیوبندی تحریر علامۃ الدہر شریر پہلے ہی آپ کے سب راستے
ہے۔ اور یہ عیاری دیکھی: امام اعظم وصاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسمائے طیبہ لے کر اپنی چھاتی
گ کا بخار نہ نکالا کہ یوں تو ہر بے پڑھا حنفی بھڑک جاتا، بلکہ سامان پورے ٹھیک کر لیے اور
پر ڈھال کروار کیے، اور دوسرا بھی وہ تجویز کیا جو امام اعظم کا ہم استاد، صاحبین کا استاذ واستاذ
۔ بن اسحاق۔ ہمارے امام اور وہ ایک ہی جگہ رہتے تھے، یعنی بغداد مقدس، اور ایک ہی زمانہ
ہے یعنی ۱۵۰۔ یا ابن اسحاق کی وفات دو ایک برس بعد، تاکہ ادھر تو تم کو اس پر جمالے کہ جب کچھ
یک امام پر جرحیں کر دیں تو اوروں کی توثیقیں ان کو معدوم نہیں کر سکتیں۔ اوروں کے جواب کیسے
روشن ہوں رکیک تاویلیں ٹھہریں گی۔ وہ مجروح اگر چنیں وچناں نہ ہوا تو متہم تو ضرور ہوگا۔ اور
سگوں سوتیلوں کو ہلکار دے کہ لو! اب ابوحنیفہ پر طعن کی بوچھار کرو۔ ابویوسف ومحمد پر بھرمار کرو۔
دلوں میں تو وہ ناپاک اصول جما ہی چکی ہے۔ بعینہ وہی یہاں کام آجائیں گے۔ اور تینوں امام
تو۔ معاذ اللہ! متہم بالکذب تو ضرور ٹھہر جائیں گے۔ اور متہم بالکذب وہ بدتر درجہ ہے کہ ضعیف
وساقط وہالک سے بھی گیا گزرا ہے۔ اس کے بعد بس کھلے وضاع، کذاب کا مرتبہ ہے (دیکھو
ومیزان وغیرہما کتب فن)

اور امام جلال الدین سیوطی وامام بدرالدین زرکشی وغیرہما ائمہ متہم بالکذب کی حدیث کو موضوع
، ہیں، تو حنفیہ کے اماموں کی سب حدیثیں موضوع ٹھہریں، اور مطلقاً مردود ہونے میں تو کچھ شک
ی نقہ، اس کے امام کا دین خدا میں امین ومعتمد ہونا قطعاً ضرور، اور متہم بالکذب امین ومعتمد نہیں۔
نی بھی باطل اور ابوحنیفہ وابویوسف ومحمد کی تقلید حرام۔

وسلم نے فرمایا تھا:

((فایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم))(۱)

ان سے دور بھاگو، انھیں اپنے سے دور کرو، کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں، کہیں وہ تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ والعیاذ باللہ رب العٰلمین ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم(٦)۲؎

مسلمانو! دیوبندی چوٹ نہ فقط مذہب حنفی بلکہ صحیح بخاری وصحیح مسلم پر بھی بہت گہری ہے۔ اس عیارہ کے طور پر صحیحین میں بھی کذاب ووضاع بھرے پڑے ہیں، ورنہ کم از کم متہم بالکذب والوضع تو ضرور ہیں، تو صحیح بخاری ومسلم کی حدیثیں صحیح ہونا بالائے طاق اصلاً قابل اعتبار بھی نہیں، موضوع ومردود دواہیات ہیں مثلاً:

رجال صحیحین سے

احمد بن عیسیٰ تستری:

"قال أبوداؤد: کان یحییٰ بن معین یحلف باللّٰہ أنہ کذاب، قال أبو زرعۃ لسعید: مارأیت أھل مصر یشکون في أنہ وأشار إلی لسانہ"(۲)

ترجمہ: امام ابوداؤد نے کہا: کہ یحییٰ بن معین اللہ تعالیٰ کی قسم کھاکر کہتے تھے کہ احمد بن عیسیٰ تستری کذاب ہے۔ امام ابوزرعہ نے سعید سے کہا: میں نے مصریوں کو اس بات میں شک کرتے نہیں دیکھا، پھر زبان کی طرف اشارہ کیا، گویا وہ بتانا چاہتے تھے کہ یہ جھوٹ میں ملوث ہے۔

اسمٰعیل بن ابی اویس:

"قال یحییٰ بن معین: ابن أبي أویس وأبوہ یسرقان الحدیث، وقال: أیضاً مخلط یکذب، وقال النضربن سلمۃ المروزی: ابن أبي أویس وأبوہ کذاب، وقال الأزدی:

---

(۱) اس مسئلہ میں علما کے اقاویل، پھر اس کی تحقیق جلیل اور اپنے مختار پر افادات دلیل اعلیٰ حضرت مجدد المائۃ الحاضرہ نے کتاب مستطاب "منیر العین" میں افادہ فرمائے۔ فمن شاء فلیستفد ۱۲ منہ

(۲) یہ (٦) اس (۵) کے سلسلہ میں ہے جو صفحہ ۹ پر گزرا۔ ۱۲

---

(۱) [صحیح مسلم شریف]

ى سيف بن محمد أن ابن أبي أويس كان يضع الحديث ، وقال سلمة بن
: سمعت اسمعيل بن أبي أويس يقول : ربما كنت أضع الحديث لأهل
إذا اختلفوا في شيء فيما بينهم"(۱)

ترجمہ: یحییٰ بن معین نے کہا: یہ دونوں باپ بیٹے حدیث کے چور ہیں۔ احادیث میں خلط ملط کر
وٹ بولتے۔ نضر بن سلمہ مروزی کہتے ہیں: دونوں جھوٹے ہیں۔ ازدی نے کہا: مجھ سے سیف
نے بیان کیا کہ ابن ابی اویس حدیثیں گڑھتا تھا۔ سلمہ بن شبیب نے کہا: میں نے خود اسماعیل بن
کہتے سنا کہ بسا اوقات میں مدینے والوں کے لیے اس وقت حدیث گڑھ کر پیش کر دیتا تھا۔ جب
ں میں کسی چیز میں اختلاف کر ہوتا۔

شجاع بن الولید ابو بدر:

"قال الامام أحمد: لقيه ابن معين يوماً فقال له: يا كذاب"(۲)

امام احمد ابن حنبل فرماتے ہیں: ایک دن انہیں ابن معین نے کذاب کے لقب سے پکارا۔

عبدالحمید الاضحی ابوبکر الاعشیٰ:

"قال الأزدي في ضعفائه :أبوبكر الأعشى يضع الحديث "(۳)

امام ازدی نے اپنی کتاب "ضعفا" میں کہا کہ ابوبکر اعشیٰ حدیث وضع کرتا تھا۔

عبدالرزاق بن ہمام:

"قال عباس بن عبدالعظيم العنبري : والله الذى لا إله إلاهو! إن عبدالرزاق
، وقال زيد بن المبارك :كان عبد الرزاق كذاباً يسرق الحديث"(۴)

عباس ابن عبدالعظیم عنبری نے کہا: عبدالرزاق جھوٹا تھا اور حدیث کا چور تھا۔

عکرمہ مولی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

"قال ابن أميعة عن أبي الاسود :كانوا يقولون: ماأكذبه ، وقال أبوخلف الخزار

---

۱ تهذيب التهذيب :٥٦٨ـ ٢٥٥/١]

۲ تاريخ بغداد للخطيب: ٢٤٩/٩]

۳ تقريب التهذيب : ٣٣٣/١]

۴ سير أعلام النبلاء: ٢٢٧/٨]

عن یحییٰ البکاء سمعت ابن عمر یقول لنافع :اتق الله ، ویحك یا نافع! لاتکذب علي کماکذب عکرمة علی ابن عباس ، وقال إبراهیم بن سعد عن أبیه عن سعید بن المسیب أنه کان یقول لغلامه برد: یا برد !لاتکذب علي کما یکذب عکرمة علی ابن عباس ، وقال جریر بن عبدالحمید عن یزید بن أبي زیاد:دخلت علی علي بن عبدالله بن عباس وعکرمة مقید علی باب الحش ، قلت : مالهذا ؟ قال :إنه یکذب علی أبي ، وروی أیضاً عن عبدالله بن الحارث أنه دخل علی علي الخ ، وقال القاسم بن محمد بن الصدیق: إن عکرمة کذاب یحدث غدوة حدیثاً ویخالفه عشیة ، وقال محمد بن سیرین : مایسوء في أن یدخل الجنة ولکنه کذاب ، وقال سعید بن المسیب : کذب مخبثان ، وقال عطاء وسعید بن جبیر : کذب عکرمة ، وقال یحییٰ بن سعید الانصاری : کان کذاباً"(۱)

ابو اسود سے ابن امیہ روایت کرتے ہیں کہ محدثین حضرت عکرمہ کے بارے میں کہتے تھے: یہ بہت جھوٹے ہیں۔ ابو خلف خزار نے یحییٰ بکا سے روایت کی کہ حضرت ابن عمر نے نافع سے کہا: تیرے لیے خرابی ہو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔ مجھ پر جھوٹ کا افترا نہ کرنا جس طرح عکرمہ نے ابن عباس پر کیا ۔ ابراہیم ابن سعد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے غلام برد سے کہا: اے برد! مجھ پر اس طرح جھوٹ نہ باندھنا جس طرح عکرمہ نے ابن عباس پر باندھا۔ جریر بن عبد الحمید نے یزید بن ابی زیاد سے روایت کی کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس کے بیٹے علی کے پاس گیا تو دیکھا تو عکرمہ باغ کے دروازہ سے بندھے ہیں۔ میں نے کہا: یہ کیا؟ یہ میرے والد پر جھوٹ باندھتا ہے۔

عبداللہ بن حارث نے بھی روایت اسی طرح ہے، حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق فرماتے ہیں: عکرمہ جھوٹا ہے، صبح کو ایک حدیث بیان کرتا ہے اور شام کو اس کے خلاف بیان کرتا ہے۔ محمد بن سیرین نے کہا: اس میں برائی نہیں کہ یہ جنتی ہو لیکن کذاب تھا۔ سعید بن مسیب نے کہا: خبیث جھوٹا تھا۔ عطا اور سعید بن جبیر نے کہا: عکرمہ نے جھوٹ بولا۔ یحییٰ بن سعید انصاری نے کہا: کذاب تھا۔

نافع: ذاك الثقة الامام:

"قال سالم بن عبدالله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهم : کذب العبد علی أبي "

سالم بن عبداللہ بن عمر نے کہا: غلام نے میرے والد پر جھوٹ باندھا۔

نوف البکالی:

"قال ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما : كذب عدوالله"(۱)

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے دشمن نے جھوٹ کہا۔

رجال بخاری سے

احمد بن صالح:

"قال النسائي : ليس بثقة ولا مامون تركه محمد بن يحيىٰ ورماه يحيىٰ بالكذب ، وقال أخبرني معوية بن صالح قال: سالت يحيى بن معين عن أحمد بن صالح فقال : كذاب يتفلسف"(۲)

امام نسائی نے کہا: نہ یہ ثقہ ہے اور مامون، محمد بن یحییٰ کے نزدیک یہ متروک ہے، اور یحییٰ نے ان کو بالکذب ٹھہرایا اور کہا: مجھے معاویہ ابن صالح نے بتایا کہ میں نے یحییٰ ابن معین سے احمد ابن صالح کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: جھوٹا فلسفی تھا۔

اسباط ابوالیسع:

"كذّبه يحيىٰ بن معين"(۳)

یحییٰ بن معین نے ان کو جھوٹا کہا۔

اسید بن زید:

"قال ابن الجنيد عن ابن معين : كذاب، أتيته ببغداد فسمعته يحدث أحاديث كذب ، وقال ابن حبان :يسرق الحديث"(۴)

ابن جنید نے یحییٰ بن معین سے روایت کی کہ یہ جھوٹا ہے، میں اس کے پاس بغداد آیا تو میں نے اس سے بہت سی جھوٹی حدیثیں سنیں۔ ابن حبان نے کہا: حدیث کا چور ہے۔

[تهذيب التهذيب: ٦٨۔١/٩٤]

[تهذيب التهذيب: ٦٨۔١/٩٤]

[تهذيب التهذيب: ٣٩٧۔١/١٩٧]

حسن بن مدرک:

قال أبو داؤد: كان كذاباً يأخذ أحاديث فهدبن عوف فيلقيها على يحيىٰ بن حماد"(۱)

امام ابوداؤد نے فرمایا: جھوٹا تھا، فہد بن عوف کی روایات کو یحییٰ بن حماد کی طرف منسوب کر دیتا تھا۔

عبدالله بن صالح مکاتب اللیث: "قال صالح جزرة كان ابن معين يوثقه، وعندى أنه يكذب في الحديث "(۲)

صالح جزرہ کہتے ہیں: ابن معین توان کو ثقہ کہتے تھے مگر میرے نزدیک حدیث میں جھوٹا ہے۔

علی بن عبداللہ:

"ذاك الجبل الشامخ قال المروزى سمعت احمد: كذبه"(۳)

مروزی نے کہا: میں نے امام احمد سے سنا کہ یہ جھوٹا ہے۔

نعیم بن حماد:

"نسبه أبو بشر الدولابي الحافظ الى الوضع، وقال الأزدى في الضعفاء: كان نعيم يضع الحديث في تقوية السنة، وحكايات مزورة في ثلث النعمن كلها كذب اھ أي: في مثالب الامام الأعظم رضى الله تعالىٰ عنه عن الامام الأعظم"(۴)

ابوبشیر دولابی نے ان کو احادیث وضع کرنے والا بتایا، ازدی نے ضعفا میں کہا: نعیم بن حماد سنت کو تقویت دینے کے لیے حدیث گڑھتا تھا، اسی طرح امام اعظم کے معائب بیان کرنے میں جھوٹی حکایات بیان کرتا تھا۔

رجال مسلم سے

احمد بن عبدالرحمٰن بن وہب:

"قال زكريا بن يحيىٰ البلخى: قيل لمحمد بن إبراهيم البوشنجي أن أحمد بن عبدالرحمن حدث بكتاب الفتن عن ابن وهب، قال: فهذا كذاب إذاً"(۵)

---

(۱) [تهذيب الكمال: الحسن بن مدرك، ۳۲۴/۶]

(۲) [ميزان الاعتدال: عبد الله بن صالح، ۴۴۱/۲]

(۳) [ ]

(۴) [تهذيب التهذيب: ۸۴۱۳ـ۶۱۹/۵]

زکریا بن یحیی بلخی کہتے ہیں: محمد بن ابراہیم بوشنجی سے کہا گیا کہ احمد ابن عبد الرحمن نے ابنوہب
تاب فتن بیان کی توانہوں نے کہا: تو یہ کذاب ہے۔

جراح بن ملیح:

"قال الادریسي في تاریخ سمرقند: إن ابن معین كذبه، وقال كان وضاعاً للحدیث
ابن حبان: كان یقلب الأسانید، زعم یحییٰ: أنه كان وضاعا للحدیث" (۱)

تاریخ سمرقند میں ادریسی نے کہا: ابن معین نے جراح بن ملیح کو جھوٹا قرار دیا اور کہا: حدیث گڑھنے
۔ابن حبان نے کہا: حدیثوں کی سندیں الٹ پلٹ کردیتا تھا۔ یحییٰ نے حدیثیں گڑھنے والا بتایا۔

خلف بن خلیفہ:

"قال أحمد: قال رجل لسفیان بن عیینة یا أبا محمد! عندنا رجل یقال
خلف بن خلیفة یزعم أنه رأی عمرو بن حریث فقال كذب" (۲)

امام احمد نے فرمایا: ایک شخص نے سفیان بن عیینہ سے کہا: اے ابو محمد! ہمارے یہاں ایک صا
ہیں جن کو خلف بن خلیفہ کہا جاتا ہے، وہ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے عمرو بن حریث کو دیکھا تو آپ نے فر
جھوٹا ہے۔

محمد بن حاتم:

"قال یحیی وابن المدیني: هو كذاب" (۳)

یحییٰ اور ابن مدینی نے کہا: یہ کذاب ہے۔

حاش للہ۔ استغفر اللہ۔ معاذاللہ! کہ یہ جروح ہمیں مقبول ہوں، ہرگز نہ ان میں کوئی کذاب
نہ ابن اسحاق کذاب۔ نہ ان میں کوئی متہم، نہ ابن اسحاق متہم۔ ان میں اکثر ثقہ اور بعض تو اجلۂ ائمہ اور
صدوق ومقبول ہیں۔ اور ابن اسحاق ثقہ ثقہ، صدوق صدوق صدوق۔ مگر دیوبندی تحریر ظالمہ کا ظلم دکھانا
لہ اسے نہ ابن اسحاق سے غرض ہے نہ ان سے کام، بلکہ وہ تو امام اعظم وامام ابو یوسف وامام محمد وصحیح
ی وصحیح مسلم کو رد کرنے اٹھی ہے۔ اور متہم کی ایسی ہی توسیع چلی تو رجال بخاری کی کیا گنتی؟ خود امام

[تهذیب التهذیب: ۱۰۷۰ـ۱/۴۲۳]

[تهذیب التهذیب: ۲۰۴۲ـ ۲/۹۴]

بخاری کب بچتے ہیں؟۔کیا نہ دیکھا کہ امام المحدثین سید الفقہا امام اجل ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے تلمیذ مسلمہ اندلسی نے ''کتاب الصلہ'' میں ان کی نسبت کیا کیا کہا۔تو اس عیارہ فاشہ دیوبندی تحریر کے طور پر امام بخاری اگر معاذ اللہ. معاذ اللہ. معاذ اللہ کذاب اور کذاب نہیں تو متہم بالکذب تو ضرور ٹھہریں گے۔ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(۷) مسلمانو! یہ عیارہ ابن اسحاق کا تشیع نقل کرنے میں سخت فریب دہی کی چال کھیلی ہے، تقریب امام ابن حجر سے یہ نقل کرلائی کہ تشیع کے ساتھ متہم ہے، تاکہ عوام بے چارے اس امام جلیل کو معاذ اللہ رافضی جانیں کہ محاورۂ جدیدہ میں روافض ہی کو شیعہ کہتے ہیں، اور ائمۂ جرح وتعدیل کے محاورے میں شیعی وہ ہے کہ امیر المؤمنین علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل جانتا ہو، اور شک نہیں کہ یہ اگر چہ جمہور اہل سنت کے خلاف ہے مگر ایک جماعت اہل سنت خصوصاً بہت ائمۂ کوفہ مثل امام سفیان ثوری وامام سلیمان اعمش وغیرہما رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے، ایسے تشیع کو بدعت وبدمذہبی بھی نہیں کہہ سکتے۔

مقاصد میں ہے:

"الأفضلية عندنا بترتيب الخلافة مع تردد مافيها بين عثمن وعلي. رضي الله تعلى عنهما."(۱)

ہمارے یہاں افضلیت خلافت کے ترتیب پر ہے، ساتھ ہی عثمان غنی اور مولیٰ علی کے درمیان کوئی حتمی ویقینی فیصلہ نہیں۔

شرح مقاصد میں ہے:

"قال أهل السنة: الأفضل، والبعض الى التوقف فيما بينهما"(۲)

اہل سنت نے افضل حضرت عثمان کو کہا، اور بعض نے اس سلسلہ میں توقف کیا۔

اسی میں امام الحرمین سے ہے:

"تتعارض الظنون في عثمان وعلي. رضي الله تعالىٰ عنهما."(۳)

حضرت عثمان غنی اور حضرت علی کے بارے میں رائیں مختلف ہیں۔

---

(۱) [شرح المقاصد في علم الكلام: ۲/۲۷۱]

(۲) [شرح المقاصد في علم الكلام: ۲/۲۹۸]

صواعق میں ہے:

"أطبق عليه عظماء الملة وعلماء الأمة أن أفضل هذه الأمة أبوبكر الصديق ، ثم اختلفوا ، فالأكثرون منهم الشافعي وأحمد وهو المشهور عن مالك أن بعدهما عثمان ثم علي ، وجزم الكوفيون: منهم سفيان الثوري بتفضيل عثمان ، وقيل : بالتوقف عن التفاصل بينهما، وهو رواية عن مالك"(۱)

عظمائے ملت اور علمائے ملت کا اس پر اجماع ہے کہ امت محمدیہ میں افضل حضرت ابوبکر صدیق ن کے بعد حضرت عمر، اس کے بعد اختلاف ہے، اکثر ائمہ ان میں امام شافعی وامام احمد اور امام ما ور قول یہی ہے کہ ان دونوں حضرات کے بعد افضل حضرت عثمان غنی ہیں، پھر حضرت علی، ائمہ کو سفیان ثوری بھی ہیں، یہ حضرت علی کو حضرت عثمان پر فضیلت دیتے ہیں۔ بعض نے ان دونوں ن توقف کیا ہے، امام مالک سے بھی ایک روایت یہی ہے۔

تہذیب التہذیب ترجمہ امام اعمش استاذ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں ہے:

"كان فيه تشيع"(۲)

حضرت امام اعمش شیعت کی طرف مائل تھے۔

ہاں! اگر حضرت مولی کو حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر تفضیل دے جسے ہمارے عرف میں" کہتے ہیں، اسے ائمہ جرح وتعدیل شیعی غالی اور کبھی "رافضی" کہتے ہیں۔ پھر اگر تبرائی ہو تو رافضی خود امام ابن حجر نے ان اصطلاحات کی تصریح فرمائی۔

ہدی الساری صفحہ ۴۵ میں فرماتے ہیں:

"التشيع محبة علي وتقديمه على الصحابة ، فمن قدمه على أبي بكر وعمر فهو غال في تشيعه ، ويطلق عليه رافضي وإلا فشيعي ، فإن انضاف إلى ذلك السب أو التصريح بالبغض فقال: الرفض"(۳)

تشیع کا مطلب حضرت علی سے محبت اور آپ کی صحابہ کرام پر فوقیت بتانا ہے۔ البتہ جس نے

---

[۱] الصواعق المحرقة : الفصل الأول، ۱/۱۶۹]

[۲] تهذيب التهذيب : من اسمه سليمان، ٤/٢٢٣]

حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم پر فوقیت بتائی وہ غالی شیعہ ہے، اسی کو رافضی بھی کہا جاتا ہے ورنہ شیعی ہے۔ پھر اس میں اگر تبرا بھی شامل ہو جائے یا شیخین سے بغض وعناد کا اظہار بھی ہو تو یہ کھلا رفض ہے۔ (اور یہ تبرائی رافضی ہیں، ہندو پاک میں بالعموم یہی ہیں)

دیوبندی تحریر جن امام کی کتاب سے سند لائی یہ خود انھیں کا بیان ہے۔

وزيادة تفصيل المقام في التحريرات الحديثية لحضرة مجدد المأة الحاضرة رحمه الله تعالىٰ.

اس موضوع پر مزید تفصیل مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی کی ان تحریروں میں ہے جو آپ نے احادیث کی تحقیق میں رقم فرمائیں۔ (مثلا منتهى التفصيل المبحث التفضيل: ۹۰/ اجزا پر مشتمل)

بالجملہ شک نہیں کہ ائمہ مذکورین کی اصطلاح میں رافضی وشیعی میں زمین آسمان کا فرق ہے، لہذا جب ابو اسماعیل انصاری نے حاکم کو کہا:

"إمام في الحديث رافضي خبيث" (۱)

فن حدیث میں امام ہیں مگر غالی رافضی ہیں۔

اس پر ذہبی نے کہا:

"الله يحب الإنصاف، الرجل ليس برافضي بل شيعي فقط" (۲)

اللہ انصاف کو دوست رکھتا ہے وہ رافضی نہیں فقط شیعی ہے۔

تو اس زمانے میں ابن اسحاق کو بلفظ شیعی تعبیر کرنا اور اصطلاح ائمہ نہ بتانا ضرور مسلمانوں کو دھوکا دینا اور عوام کو گم راہ کرنا اور تمام حنفیہ اور عامۂ محدثین کے ایک مسلم امام کو ناحق ناروا رافضی ٹھہرانا ہے۔ آخر نہ دیکھا کہ ذات شریف ہی کی تحریر کثیف دیکھ کر جاہل بوکھلا اٹھے کہ امام ابن اسحاق۔ معاذ اللہ! رافضی ہیں، رافضی ہیں۔

مگر اس میں ایک خفی چال اور ہے، وہ یہ کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم کو عوام کی نگاہ سے گرانا ہے کہ ان کے رجال میں بکثرت وہ ہیں جن کو شیعی کہا گیا۔

---

(۱) [ميزان الاعتدال محمد بن عبد الله البصري، ۶۰۸/۳]

ہدی الساری میں صرف صحیح بخاری کے اصول مسانید میں بیس شیعی نام بنام گنے ئے،اور تعلیقات
ری میں اور زائد ہیں۔اور رواۃ صحیح مسلم چھانٹے جائیں تو غالباً عدد سو سے کم نہ رہے گا۔تو مطلب یہ ہے
ردیکھوسنیو! تمہاری صحیحین میں رافضی بھرے پڑے ہیں۔

(۸)طرفہ تر یہ کہ راویان صحیح بخاری وصحیح مسلم وائمہ کوفہ مثل امام الاولیا امام المحدثین امام الفقہا
رنا سفیان ثوری،وامام المحدثین استاذ سیدنا امام اعظم امام اعمش وغیرہما رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو اس
بندی عیارہ کے طور پر۔معاذ اللہ! رافضی ٹھہرے ہی تھے،مگر۔عیاذاً باللہ! یہ ناپاک حرف ایک روایت
بناپر خود حضور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے کہ اس باب میں ان سے بھی ایک روایت
فق ائمہ کوفہ آئی ہے،اگر چہ روایت ظاہرہ مشہورہ یہی ہے کہ عثمان افضل ہیں پھر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
ہا کہ خود امام نے ''فقہ اکبر'' میں نص فرمایا۔

علی قاری ''منح الروض الازہر'' میں لکھتے ہیں:

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ حضرت عثمان غنی پر حضرت
امرتضیٰ کی تفضیل کے قائل تھے۔مگر صحیح وہی ہے جس پر جمہور ائمہ اہل سنت ہیں،یہی امام اعظم کے قول
ےظاہر ہے کہ آپ نے خلافت کی ترتیب پر فضیلت کو مرتب مانا۔

"روي عن أبي حنيفة رضي الله تعالى عنه تفضيل علي على عثمان
ي الله تعالىٰ عنهما، والصحيح ماعليه جمهور أهل السنة وهو الظاهر من
ل أبي حنيفة رضي الله تعالىٰ عنه على مارتبه هنا وفق مراتب الخلافة اه

وعلق عليه مجددالمائة الحاضرة فقال: ياسبحان الله! بل قوله رضي الله تعالى عنه
ص صريح فيه؛ اذ يقول: أفضل الناس بعد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم- أبوبكر
عمر ثم عثمان ثم علي رضى الله تعالى عنهم، فأي نص تريد أنص منه اه"(۱)

اس پر مجدد اعظم امام احمد رضا حاشیہ تحریر فرمایا کہ سبحان اللہ! بلکہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول
ا سلسلہ میں نص صریح ہے،کیوں کہ آپ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تمام لو
ں میں افضل حضرت ابوبکر صدیق،پھر عمر فاروق،پھر عثمان غنی،پھر مولائے کائنات علی۔رضی اللہ تعالیٰ
ہم اجمعین۔پھر سے زیادہ واضح اور کونسی نص درکار ہے۔

تو اس دیوبندی عیارہ کا حال یہ ہے کہ سنیو! تمہارے امام اعظم ہی کے سنی ورافضی ہونے میں روایات مختلف ہیں اگرچہ مشہور سنیت ہے۔

بھائیو! اس دیوبندیہ زندیقہ تحریر کی نہانی چوٹیں دیکھتے جاؤ، یہ فقط محمد بن اسحق پر نہیں بکھری ہے تمہارے فقہ وحدیث سب پر بے طرح بکھری ہے۔ اللہ ہی تمھارا حافظ ہو۔

(۹) عیارہ مکارہ کو معلوم تھا کہ ابن اسحاق کی تضعیف نہ بن پڑے گی، لہذا اپنے مکر کا گل سرسبد ابن اسحاق کا عنعنہ رکھا کہ وہ مدلس ہیں، اور اس حدیث کو زہری سے سننے کی تصریح نہ کی بلکہ "عن الزھری" کہا، لہذا مردود ہے۔

واحد قہار کی شان ہے کہ دغاباز بے ایمان کے منہ سے وہ بات نکلوا دیتا ہے جس سے ان کے گھر کا گھروندا، ان کے سوت کی کپاس، ان کی آنتوں کا ڈھیر ہوکر رہ جاتا ہے۔ لا یحیق المکر السیء الا باھله۔ برا مکر اس مکر والے ہی کو گھیر لیتا ہے۔

"یخربون بیوتهم بأیدیهم وأیدي المؤمنین ۔ فاعتبروا یأولی الأبصار"

وہ اپنے گھر ویران کرتے ہیں خود اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں، تو عبرت پکڑو، اے آنکھوں والو!

بےچاری آفت کی ماری بدنصیب دیوبندی تحریر ابن اسحاق کی تدلیس نقل کرنے بیٹھی تو امام ابن حجر کی "طبقات المدلسین" سے، جس نے اس عیارہ کی ساری کرتوت جہنم پہنچادی۔

مسلمانو! طبقات المدلسین میں امام ابن حجر شافعی نے مدلسین کے پانچ طبقے کیے ہیں، اول چار وہ ہیں جن میں صرف تدلیس ہی ہے اور کوئی وجہ ضعف نہیں، ان میں امام بخاری وامام مسلم اور ان سے بھی اعلیٰ درجہ کے ائمہ داخل ہیں۔ پانچواں طبقہ وہ رکھا جن میں تدلیس کے سوا اور کوئی ضعف بھی ہے۔ طبقات کی عبارت یہ ہے:

"الخامسة من ضعف بأمر آخر سوی التدلیس"(۱)

پانچواں طبقہ ان محدثین کا ہے جن میں تدلیس کے سوا اور بھی کوئی اضعف کی وجہ ہو۔

امام ابن حجر نے امام ابن اسحاق کو چوتھے طبقے میں رکھا کہ بر بنائے اصول شافعیہ جن کی حدیث بے تصریح سماع حجت نہیں۔ اور ہم حنفیہ و مالکیہ وحنبلیہ کے نزدیک مطلقاً حجت ومقبول ہے۔ عیارہ اس خوشی

جائے تو جائے اذان جمعہ کی حدیث سے تو جان بچے گی، آنکھیں بند کر کے جھٹ نقل کرلائی،
ساری مکاری کا سویرا ہوگیا۔ ابن حجر نے ابن اسحاق کو پانچویں طبقے سے عالی چہارم درجہ میں
ن وجہ سے ثابت ہوگیا کہ ابن اسحاق میں سوائے تدلیس اصلاً ضعف کی کوئی وجہ نہیں۔
ہ! کہاں گئے وہ تیرے کذاب ومتہم بالکذب اور رافضی ومتہم بالرفض کے دعوے۔ دیکھ حجت
ہوتی ہے۔ والحمد لله رب العلمین
ساری بادی پھنٹ کر الزام تدلیس کی بحث رہی، اس کی سنیے:
ں اولاً: اصل حدیث سند میں انھیں ابن اسحاق سے بسند صحیح بتصریح سماع موجود ہے
ـدثنا یعقوب ثنا أبي عن ابن اسحاق قال: حدثني محمد بن مسلم بن
ہري عن السائب بن یزید بن أخت نمر"(۱)
تمال تدلیس جہل وتلبیس۔
یاً: محمد بن اسحاق امام زہری سے کثیر المصاحبۃ، کثیر السماع، کثیر الروایۃ ہیں، امام زہری نے
حکم دیا تھا کہ ابن اسحاق جس وقت آئیں انھیں نہ روکنا۔ "کما في التھذیب"
ابن المدینی نے چھ امام گنے جن پر حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مدار ہے، ان
زہری، پھر ان چھ کا علم بارہ میں آنا بتایا، ان میں ایک محمد بن اسحاق۔
ہبی فرماتے ہیں: ایسے شیخ سے روایت سماع پر محمول ہے اگرچہ بلفظ "عن" ہو۔
ان الاعتدال میں ہے:
ـی قال: "ثنا" فلا کلام، ومتی قال: "عن" تطرق إلیه احتمال التدلیس إلا
ہ أکثر عنهم، فإن روایة "عن" هذا الصنف محمولة علی الاتصال"(۲)
ب راوی "حدثنا" کہتے پھر تو کوئی بات ہی نہیں، اور جب "عن فلاں" کے طور پر روایت کرے
حتمال ہے، مگر جن شیوخ سے کثیر السماع اور کثیر الروایۃ ہو تو اس کی روایت بطور "عن فلاں"
پر محمول ہوگی۔
صوصاً ابن اسحاق سا صدوق کہ جن اساتذہ سے بکثرت حدیثیں سنیں، اگر کوئی حدیث ان سے

ـون المعبود وشرح سنن أبي داؤد: باب النداء یوم الجمعة، ۳۰۷/۲]

بالواسطہ سنی تو صاف بتادیا، دو دو واسطے بیان کردیے، یعنی اپنے استاذ کے شاگرد کے شاگرد کی شاگردی ظاہر کردی، جیسا کہ نمبر ۳۹ میں امام ابن امدینی سے گزرا، اور ہم گزارش اول میں "کتاب الخراج" امام ابویوسف سے بیان کرآئے کہ زہری سے بھی جو بالواسطہ سنا واسطہ بتادیا۔"حدثنی محمد بن اسحاق عن عبدالسلام عن الزهری"۔(۱)

ثالثاً: آخر کچھ تو تھا کہ امام ابوداؤد نے اذان جمعہ کی حدیث ان سے روایت کرکے اس پر کچھ اعتراض نہ فرمایا۔ کیا وہ نہ جانتے تھے کہ ابن اسحاق پر بعض نے کلام کیا ہے۔ وہ نہ جانتے تھے کہ ابن اسحاق چوتھے طبقہ کا مدلس ہے۔ وہ نہ جانتے تھے کہ اس حدیث میں "حدثنا" نہ کہا "عن" کہا ہے، بایں ہمہ اسے قبول ہی فرمایا اور اپنی کتاب صحاح میں جگہ دی کہ خاص اثبات احکام شرعیہ کے لیے لکھی، اور جسے ائمہ نے فرمایا: جس گھر میں یہ کتاب ہو گویا وہاں کوئی نبی باتیں فرمارہا ہے۔ اب گیارہ سو برس بعد دیوبند کی ناشستہ روجہالتیں اس حدیث کو رد کریں، اور اپنی علم دانی کھول کر ہمکیں، خدا کی شان ہی شان نظر آتی ہے ۔ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

خود امام ابوداؤد، اور بعد کے ائمۂ کرام نے حدیث پر سکوتِ امام ابوداؤد کے معنی یہ بتائے کہ حدیث صحیح۔ یا حسن ہے، اور ہمارے ائمہ نے تصریح کی کہ وہ حدیث حجت ہے۔

مقدمہ امام ابوعمر میں ہے: امام ابوداؤد نے فرمایا:

"ذكرت فيه الصحيح ومايشبهه ويقاربه "(۲)

میں نے اپنی اس کتاب میں صحیح احادیث بیان کی ہیں جو اس کے مشابہ وقریب وہ ذکر کی ہیں۔

مقدمہ صفحہ ۶، امام ابن کثیر سے فتح المغیث ص ۲۵، تدریب صفحہ ۵۵:

"روي عنه أي عن أبي داؤد ماسكت عنه فهو حسن"(۳)

امام ابوداؤد جس حدیث کو روایت کرکے سکوت کریں وہ کم از کم حسن تو ضرور ہے۔

امام ابوعمر بن عبدالبر سے فتح المغیث صفحہ ۲۹:

"كل ماسكت عليه فهو صحيح عنده"

---

(۱) [شرح سنن ابن ماجة : تبليغ العلم، ۱۱/۱۵]

(۲) [فتح المغيث بشرح الفية الحديث : ۴۰۳/۴]

جس سے وہ سکوت کریں وہ ان کے نزدیک صحیح ہے۔

امام حافظ الحدیث عبدالعظیم منذری خطبہ کتاب ''الترغیب والترہیب'':

''كل حديث عزوه إلى أبي داؤد وسكت عنه فهو كما ذكر أبو داؤد لا
ن درجة الحسن ، وقد يكون على شرط الصحيحين''

جس حدیث کی نسبت امام ابوداؤد کی طرف ہو اور وہ اس کے سلسلہ میں سکوت کریں تو وہ اسی طر
یا کہ انہوں نے ذکر کیا کہ درجہ حسن سے کم تر نہیں بلکہ کبھی تو شیخین کی شرط پر ''صحیح'' ہوئی ہے۔

امام ابن الصلاح مقدمۂ اصول حدیث صفحہ ۱۶:

''ماوجدناه في كتابه مذكوراً مطلقاً عرفنا أنه حسن عند أبي داؤد''

جس حدیث کو ہم ان کی کتاب میں بغیر قید پائیں گے جان لیں گے کہ یہ ان کے نزدیک حسن

امام نووی تقریب نوع ثانی فرع اول:

''ماوجدناه في كتابه مطلقاً فهو حسن عند أبي داؤد''

جس حدیث کو ہم ان کی کتاب میں مطلق پایا اس کو ان کے نزدیک حسن جانا۔

امام زیلعی نصب الرایہ جلد اول ۶۰:

''ان أباداؤد روى حديث القلتين وسكت عنه فهو صحيح عنده على عادته في ذلك''

امام ابوداؤد نے حدیث قلتین روایت کی اور پھر سکوت کیا تو ان کی عادت کے مطابق یہ ان کے
ہے۔

امام ابن اکثر کمانی جوہر النقی جلد اول صفحہ ۱۸۶:

''أخرجه أبوداؤد وسكت عنه، فأقل أحواله أن يكون حسناً عنده على ماعرف''

اس کی تخریج امام ابوداؤد نے کی اور پھر سکوت کیا تو کم از کم وہ ان کے نزدیک حسن ہے جیسا کہ
یہاں مشہور ہے۔

امام ابن الہمام فتح القدیر جلد ا صفحہ ۵:

''سكت عليه أبوداؤد فهو حجة''

س پر امام ابوداؤد نے سکوت کیا لہذا یہ حجت ہے۔

"یکفینا سکوت أبي داؤد علیه فهو حسن"

امام ابوداؤد کا اس پر سکوت ہی ہمارے لیے کافی ہے کہ وہ حدیث حسن ہے۔

ابن امیر الحاج غنیۃ شرح منیہ قبیل صفۃ الصلاۃ:

"رواہ أبوداؤد وسکت علیه فیکن جیداً علی ھو مقتضی شرطه"

اس کو امام ابوداؤد نے روایت کیا اور پھر اس پر سکوت فرمایا تو یہ ان کی شرط کے لحاظ جید وحسن ہے۔

علامہ ابراہیم حلبی غنیۃ شرح منیہ صفحہ ۳۸۶:

"سکت أبو داؤد والمنذري بعدہ في مختصرہ وھو تصحیح منھما"

امام ابوداؤد نے پھر امام عبدالعظیم منذری نے ان کے بعد اپنی کتاب "مختصر" میں کسی حدیث پر سکوت فرمایا تو یہ ان کی طرف سے حدیث کی تصحیح ہے۔

بلکہ امام ابن المدینی سے ان کے شاگرد جلیل امام بخاری نے توثیق ابن اسحاق ثابت فرمانے کے لیے استناداً نقل کیا اور مقرر رکھا، کہ دو کے سوا ابن اسحاق کی سب حدیثیں معروف ومحفوظ ہیں، اور وہ دو بھی ممکن کہ صحیح ہوں جیسا کہ نمبر ۴۴ میں گزرا۔ اور یہ حدیث اذان جمعہ ان دو میں نہیں جیسا کہ نمبر ۴۰ میں گزرا۔ تو یہ بحمداللہ تعالیٰ صحیح ومحفوظ ہے۔

بالجملہ اتنے اجلۂ ائمہ کے ارشاد سے ثابت ہے کہ حدیث اذان جمعہ حسن صحیح حجت ہے، مگر دیوبندی جہالت کو اس میں حجت ہے۔ انا للہ وانا الیه راجعون. آدمیان گم شدند۔

رابعاً: یہ سب تو محدثوں کے طور پر کلام تھا، دیوبندی عیارہ کی چال تو آپ نے جانی ہی نہیں۔

مسلمانو! وہ یہاں ائمہ حنفیہ کے اصول حدیث کا ابطال کر رہی ہے۔ حدیث مرسل مثلاً تابعی کہے: "قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم۔" ہم حنفیہ ومالکیہ وحنبلیہ وجمہور کے نزدیک صحیح ومقبول ہے۔ شافعیہ اور یہ محدثین اس میں کلام کرتے ہیں۔ یہ مسئلہ اہل علم میں آفتاب کی طرح مشہور ومعروف ہے، یہ دیوبندی عیارہ بھی اس سے واقف ہے۔

امام ابن جریر فرماتے ہیں:

"اجمع التابعون بأسرھم علی قبول المرسل، ولم یأت عنھم انکارہ ولا من الأئمة بعدھم الی رأس المائتین"(۱)

تمام صحابہ کرام کے دیکھنے والے ائمہ کا اجماع ہے کہ حدیث مرسل مقبول ہے، اس کا انکار نہ کسی
ی سے منقول ہوا نہ تبع تابعین سے دوصدی کامل تک۔
یعنی امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے انکار کی پہل کی، پھر یہ محدث کہ اکثر ان کے مقلد
ان کے پیرو ہوئے۔

مسلم الثبوت وفواتح الرحموت صفحہ ۴۵۹:

"مرسل الصحابي يقبل اتفاقاً، وإن من غيره فالأكثر منهم الأئمة الثلثة
حنيفة ومالك وأحمد رضي الله تعالىٰ عنهم يقبل مطلقاً، والظاهرية وجمهور
حدثين الحادثين بعدالمائتين لايقبل"

یعنی صحابہ کرام کا ارسال مطلقاً بالاتفاق مقبول ہے، اور غیر صحابی کی حدیث مرسل کو امام ابوحنیفہ،
م مالک، امام احمد وغیرہم اکثر ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم مطلقاً قبول فرماتے ہیں، اور غیر مقلد اور دوسو برس
بعد کے اکثر محدث قبول نہیں کرتے۔

پھر مدلس جو اپنے شیخ سے کوئی حدیث بلفظ "عن فلاں" یا "قال فلاں" روایت کرے جس
ی اس سے بلا واسطہ اپنے سننے کی تصریح نہ ہو وہ تو مرسل بھی نہیں، صرف شبہ ہے کہ شاید بالواسطہ سنی اور
طہ کو چھوڑ دیا ہو، جب ہمارے ائمہ کرام اور دوسو برس تک کے ائمہ تابعین و تبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ
ہم اجمعین خود مرسل کو قبول فرمارہے ہیں، تو محض شبہ کی بناپر رد کیا معنی؟ لاجرم مدلس کا عنعنہ ہمارے ائمہ
ان جمہور ائمہ سب کے نزدیک بلا عذر مقبول ہے۔

امام جلال الدین سیوطی "تدریب الراوی" بیان عنعنہ مدلس میں فرماتے ہیں:

"قال جمهور: من يقبل المراسيل يقبل مطلقا"(۱)

جمہور نے کہا: جو مرسل روایات کو قبول کرتا ہے وہ بلا شرط و قید قبول کرتا ہے۔

علامہ خسرو حنفی نے "فصول البدائع فی اصول الشرائع جلد ۲ ص ۲۵۰" میں فرمایا:

"طعن المحدثين بمالايصح جرحاً لايقبل كالطعن بالد ليس في العنعنة
انها توهم شبهة الارسال وحقيقة ليست بجرح"

محدثین کا ایسا طعن جو جرح کی صلاحیت نہ رکھتا ہو وہ لائق قبول نہیں جیسے معنعنہ والی روایت میں

تدلیس، کہ اس سے ارسال کے شبہ کا وہم ہوتا ہے اور در حقیقت یہ جرح نہیں۔

امام الحفاظ سید المحدثین سند الفقہا حامل لوائے مذہب حنفی سیدنا امام احمد ابو جعفر طحاوی رضی اللہ تعالی عنہ نے کتاب مستطاب ''شرح معانی الآثار'' جلد ۲ ص ۱۹۰ میں ایک حدیث طویل انھیں محمد بن اسحاق کی انھیں امام زہری سے یونہی بے تصریح سماع روایت کی جس کی سند یہ ہے:

"حدثنا فهدبن سليمان بن يحيىٰ، ثنا يوسف بن بهلول ، ثنا عبدالله بن ادريس ، ثني محمد بن إسحاق قال: قال الزهري حدثني عبيدالله بن عبدالله عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهم"

اور اس کے آخر میں فرمایا:

"هذا حديث متصل الاسناد صحيح"

یہ حدیث صحیح ہے، اس کی اسناد متصل ہے، ''قال'' اور ''عن'' دونوں یکساں ہیں کہ دونوں میں اپنا سننا بیان نہ کیا۔

امام نووی ''تقریب'' میں فرماتے ہیں:

"تدليس الاسناد يروى عمن عاصره مالم يسمعه منه موهماً سماعه قائلاً قال فلان: أو عن فلان ونحوه"(۱)

تدریب صفحہ ۷۷ دیکھو:

وہی ابن اسحاق ہیں، وہی امام زہری ہیں، وہی بے بیان سماع روایت ہے۔ اور فقہاء و محدثین کے امام، حنفیہ کے خاص امام سیدنا امام طحاوی فرمارہے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے اور یہ سند متصل۔

الحمد للہ حجۃ اللہ تمام ہوئی اور اس دیوبندی عیارہ کی عیاری کھل گئی کہ کیسی مذہب حنفی کو رد کرنے الٹی راہ چلی۔

حنفی بھائیو! اپنے اماموں کی تو یہ تصریحات دیکھو، اور اس عیارہ کی وہ دہن دریدگی کہ:

''اگر محمد بن اسحاق میں کوئی اور عیب نہ ہو تو اس کا یہی ایک عیب اس کی روایت کو مردود اور نا قابل اعتبار بنانے کے لیے کافی ہے۔ کیوں کہ وہ اس روایت کا زہری سے سننا نہیں بیان کرتا بلکہ بلفظ ''عـن'' روایت کرتا ہے''

(۱) [التقريب والتيسير لمعرفة سنن البشير النذير في أصول الحديث للعلامة النووي

حنفیو! دیکھو یہ عیارہ سر بازار کیسی دن دہاڑے اندھیری ڈال کر تمہیں حنفی مذہب سے پھیرا چاہتی
ئیو! ہوشیار رہنا گم راہ گر مکارہ کے دھوکے میں نہ آنا۔ اللہ تمہارا حافظ ہو۔
(۱۰) بھائیو! اس عیارہ نے حنفیہ کے اصول حدیث ہی کو رد نہ کیا بلکہ تمہارے ائمۂ کرام امام اعظم
پسف، امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سب کتابوں کو ردی کر دیا، ان کی صدہا حدیثوں کو خاک میں
پنے ائمۂ کرام کی کتابیں، امام اعظم کی مسندیں، امام ابو یوسف کی ''کتاب الخراج''، امام محمد کی ''
آثار''، ''کتاب الحج'' وغیرہا مطالعہ کیجیے، ان میں کس قدر کثرت سے مرسل حدیثیں اور مدلسین
یں گے، اس عیارہ نے سب کو مردود و نا قابل اعتبار بنا دیا، بلکہ اس کی یہ چوٹ صدر اول کے عام
پر ہے، صدر اول میں مرسل کی بہت کثرت تھی، اور اس کی پرواہ نہ کی جاتی تھی، اتصال کی چھان
لو پیدا ہوئی ہے۔
صحیح مسلم و جامع ترمذی میں امام محمد بن سیرین تابعی تلمیذ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

"قال: لم يكونوا يسئلون عن الاسناد، فلما وقعت الفتنة قالوا: سموا لنا رجالكم"(۱)
پہلے زمانے میں اسناد نہیں پوچھتے تھے، جب بدمذہبیاں پھیلیں اس وقت سے سند کی تفتیش ہوئی۔
افضل التابعین سعید بن مسیّب، و قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق، و سالم بن عبد اللہ بن عمر فاروق
ن بصری، و ابو العالیہ ریاحی، و امام ابراہیم نخعی، و عطا بن ابی رباح، و مجاہد، و سعید بن جبیر، و طاؤس
ی، و سلیمان اعمش، و زہری، و قتادہ، و مکحول، و ابو اسحاق سبیعی، و ابراہیم تیمی، و یحییٰ بن ابی کثیر
، بن ابی خالد، و عمرو بن دینار، و معاویہ بن قرہ، و زید بن اسلم۔ یہ سب اجلۂ ائمۂ تابعین کہ ان میں
ے امام اعظم کے استاذ و استاذ الاستاذ ہیں۔ اور ان کے بعد کے اجلۂ ائمۂ مثل امام مالک، و امام
ن ثوری، و سفیان بن عیینہ وغیرہم اکابر و اعاظم ملت جن کے ارشادات پر دین متین کا مدار ہے۔
سب اکابر حدیثوں میں ارسال فرمایا کرتے، اور ان میں اکثر تو بہت کثیر الارسال، ارسال میں
، اگر جانتے کہ حدیث مرسل مردود ہے تو کیا معاذ اللہ! حدیثوں کو مردود بنانے کے لیے ایسی
تے، اس عیارہ مدعی خبیث کی ان سب پر چوٹ ہے۔
(۱۱) بھائیو! کیا اس گمان میں ہو کہ وہ عیارہ تحریر فقط حنفی مذہب یا کتب صحاح پر ہے؟ نہیں نہیں،

اس نے مذاہب اربعہ کے جملہ علمائے کرام، مفسرین قرآن، شارحین احادیث حتی کہ تابعین اعلام وصحابہ کرام، اور نہ صرف صحابہ کرام بلکہ خود حضور اقدس سید الانام، اور نہ فقط حضور اقدس سید الانام بلکہ خود رب العزۃ ذوالجلال والاکرام کسی کو اپنے ناپاک حملوں سے نہ چھوڑا۔ عز جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم۔

امام زہری سے اس حدیث کے اور راویوں نے نہ "علی باب المسجد" کا لفظ روایت کیا ہے نہ "بین یدیه" کا۔ فقط اتنا بتایا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منبر پر تشریف رکھتے اس وقت اذان دی جاتی۔ نہ جگہ بتائی کہ دروازہ پر۔ نہ سمت بتائی کہ حضور کے مقابل۔

اب یہ عیارہ "بین یدیه" کا لفظ سوائے ابن اسحاق کے کسی روایت میں نہ آنے کو تو الگ کترگئی کہ وہ اپنے بھی خلاف تھا۔ اور "علی الباب" کا لفظ پکڑلیا کہ اسے ابن اسحاق نے روایت کیا۔ اوروں کی روایت میں اس کا بیان نہیں۔ اس بنا پر کہتی ہے کہ:

"اس کی روایت دیگر ثقات کی روایت کے بھی خلاف ہے"۔

اقول اولاً: اور راویوں کا بیان نہ کرنا معنی خلاف دیتا ہے، تو اور راویوں نے یہ بھی بیان نہ کیا کہ یہ اذان حضور کے مقابل ہوتی تھی۔ تو وہ سب "بین یدیه" کے مخالف ہوئے۔ اور ابن اسحاق اس عیارہ کے نزدیک متہم بالکذب ہے، اور ان سب راویوں کو ثقہ کہتی ہے۔ تو یہاں سے مالکیہ کا مذہب ثابت ہوا کہ وہ کہتے ہیں: خطیب کے سامنے اس اذان کا ہونا ہی بدعت وخلاف سنت ہے بلکہ اور اذانوں کی طرح منارہ پر ہو۔ (دیکھو اذان من اللہ حصہ سوم میں امام مالک وائمہ مالکیہ کے ارشادات) تو اس کی ایک یہ چوٹ بھی حنفیہ پر ہوئی کہ انھوں نے کثیر ثقہ راویوں کے خلاف ایک متہم بالکذب کی روایت مانی۔

ثانیاً: علما ہزار ہزار تصریحیں فرماتے ہیں کہ ایک بات زائد بیان کرنا مخالفت نہیں، مخالفت یہ ہے کہ اور راویوں نے جو کہا تھا، یہ اس کے خلاف بیان کرے، نہ یہ کہ اور جس امر سے ساکت ہیں یہ اس کا افادہ کرے۔

"جوہر النقی" جلد ا صفحہ ۱۱۱:

"ترك بعض الرواة لايعارض زيادة غيره"(۱)

بعض راویوں کا کسی لفظ کا چھوڑ دینا کسی دوسرے راوی کے اضافہ کے خلاف نہیں۔

ایضا صفحہ ۱۰۶:

:کر من ذکر مقدم علی ترك من ترك"(۱)
ر کرنے والے کا ذکر کرنا ترک کرنے والے کے ترک پر مقدم ہے۔
یحین وغیرہما جملہ کتب حدیث میں صدہا ہزار ہا حدیثیں وہ ملیں گی جن میں بعض رواۃ نے کوئی
ا ہے کہ اوروں نے بیان نہ کی، تو وہ سب شاذ ومنکر ہوکر صحت سے ساقط ہوجائیں گی۔ صحیحین پر
چوٹ یہ بھی ہوئی۔
الثاً: بلکہ بکثرت ملے گا کہ ائمہ محدثین متعدد راویوں سے ایک حدیث یوں روایت کرتے ہیں:
حدثنا فلان وفلان، یزید بعضهم علی بعض"
ی یہ حدیث ہم سے اتنے شیوخ نے بیان کی، اوران میں ایک نے دوسرے سے زیادہ بات
نے وہ کہی جو اس نے نہ کہی تھی، اس نے وہ بڑھائی جو اس نے نہ بتائی تھی۔ امام محدث سب کی
کرکے ایک سیاق میں روایت کرتا ہے۔ تو دیوبندی جہالت پر متخالفوں کو جمع کرلیتا ہے۔
ابعاً: علما کا کلام دیکھنا سمجھنا دیوبندیت کو کہاں نصیب، مگر جہاں بھر کے ہر ذی عقل سے پوچھ
دمی کہیں: زید عمامہ باندھے ہوئے تھا۔ اور ایک کہے: زید سپید عمامہ باندھے ہوئے تھا۔ تو کیا
اس کے بیان کو ان بیانوں کا مخالف سمجھ سکتا ہے۔ ہاں دیوبندی مت کی بات جدا ہے۔
امساً: علمائے مذاہب اربعہ وجملہ مجتہدین اعلام وصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں کون
ن وشارح حدیث ہے جس نے بیان وقائع مذکورہ قرآن وحدیث میں کچھ الفاظ زائد نہ بیان
بلامبالغہ جس کی ہزار ہا مثالیں کلمات ائمہ وتفاسیر ماثورہ میں ملیں گی۔ اس عیارہ کے نزدیک،
وہ سب کے سب اللہ ورسول کے مخالف تھے کہ وہ لفظ ذکر کیا جو انہوں نے ذکر نہ فرمایا تھا۔ جل
ہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
سادساً: صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
اتے ہیں:
الا أحدثكم حديثاً عن الدجال ماحدث به نبي قومه، أنه أعور وأنه يجيء معه
نة والنار، يقول إنها الجنة هي النار، وإني أنذركم كما أنذر به نوح قومه"(۲)

الجوهر النقي: ۱/۴۱۷]

کیا میں تمھیں دجال کا وہ حال نہ بتاؤں جو کسی نبی نے قوم کو نہ بتایا، وہ کانا ہے اور وہ جنت دوزخ کی مثال لائے گا تو جسے جنت کہے گا وہ آگ ہے، اور میں تمھیں ایسا ڈراتا ہوں جیسا حضرت نوح نے اپنی قوم کو اس سے ڈرایا تھا۔

اس عیارہ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان واقع میں معاذ اللہ! تمام انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کی مخالفت فرمائی کہ وہ بات بیان کی جو ذکر واقعۂ دجال میں کسی نبی نے بیان نہ کی تھی۔

سابعاً: خود قرآن عظیم دیکھیے: ایک ہی قصہ میں ایک سورت ایک بیان زائد فرماتی ہے کہ دوسری سورت نے نہ فرمایا۔ تو دیوبندی عیارہ کے طور پر یہ معاذ اللہ! قرآن مجید کی سورتوں کا باہم اختلاف ہوا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم.

الحمد للہ! آفتاب سے زیادہ روشن ہوگیا کہ محمد بن اسحاق ثقہ ہیں، اور دروازۂ مسجد پر اذان جمعہ کی حدیث صحیح۔ دیوبندی عیارہ تحریر کی بڑی اصلیں یہی تھیں کہ ایسا شخص کم از کم متہم ہے، اور مدلس کا عنعنہ مردود، اور راوی کا تفرد مطلقاً مخالفت۔

روشن ہوگیا کہ اس کی ہر اصل میں خطا ہے، آگے چلیے۔ وباللہ التوفیق۔

(۱۲) الحمد للہ! "بین یدی" کے معنی گڑھنے میں قرآن عظیم کی آیات نے جاہلوں کا منہ بند کردیا۔ چار آیات کریمہ "اذان من اللہ" کے پہلے حصے میں فتوائے مبارکہ سے مذکور ہوئیں، اور بیس سے زائد اور ہیں جن میں سے دو تلاوت کریں۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿أَفَلَمْ يَرَوْا إِلَى مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ﴾(۱)

ترجمہ:

یہاں آسمان کو ہمارے بین یدی فرمارہا ہے، حالاں کہ پانسو برس کی راہ ہم سے دور ہے۔

اور فرماتا ہے:

﴿وَمِنَ الْجِنِّ مَن يَعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَمَن يَزِغْ مِنْهُمْ عَنْ أَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيرِ لَهُ مَا يَشَاءُ مِن مَّحَارِيبَ وَتَمَاثِيلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَّاسِيَاتٍ﴾(۱)

---

(۱) [سورۃ سباء: ۹]

اور کچھ جن سلیمان کے آگے کام کرتے ،ان کے لیے جو وہ چاہتے بناتے ،محرابیں تصویریں اور بڑے حوضوں کی طرح لگن اور نہ ہلنے والی دیگیں۔

یہ بنانے والے جن شیاطین تھے۔

قال تعالیٰ: ﴿فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ ۝ وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَغَوَّاصٍ﴾(۱)

ترجمہ: تو ہم نے اس کے لیے ہوا کو تابع کر دیا کہ اس کے حکم سے چلتی بے روک ٹوک جہاں وہ چاہتا اور دیو بس میں کر دیے ہر عمارتیں بنانے والے اور غوطہ خور شیطانوں کو تابعدار بنایا۔

معالم میں ہے:

"أي وسخرنا له الشياطين يبنون له مايشاء من محاريب وتماثيل"(۲)

یعنی ہم نے ان کے لیے شیاطین کو تابع دار کر دیا جو ان مرضی کے مطابق محرابیں اور تصویریں بناتے۔

"بین یدی" کے وہ معنی ہوں جو لوگوں نے منبر واذان میں سمجھا ہے، تو شیاطین معاذ اللہ سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام سے چند گرہ کے فاصلہ پر بسولی ہتھوڑا گھن لیے ہوئے عمارتیں بناتے ،لگن اور دیگیں گھڑتے ہوں گے، کسی عاقل کا ذہن بھی "بین یدی" سے اس طرف جا سکتا ہے نہ کہ متبادر ہو جیسا اس دیوبندی کا ادعا ہے۔

ابن ابی حاتم تفسیر میں سیدنا سعید بن جبیر سے راوی:

"قال كان يوضع لسليمان عليه الصلاة والسلام ثلاث مائة ألف كرسي، فيجلس مومنوا الانس ممايليه ، ومومنوا الجن من ورائهم"(۳)

سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام کے لیے تین لاکھ کرسیاں بچھائی جاتیں ،مسلمان بنی آدم ان کے قریب بیٹھتے اور مسلمان جن ان کے بعد۔

تو شیاطین کا گزر ان کے بھی بعد تھا نہ کہ اوزار لے کر عمارتوں اور بڑے حوضوں کے برابر لگنوں اور دل کے چولھوں پر رکھی جانے والی دیگوں کی گڑھت نبی اللہ کی گود میں بیٹھ کر کرنی۔

[سورۃ ص: ۳۶،۳۷]

[مختصر تفسیر البغوي : قوله تعالیٰ ووهبنا له أهله ، ۸۰۹/۶]

[تفسیر ابن أبي حاتم: قوله تعالیٰ ...]

شاید دیوبندی تحریر اس تبادر سے نبی اللہ کی یہی توہین چاہتی ہو، شیاطین کا ان کی بارگاہ میں اتنا مقرب ہونا اور وہ بھی اس کھٹ کھٹ کھڑبڑ کے لیے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

بلکہ خدا انصاف دے تو کسی نوکر کا کہنا کہ مثلا یہ گہنا میں نے سامنے بیٹھ کر بنوایا ہے، اسے صرف اس قدر سمجھا جائے گا کہ اس کے پیش نظر بنا، نہ یہ کہ سنار کو گود میں لے کر گڑھوایا۔ لاجرم امام ابوبکر محمد رازی "انموذج جلیل" میں جلد ۲ ص ۱۱۲۔ اور علامہ کرخی تلمیذ امام سیوطی پھر علامہ سلیمان جمل جلد ۳ صفحہ ۴۸۲ زیر آیت سابقہ فرماتے ہیں:

"من المعلوم أن مابين يدي الانسان هو كل شيء يقع نظره عليه من غير أن يحول وجهه، اليه. (۱)

یعنی معلوم ہے کہ آدمی کا "بین یدی" ہر وہ چیز ہے جس پر اس کی نظر پہنچے اور اسے دیکھنے میں اس طرف منہ پھیرنے کی حاجت نہ ہو۔

ولہذا جب کہ امام قدوری نے فرمایا:

"أذان المؤذن بين يدي المنبر" (۲) موذن منبر کے آگے اذان دیں۔

فاتح شرح قدوری میں اس کی شرح کی:

"أي: في حذائه"

یعنی منبر کے آگے کے معنی ہیں منبر کے محاذی۔ وباللہ التوفیق۔

اس لفظ کے معنی و مفاد کی کمال تحقیق کتاب مستطاب "شمامة العنبر" میں ہے، یہاں اس سے زیادہ بحث کی حاجت نہیں کہ دیوبندی تحریر عیارہ ہے، ذی ہوش سمجھی کہ "بین یدیہ" سے کام نہ چلے گا، لہذا اگرچہ اول میں عوام کو دھوکے دینے کے لیے یہی "بین یدی" کی عبارتیں رائی اور ترجمہ میں جہاں جہاں آگے کا لفظ آیا اسے جلی قلم سے لکھا، گویا کسی نے امام کے پیچھے اذان دینے کو کہا تھا، جسے عبارتوں میں آگے کا لفظ جلی قلم سے دکھاتی ہے، مگر دل میں تو جانتی تھی کہ یہ پھونک کی پھولائی مشک ہے، لہذا خود ہی شرما کر پلٹی کہ:

"اب بحث طلب امر یہ ہے کہ آگے کا کیا مطلب ہے؟"

آگے کا مطلب تو وہی ہے جو خود محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحیح حدیث میں ہے کہ:

---

(۱) [تفسير الجمل: ۴۸۲/۳]

"بين يدي رسول الله -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم- على باب المسجد"(۱)
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے مسجد کے دروازے پر۔
آگے کا ہرگز وہ مطلب نہیں جسے حنفیہ کی کتب معتمدہ نے رد فرمادیا کہ:

"لایؤذن في المسجد" مسجد میں اذان منع ہے۔

"یکره في المسجد" مسجد میں اذان مکروہ ہے۔

تو مطلب تو بفضلہ تعالیٰ نہایت روشن ہے، اب اس عیارہ کی سنیے کہ حدیث وفقہ سب کو پیٹھ دے امطلب لاتی ہے۔ اب وہ "بين يدي" سے بھاگ کر "عند" پر ڈھلی ہے۔ وہاں کی سنیے، الحمدللہ ہی قرآن عظیم ہمارا ہی مددگار اور اس عیارہ پر صاعقہ بار ہے۔ ولله الحمد۔

(۱۳) اولاً: مسلمانو! ہمارے ائمۂ کرام نے کتب اصول میں تصریحات فرمائی ہیں کہ "عند" کے لیے ہے، یعنی شی حاضر ہو غائب نہ ہو، تو "عند المنبر" کا بھی اتنا ہی حاصل جتنا "بين" کا ہے یعنی منبر کے سامنے ہو آڑ میں نہ ہو۔

امام اجل فخر الاسلام بزدوی استاذ الاساتذہ والائمہ اپنے "اصول" اور امام صدر الشریعہ مصنف وقایہ اپنے متن "تنقیح" اور اس کی شرح "توضیح" میں فرماتے ہیں:

"عند للحضور" عند حضور کے لیے ہے۔

علامہ سعد تفتازانی نے "تلویح" میں اس پر تقریر فرمائی۔ امام اجل محقق علی الاطلاق صاحب فتح اپنے متن "اصول تحریر" اور امام محمد محمد ابن امیر الحاج اس کی شرح "تقریر" میں فرماتے ہیں:

"(عند للحضور) الحسية نحو: فلما رأه مستقراً عنده، والمعنوية نحو: الذى عنده علم من الكتب﴾.(۲)

یعنی عند حاضری کے لیے ہے، چاہے وہ حاضری محسوس ہو، جیسے: سیدنا سلیمان علیہ الصلاۃ کے حضور تخت بلقیس کا حاضر ہونا۔ یا معقول ہو جیسے آصف بن برخیا کے لیے علم کتاب کا حضور۔

امام اجل ابو البرکات نسفی مصنف کنز اپنے متن "اصول منار" اور اس کی شرح "کشف الاسرار" شمس الدین فناری "الفصول البدائع فی اصول الشرائع" اور علامہ خسرو مصنف درر وغرر اپنے متن"

[سنن أبي داؤد : باب النداء يوم الجمعة: ۱/۲۸۵]

[التقريب والتجير مسألة عند للحضرة، ۲/۲۷۵

مرآۃ الاصول' اور اس کی شرح ''مرقاۃ الوصول'' میں فرماتے ہیں:

"عند للحضور الحقيقية والحكمية"(۱)

عند حاضری کے لیے ہے خواہ وہ شی حقیقۃً حاضر ہو یا حکماً۔

مدقق بہاری ''مسلم الثبوت'' اور ملک العلما بحر العلوم اس کی شرح ''فواتح الرحموت'' میں فرماتے ہیں:

"عند للحضور الحسية والمعنوية" عند حضور شی کے لیے ہے حساً ہو یا معنیً۔

تو ''عند'' کا اصل مفاد صرف حاضر ہونا ہے، قرب وبعد مکانی اس میں کچھ شرط نہیں۔ ولہذا علماے عرب نے تصریح کی کہ ''عند'' کا اطلاق قریب وبعید دونوں پر آتا ہے، اور اس میں اور ''لدیٰ'' میں یہ فرق کیا کہ ''لدیٰ'' صرف قریب پر بولا جاتا ہے اور ''عند'' بعید پر بھی۔

رضی شرح کافیہ جلد دوم ص:۹۸ میں ہے:

"عند أعم تصرفاً من لدى، وعند يستعمل في الحاضر القريب وفيما هو في حرزك وإن كان بعيداً بخلاف "لدى" فإنه لا يستعمل في البعيد"(۲)

بالجملہ ہرگز ''عند'' کو نہ اتصال پر دلالت ہے نہ کمال قرب پر کہ ''عند المنبر'' سے یہ معنی ثابت ہوں جو اس دیوبندی تحریر نے محض بزور زبان ٹھہرا لیے، بلکہ وہ اصلاً کسی حد خاص کے قرب کا مقتضی نہیں، اس کی وضع حضور کے لیے ہے۔ ہاں! حضور فی نفسہ ایک نوع قرب ہے، ولہذا اس کا ترجمہ ''نزد'' اور ''پاس'' سے کرتے ہیں جس سے اتصال یا غایت قرب مکانی سمجھنا محض جہالت ہے، پاس اور قریب خود ایک امر اضافت ہے۔

ایک مکی کہتا ہے: "بيتي عند باب السلام"

میرا گھر باب السلام کے پاس ہے، اگر چہ باب السلام سے سو گز یا زائد کا فاصلہ ہو۔

تابعین نے کہا ہے: "كنا عند عائشة"

ہم ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کے پاس تھے۔

ناپاک طبیعت والی دیوبندیہ یہاں قرب کے کیا معنی لے گی۔

چوبدار کہتا ہے: "جئت من عند الملك" میں بادشاہ کے پاس سے آیا ہوں۔

---

(۱) [مغني اللبيب كتب الأعاريب: ۱/۲۰۶]

حالاں کہ دروازۂ محل شاہی سے آگے اس کو بار نہیں۔
تلمیذ کہتا ہے: "أقمت عند الشیخ ثلاث سنین کوامل"
میں نے تین سال کامل استاذ کے پاس قیام کیا۔
اگر چہ اس کے محلّہ کی مسجد میں ٹھہرا ہو۔ یہ یہ معنی لیں گے کہ تین برس کامل استاذ کی گود میں چڑھا رہا۔
غرض بات واضح ہے اور جہل ومکابرہ دیو بندیوں کا فاضح۔
یہ ائمہ اصول وعلمائے عربیت ومحاورات عامہ سے کلام تھا، اب اپنے حقیقی ملجا وماویٰ قرآن عظیم
پوچھیں۔ دیکھو! وہ کیا ارشاد فرماتا ہے: "بین یدي" کے معنی بتانے کو ہم نے چھ آیات کریمہ تلاوت
کیں، چھ "عند" کے معنی میں تلاوت کریں کہ جاہل عیاروں کے چھکے چھوٹیں۔ وباللہ التوفیق۔
آیت (۱) قال اللہ عزوجل:
﴿إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ
وَىٰ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ﴾ (۱)
بے شک وہ جو رسول اللہ کے پاس اپنی آوازیں پست کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ
پرہیزگاری کے لیے جانچ لیے ہیں ان کے لیے مغفرت اور بڑا درجہ ہے۔
یہ "عند رسول اللہ" بلاشبہ تمام حاضران حضور پر صادق ہے نہ صرف اس شخص سے خاص جو
رسے ملا ہوا۔ یا چند گرہ کے فاصلہ سے ہو۔
آیت (۲) قال اللہ تعالیٰ:
﴿هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنفِقُوا عَلَىٰ مَنْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّىٰ يَنفَضُّوا﴾ (۲)
منافق کہتے ہیں: جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ہیں انھیں خرچ نہ دو یہاں
کہ پریشان ہو جائیں۔
یہاں بھی حاضران خدمت مراد ہیں، ہرگز اتصال یا کسی حد مخصوص قرب کی تخصیص نہیں۔
آیت (۳) قال تعالیٰ:
﴿وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ عِندِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ وَاللَّهُ يَكْتُبُ

[الحجرات: ۳]

مَا يُبَيِّتُونَ﴾(۱)

منافق کہتے ہیں: ہم نے فرمان مانا پھر جب تمھارے پاس سے نکل کر جاتے ہیں کچھ ان میں تمھارے ارشاد کے سوا منصوبے گانٹھتے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ تجویز رہے ہیں۔

یہاں منافقوں کو "عـنـد ك" فرمایا، کیا وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ کے مقرب تھے، کیا حضور سے ایسے ہی مل کر بیٹھتے تھے جیسے تم منبر سے اذان چاہتے ہو؟

آیت (۴) قال تعالیٰ:

﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنّٰتٍ وَنَهَرٍ . فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ﴾(۲)

بے شک سب پرہیز گار باغوں اور نہر میں ہیں سچی مجلس میں قدرت والے بادشاہ کے پاس۔

متقی ایک عامی مسلمان بھی ہے، پھر کہاں اس کا قرب کہاں علما، کہاں اولیا، کہاں صحابہ، کہاں انبیا، کہاں حضور انور سید الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اس سے لاکھوں درجے زیادہ فرق ہے جو سب سے نیچی زمین کو سب سے اونچے آسمان سے، بایں ہمہ آیۂ کریمہ نے سب کو "عند ملیک" فرمایا۔

آیت (۵) قال تعالیٰ:

﴿إِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِي عِندَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ﴾(۳)

فرعون کی بی بی حضرت آسیہ نے عرض کی: اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں گھر بنا۔

کیا اس کا حاصل یہ ہے؟ کہ سب انبیا و مرسلین سے قریب تر۔ حاشا! بلکہ جو قرب ان بی بی کے لائق ہے۔ اگر چہ انبیائے کرام تو انبیائے کرام خدیجہ و فاطمہ و عائشہ کا قرب بھی ان سے زائد۔ رضی اللہ تعالیٰ عنهن۔

آیت (۶) قال تعالیٰ:

﴿وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِندَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ﴾(۴)

یہاں کافروں کے مکر کو اللہ عزوجل کے حضور "عـنـد" سے تعبیر فرمایا۔ کیا مکر کفار اللہ سے قریب ہے؟ کیا مکر کفار مقرب بارگاہ عزت ہے؟۔ حاش للہ! بلکہ وہی حضور بتایا جاتا ہے، یعنی ان کا مکر ہمارے

---

(۱) [النساء: ۸۱] (۲) [القمر: ۵٤]

منے حاضر ہے، ہم اس سے غافل نہیں، تو یہ حاصل معنی علم ہے بس اس قدر مفاد ''عند'' ہے جس پر وہ ل کود تھی کہ گویا کوئی دلیل ہاتھ لگ گئی، اور وہ بھی ایسی جس سے حدیث صحیح اور کتب جلیلۂ فقہ حنفی کی ریح سب رد ہوجائے گی۔ ولاحول ولاقوۃ إلا باللہ العلی العظیم.

ثانیاً: فقہا کے کلام سے فقط ''عند المنبر'' کا لفظ لیا جائے گا، اور بیان معنی میں ان کی بات نہ) جائے گی۔

جب تو کیسا صریح ظلم ہے، جن کے لفظ کو سند بناؤ، وہ خود جو اس کے معنی بتائیں نہ مانو، یہ فقہا سے رہوئی یا اپنی من گڑھت سے؟۔ اور اگر نہیں بلکہ ان کے لفظ کے معنی وہی لیے جائیں گے جو خود انھوں نے بیان فرمائے تو ملاحظہ ہو: قدوری وہدایہ وکنز وتنویر وغیرہا میں تھا:

''واللفظ للکنز من سرق من المسجد متاعاً وربه عنده قطع''(۱)

جو مسجد میں سے کوئی چیز چرائے اور اس کا مالک اس کے پاس ہو، تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

اس پر مجتبی وفتح القدیر و بحر الرائق ودرمختار وغیرہا میں فرمایا:

''والنظم للدر عنده أي بحيث يراه''(۲)

یعنی ''عند'' کے یہ معنی ہیں کہ محل نظر میں ہو اتنی دور نہ ہو کہ دکھائی نہ دے۔

کہیے! اب تو ''عند'' کے معنی کھلے۔ نہ قرآن عظیم دیکھو، نہ اصول فقہ دیکھو، نہ خود فقہا کا بیان یکھو، اور اپنی طرف سے تراش لو کہ ''عند'' کے معنی ہیں مسجد کے اندر منبر کے برابر۔ ولاحول ولاقوۃ باللہ العلی العظیم.

ثالثاً: فقہائے کرام کا مسئلہ ایسا نہیں کہ خود مخالفوں سے نہ قبولوالے کہ جو اذان دروازۂ مسجد کنارۂ مسجد پر محاذی منبر ہو بے شک ''عندالمنبر'' ہے، جس جس کو فقہ حنفی ماننے کا دعوی ہو اور کچھ بھی علم ل رکھتا ہو اس سے ایک مسئلہ شرعیہ دریافت کیجیے۔

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید نے ایک بیش بہا منبر دس بیس ہزار روپیہ قیمت کا اپنے مال سے بنایا، ایسا سبک جسے ایک آدمی بے تکلف لے جاسکتا ہے، اپنے یہاں مجلس مبارک محفل وعظ میں بچھایا کرتا ہے، جب مسجد میں منبر کا وقت

---

(۱) [هداية: فصل في الحرز، ۲/۳۶۸]

آتا ہے، متولی عاریۃً اس سے منگا لیتا پھر واپس دیتا ہے، ایک روز نماز جمعہ ہو چکی، لوگ چلے گئے، منبر ابھی وہیں بچھا تھا، مالک منبر دروازۂ مسجد پر کہ محاذی منبر ہے، سامنے کھڑا تھا، کوئی وہابی مسجد کے دوسرے دروازے سے دبے پاؤں آیا، اور زید کی نظر بچا کر منبر چرا لے گیا، اس صورت میں شرعاً اگر یہ جرم ثابت ہو جائے تو سلطان اسلام اس وہابی کا ہاتھ کاٹے یا نہیں، کیا حکم شرعی ہے؟ بینوا توجروا۔

دیکھو! کیا جواب ملتا ہے؟

اگر کہیں ہاتھ نہ کاٹا جائے گا، تو وہ دیکھو ہم کتب فقہ کی تصریحات دکھا چکے ہیں کہ بے شک اس صورت میں قطع کا حکم ہے۔ اور اگر کہیں کاٹا جائے گا تو اس کی شرط تو یہ تھی کہ "ربہ عندہ" اگر مسجد میں بچھا ہے تو مالک منبر عند المنبر ہو، ورنہ ہرگز قطع نہیں۔ یہاں جب کہ حکم قطع ہے تو قطعاً وہ جو دروازۂ مسجد پر محاذی منبر کھڑا ہے عند المنبر ہے یہی ہم کو ثابت کرنا تھا۔ "وللہ الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ کما یحب ربنا ویرضی"۔

اس "لدی" کی گرہ عند المنبر کے بحمدہ تعالٰی ہمارے پاس بہت جواب ہیں مگر یہی تین کہ یہاں ہم نے پیش کیے۔ ان شاء اللہ تعالٰی اس دیوبندی عیارہ اور اس کی ساری سنگت کی پیاس بجھا دیں گے۔ وباللہ التوفیق۔

بات وہ ہے جو سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث میں آیا کہ وہ زمانہ آنے والا ہے کہ معروف منکر اور منکر معروف ہو جائے گا، خلاف شرع بات کو لوگ شریعت سمجھنے لگیں گے، اور انہیں حکم شریعت بتاؤ تو اسے نئی بات سمجھ کر چونکیں گے، عادت پڑ گئی ہے، آنکھ کھول کر یہی دیکھا، سمجھ لیے کہ تیرہ سو برس سے یہی ہے، کسی کتاب سے سند کی کیا ضرورت، یہ خود ہی تیرہ سو برس کی تاریخ ہیں، سارا زمانہ انہیں کی آنکھوں کے سامنے گزرا ہے، اب جو حدیث و احکام فقہ حق بات کے لیے پیش کیجیے اسے یوں سنتے ہیں کہ گویا یہ ان کے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث ہی نہیں، گویا یہ ان کی مذہبی کتابوں کے احکام ہی نہیں، اور اپنے ذہن میں جو ایک بات بس گئی ہے، جو لفظ کسی کتاب کا دیکھیں اس سے وہی معنی سمجھتے ہیں۔ "عند" ہے تو اس کے یہ معنی کہ منبر کی ٹکر سے ملی ہوئی۔ "بین یدیہ" ہے تو اس کے یہی معنی ہیں کہ خطیب کی گود میں رکھی ہوئی۔ اب ہزار آیتیں، حدیثیں، اقوال ائمہ سنائیے کہ "بین یدیہ" اور "عند" دونوں کا حاصل محاذی و پیش نظر ہے۔ مگر کون سنتا ہے۔ خیر کسی دیوبندی سے کیا کام، اور اسے مسلمانوں کی نماز و اذان سے کیا علاقہ، مگر اللہ عزوجل ہمارے سنی بھائیوں کی آنکھیں کھول لے، آمین۔

لہ "عند" کے معنی گڑھنے میں اس عیارہ تحریر کو جو منظور ہے۔ وہ اس میں بھی اللہ و رسول۔ جل وعلا و
للہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ کی شان میں اپنا دلی بخار ہی نکالنا چاہتی ہے۔ عند کے معنی وہ اتصال کے لیتی ہے
ذان و منبر میں کرر کھا ہے۔ بالکل سن سے سن نہ ملی ہو۔ تو خیر چند گرہ کا فاصلہ سہی جب کہ "عند" اس
کے لیے ٹھہر گیا تو آیت اولیٰ کے اتنے معنی رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کمال قریب
از پست کرو۔ اور چند گز کے فاصلہ سے سر پر کھڑے چیخو چلاؤ، غل مچاؤ؛ کیوں کہ اب "عند
اللہ" تو رہا نہیں۔ بہت کرو تو خود حضور کے کلام فرماتے وقت یا خود حضور سے کچھ عرض کرنے میں نہ
اقی حضور کے سامنے آپس میں جتنا چاہو غل مچاؤ۔ دربار اقدس کو مچھر ہٹا کر دو۔ کچھ مضایقہ نہیں۔

مسلمانو! دیکھا دیوبندیوں کے دل میں یہ ادب ہے رسول اللہ کا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

آیت (۳) کے دیوبندی معنی یہ ٹھہرے کہ منافقین حضور کی بارگاہ میں کمال مقرب تھے، حضور
نو سے زانو ملا کر بیٹھتے۔

آیت (۴) کے دیوبندی معنی یہ ہوئے کہ ہر ادنیٰ سا ادنی جاہل پرہیزگار کمال قرب میں انبیا
ں اور خود سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کا شریک ہے۔

اسمعیل جی دہلوی نے تو چھوٹے بڑے بھائی کا فرق رکھا بھی تھا، انھوں نے برابر ہی کے بھائی
یا۔

آیت (٦) کے دیوبندی معنی میں اور بڑھ کر قیامت ہے کہ بارگاہ عزت پر حملہ ہے کہ کافروں کا
رسے نہایت قریب، اس کی بارگاہ میں کمال مقرب ہے؛ کیوں کہ عند کے معنی حاضر کے نہیں جو ائمہ
نے ارشاد فرمائے ہیں، بلکہ خاص قریب کے ہیں، ایسا قرب جو منبر کی گگر اور مؤذن کے پاؤں کے
، میں ہوتا ہے، دروازہ تک مؤذن ہٹا اور بعد المشرقین ہو گیا، اب قرب کہاں صادق آسکتا ہے۔
ول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم. اسی لیے تو "منبر کے پاس"۔ "منبر کے قریب" چھ جگہ جلی قلم
ا، جیسے اوپر "امام کے آگے"۔ "خطیب کے آگے" پانچ جگہ جلی قلم سے تھا۔

"الحمد للہ" کہ وہ ان کی اگلی پچھلی جلی قلم کی سب جلی بھنی راکھ ہو گئی۔ دیوبندی تحریر کی چوتھی
ں بھاری دھوم دھامی اصل یہ "عند" کی چیخ پکار تھی۔ الحمد للہ کہ اس کی اس اصل میں بھی خطا ہی نکلی۔

آگے چلیے وباللہ التوفیق۔

(۱۴) الحمد للہ دیوبندی عیارہ تحریر آپ ہی چرچی کہ "عند المنبر" سے بھی کام نہ چلے
[illegible]

پیچھے گیا۔ ''عند'' سے عوام کو اندھا کرنا چاہا تھا الٹی اپنی ہی گئیں۔ سرے سے (پاس) کا لفظ لکھا تھا وہ پاس کا فیل ہوا۔ بے چاری عیارہ جان پر تو کھیل گئی، اب اگر سنت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رد نہیں ہوتی تو کیا کرے۔

اسی شش و پنج میں تھی کہ دیوبندیت کے استاذ شفیق نے آکر تھپکی دی کہ ہیں تو اور اضطراب۔ تو اور پیچ و تاب۔ کیا ہوئے وہ ہتھکنڈے؟ جو ایں جانب نے ''سیف النقي'' میں سکھائے تھے کہ دل سے کتابوں کے نام تراش لو۔ ان کے مطبع بنالو۔ صفحے گڑھ لو۔ عبارتیں تصنیف کرلو۔ اور اپنے خصم سے نسبت کردو۔ کہ دیکھو! تم تو یہ کہتے ہو اور تمہارے آبائے کرام و مشائخ عظام قدست اسرارہم اپنی فلاں کتابوں، مطبوعہ فلاں، فلاں مطالع کے اتنے اتنے صفحات پر، یہ یہ فرماتے ہیں۔ حالانکہ دنیا میں نہ وہ کتابیں پیدا ہوئیں۔ نہ ان کے وہ صفحے۔ نہ ان کی وہ عبارات۔ سب نری افترائی بہتانی ملعونی گڑھت۔ اور بکمال حیاداری سر بازار آنکھیں دکھا کر خصم سے نسبت۔

آج تک کسی آریہ یا پادری نے بھی یہ حرکت نہ کی ہوگی۔ اور پھر ایسی ناپاک بے باک ملعون سفاک کتاب دیوبندی مُلّوں نے چھپوائی۔ دیوبندی مدرسہ نے شائع کی۔ دیوبندی مصنف مولوی اصغر حسین صاحب مرید خاص جناب گنگوہی صاحب نے اشتہار دے دے کر بیچی۔

حضرت تھانوی صاحب کے وکیل مطلق مولوی مرتضی حسن چاند پوری نے اس پر افتخار کیا۔ ان کے دوسرے وکیل و نائب اعظم مولوی حسین احمد نے اس سے استناد کیا۔ پھر استناد سے بڑھ کر اس پر اعتماد کیا۔ جناب مولوی تھانوی صاحب یہ سب کچھ کراتے رہے۔ دیکھا کیے۔ راضی رہے۔ تنبیہوں کے بعد بھی وہی ان کی خاموشی۔ اور وہی اس ملعون لال کتاب کے بیچنے کی گرم جوشی۔ پھر ایسی با حیا طبیعتیں اور کسی گڑھنت پر سند لانے میں رکیں۔ دیوبندیت کے استاذ شفیق نے جو اتنا سہارا دیا، اب کیا تھا دیوبندیت سوتے سے اچھل پڑی۔ قریب تھا کہ شادی مرگ ہوجائے۔ ظلمت ظلم کی آدھی رات اور اندھا کھاتا، اور جلدی کی بوکھلاہٹ گھبرا کر ٹٹولا تو امام عینی کی ''بنایہ'' پر ہاتھ پڑا۔ باچھیں چر کر کانوں کے پیچھے پہنچیں اور فرمایا:

''اب بھی کچھ شبہ ہو تو اس سے بھی زیادہ تصریح سنیے! علامہ عینی ہدایہ کے قول: ((إذا صعد الإمام المنبر وجلس وأذن المؤذن بين يدي المنبر بذلك جرى التوارث)) کی شرح میں لکھتے ہیں:

((أي من زمن عثمن))(۱)

یعنی منبر کے آگے اذان ہونا حضرت عثمان کے وقت سے ہے۔ علامہ عینی کی اس تصریح نے تو ناویل کا دروازہ بریلوی مجیب پر بند کر دیا؛ کیوں کہ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ منبر کے آگے اذان ہونا عثمان کے وقت سے ہے۔

اب اگر منبر کے آگے کے معنی منبر کے مقابل خارج از مسجد لیے جاویں گے تو علامہ موصوف کا حضرت عثمان کے زمانہ سے ہے غلط ہوگا، کیوں کہ یہ تو مجیب بریلوی کے زعم میں جناب رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت سے ہے نہ کہ حضرت عثمان کے وقت سے، پس روشن ہو گیا کہ فقہا کے کلام عنی ہیں کہ منبر کے قریب اذان دینا مسنون ہے" انتهى بلفظ السخيف الكثيف

مسلمانو! مسلمانو! نہ فقط مسلمانو! ہر ملت ومذہب کے عربی دانو! ذرا اس دیوبندی عیارہ تحریر کی یانت، مجرمانہ شید، بے ایمانی، پکی دغابازی، کھلی حرفت شیطانی ملاحظہ ہو۔

اولاً: امام عینی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اصل عبارت یہ ہے:

بنایہ جلد اول صفحہ ۱۱۴:

"م : بـذلك" ش : أي بـالأذان بيـن يـدي الـمنبـر بعد الأذان الأول على ة "م : جرى التوارث" ش : من زمن عثمان بن عفان إلى يومناهذا" (۱)

یعنی دوسری اذان منبر کے سامنے پہلی اذان منارہ کے بعد ہونا، یہ امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ ہ کے وقت سے آج تک چلا آتا ہے۔ وہ تو صراحۃً اذان خطبہ بعد اذان منارہ ہونے کو زمانۂ ذی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بتا رہے ہیں، اس لیے کہ زمانہ رسالت وزمانہ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں طبہ سے پہلے کوئی اذان تھی ہی نہیں، اس سے پہلے اذان امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مائی جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں تصریح ہے، تو اذان خطبہ کا اذان منارہ کے بعد ہونا یہ منین عثمان کے وقت سے ہے۔ امام عینی تو یہ فرماتے ہیں اور اس فاجرہ غادرہ نے ان کے کلام سے لأذان الأول على المنارة" کتر ون کر کے ٹھہرا دیا کہ: وہ منبر کے سامنے ہی اذان ہونے کو زمانہ سے بتاتے ہیں۔

جب اللہ عزوجل کسی قوم کا ایمان ودین لیتا ہے اس سے حیا چھین لیتا ہے کہ حیا تو ایمان کے ہے۔ بے ایمان کو حیا سے کیا علاقہ۔ مسلمانو! یہ چھل پیچ ہیں جن سے تمھیں چھلا جاتا ہے، اور تم اسے

[illegible]

فتوائے مبارکہ بریلی کا جواب سمجھتے ہو۔
دیکھو! دیوبندیت کالی بلا ہے، کفری بن کا بھینسا ہے، بھینسے کی دم پکڑے پار نہ ہوگے۔ آگے تم جانو تمھارا کام۔
ثانیاً: اور ظلم دیکھیے! عینی میں اسی کے متصل اس سے ملی ہوئی بالکل بلا فصل یہ عبارت ہے:
م: "ولم يكن على عهد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إلا هذا الأذان" ش: أي الأذان الذي يوذن بين يدى المنبر" (١)
یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں فقط یہی اذان منبر کے سامنے والی تھی۔
دیکھو! وہ تو صاف فرما رہے ہیں: کہ اذان خطبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس سے محاذی منبر ہے، اور یہ خاسرہ غادرہ کہتی ہے کہ "علامہ عینی کے نزدیک منبر کے آگے اذان ہونا حضرت عثمان کے وقت سے ہے"
مسلمانو! یوں دن دہاڑے اندھیری تم پر ڈالی جاتی ہے، اور تم فتوے کا جواب سمجھ رہے ہو۔
دیکھو: دیوبندیوں نے کوا حلال کیا ہے، اس کی خصلتیں آگئی ہیں، کوّے کے پیچھے جانے والا راہ نہیں پاتا۔

إذا كان الغراب دليل قوم سيهديهم طريق الهالكينا(٢)

ثالثاً: اور سنیے! امام عینی اس کے چار ہی سطر بعد فرماتے ہیں:
"الأذان الأصل الذي كان على عهد النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بين يدي المنبر" (٣)
اصلی اذان وہ ہے کہ زمانہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں منبر کے آگے تھی۔
اور یہ فاجرہ خاسرہ کہتی ہے۔ "علامہ عینی فرماتے ہیں: منبر کے آگے ہونا حضرت عثمان کے وقت سے ہے"
مسلمانو! دیوبندی گھوری یوں خاک اڑا کر تمھیں چوپٹ گنگوہی بنایا چاہتی ہے۔ اور تم اسے فتوے کا جواب خیال کرتے ہو۔

---

(١) [البناية شرح الهداية: البيع والشراء بعد أذان الجمعة، ٣/ ٩٠]

(٢) [السحر الحلال في الحكم والأمثال: ١/ ١٠]

(٣) [البناية شرح الهداية: البيع والشراء بعد أذان الجمعة، ٣/ ٩١]

دیکھو! اندھے کے پیچھے چلنے والا اوندھا کوئیں میں گرتا ہے۔

ہر کہ پس کور شد   درچاہ دور گور شد

مسلمانو! اسلام کی حرارت کچھ بھی باقی ہے تو اس ظالمہ عیارہ کذابہ مکارہ دیوبندی تحریر سے پوچھ
:

او فاجرہ! کیا ''وانتم سکرٰی'' چھوڑ کر ''لاتقربوا الصلوۃ'' پکڑنے والا مسلمان ہوتا ہے۔

او خاسرہ! کیا امام عینی کے اسی کلام، اسی مقام، انہیں سطروں میں وہ تین جملے تجھے نہ سوجھے۔ خاص اسی عبارت میں تھا۔ دوسرا بالکل اس کے متصل۔ تیسرا اسی صفحہ میں اس سے چار ہی سطر بعد بن بند کر کے تینوں ہضم کر گئی اور امام عینی پر یہ جیتا بہتان جیتی مکھی نگل کر جڑ دیا۔

کیا دیوبندیوں کے قرآن سے ﴿فنجعل لعنة الله على الكذبين﴾ کا جملہ نکال دیا گیا۔ کیا ہے۔ تمہارا امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی اپنی کتاب ایذاء الحق مسمی ظلما ''ایضاح الحق صفحہ ۱۴۴'' میں لکھ ''سلب قرآن مجید بعد انزال ممکن ست'' جب اللہ واحد قہار کی صفتیں بھی تمہارے امام کے نزدیک ٹتی ہیں تو اگر تم نے امام عینی کے کلام سے کچھ جملے سلب کر لیے کیا اچنبھا ہے۔ وسیعلم الذین ی منقلب ینقلبون۔ ؎

ای دزد بکف چراغ اخسا

تحریر دروغ ولاغ اخسا

بدنامی کان پور کم کن

ای تھانہ بھون الاغ اخسا

ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

رابعاً: پیارے بھائیو! یہ تو تم نے اس عیارہ تحریر کی بھاری خیانتیں، پکی بے حیائیاں، کامل بے دیکھیں، مگر اس میں جو اس کی اصلی تہ ہے وہ نہ سمجھے۔ یہ عیارہ چور تی تو تمہارے دین کو چورنگ ٹھی ہے۔ تمہارے ائمۂ اسلام پر طعن جمانے چلی ہے۔ اس دغابازی میں بھی وہی مطلب ہے۔

اولاً: اتنا سمجھ لو کہ مسجد میں اذان دینا دربار الٰہی کی بے ادبی و گستاخی ہے، اور یہ ادب کوئی عرف بں، بلکہ ہمیشہ سے ملحوظ و محفوظ ہے، شاہد اس کا مشاہد ہے۔ دربار شاہی میں اگر چوب دار عین مکان بں کھڑا ہوا چلائے کہ ''درباریو! چلو سلام کو حاضر ہو'' ضرور گستاخ بے ادب ٹھہرے گا، جس نے بار نہ دیکھے ہوں ......

پکاری جاتی ہے، چپراسی خود کمرۂ کچہری میں کھڑا ہو کر چلائے، اور حاضریاں پکارے، تو ضرور مستحق سزا ہو، اور ایسے امور ادب میں شرعاً عرف معہود فی الشاہد ہی کا لحاظ ہوتا ہے۔

محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

"یحال علی المعھود من وضعھا حال قصدالتعظیم فی القیام والمعھود فی الشاھد منه تحت السرة"(۱)

مع ہٰذا حدیث نے مسجد میں چلانے سے بھی منع فرمایا ہے۔

بحرالرائق وردالمحتار میں ہے:

"جنبوا مساجد کم صبیانکم ومجانینکم وبیعکم وشراء کم ورفع أصواتکم"(۲)

اپنی مسجدوں کو اپنے بچوں اور دیوانوں اور خرید و فروخت اور آواز بلند کرنے سے بچاؤ۔

"قلت رواه ابن ماجة عن واثلة بن الأسقع وعبدالرزاق في مصنفه بسند أسلم عن معاذبن جبل رضي الله تعالیٰ عنه عن النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم۔"

تو اس سے عام تر ادب کی طرف خود حدیث میں ارشاد موجود ہے، اور علما نے اس ممانعت کو ذکر کے لیے بھی عام ہونے کی تصریح فرمائی جب تک شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استثنا نہ ثابت ہو۔

درمختار میں ہے:

"یحرم فیه (أي في المسجد) السؤال ویکره الاعطاء ورفع صوت بذکر الا المتفقھة"(۳)

مسجد میں سوال حرام اور دینا مکروہ اور بلند آواز سے ذکر بھی مگر

نہ کہ اذان کہ ذکر خالص بھی نہیں، جیسا کہ امام عینی نے شرح ہدایہ میں تصریح فرمائی، بلکہ شرع مطہر نے مسجد کو ہر ایسی آواز سے بچانے کا حکم فرمایا ہے جس کے لیے مساجد کی بنا نہ ہو۔

صحیح مسلم شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"من سمع رجلاً ینشد ضالة في المسجد فلیقل لاردھا الله علیك، فإن المساجد

---

(۱) [فتح القدیر: باب صفة الصلاة، ۱/۲۸۷]

(۲) [البحر الرائق شرح کنز الدقائق: فصل استقبال القبلة، ۲/۳۷]

(۳) [illegible]

ہذا"(۱)
جو گمی ہوئی چیز کو مسجد میں دریافت کرے اس سے کہو اللہ تیری گمی چیز تجھے نہ ملائے، مسجدیں اس
بیں۔
حدیث میں حکم عام ہے اور فقہ نے بھی عام رکھا۔
رمختار وغیرہ میں ہے: "کرہ إنشاد ضالة"(۲)
و اگر کسی کا مصحف شریف گم گیا اور وہ تلاوت کے لیے مسجد میں پوچھتا ہے، اسے بھی یہی جواب
یں اس لیے نہ بنیں، اگر اذان دینے کے لیے اس کی بنا ہوتی تو ضرور حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ
بد کے اندر ہی اذان دلواتے، یا کبھی کبھی تو اس کا حکم فرماتے، مسجد جس کے لیے بنی زمانہ اقدس
سجد میں ہونا کبھی ثابت نہ ہو، یہ کیوں کر معقول۔ تو وجہ وہی ہے کہ ا... حاضری دربار پکارنے کو
و دربار حاضری پکارنے کو نہیں بنتا۔ ہمارے بھائی اگر گردنیں عظمت الٰہی کے حضور جھکا کر
رکر کے براہ انصاف نظر فرمائیں تو جو بات ایک منصف یا جنٹلمین کی کچہری میں نہیں کر سکتے،
ن عز جلالہ کے دربار کو اس سے محفوظ رکھنا لازم جانیں، نہ کہ حدیث کا وہ ارشاد، پھر کتب معتمدۂ
ریح تصریحات، کہ مسجد میں اذان منع ہے، سب کچھ دیکھیں اور ایک بے سند رواج پر اڑے
انصاف بھائیو! یہ آپ کی شان نہیں۔
ب یہ دیوبندی عیارہ تحریر براہ افترا امام عینی پر ڈھال کر امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
بڑتی ہے کہ معاذ اللہ پہلے انہوں نے سنت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بدلا، اور دربار الٰہی کے
پشت ڈالا۔ و العیاذ باللہ رب العلمین۔
خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سنت میں اضافہ کر سکتے ہیں، جیسے امیر المؤمنین ذی النورین
لیٰ عنہم نے اذان اول زیادہ فرمائی، مگر۔ عیاذاً باللہ! سنت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
، اور ادب چھوڑ کر بے ادبی پالنے سے ان کے دامن پاک ومنزہ ہیں، مگر بے ادب لوگ محبوبان
بنا ہی سا سمجھتے ہیں۔
خامساً: جب یہ مان لیا کہ اذان خطبہ زمان اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مسجد

صحیح مسلم: باب الهني عن نشد الضالة، ۱/۳۹۷]
الدر المختار: فروع افضل المساجد، ۱/٦٦٠]

سے باہر ہوتی تھی، زمانۂ صدیق میں باہر ہوتی رہی، زمانۂ فاروق میں بھی باہر ہی ہوا کی، اکثر مدت خلافت میں ذوالنورین نے بھی باہر رکھی، پھر وہ کون سا باعث پیدا ہوا کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت مستمرہ کو امیر المؤمنین نے بدل کر باہر کی اذان اندر کر لی، اذان اول تو اس لیے اضافہ فرمائی کہ مسلمان بفضلہٖ تعالیٰ کثیر ہو گئے ہیں دور تک آواز پہنچے، تو اذان خطبہ بھی مطابق سنت باہر ہی رکھنی لازم تھی کہ جس نے پہلی آواز نہ سنی ہو دوسری سنے۔

بحر الرائق جلد ا صفحہ ۲۷۸ میں فرمایا:

"تكراره مشروع كما في أذان الجمعة ؛ لأنه لإعلام الغائبين، فتكريره مفيد لاحتمال عدم سماع البعض"(۱)

نہ کہ اسے بند مکان میں کر لینا کہ دور تک آواز نہ جانے پائے، یہ سنت کے بھی خلاف، مصلحت کے بھی خلاف، اپنے مقصد کے بھی خلاف، تو۔معاذ اللہ! دیوبندی عیارہ نے یہ ٹھہرایا کہ امیر المؤمنین نے نہ صرف بلا وجہ بلکہ برخلاف وجہ محض ضد سے سنت کو بدل ڈالا۔

مسلمانو! اس عیارہ کی چوٹیں دیکھتے جاؤ، تمھیں تو یہ گمان ہے کہ یہ مسئلہ اذان لکھ رہی ہے، اور وہ تمھیں دھوکے دے کر اندر ہی اندر تمھاری مسلمانی کی جڑ کھکل رہی ہے۔

(۱۵) وہ تو پوت کے پاؤں پالنے ہی میں نظر آتے ہیں، کسی بے چارے کرایے والے مجہول غیر معروف کو یہ پرانوں سیانوں کی چالاکیاں کہاں سے آتیں۔

ع: کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

تلملاہٹ کی چھچلیاں تو دیکھیے:

اول "بين يدي" کو پکڑا اور پکڑتے ہی چھوڑ دیا کہ اس کے معنی بحث طلب ہیں، دوبارہ "عند" کے معنی میں ائمۂ اصول وعلمائے عربیت وخود فقہائے کرام حتیٰ کہ خود قرآن عظیم کے خلاف گڑھت کر کے اس سے "بين يديه" کی مرہم پٹی چاہی، اور نہ بنتی دیکھ کر فوراً الگ چھوڑ کر چمپت، کہ اب بھی شبہ ہو تو زیادہ تصریح سنیے، سہ بارہ امام عینی پر جیتے جیتے جوڑ کر ذوالنورین پر نکھرنے کی ٹھہرائی، اور جانا کہ یہ سفید جھوٹ کب تک چلے گا، جو امام عینی کا کلام دیکھے گا دیوبندی فریب کے منہ پر تھوکے گا۔لہذا چوتھی بار اس پایہ پر بھی نہ جم کر فوراً ایک بے چارے مروانی بادشاہ ہشام بن عبد الملک کی طرف پٹھا پھیر

ملے کی بلا اس کے سر ڈالی کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و جملہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم مستمرہ اس نے بدلی، اور ساتھ ہی سمجھ لیا کہ یہ ثابت بھی ہو جائے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ لہ خلفائے راشدین کی دوامی سنت کے رد میں ایک ظالم مروانی کی بدعت کیا سند ہو سکے گی، جس ل اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹے سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے سیدنا امام زین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے سیدنا امام زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ناحق ناروا سولی دے کر جس کی سولی کے نیچے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پریشان کھڑے ہوئے نظر آئے کہ ہیں: میرے بیٹوں کے ساتھ یہ کیا جاتا ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیک وعلیہم وبارک وسلم۔

لہذا محض بلا ثبوت، محض بزور زبان، محض براہ بہتان، یہ پیوند لگا دیا کہ.....

"امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد، امام مالک، ودیگر ائمہ کے زمانے میں یہ اذان منبر کے قریب ان مجتہدین نے اس اذان کو منبر کے پاس ہوتے دیکھا، اگر بدعت تھا تو کیوں سکوت فرمایا؟"

مسلمانو! کسی نوسکھ کو اتنی عیاریوں کی کیا لیاقت، ہو نہ ہو ضرور یہ چک پھیریاں عالی جناب وسیع شیخ جی تھانوی صاحب ہی کی ہیں جیسا کہ ثقات نے بیان کیا۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش

من انداز تنت را می شناسم

بہر پردہ سرائی من بہ لہجہ

لب نغمہ زنت را می شناسم

مسلمانو! اللہ اس شدید و مدید ظلم بعید کو دیکھو کہ جب اس عیارہ دیوبندی تحریر نے کسی طرح اپنی ہتی نیچے جھاڑ کر افتراؤں پر اتر پڑی۔ امام اعظم پر افترا، امام مالک پر افترا، امام شافعی و امام احمد پر زمانے کے جملہ ائمۂ مجتہدین پر افترا، امام عینی پر افترا، داؤدی پر افترا، ابن الحاج پر افترا، بارہ سو نام علما پر افترا، بے چارے ہشام پر افترا، ساری امت مرحومہ پر افترا ولا حول ولا قوۃ الا ی العظیم۔

لوگ باطل کی پیروی بھی کرتے ہیں مگر خدا نہ کرے کہ آنکھ کا پانی اتنا ڈھلے۔ مسلمانو! قریب منبر معنی مراد جو ہم نے خود فقہائے کرام کے ارشادات سے ثابت کر دیے، جب تو چشم ما روشن دل ردیوبندی کرتوت سب برباد۔ اور اگر یہ مقصود کہ جوف مسجد میں منبر کے متصل، تو ذرا شیخ جی

اولاً: آپ نے کس کتاب میں دیکھا ہے کہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں یہ اذان داخل مسجد متصل منبر ہوتی تھی، امام نے دیکھی اور مقبول رکھی۔

مسلمانو! یہ تو کچھ اشکال نہیں۔ شیخ جی نے اگر کسی معتمد کتاب میں اس کی تصریح دیکھی ہے تو بتادیں، کتاب دکھادیں، چلیے فیصلہ ہوگیا۔ اور اگر نہ دکھا سکیں، اور ہم کہے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ دکھا سکیں گے، تو بس اتنا لکھوا لیجیے کہ انھوں نے کسی کتاب میں تو نہ دیکھا، ہاں خواب میں دیکھا۔ خواب کی تعبیر ہمیں آتی ہے۔

مسلمانو! اس سوال کا جواب ہاں یا نہ صاف دو حرفی لے لو۔ کسی کتاب میں اس مضمون کی تصریح نہ دیکھی تو پہلے اتنا صاف صاف لکھ دیں کہ نہ دیکھی۔ بعد کو اگر مگر، ہیر پھیر جتنی چاہیں دکھائیں، اس کا علاج بفضلہٖ تعالیٰ ہمارے پاس موجود ہے۔ یہ نہ ہو کہ ہاں نہ، صاف نہ کہیں، اور پہلے ہی سے چین، مین، غین، پین، شروع فرمادیں۔

دوم، سوم، چہارم: بقیۂ ائمۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قبول فرمانا اگر ثابت ہو بھی سکتا تو اگر چہ مذہب حنفی پر حجت نہ ہوتا مگر دیوبندی کو اس کے دروازے تک پہنچانے کے لیے یہ بھی پوچھ دیکھیے: کہ آپ نے کس کتاب میں دیکھا کہ امام مالک، امام شافعی، امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں یہ اذان داخل مسجد متصل منبر ہوتی۔ ان ائمۂ کرام نے دیکھی اور مقبول رکھی؟۔

پنجم، ششم، ہفتم: امام عینی پر تو اس بدذات دیوبندی تحریر نے جو جیتے چٹے رکھے ان کی تفصیل تو آپ سن ہی چکے ہیں، مگر یہاں اس کے لفظ یہ ہیں کہ:

''عینی کہتے ہیں یہ اذان قریب منبر حضرت عثمان کے وقت سے آئی ہے، اور داؤدی وابن الحاج کہتے ہیں ہشام کے وقت سے ہے''

شیخ جی سے یہی پوچھ دیکھیے کہ عینی یا داؤدی یا ابن الحاج کے کلام میں ''قریب منبر'' کا لفظ کہاں ہے۔ صدہا اَن ہوئی جوڑنے سے تو یہ آسان تھا کہ دیوبندی تحریر ایک آیت گڑھ لیتی کہ دیکھو قرآن مجید میں لکھا ہے کہ جمعہ کی اذان منبر کی کگر سے مل کر ہو۔ جھگڑا طے تھا، ہزار جھوٹ کی جگہ ایک ہی جھوٹ کافی ہوجاتا۔ رہا یہ کہ قرآن مجید پر افترا میں عذاب سخت تھا۔ تو اللہ ورسول کو جو گالیاں منہ بھر کر دی ہیں ان کا عذاب اور اشد ہے۔ جہاں لادی وہاں سوار ادی۔ ایں ہم برعلم۔

ہشتم: جانے دو ہشام ہی سے صحیح ومقبول ومعتمد ثبوت دے دو کہ اس نے یہ اذان منبر سے ملا کر

نہم: عیارہ تحریر بھی الگ الگ افترا اٹھاتے پست ہوگئی، اس لیے ایک چٹا ساری امت مرحومہ پر
۔ آخر ایک ایک نام کہاں تک گنتی، اس دیدہ دلیری کو دیکھیے کہ:

”ہشام کے زمانہ سے تو اس کا قریب منبر ہونا سب کو تسلیم ہے“

چلیے چھٹی ہوئی، ساری امت مرحومہ افترا میں آگئی۔ عیارہ ایک تنفس سے تو ثبوت لا نہ سکی کہ
کے زمانہ میں قریب منبر تھی، اور بہتان رکھ دیا ساری امت پر۔

دہم: اوروں پر افترا تو ایک ایک افترا ہے، مگر امام مدینہ طیبہ سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر
ار افتراؤں کا ایک افترا ہے۔ عیارہ کہتی ہے کہ:

”امام مالک نے اس اذان کو منبر کے پاس ہوتے دیکھا سکوت فرمایا“

حالاں کہ اذان متصل منبر ہونا بالائے طاق، امام مدینہ نے تصریح فرمائی ہے کہ سرے سے اذان
ب کے سامنے ہونا ہی بدعت ہے، اور صراحۃ اس سے نہی فرمائی اور یہ اذان بھی منارے ہی پر سنت
ن کی کتب مذہب ان تصریحات سے گونج رہی ہیں، کتب مالکیہ کی عبارات رسالہ ”اذان من اللہ“
یں۔ ملک مغرب میں کہ اکثر سکان اسی جناب رفیع کے مقلد ہیں آج تک اذان خطبہ بیرون مسجد
ہوتی ہے۔

علامہ اسکندری مالکی پھر علامہ یوسف سفطی مالکی حاشیہ جواہر زکیہ شرح مقدمہ عشماویہ صفحہ ۱۸۸
تے ہیں:

"الأذان الثاني كان على المنار في الزمن القديم، وعليه أهل المغرب إلى الآن
بين يدى الإمام مكروه، كما نص عليه البرزلي وأنه قد نهى عنه مالك".(۱)

یعنی اذان ثانی زمانہ سلف میں منارہ پر تھی اور اہل مغرب آج تک اسی روش پر ہیں، اور اس کا
، سامنے کہنا مکروہ ہے جیسا کہ امام برزلی نے تصریح کی۔ اور بے شک امام مالک نے اس کی
فرمائی۔

مسلمانو! اس عیارہ سے پوچھنا اسی کو سکوت فرمانا کہتے ہیں ”تف برروئے دروغ تو“

یازدہم: ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کیا تھوڑا افترا ہے۔ امام کی کتب مذہب بلا ذکر
سوماً فرما رہی ہیں کہ مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ مسجد میں اذان مکروہ ہے۔ جن کا ذکر فتاوائے

مبارکہ میں گزرا، اگر امام مسجد میں اذان ہوتی دیکھتے اور اسے تسیم فرماتے تو فقہ حنفی میں اس کے خلاف کیوں کر مذکور ہوتا۔ اگر امام کے نزدیک اس کا جواز صرف اذان خطبہ میں ہوتا تو قطعاً واجب تھا کہ فقہائے حنفیہ اس ممانعت سے اسے مستثنیٰ کر دیتے اور فرمادیتے کہ ہمارے امام نے جس اذان کو مسجد میں ہوتے دیکھا اور روا رکھا وہ اذان خطبہ تھی، اس کی اجازت ہے۔ باقی اذانیں مسجد میں مکروہ ہیں۔ مگر ایسا ہرگز کسی نے نہ کہا، تو صاف روشن ہوا کہ امام کا اسے دیکھ کر سکوت وتسلیم فرمانا محض دغابازی کا سیاہ جھوٹ ہے۔

فائدۂ جلیلہ: ان بیانات نفیسہ سے بحمداللہ تعالیٰ اس شبہ کا بھی ازالہ ہوگیا جو بعض اذناب دیوبندیہ نے لکھا کہ:

”اذان ثانی قریب منبر ادا کی گئی ہے، اس پر کل کا اجماع ہے، اور اجماع حجت ہے“

ایک مسخرے نے کہا: ”جمیع امصار مسلمین کا اسی پر عمل ہے اور جمیع مذاہب اسلام خصوصاً مذاہب اربعہ اسی پر ہیں“

ایک اور اجہل مطلق نے کہا:

”رسول اللہ صلعم(!) فرماتے ہیں:

((لایجتمع امتی علی الضلالۃ))(!) میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔

اب سب لوگ اذان ثانی اندر دیتے ہیں“

سبحان اللہ! سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلاف پر، جماہیر مالکیہ خلاف پر، کتب حنفیہ خلاف پر، مغرب کے ملک بھر کا عمل خلاف پر۔ اور تمام امت کا اجماع تمام بلاد کا عمل ہوگیا۔ کوئیں کی مینڈکیں آسمان اتنا ہی دیکھتی ہیں۔

دوازدہم: خدا کا شکر کہ خدا کا دھرا سر پر، عیارہ نے علما کا یہ قول مانا کہ:

”یہ اذان جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت میں قریب منبر نہ تھی“

مگر گڑھی یہ کہ علما کو اس میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں: زمانۂ اقدس ہی میں قریب منبر تھی۔ بہت اچھا، یہ قول علما کہ زمانہ اقدس میں قریب منبر نہ تھی خود اس عیارہ کو تسلیم ہوا، اب وہ دوسرے علما بتانے اس کے ذمے رہے۔ دھرم سے کہے کس کتاب میں ہے کہ بعض علما زمانہ اقدس میں مسجد کے اندر متصل منبر مانتے ہیں۔

یارب! اگر دیوبندی عیارہ مذاہب وعلما بھی دل سے گڑھ لیتی ہے۔
سیزدہم: عیارہ بھولی بھی حد کی بنتی ہے، علما کے تین قول ٹھہرائے:
(۱) زمانۂ اقدس سے قریب منبر ہے۔ بالکل گڑھت۔
(۲) امام عینی کہتے ہیں زمانۂ ذوالنورین سے ہے۔ بالکل جھوٹ، امام عینی پر زندہ افترا۔
(۳) زمانہ ہشام سے ہے۔ اسے دو مالکی علما: داؤدی وابن الحاج کی طرف نسبت کیا، ابن الحاج
ل داؤدی کے متبع ہیں۔
داؤدی کے قول کو حافظ الشان امام ابن حجر شرح صحیح بخاری میں نقل کر کے فرماتے ہیں:
جلد۴ صفحہ۳۹۴: ''هذاالذي ذكره يغني ذكره عن تكليف رده فليس له فيما قاله
ـ''(۱)
ہم مسلمان کہتے ہیں ۔صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ یہ صلعم بلعم دیوبندیہ کی بولی ہے، ''فتاوی
خانیہ'' سے اس پر حکم کفر تک منقول ہوا جیسا کہ علامہ سید طحطاوی نے حاشیہ درمختار میں فرمایا۔۱۲
(۲)۔ دیوبندی تحریر میں حدیث یونہی تحریف سے لکھی ہے "تجتمع" کا "یجتمع"۔۱۲
یہ جو داؤدی نے ذکر کیا، اس کی حکایت ہی اس کے رد کی تکلیف سے بے نیاز کرتی ہے، اس لیے
ؤدی سے پہلے کسی نے یہ باتیں نہ کہیں کہ پہلے یوں تھی ہشام نے یوں کی۔ یعنی یہ ایسی بے اصل بے
بے ثبوت بات ہے کہ اس کا ذکر ہی اس کے رد کو بس ہے۔
رولیش ببیں حالش مپرس
تو حاصل یہ ہوا کہ تین قول جن کے بھروسے پر یہ عیارہ کودی اچھلی، اور امام اعظم ائمۂ اربعہ سب
معاذ اللہ! بدمذہبی وتقیہ کا تحفہ لے کر چلی، ان میں دو تو نرے جھوٹ اور خود اس کی اپنی گڑھت ہیں،
تیسرا محض باطل وبے اصل، مگر بھولی عیارہ اس پر شرماتی نہیں، بلکہ فرماتی ہیں کہ:
''یہ اقوال بجائے خود صحیح ہوں یا غلط ہم اس وقت اس سے بحث نہیں کرتے''
بجا ہے، اس سے کیوں بحث کیجیے گا، یہیں تو دکھتی ہے۔ اے سبحان اللہ! سندیں سب جھوٹ اور
بے ثبوت۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔
مسلمانو! ایسی بات وہاں کہتے ہیں کہ علما کے چند اقوال ہوں، ان میں ایک ضرور حق ہو، اور ایک

بات ان سب میں مشترک ہو، تو وہاں اس مشترک پر ان سے سند لا سکتے ہیں، کہ ان میں کوئی قول صحیح ہو، آخر اتنی بات تو سب نے کہی ہے، یہ بہر حال ہے۔

نہ کہ سب قول کذب و دروغ و بے ثبوت ہوں، اور فرما دیجیے کہ ان کی غلطی سے ہمیں بحث نہیں، اتنی بات تو ان سب میں ہے، یعنی ہر جھوٹے اور بے ثبوت میں ہے، لہذا ثابت ہے۔

جیسے کوئی بھولی مورت تین دستاویزیں پیش کرے، تینوں مختلف، مگر ایک بات ان سب میں لکھی ہو، ان میں دو نری جعلی ہوں اور ایک محض بے ثبوت۔ اب وہ بھولی کیا فرماتی ہیں کہ ان دستاویزوں کے جعلی و بے ثبوت ہونے سے ہمیں بحث نہیں آخر اتنی بات تو ان سب میں ہے۔ انصاف سے کہنا! اس بھولی ادا پر کس کا جی نہ چاہے گا کہ ہنس کر منہ چوم لے۔

چہاردہم: اور مزہ سنیے!

علامہ محدث جلیل محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ "شرح مواہب شریف جلد ۷ صفحہ ۴۳۵" میں امام ابن الحاج مالکی کی نقل عبارت اور اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

"(لما كان عثمان أمر الأذان قبله على الزوراء ثم نقله هشام إلى المسجد) أي: أمر بفعله فيه (وجعل الآخر) الذي بعد جلوس الخطيب على المنبر (بين يديه) بمعنى أنه أبقاه بالمكان الذي يفعل فيه، فلم يغيره بخلاف ما كان بالزوراء فحوله إلى المسجد على المنار"(۱)

یعنی یہ جو علمائے مالکیہ نے فرمایا کہ ہشام نے اذان خطبہ محاذی خطیب کی، اس کے یہ معنی ہیں کہ اس نے اس اذان میں کوئی تبدیل نہ کی، وہیں رکھی جہاں زمانۂ رسالت و خلافت میں تھی۔ ہاں! پہلی اذان میں یہ تغیر کیا کہ مسجد سے دور بازار میں ہوتی تھی وہ اسے مسجد میں منارہ پر لے آیا۔

چلیے وہ سارا جھگڑا ہی گیا کہ ہشام نے تبدیل کی اور ائمہ نے سکوت فرمایا۔

علامہ محدث فرماتے ہیں: ہشام نے اس میں کوئی تبدیل ہی نہ کی وہیں رکھی جہاں زمانہ رسالت میں ہوتی تھی، زمانہ رسالت میں کہاں ہوتی تھی۔ "على باب المسجد" مسجد کے دروازے پر۔

اللہ اللہ خیر صلاح۔ شیخ جی تھانوی صاحب! اب "سب کو مسلم ہے" کی خبریں کہیے، وہ جڑ ہی کٹ گئی جس پر کودتے تھے۔

پانزدہم: بفرض باطل ہشام نے تبدیل کی بھی، پھر اس سے کیوں کر لازم آیا کہ وہ تبدیل اسی
نہ میں تمام بلاد اسلام میں پھیل گئی کہ امام اعظم وتمام ائمہ مجتہدین کا دیکھنا اور ساکت رہنا ثابت ہو، پھر
اپر یہ جزم کہ امام اعظم نے دیکھی اور ساکت رہے۔ اللہ رے تیری شوخ چشمی۔

شانزدہم: مسلمانو! اصل بات یہ ہے کہ اذان خطبہ میں حنفیہ شافعیہ حنبلیہ اور بعض مالکیہ کے
یک بھی سنت یہ ہے کہ محاذی خطیب ہو، اور یہی حدیث مذکور سنن ابی داؤد سے ثابت، اور امام مالک
ہور مالکیہ کے نزدیک محاذات خطیب بدعت، اور اس اذان کا بھی منارہ پر ہونا سنت۔

علما وکتب مالکیہ مثل مجموعہ (۱) امام ابن القاسم تلمیذ خاص سیدنا امام مالک (۲) وکافی امام ابوعمر
ن عبدالبر (۳) توضیح شیخ خلیل (۴) وبرزلی (۵) واسکندری (٦) ویوسف سفطی (۷) وامام ابن الحاج
ے اس کا بیان حصہ سوم اذان من اللہ میں ہے۔

یہ مالکیہ کہ محاذات خطیب ممنوع وبدعت جانتے ہیں، ان میں سے امام داؤدی نے یہ زعم کیا کہ
ام پہلا وہ شخص ہے جو اس اذان کو منارے سے ہٹا کر محاذات خطیب میں لایا، اور محققین کہتے ہیں نہیں
محاذات خطیب زمانۂ اقدس سے ہے، ہشام نے اس میں کچھ تغیر نہ کیا، ہاں پہلی اذان کہ امیر المؤمنین
ن غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدود مسجد سے دور بازار میں دلوتے تھے، اسے ہشام مسجد کے منارے پر لے
۔ تو اختلاف اس بات میں ہے، کہ محاذات خطیب سنت قدیمہ ہے یا بدعت ہشام ہے؟ اس عیارہ نے
یحرفون الکلم عن مواضعه﴾ میں یہود کی میراث لے کر اختلاف اس میں ٹھہرا دیا کہ اذان متصل
رہونا زمانۂ اقدس۔ یا زمانۂ ذی النورین۔ یا زمانۂ ہشام سے ہے۔ حالاں کہ زنہار اس کا نہ کہیں پتا، نہ
ی نے ہشام کی نسبت بھی اسے کہا۔ زمانہ رسالت وزمانہ خلافت تو عظیم چیز ہے ذکر اختلاف میں کہیں
مل منبر کا نام تک نہیں۔

ولے از مفتری نہ تواں بر آمد   کہ او از خود سخن می آفریند

داؤدی کا کلام امام عینی نے شرح صحیح بخاری جلد ۳ صفحہ ۲۹۱ میں یہ نقل فرمایا:

"كانوا يؤذنون في أسفل المسجد، ليسوا بين يدى الإمام، فلما كان
شام جعل بين يديه". (۱)

پہلے پائیں مسجد میں اذان ہوتی تھی محاذات امام نہ تھی، ہشام نے اسے محاذی خطیب کرلیا۔ ابن

الحاج مالکی نے مدخل جلد۲صفحہ ۱۰۴پر فرمایا:

"هشام جعل المؤذنين الذين كانوا يؤذنون على المنار في عهد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وأبي بكر وعمر وعثمان رضى الله تعالىٰ عنهم يوذنون بين يديه إذا صعد الإمام على المنبر ، وأخذ الأذان الذي زاده عثمان رضى الله تعالىٰ عنه فجعله على المنار فهذا الذي أحدثه هشام". (۱)

یعنی اذان خطبہ زمانہ رسالت وخلافت میں منارے پر ہوتی تھی، ہشام نے محاذی خطیب کرائی، اور پہلی اذان کہ "زورا" پرتھی منارے پر کرلی، یہی ہے جو ہشام نے حادث کیا۔ یہ حصر ملحوظ رہے۔

خود اس عیارہ نے امام ابن الحاج کا کلام یہ نقل کیا:

"نقل الأذان الذي كان على المنار حين صعود الامام على المنبر على عهد النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وأبي بكر وعمر وصدر من خلافة عثمان بن عفان رضى الله تعالىٰ عنهم بين يديه". (۲)

یعنی وہ اذان کہ وقت خطبہ زمانہ رسالت وخلافت میں منارے پر ہوتی تھی ہشام اسے محاذات خطیب میں لے آیا۔ امام ابن الحاج مالکی کا قول ابھی گزرا۔

"جعل الآخر بين يديه". ہشام نے اذان ثانی کو محاذی خطیب کیا۔

غرض یہ مالکیہ جو محاذات خطیب کو بدعت جانتے ہیں، منارہ پر قائم رکھا جہاں پہلے ہوتی تھی بس اتنی بات ہے، اتنا اختلاف ہے۔ اس میں متصل منبر وقریب منبر کا کہیں لوف تک ہے ؎

ولی ازمفتری نہ تواں برآمد کہ اوازخود سخن می آفریند

مسلمانو! جب آنکھ کا پانی ڈھل جائے تو آدمی جو چاہے بک دے۔

ع: بے حیاباش وآں چہ خواہی کن

"إذا لم تستح فاصنع ماشئت". (۳)

مسجد کے دو حقیقی اطلاق اور قرآن مجید سے ان کے ثبوت رسالہ "اذان من اللہ" حصہ دوم میں

---

(۱) [المدخل: ۲/۱۰٤]

(۲) [المدخل: فصل الكرسي الكبير، ۲/۲۰۸]

اب یہیں نہ دیکھیے علامہ زرقانی نے اذان اول کو خود ہی فرمایا: ہشام نے مسجد میں کہے جانے کا حکم
ور دو سطر بعد خود ہی بتادیا کہ منارے پر۔ تو داودی نے کہ پائیں مسجد میں کہا یہ تو اور بھی سہل تر ہے
له الحمد۔

ہفدہم: عیارہ کی اس چال کو بھی سمجھے؟ یہ مانا کہ اذان میں یہ بدعت ہشام نے ایجاد کی، اور
پر یہ ٹھہراتی ہے کہ امام اعظم اور سب ائمہ راضی ہوئے، سب نے بخوشی قبول کرلی، یعنی یہ ائمہ ظالم
ہوں کی تقلید میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وخلفائے راشدین کی سنت کو چھوڑ دیا کرتے تھے۔
حول ولاقوة الا بالله العلي العظيم.

ہاں! شاید مروانی ظالم بھی اس کے نزدیک خلفائے راشدین میں ہوں گے، اور اتنا بھی کافی نہیں
ن کو تغییر سنت کا اختیار دیا جائے گا، سنت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدل کر جو یہ حادث کریں وہی
ہو جائے گا۔ اب کہاں گئے وہ "كل بدعة ضلالة و كل ضلالة في النار" (۱)
کلیے۔ اور اگر کہیے کہ وہابیہ نے تو سب قرون ثلثہ والوں کو مالک شریعت مانا ہے کہ وہ جو نکال دیں حق
، بعد والے جو نکالیں باطل، اور ہشام بھی قرون ثلثہ میں تھا تو جناب یزید پلید علیہ ما علیہ تو اس سے بھی
لیس برس پہلے تھا، وہ اس سے بھی بڑھ کر مالک شریعت اور قتل امام حسین خالص سنت ہوگا؟۔
حول ولاقوة الا بالله العلي العظيم.

(۱۶) مسلمانو! یہ عیارہ اس تغییر سنت کو اذان الجوق پر قیاس کرتی ہے۔ اول تو ابن الحاج کا کلام
سراسر خلاف تحقیق ہے۔ وہ کہتے ہیں: اذان خطبہ منارے پر تھی، زمانہ رسالت میں منارہ ہی نہ تھا۔ وہ
ہیں: ہشام نے محاذی خطیب کرلی، حالاں کہ زمانہ رسالت سے محاذی خطیب ہے۔ وہ کہتے ہیں
نہ رسالت میں تین شخص یکے بعد دیگرے اذان دیتے، تیسرے کی اذان کے بعد حضور خطبہ شروع
تے، ہشام نے تینوں سے ایک ساتھ اذان دلوائی کہ اذان الجوق ہے حالاں کہ زمانہ رسالت میں
ف ایک ہی اذان ہوتی تھی۔ صحیح بخاری شریف میں اس کے لیے خاص باب وضع کیا:

"باب المؤذن الواحد يوم الجمعة"

اور اس میں سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث لائے:

"إن الذي زاد التأذين الثالث يوم الجمعة عثمان بن عفان حين كثر أهل المدينة

ولم يكن للنبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مؤذن غير واحد، وكان التاذين يوم الجمعة حين يجلس الامام يعني على المنبر". (۱)

امیہ سے ارادۂ امیر المؤمنین بھی ممکن جیسا رسالہ "امام ابن ابی زید مالکی" میں اذان جمعہ کی نسبت ہے:

"هذا الأذان الثاني أحدثه بنو أمية". (۲)

فاکہانی نے شرح میں کہا:

"يعني الثاني في الاحداث وهو الأول في الفعل". (۳)

اور اس سب سے قطع نظر ہو تو اذان جماعت مؤید مقصود شرع ہے کہ اذان سے غرض اعلام ہے، چند مجتمع آوازیں دور تک جائیں گی، اعلام زائد ہوگا، بخلاف اذان متصل منبر کہ خلاف سنت سید ابرار، خلاف سنت خلفائے اخیار، خلاف مقصود اعلان واشتہار، بے ادبی در بار واحد قہار۔ عز جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ہے، اس کا اس پر قیاس کیسا؟

علامہ خیر رملی نے ایک جائز بات پر توارث سے استدلال کیا۔ یہ عیارہ ایک ناجائز کو رواج سے سنت کیا چاہتی ہے۔ یوں تو مسجد میں دنیا کی باتوں کا رواج اس سے بہت (۱) زائد ہے۔ اور غیبت کا اس سے بھی زیادہ۔

---

(۱) اذان جمعہ صرف شہروں میں ہوگی، اور وہ بھی شہر میں گنتی کی جگہ، اور وہ بھی جماعت بھر میں ایک شخص کا فعل، اور وہ بھی آٹھویں دن۔ اور مسجد میں دنیا کی باتیں، شہر و دیہات کی ہر مسجد میں ہر روز بہت حاضرین سے۔ اور کثرت غیبت میں مسجد و غیر مسجد، نمازی و غیر نمازی، وقت نماز و دیگر اوقات سب شامل ہیں۔ وحسبنا الله ونعم الوكيل.

جب مسئلہ شرعیہ مقرر ہو چکا کہ مسجد میں اذان منع ہے۔ اور سلطان عالم گیر رحمہ اللہ تعالیٰ کے وقت تک کے علما یونہی لکھتے آئے تو مسئلہ کے خلاف رواج پکڑنا کیسا؟۔

اُس کی چال بھی سمجھے، وہ یہ چاہتی ہے کہ خلاف شرع رواج پکڑنا تمھیں سکھا کر گناہوں کو تمھاری نگاہ میں ہلکا بلکہ حلال کرے، مگر الحمد للہ! عیارہ نے خود وہابیت کے پاؤں میں کلہاڑی ماری۔ مجلس میلاد

---

(۱) [صحيح البخاري، كتاب الجمعة باب المؤذن الواحد يوم الجمعة۔ ۹۱۳: ۱/۲۱۶]

(۲) [الثمر الداني شرح رسالة ابن أبي زيد القرواني باب في صلاة الجمعة۔ ۱/۲۳۲]

، اور اس میں قیام مسعود کس درجہ عرب وعجم میں شائع محمود۔ اذان جوق کے رواج کو اس کے تعامل
نسبت۔ تو الحمد للہ! یہ سب محمود وسنت۔ بلکہ شاید تعزیہ داروں کو بھی یہ عیارہ کچھ اپنی نہانی منفعت سے
مد کرے کہ تعزیہ کا رواج بھی ہندوستان جیسے وسیع ملک میں کتنی مدت سے ہے، اور دنیا بھر میں ہونا
در نہیں۔ سارے جہاں میں اذان جوق کہاں ہے؟۔

(۱۷) مسلمانو! عیارہ تمہارے ساتھ ایک اور چال کھیلتی ہے۔ فقہ حنفی میں جو قاہر تصریحات ہیں
ن مسجد میں منع ہے، مسجد میں مکروہ ہے، اس کے معنی یہ ٹھہراتی ہے کہ:

''اذان متعارف جو نماز کے لیے ہوتی ہے مکروہ ہے نہ اذان خطبہ''۔

اور آگے کہتی ہے: لفظ ''اذان'' سے ''اذان متعارف مراد ہے جو عند الاطلاق متبادر ہے۔

اولاً: اس اذان کو نماز کے لیے نہ ٹھہرانا کیسا شریعت مطہرہ پر افترا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
م اور صدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے وقت میں جمعہ کو یہی اذان ہوتی تھی، اور وقت خطبہ ہی
ی، وقت خطبہ ہونے سے وہ خطبہ کے لیے ہوگئی نماز کے لیے نہ ہوئی۔ تو حاصل یہ ٹھہرا کہ رسول اللہ
للہ تعالیٰ علیہ وسلم وشیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ اقدس میں نماز جمعہ محض بلا اذان ہوتی تھی۔ خدا
ؤمنین عثمان کا بھلا کرے کہ انہوں نے نماز جمعہ کی یہ بے کسی دفع کی اور اسے بھی اور نمازوں کی طرح
کا حصہ دیا۔ نہیں نہیں انھوں نے بھی کچھ نہ کیا، زمانہ رسالت میں خطبہ کے وقت ہو کر اذان خطبہ کے
ہری تھی، انھوں نے کب نماز ہونے کے وقت کہلوائی کہ نماز کی ٹھہرتی، زوال کے وقت دلوائی، تو
کی ٹھہری نہ نماز کی۔ آدمی جب اتنا بونگا بے ہنگم ہو تو شریعت ونماز واذان کو اپنی بانگ بے ہنگام سے
انہ معاف رکھے۔

ثانیاً: فقہائے کرام تمام احکام اذان ''باب الاذان'' ہی میں ارشاد فرماتے ہیں۔ ''باب الجمعہ''
رف وہ دو ایک خاص باتیں جو اذان خطبہ کے لیے مخصوص ہیں: جیسے محاذی خطیب ہونا ذکر کرتے
باب الاذان کے احکام تو یہ عیارہ اس اذان کے لیے مانتی ہی نہیں کہ اس کے نزدیک وہاں یہ اذان
ی نہیں۔ اب وہ صدہا احکام اس اذان کے لیے کس گھر سے لائے گی؟۔ اگر کہے بدلیل مساوات
النص یعنی جیسی اور اذانیں ویسی ہی یہ بھی۔ لہذا اس پر بھی وہی احکام آئیں گے، تو یہ حق کا قبول ہوا
عقل کے راستہ سے۔ اب بھی تو یہی ٹھہرا کہ مسجد میں ممانعت وکراہت کا حکم جو اور اذانوں کو لکھا تھا وہی
ران پر وارد۔

ثالثاً: تنویر الابصار مع در (فر ۱۱۔

"باب الأذان هو إعلام مخصوص".(۱)

اس پر درمختار میں فرمایا:

"لم يقل بدخول الوقت ليعم الفائتة وبين يدى الخطيب".(۲)

کہیے: اب تو کھلا کہ باب الاذان اذانِ خطبہ کو بھی شامل۔

رابعاً: اذان ثانی جمعہ قطعاً اذان ہے، اور یہ عیارہ خود بھی اسے اذان جانتی، اذان مانتی، اذان کہتی ہے، تو قطعاً عام اذان کے احکام اس کو شامل، مگر یہ عیارہ اسے یوں باہر کیا چاہتی ہے کہ اذان جمعہ متعارف نہیں، لہٰذا اطلاق کے وقت متبادر نہ ہوگی۔ اذان جمعہ متعارف کیوں نہیں، اس لیے کہ آٹھویں دن آتی ہے، لہٰذا وہ معروف ہی نہ رہی۔ یہ کلام ہے یا سرسام کا ہذیان؟۔

خامساً: بھائیو! تم نے وہ چال تو سمجھی ہی نہیں جو عیارہ نے اس میں رکھی ہے۔ طہارت بدن، طہارت جامہ، طہارت مکان، استقبال قبلہ، نیت، فرائض، واجبات، سنن، مستحبات، مکروہات، محرمات، مفسدات، ہزار در ہزار احکام مطلق نماز کے ہیں کہ سب نمازوں کو عام ہیں۔ فقہائے کرام کیا جانتے تھے کہ ایسے مکار پیدا ہونے والے ہیں، انھوں نے جس طرح مطلق اذان کے عام احکام "باب الأذان" میں بیان فرمائے اور "باب الجمعه" میں صرف وہ جو اذان جمعہ سے خاص تھے۔ یوں ہی "كتاب الطهارت۔ باب شروط الصلاة۔ باب صفة الصلاة ۔باب المفسدات والمكروهات" میں مطلق نماز کے احکام ارشاد فرمائے۔ اور باب الجمعہ میں صرف وہ کہ نماز جمعہ سے خاص تھے۔

اب یہ عیارہ کہتی ہے کہ نماز جمعہ ان احکام میں داخل نہیں، وہاں لفظ "نماز" سے نماز متعارف مراد ہے جو عند الاطلاق متبادر ہے۔ نماز جمعہ آٹھویں دن آتی ہے یہ متعارف کہاں، اور عید کی تو سال بھر بعد آتی ہے، اور کسوف کی برسوں بعد، اور استسقا کی قرنوں بعد۔ تو وہ احکام ان نمازوں میں سے کسی کو شامل نہیں۔ یہ نمازیں وضو بے وضو، غسل بے غسل، کپڑا پاک ناپاک، منہ قبلہ کو یا کدھر ہی کو جیسے چاہو پڑھو۔ ان نمازوں میں باتیں کرتے، کھانا کھاتے، پانی پیتے جاؤ، غرض ان میں جس خاص نماز کے لیے جس خاص حکم کی تصریح نہ ملے اس میں تم پر شریعت کا کوئی حکم نہیں، جو چاہو کرو۔ مسلمانو! دیکھا یہ عیارہ تمھیں کیسا گمراہ کیا چاہتی ہے؟۔

---

(۱) [الدر المختار على التنوير الأبصار باب الأذان :۱/۳۸۳]

سادساً: مسلمانو! معنی آفتاب سے زیادہ روشن ہو گئے، ادعائی عمل درآمد قدیم کا حال کھل گیا کہ
ب محض بناوٹ، محض افترا۔ مگر یہ عیارہ اپنی ڈھٹائی سے باز نہیں آتی، تمام علما پر افترا جڑ دیا کہ آج
عالم نے یہ معنی نہ سمجھے، کہ ہر اذان مکروہ ہے۔ اس عیارہ کی اصطلاح میں تو اس کے مخرج شیخ جی
صاحب بھی عالم ہیں، جن کو بات سمجھنا محال ہے۔ جناب گنگوہی صاحب بھی عالم ہیں، جن کی
اکو احلال ہے۔ ورنہ ائمہ وفقہا ومعتمدین ومستندین سلف سے خلف تک سب آ کر اس کے کان میں
ہوں گے کہ ہم نے یہ معنی نہ سمجھے۔ علمائے کرام جو معنی سمجھے وہ ہمارے اس ثالث ورابع سے واضح
رسالہ کی ابتدا میں صفحہ ۵ و ۶ پر گزرے۔ نیز اس یازدہم سے کہ گزارش پانزدہم میں گزرا اور کچھ نہ
ہائے کرام کا سالبہ کلیہ "لایوذن فی المسجد" کوئی اذان مسجد میں نہ دی جائے، ہمیں بس۔ فعل
میں ہے، اور نکرہ حیز نفی میں عام، اور عام اپنے افراد کو مستغرق، اور اذان جمعہ بھی قطعاً فرد اذان،
ناروا پھر مجبر کو مفر کدھر۔

سابعاً: مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی تو صاف تصریح کر رہے ہیں کہ اذان خطبہ مسجد سے باہر ہی
ہے، مگر صرف اس جرم پر کہ انھوں نے بیان سنت کے لیے حدیث نقل امام ابن الحاج کیوں پیش
پر بھی یہ افترا جڑا کہ "یکرہ الأذان فی المسجد" کا یہ مطلب نہ سمجھا کہ اذان خطبہ منبر کے
عت ہے" وہ یہ جتانا چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا منقول ہے؟ اس کے
ث وروایت ہی پیش کرنی تھی۔ اس سے یہ سمجھنا کہ ان کے نزدیک فقہا کے حکم کراہت میں اذان
نہیں کیسا، کھلا جنون ہے۔ جب وہ مانتے ہیں کہ باہر ہونا سنت تو ضرور اندر ہونا خلاف سنت ہے،
سنت مکروہ ہے، تو بے شک اذان خطبہ اس حکم کراہت میں داخل مانتے تھے، مع ہذا حدیث کے
ہ کی سند ذکر نہ کرنے کا ان سے استعجاب ایسی ہی بھونرے کی پلی عیارہ کو ہوگا۔ غرض افترا پر آئی تو
کا ایک نہ چھوڑا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم.

(۱۸) حدیث مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس عیارہ کا استہزا دیکھیے، حدیث میں فرمایا:
ور کے مواجہہ میں مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی، اس پر کہتی ہے:

"دروازۂ احاطۂ مسجد مراد ہے یا درعمارت مسجد"؟

یعنی معلوم نہیں کہ مسجد کے دروازے سے مسجد کا دروازہ مراد ہے یا دالان کا در۔ کرانی سے کرانی
یا تھانی۔ اور یہ احتمال کیوں چھوڑ دیا؟ کہ مسجد سے مسجد مراد ہے یا چوپال۔

یعنی معلوم نہیں کہ مسجد جو بناتے ہیں تو سجدہ کے لیے زمین رکھتے ہیں یا دیواریں؟

''اگر خارج تھا تو معلوم نہیں کہ اذان دروازے کی دیوار یا چھت پر ہوتی تھی یا نیچے''

یعنی دروازے میں کواں کھود کر اس کے اندر، کہ دروازے کے نیچے تو یونہی ہوگی۔ اور اس کا بھلا کیا احتمال ہوتا؟ کہ دروازے کی زمین پر۔

''اگر نیچے ہوتی تھی، تو معلوم نہیں کہ دروازے کے متصل یا دروازے کے اندر''

یعنی جب فرض کر لیا گیا: چار پائی جناب تھانوی صاحب کے نیچے ہے، تو اب معلوم نہیں کہ چار پائی تھانوی صاحب کے متصل ہے، یا تھانوی صاحب کے اندر۔

''اگر متصل تو معلوم نہیں کہ بیرونی جانب یا اندرونی''

نہیں بلکہ اندرونی منبر سے ملی ہوئی، جبھی تو علی باب المسجد۔ کیوں کہ مکان کا دروازہ پچھیت کو کہتے ہیں۔

''اگر اندرونی جانب تھی تو معلوم نہیں کہ وہ جگہ خارج مسجد تھی یا داخل''

لادریت ولا تلیت۔ دیو بندیو! شیخ جی تھانوی صاحب کا علاج کراؤ، طوطے کو ''دریں چہ شک'' کی لت تھی، انھیں ''معلوم نہیں'' کی علت لگ گئی ہے۔ جو کچھ ہے ''معلوم نہیں'' یہاں تک کہ شی کے عین اور غیر میں فرق معوم نہیں۔

اولاً: آج تک کسی عاقل نے مکان کے اندر دالان کے در کو مکان کا دروازہ کہا ہے۔

ثانیاً: یہ بھی خبر نہیں کہ مسجد اقدس میں حصہ مسقّف میں کوئی اگیت نہ تھی جس میں در ہوتے، کھجور کے تنوں پر چھت قائم تھی، ایک چوب سے دوسری تک جو فاصلہ ہے اسے ''بین الساریتین'' کہتے ہیں، نہ کہ باب۔ کیا کسی مستند کتاب سے ثبوت دے سکتے ہو کہ اسے "باب المسجد" کہا ہو۔

ثالثاً: ہر کمی ہر حاجی جانتا ہے کہ کعبہ معظّمہ میں ایک ہی دروازہ ہے۔ تھانوی صاحب کے طور پر کعبہ کے سترہ دروازے ہوں گے کہ اس کی چھت چھ ستونوں پر ہے۔

رابعاً: خیمہ کا دروازہ ہوتا ہے۔ قنات کا ہوتا ہے۔ کہ دیوار اینٹ کی نہ ہوئی کپڑے کی سہی، مگر تھانوی صاحب کی بولی میں شامیانے کے کتنے ہی دروازے ہوتے ہوں گے، ہر چوب سے دوسری تک ایک دروازہ۔

خامساً: شیخ جی تھانوی صاحب کا دہن ضرور دروازہ ہے، مگر دونوں پاؤوں کی چوبوں میں جو

سادساً: معلوم نہیں کی تو ٹھہر ہی گئی ہے، شیخ جی کو یہ کیا معلوم ہوتا کہ دروازۂ مسجد ہمیشہ مسجد بمعنی
یے خارج ہوتا ہے، اور بہ معنی دوم میں داخل، اور اتنا ہی خروج اذان خارج مسجد کو درکار۔ دیکھو! ''
ن اللہ'' حصہ دوم۔

سابعاً: شیخ جی بڈھے ہوئے مگر آج تک یہ معلوم نہیں کہ چھت ڈیوڑھی کی ہوتی ہے نہ کہ باب کی۔

ثامناً: چھت پر ہوتی تو ''بین یدیہ'' کب ہوتی یونہی، دروازے کے نیچے زمین کے اندر بھی ''
یہ'' نہ تھی، رہی دیوار وہ بھی مسجد کریم میں سات ہاتھ بلند تھی، اس پر بھی ''بین یدیہ'' نہ رہتی تو یہ
یں بے ہودہ اور شیخ جی کا ہذیان ہیں۔

تاسعاً: اصل شق کہ عین مفاد لفظ تھی، اور اس کے بعد پچھلی تشقیقیں سب بے دلیل کے باعث
ں، قصداً اڑادی، یعنی دروازے کی زمین پر ہونا۔ اب آپ ہی متعین ہے کہ دروازے کے اندر
ازے کی فضا میں دروازے کی زمین پر تھی، شیخ جی کی چوتھی تشقیق باطل ہوئی، اور اس کے ساتھ ہی
اور چھٹی اڑ گئی کہ دروازے سے ہٹ کر حدیث میں کہاں ہے کہ پوچھیے اندر کی طرف ہٹ کر یا باہر
، پھر پوچھیے کہ اندر کی طرف ہٹ کر تو وہ جگہ مسجد تھی یا باہر۔ غرض شیخ جی کی چھ تشقیقوں میں پہلی اور
بتون ہیں، اور چوتھی پانچویں چھٹی باطل ومجنون۔ رہی تیسری اس کی تین باطل شقیں لیں اور صحیح
وڑدی جو اصل ارشاد حدیث تھی۔

مسلمانو! یہ تمسخر کیا جاتا ہے حدیث محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے۔

عاشراً: شیخ جی کو مسجد اقدس کا نقشہ معلوم ہوتا تو جانتے کہ اندرونی جانب کیا تھی، مگر وہاں معلوم
سبق پڑھا ہے، دیگر ہیچ۔

(۱۹) مسلمانو! تمہارے ساتھ ایک جُل یہ کھیلا ہے کہ فقہائے کرام کی تصریحات کہ اذان مسجد میں
ہے، اذان مسجد میں منع ہے، یہ عبارہ اس میں یہ شک ڈالتی ہے کہ کیا معلوم کہ یہ امام کا ارشاد ہو۔ وہ تو
''معلوم نہیں'' پڑھ لیا، یہ ہر بات میں کافی ہے۔

مسلمانو! فقہا کی عادت یہ ہے کہ جس مسئلہ میں امام اعظم سے صاحبین یا ایک نے خلاف کیا ہو۔
تعالیٰ عنہم۔ اس میں تو بتاتے ہیں کہ یہ قول امام ہے، اور صدہا کتابوں میں ہزار ہا جگہ اس میں بھی
یح نہیں کرتے، صرف قول امام بلا نسبت لکھ دیتے ہیں کہ صاحب مذہب وہ ہیں، انھیں کا قول قول
ہاں صاحبین کا بھی اتفاق ہوا سے تو امام کی طرف نسبت کرتے ہی نہیں کہ خلاف صاحبین کا ایہام

معلوم کہ امام نے فرمایا یا ان لوگوں نے اپنے دل سے گڑھ لیا۔

مسلمانو! اس کی چوٹیں دیکھتے جاؤ۔ فقہ تمہارے امام کی ہے، مذہب تمہارے امام کا ہے، جو کچھ فقہ حنفی میں بلانسبت غیرے لکھا ہے سب تمہارے امام ہی کا ارشاد ہے جب تک خارج سے غیر کی تخریج ثابت نہ ہو۔

(۲۰) محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام امت مرحومہ صحابہ کرام سے آج تک کوئی تو اس کے افترا سے بچا نہیں، کیا حضور کو افترا سے چھوڑ دیتی، لہذا ہمارے رام پوری بھائی کے فضلہ سے وہی استناد اسے بھی ہاتھ لگ گیا، یعنی حدیث صحیح ابوداؤد کے رد کو، حدیث صحیح بخاری کے خلاف تفسیر جو یبر والی روایت مردودہ پر سر منڈانا، اور وہی فتح الباری کا حوالہ دینا، اور فتح الباری میں جو اس کا رد فرمایا ہے جملے کے جملے چھوڑ جانا۔ بحمد اللہ تعالیٰ سوال ۱۹ سے سوال ۳۰ تک اس کے بارہ رد کافی ووافی "اذان من اللہ" کے حصہ دوم میں گزرے، ان میں اگلے دو کے سوا باقی دسوں اس عیارہ پر بھی نازل اور ان کے سوا اور بھی۔

مثلاً یازدہم: جو یبر و محمد بن اسحٰق کو ایک پلّے میں رکھنا کہ.....

"جیسے جو یبر مجروح ہے یونہی محمد بن اسحاق بھی"

مسلمانو! محمد بن اسحاق کی جلیل توثیقیں اجلۂ ائمۂ دین سے تم اوپر سن چکے کہ وہ ثقہ ہیں، صدوق ہیں، حسن الحدیث ہیں، ان کی حدیث صحیح ہے، ان کی مدح میں ائمۂ محدثین کے ستر قول اوپر گزرے، کہاں وہ اور کہاں جو یبر، جس کی نسبت تہذیب الکمال و تذہیب التہذیب و تہذیب التہذیب و میزان الاعتدال ولآلی مصنوعہ و علل متناہیہ و خلاصۃ التہذیب مع الزیادات کسی کتاب میں اصلاً کسی محدث سے ثقہ تو ثقہ صدوق تک کا لفظ نہ نقل کیا، نہ خود لکھا، لکھا تو یہ کہ امام نسائی نے کہا: متروک الحدیث ہے۔ علی بن الجنید نے کہا: متروک ہے۔ یحییٰ بن معین نے کہا: کوئی چیز نہیں، ضعیف ہے۔ علی بن مدینی نے کہا: بشدت ضعیف ہے۔ یعقوب بن سفیان نے بتایا کہ وہ ان میں ہے جن کی روایات سے نفرت کی جائے۔ ابوداود نے کہا: وہ اپنے ضعف پر ہے۔ دارقطنی نے کہا: متروک الحدیث ہے۔ ابن عدی نے کہا: اس کی حدیث و روایات پر ضعف آشکار ہے۔ ابواحمد حاکم نے کہا: اس کی حدیث گئی گزری۔ حاکم صاحب مستدرک نے کہا: میں اس کے ذمہ سے اللہ کی طرف براءت کرتا ہوں۔ ابن حبان نے کہا: ضحاک سے الٹی ہوئی حدیثیں روایت کرتا ہے۔ لآلی میں کہا: ہالک ہے، برباد ہے، یک لخت متروک ہے۔ ذیل میں لسان المیزان امام ابن حجر سے نقل کیا: محدثین کے نزدیک متروک الحدیث ہے۔ تقریب میں کہا بہ شدت ضعیف ہے۔ احمد بن سیار

، جن سے تفسیر لکھنے میں سہل انگاری ہوگئی، حدیث میں ثقہ نہیں، نہ ان کی حدیث سنی جائے نہ تفسیر۔
امام خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی سے اس کی تفسیر کا بھی حال سنیے نیز اس کا اور ابن اسحاق کا
عظیم۔
اتقان صفحہ ۴۴۸ میں فرماتے ہیں:

"ومن ذلك طريق ابن اسحاق عن محمد بن أبي محمد (إلى قوله) هي جيدة وإسنادها حسن، وقد أخرج منها ابن جرير وابن أبي حاتم كثيراً"(۱)

یعنی تفاسیر ابن عباس کے جید طرق روایت سے وہ ہے کہ محمد بن اسحاق نے محمد بن ابی محمد سے
کیا۔ یہ طریق جید ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ اس سند سے ابن جریر وابن ابی حاتم نے بکثرت
لیں۔ پھر تفسیر ضحاک کا منقطع ہونا ذکر کرکے فرماتے ہیں:

"وإن كان من رواية جويبر عن الضحاك فأشد ضعفاً؛لأن جويبراً شديد
بف متروك ولم يخرج ابن جرير ولا ابن أبي حاتم من هذا الطريق شيئاً".(۲)

اگر ضحاک سے جویبر کی روایت ہو تو اور بھی سخت ضعیف ہے، اس لیے کہ جویبر شدید الضعیف
ہے، اس کی سند سے نہ ابن جریر نے اصلاً کوئی روایت لی نہ ابن ابی حاتم نے۔

للہ انصاف! اسے ابن اسحاق کا مقابل کرنا کیسی بے حیائی اور ناواقفوں کو فریب دہی ہے۔

دوازدہم: شدید شوخ چشمی، کمال ڈھٹائی یہ کہ اس مردود روایت کو حدیث صحیح، کتاب صحاح پر
یح کہ:

"عمل درآمد سے جویبر کی روایت حسن اور ابن اسحاق کی مردود"

عمل درآمد قدیم کا حال اوپر روشن ہولیا کہ محض کذب و دروغ ہے۔ اور حال کے عمل درآمد سے
حدیث وفقہ دونوں کے مخالف ہو حدیث صحیح کو مردود نہیں کرتے مگر مردود۔

سیزدہم: دونوں کو انقطاع میں برابر کر دینا کہ:

"ابن اسحاق کی روایت بوجہ مدلس ہونے کے متصل نہیں"

اس کے شافی رد اوپر گزرے، اور یہ کہ یہ حدیث متصل ہے، اور یہ کہ یہ جہالت اصول حنفیہ سے مردود ہے۔

---

۱ [الاتقان في علوم القرآن النوع الثاني الثمانون: في طبقات، ٢٣٩/٤]

چارد ہم: روایت جو یبر پر اعتراض یہ گڑھا کہ.....

''محمد بن اسحاق کی روایت کے خلاف ہے''

تاکہ اس پر رد کر سکے، ورنہ ہرگز امر مبحوث عنہ میں اسے حدیث ابن اسحاق سے کچھ بھی خلاف نہیں۔ حدیث ابن اسحاق نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے دروازۂ مسجد پر اذان ہونا بتاتی ہے۔ اور روایت جو یبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ہونا کہتی ہے۔ دروازہ سے ساکت ہے، یہ اصلاً خلاف نہیں۔ اور اگر روایت جو یبر حدیث ابن اسحاق سے خلاف کرتی تو ضرور مردود ہوتی کہ کہاں شدید الضعیف متروک کی روایت، اور کہاں حسن الحدیث ثقہ صدوق کی حدیث۔

مگر عیارہ نے براہ مکاری اعتراض کی تبدیلی کر لی، روایت جو یبر پر اعتراض یہ ہے کہ وہ احادیث صحیحہ مشہورہ مرویۂ صحیح بخاری وغیرہ کے خلاف ہے کہ اذان اول کو زیادت فاروق بتاتی ہے، حالانکہ صحاح ومشاہیر سے ثابت کہ وہ زیادت ذی النورین ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ یہی فتح الباری جس سے یہ شوخ چشم روایت جو یبر لائی ہے اسی میں یہیں یہیں اس کے متصل تھا:

"وقد تواردت الروايات أن عثمان هوالذي زاده فهوالمعتمد"(١)

اس سلسلہ میں روایات پے در پے آئیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی اس اذان کا اضافہ فرمایا، لہذا یہی لائق اعتماد ہے۔

دیکھو مخالفت حدیث بخاری وغیرہ احایث کثیرہ مشہورہ کے باعث صاف بتادیا کہ روایت جو یبر منکر ونامعتمد ہے۔ عیارہ اسے اڑا گئی۔ اس سے پہلے اس روایت کو فرمایا تھا: ''ولا يثبت'' بے ثبوت ہے۔ عیارہ نے اسے بھی اڑا دیا۔ اور ساتھ ہی تاریخی واقعات سے اس کی بے ثبوتی کا ثبوت دیا تھا کہ:

"لان معاذاً كان خرج من المدينة إلى الشام في أول ماغز الشام واستمرإلى أن مات بالشام في طاعون عمواس".(٢)

اس لیے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینۂ منورہ سے شام کا سفر ملک شام کے پہلے معرکہ کے لیے کیا تھا، اور پھر وہیں شام میں مقیم رہے یہاں تک کہ طاعون عمواس میں شہادت پائی۔

عیارہ اسے بھی ہضم کر گئی۔

---

(١) [فتح الباري لابن حجر : قوله باب المؤذن الواحد يوم الجمعة، ٢/٣٩٥]

یہ ننانوے خیانتیں تو اس غدارہ مکارہ دیوبندی کان پوری تحریر کی ظاہر وعیاں ہیں۔اور یقیناً یقیناً
قی میں اور بہت کثیر ووافر نہاں ہیں۔
بیسوں خیانتوں کا مجموعہ خیانت نمبر ۱۰۰۔
محمد بن اسحاق پر جرح میں ''عیون الاثر'' کا حوالہ ہے، کتب سیر کا سارا دارومدار دو شیران بیشہ
امام محمد بن اسحاق و امام محمد بن عمر واقدی پر ہے۔ابن اسحاق کو جمہور محدثین نے قبول کیا، اور امام
ان جملہ محدثوں نے متروک سمجھا، محققین سیر نے ان کی ایک ایک جرح نقل کرکے رد کردی
قدی کی توثیق ثابت فرمائی اور یہی ہمارے ائمہ کے نزدیک حق اور یہی صحیح و معتمد ہے۔
امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر جلد اول صفحہ ۴۲:
"هذا تقوم به الحجة عندنا إذا وثقنا الواقدى، أما عندالمخالف فلالتضعيفه إياه"(۱).
یعنی مخالفین واقدی کو ضعیف کہتے ہیں، اور ہمارے نزدیک وہ ثقہ ہیں اور ان کی حدیث حجت۔
ایضاً صفحہ ۴۲:
"قال في "الامام" جمع شيخنا أبوالفتح الحافظ في أول كتابه "المغازى " من ضعفه ومن وثقه ورجح توثيقه وذكر الأجوبة عماقيل فيه".(۲)
یعنی امام ابن دقیق العید نے ''کتاب الامام فی شرح الامام'' میں فرمایا: ہمارے شیخ حافظ الحدیث
فتح رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ''مغازی وسیر'' کے شروع میں ان سب کے اقوال جمع کیے جنھوں
ی کو ضعیف کہا، اور جنہوں نے ثقہ کہا۔ پھر ان کی توثیق کو ترجیح دی، اور جو کچھ جرحیں ان پر کی گئیں
ے جواب دیے۔
اللہ اللہ! واقدی کو جمہور محدثین جن کی تضعیف بلکہ ان کو ترک کرتے ہیں محقق سیر نے ان کی یہ
امی توثیق کی۔ محمد ابن اسحاق کہ عامۂ اکابر اجلہ محدثین بھی جن کی توثیق کررہے ہیں، ''عیون الاثر''
پر خالی جرح نقل کرکے چھوڑ دیا جاتا۔ حاش للہ! بلکہ بالیقین ان سب جرحوں کے جواب دیے، اور
قاہر، باہر، روشن، زاہر اقوال توثیق نقل کیے گئے ہوں گے، تو ان سب کا چرانا اتنی ہی خیانتیں ہوں
لا اسی (۸۰) قول نقل کیے ہوں تو اس نے اسی چوریاں اور کیں۔ پھر جرح کے جو جوابات ارشاد

[فتح القدير لابن الهمام باب الماء الذي يجوز به الوضوء : ۷۸/۱]

فرمائے ہوں جن پر یہ عیارہ رکیک تاویلوں کا آنچل ڈال گئی، وہ اگر بیس ہوں تو اس کی میں چوریاں یہ ہوئیں۔ مگر ہم غیب پر حکم نہیں کرتے، لہذا ان دو قسم خیانات کو ایک ایک ہی خیانت گنیں۔ تو اس عیارہ غدارہ کی ایک ہی چوورقی میں ایک سو ایک خیانتیں، ایک سو ایک عبارتوں کی چوری ہوئی۔

ہاں! دیوبندی عیارہ نے اس میں گنگوہ کے (۱۰۱) عدد پورے کیے ہیں جس میں واحد قہار جل جلالہ پر کذب تھوپنے میں بہت کوشش ہوئی۔ وہابیہ خذلهم الله تعالٰی تو کاذب بالامکان ہی کہتے تھے، گنگوہی صاحب نے اپنے معبود پر کاذب بالفعل کی جمادی اور لکھ دیا کہ:

"وقوع کذب کے معنی درست ہوگئے"

ان کے اذناب اگرچہ بظاہر اس سے اجتناب کرتے ہیں، مگر کاذب بالامکان سے کیوں کر مکر سکتے ہیں؟ جو ان کی براہین قاطعہ کا گھونگھٹ اٹھتے ہی پہلا بول ہے، جب ان کے نزدیک ان کا معبود کاذب بالامکان ہے تو ان پر فرض ہوا کہ جھوٹ بولیں، خیانتیں کریں، ورنہ ان سے اگر وقوع کذب نہ ہوا نرا امکان ہی رہا تو عابد و معبود برابر جو ہو جائیں گے، یہ سمجھ کر دیوبندیوں نے جھوٹ بکنے پر پیٹ کھول کر پھینٹ باندھی ہے۔ ﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ﴾

پانزدہم: احمق عیارہ نے حدیث ابن اسحاق و روایت جویبر میں اختلاف کا سوال قائم کرکے اسے دفع کیا اور دونوں باطل۔ نہ تو وہ اختلاف ہے، اور ہے تو اس دفع سے مندفع نہیں، اختلاف کا سوال یوں پیدا ہوا کہ عیارہ نے روایت جویبر کو مسجد کے اندر اذان پر دال بتایا، اور حدیث ابن اسحاق بیرون مسجد بتاتی ہے، اور اس کا دفع اس مکابرۂ باطلہ سے کیا کہ:

"ہم ثابت کر چکے کہ ابن اسحاق کی روایت خروج پر دلالت نہیں کرتی"

یہ اسی معنی باب میں اپنی تشقیق و تشکیک مہمل و رکیک کے بل پر کہا جس میں اس کا دروازہ ہم تیغہ کر چکے۔

نیز اسی میں سے ہے وہ جنون کہ:

"ممکن کہ علی باب المسجد کے معنی در عمارت کے قریب اندرونی جانب ہوں"

رہا روایت جویبر کا اس کے یہاں دخول پر دال ہونا جو اصل منشار سول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اس کے افترا کا ہے۔

اذان من اللہ حصہ دوم میں سوال ۲۴ سے سوال ۲۸ تک اس وہم بے معنی کے پانچ رد گزرے۔

'کل جدید لذیذ'' گنا رہا ہوں۔لہذا اس کی نئی خبر اور لوں۔

ہاں! وہ روایت جو بیر اس عیارہ کے یہاں دخول پر کیوں دال ہے، اس پر پہلے تو وہی جو بیر کا'' یدیه'' پکڑتی ہے کہ''اس میں یہ مطلق بلاقید علی باب المسجد ہے جس سے قریب منبر متبادر ہے''۔ آیات یہ سے'' بین یدیه '' کے معنی کی تحقیق ''اذان من الله '' حصہ اول اور اس رسالے گزارش ۱۲ میں ی، مع ہذا یہ کوئی حکم انشا نہیں بیان واقعہ ہے۔'' بین یدیه '' جب قطعاً علی باب المسجد کو بھی شامل، اور ث صحیح نے اس کی تعیین فرما دی، تو دوسرا احتمال لینا مکابرہ ہے۔ یہ تو باوصف شمول حقیقی نرا آپ کا وہمی ہے، عجل حقیقۃً گائے کا بچھڑا ہے، بنائی ہوئی سورت پر اس کا اطلاق مجاز ہے، جیسے تصویر کے گدھے کو ما، یا کسی دیوبندی وہابی کو آدمی کہنا۔ قرآن عظیم میں عجل بنی اسرائیل کا بکثرت ذکر فرمایا، سب جگہ ں ہی رکھا۔

﴿ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ﴾(۱)

﴿بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ﴾ (۲)

﴿ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ﴾(۳)

﴿وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ﴾(۴)

﴿ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ﴾(۵)

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ﴾(۶)

ہاں طٰہٰ میں فرمایا:

﴿فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ﴾(۷)

لیکن اعراف میں صاف مقید فرمایا کہ زیور سے بنایا ہوا۔

﴿وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰی مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِیِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ﴾(۸)

اس پر کوئی مجنون ہی کہے گا کہ اکثر آیات میں مطلق بلاقید'' من حلیهم '' ہے جس سے گائے کا

[البقرة:٥١] (٢) [البقرة:٥٤]

[البقرة:٥١] (٤) [البقرة:٩٣]

[البقرة:٥١] (٦) [الاعراف:١٥٢]

بچھڑا ہی متبادر بلکہ وہی حقیقت ہے۔ تو آیات میں معاذاللہ! تخالف ہے۔ یا بنی اسرائیل نے دونوں پوجے تھے: اصل وتصویر۔

شانزدہم: اس سے بھی بڑھ کر بھاری دلیل یہ لائی کہ:

''خارجاً من المسجد'' کے مقابلہ میں واقع ہے جس سے داخل مسجد مفہوم ہوتا ہے''

اس کے واضح وجلیل رد ''اذان من اللہ'' میں گزرے اور وہاں یہ بھی ثابت کر دیا کہ اگر خواہی نخواہی مقابلہ ہی درکار ہے تو وہ بھی برقرار ہے، اور اذان بھی بیرون دربار ہے۔ اور اب گزارش کہ اخبار میں دو چیزوں سے خبر دی جائے، اور ان میں ایک کا ایک وصف اور دوسری کا دوسرا بیان کیا جائے، تو کیا یہ مطلقاً مقابلہ اور ہر ایک کے اس وصف میں انفراد پر دلیل ہے؟۔ اگر نہیں تو عیارہ کی جہالت روشن۔ اور اگر ہاں اور اسے اپنی جہالت پالنے کو ہاں کہنا ہی ہے تو اب سنبھل کر بتائے کہ رب عزوجل نے سورۂ مریم میں: ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ﴾ (۱) فرما کر چار رسولوں کا ذکر فرمایا،

اور ان میں ابراہیم وادریس علیہما الصلاۃ والتسلیم کو فرمایا: ﴿اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا﴾ (۲)

اور موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو ﴿اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا﴾ (۳)

اور اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام کو ﴿اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ﴾ (۴)

اس عیارہ کے طور پر آیات کا یہ مفہوم ہوگا کہ ان میں موسیٰ واسماعیل صدیق نہ تھے، نہ غیر موسیٰ کوئی مخلص، نہ سوائے اسماعیل کوئی صادق الوعد، اور یہ کفر ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

یوں ہی سورۂ انعام میں اسحاق ویعقوب ونوح وداؤد وسلیمان وایوب ویوسف وموسیٰ وہارون کو ﴿كُلًّا هَدَيْنَا﴾ (۵)

اور زکریا ویحییٰ وعیسیٰ والیاس کو ﴿كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ (۶)

اور اسماعیل ویسع ویونس ولوط کو ﴿كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾ (۷)

سے وصف فرمایا حالاں کہ ہدایت وصلاح وتفضیل ان سب حضرات میں مشترک ہے۔ علیہم

---

(۱) [سورۃ مریم: ٤١]　　(۲) [سورۃ مریم: ٥١]

(۳) [سورۃ مریم: ٥٤]　　(٤) [سورۃ مریم: ٥٦]

(٥) [سورۃ الأنعام: ٨٤]　　(٦) [سورۃ الانعام: ٨٥]

(٧) [سورۃ الأنعام: ٨٦]

والسلام۔

انھیں خرافات پر یہ دعویٰ کرتی ہے کہ یہ اذان حضرت کے وقت میں بھی داخل مسجد ہوتی تھی، اور
کے زمانہ میں بھی۔ پہلے تو کہا تھا ''ظاہر ہوتا ہے'' اور اخیر میں کہہ دیا ''ثابت ہوا''

کیا ثابت ہوا یہ کہ اس کذاب نے بے دھڑک محمد رسول اللہ وصدیق وفاروق پر افترا کر دیا۔

صلى الله تعالىٰ عليه وعليهما وسلم ۔نسأل الله العفو والعافية ،
ول ولاقوة إلا بالله العلي العظيم ، وصلى الله تعالىٰ على سيدنا ومولانا
رنا وماوٰنا محمد وآله وصحبه وابنه وحزبه أجمعين والحمد لله رب
ن.

حصہ دوم

الٰهی ضرب به أهل الحرب

۱۳۳۲ھ



الٰهی ضرب به أهل الحرب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ارادہ تھا کہ اس حصہ میں صرف اس عیارہ کی ضلالتیں شمار کریں، اور اس کی جہالتوں سفاہتوں
ان کو دوسرا حصہ رکھیں، مگر جب بفضل الٰہی و مدد حضور رسالت پناہی۔ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ
ہمارا قلم اٹھا اور عیارہ کی تہہ تک پہنچا تو اس نے عیارہ کی ہر بات کی تہہ میں ضلالت ہی پائی۔ چہارم رد
ی، تہائی کروں، آدھا کروں، یوں ہی کرتے کرتے سارا ہی رد کردیا، بحمدہ تعالیٰ کچھ نہ بچا کہ حصہ دوم
تا۔ اور واقعی کہری شیر اور گہنی گائے، پھر کچھ باقی رہ جانا تعجب ہی تھا۔ ہم فہرست لکھیں گے۔ عیارہ کو
رکھ لیجیے، اس کی جو بات جو نزاکت دیکھیے فہرست میں تلاش کرلیجیے، بعونہ تعالیٰ اس کا شافی ووافی رد
لو مل جائے گا، وللہ الحمد۔

البتہ ہمارے تین وعدے تھے:

اول صفحہ پر کہ:

''اس کی جہالتوں حماقتوں سفاہتوں خرافتوں کی تفصیل حصہ دوم میں آتی ہے''

یہ بحمداللہ تعالیٰ اسی حصہ میں رد ضلالت کے ساتھ تفصیلاً رد ہوگئیں۔ ہاں! یہ ضرور ہے کہ عیارہ کی
بعض جہالتیں باقی ہیں جن کے رد سے فقط اتنا حاصل کہ عیارہ سخت جاہل، اس کا بیان تحصیل حاصل
یوبندیہ کی جہالتوں کا حصر بھی مشکل

''فاخو الکفر عبد کل خطیئته ما علی مثله یعد الخطا''

دوم صفحہ ۲۱ پر کہ:

''تعدیل کے مقابل مبہم بات مردود الخ''

یہ ایک نہایت واضح ومشہور مسئلہ ہے اور جس قدر تقریب وتدریب سے گزرا خصوص مادہ میں

امام محقق علی الاطلاق ''تحریر'' اور امام ابن امیر الحاج ''تقریر'' میں فرماتے ہیں:

''أكثر الفقهاء ومنهم الحنفية وأكثر المحدثين ومنهم البخاري ومسلم لايقبل الجرح الا مبينًا سببه''(۱)

اکثر فقہائے کرام ان میں احناف بھی ہیں، اسی طرح اکثر محدثین کرام اور ان میں بخاری و مسلم بھی ہیں، یہ حضرات اس وقت تک کسی پر جرح قبول نہیں کرتے جب تک اس کا سبب نہ بیان کر دیا جائے۔

امام اجل فخر الاسلام بزدوی ''اصول'' میں فرماتے ہیں:

''أما الطعن من أئمة الحديث فلايقبل ؛ لأن العدالة في المسلمين ظاهرة خصوصًافي القرون الأولىٰ، فلووجب الرد بمطلق الطعن السين........ ألاترى أن شهادة الحكم أضيق من هذا ولايقبل فيها من المزكىٰ الجرح المطلق فهذا أولى''(۲)

ائمہ حدیث کی طرف سے کسی راوی کے سلسلہ میں طعن مقبول نہیں، اس لیے کہ عدالت مسلم ظاہر ہے خاص طور پر قرون اولیٰ میں۔ تو اگر مطلق طعن سے رد لازم ہو جائے۔ ..کیا نہیں دیکھتے کہ کسی حکم کے سلسلہ میں گواہی کا معاملہ اس سے زیادہ تنگ ہے پھر بھی شہادت میں شاہد کے سلسلہ میں جرح مطلق مقبول نہیں، تو یہاں خبر میں راوی کے سلسلہ میں بدرجہ اولیٰ مقبول نہیں ہونا چاہیے۔

امام عبدالعزیز بخاری اس کی ''شرح'' میں فرماتے ہیں:

''أما الطعن من ائمة الحديث فلايقبل مجملاً أي مبهماً بأن يقول: هذاالحديث غير ثابت ، أو منكر، أوفلان متروك الحديث ، أو ذاهب الحديث ، أو مجروح ، أو ليس بعدل من غير أن يذكر سبب الطعن ، وهو مذهب عامة الفقهاء والمحدثين''(۳)

یعنی ائمہ حدیث کی جانب سے مجمل و مبہم طعن مقبول نہیں، کہ یوں کہا جائے: یہ حدیث ثابت نہیں۔ یا منکر ہے۔ یا فلاں راوی متروک ہے۔ یا حدیث بھول جاتا ہے۔ یا مجروح ہے۔ یا عادل نہیں۔ جب تک کہ کوئی سبب طعن نہ ذکر کیا جائے۔ عام فقہا و محدثین کا یہی مسلک ہے۔

اسی قول جمہور و منصور کی امام ابو عمرو نے ''مقدمہ'' اور امام ابوزکریا نے ''تقریب'' اور امام جلال

---

(۱) [التقرير والتحبير : باب مسألة لايقبل الجرح، ۲/۲۵۸]

(۲) [كشف الأسرار شرح أصول البزدوي : باب الطعن يلحق الحديث، ۳/۶۸]

نے ''تدریب'' اور علامہ طیبی نے ''خلاصہ'' میں تصحیح فرمائی، اور دلیل کہ امام فخر الاسلام نے ارشاد کی
اوساطع ہے۔

سوم صفحہ ۹ پر کہ:

''دیوبندی نے جتنے طعن ابن اسحاق پر نقل کیے یا تو طعن ہی نہیں، یا ثابت نہیں، یا قائل نے
ع کیا، یا مبہم ہے''۔

ان چاروں صورتوں کی مثالیں اس بیان سے کہ ہم نے دفع مطاعن میں لکھا واضح ہوگئیں، مثلاً:

(۱) تشیع بمعنی تفضیل علی بر عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما مذہب بعض اہل سنت ہے۔

(۲) ہشام و مالک سے طعن کذب ثابت نہیں۔

(۳) امام مالک نے جرح سے رجوع فرمایا۔

(۴) طعن کذب مبہم غیر مفسر ہے۔

مگر ہمارا دعویٰ حصر کا ہے کہ اس نے جتنے طعن کیے سب ایسے ہی ہیں، مع ہذا اگرچہ بحمدہ تعالیٰ
ق ابن اسحاق میں کلام ایسا جلیل و جزیل واقع ہوا جس کے بعد عیارہ کے نفاذ مطاعن کی حرکت کسی ذی
ں کی نگاہ میں مضحکہ سے زائد نہیں، مگر پھر بھی جو مطاعن مباحث بالا میں بالخصوص مردود نہ ہوئے ان میں
یلاً ہر طعن پر دو دو حرف لکھ دینا ان شاء اللہ تعالیٰ انفع و احسن ہے۔ نظر ظاہر میں ساری عیارہ کے یہی فقرے
ے رہ گئے ہیں کہ بالتعیین ضربات سے مشرف نہ ہوئے، ان کے بعد کوئی جملہ چوورقی کا نہ رہے گا جو بحمدہ
لی چورنگ نہ کر دیا ہو۔ لہذا اسی کلام کو حصہ دوم کریں و باللہ التوفیق۔

قالت العیارۃ:

''مفضل بن غسان کہتے ہیں: جب یزید بن ہارون نے ابن اسحاق کی احادیث بیان کیں، اہل
ینہ نے کہا: ان سے معاف رکھیے، ہم ابن اسحاق سے خوب واقف ہیں، یزید بن ہارون جواب دینے
لے انہوں نے نہ مانا''۔

اولاً: معترضین مجہول ہیں معلوم نہیں کہ وہ اہل جرح بھی تھے یا نہیں، خصوصاً امام یزید بن ہارون
کے خلاف ان کا بجنا کہاں تک قابل قبول ہے۔

ثانیاً: جرح مبہم ہے، کچھ وجہ نہ بتائی لہذا مسموع نہیں۔

ثالثاً: اہل مدینہ پیرو سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اسی بنا پر انکار کیا ہوگا۔ امام نے رجوع فرمالیا۔

اس کی صحت کا ثبوت ذمہ نقالہ ہے۔

قالت:

''مکی بن ابراہیم کہتے ہیں: محمد بن اسحاق نے صفات خداوندی کے متعلق کچھ احادیث بیان کیں، ان کو سن کر میں نے اس کی طرف رخ نہ کیا، اس دن سے اس کی احادیث کو چھوڑ دیا''۔

اولاً: حکایت فسوی نے مکی سے بایں الفاظ بیان کی:

"فنفرت منها فلم أعد إليه"

ان حدیثوں سے مجھ وحشت ہوئی، میں پھر اس کے پاس نہ گیا۔

اور عبدالصمد بن فضل نے صرف ان الفاظ سے: "فلم يحتمله قلبي"

ان حدیثوں کو میرے دل نے برداشت نہ کیا۔

ان میں وہ لفظ نہیں کہ اس دن سے اس کی احادیث کو چھوڑ دیا۔ اس کی صحت کا ثبوت ذمہ نقالہ ہے۔

ثانیاً: احادیث متشابہہ کی روایت جرح نہیں، خود صحیحین میں ایسی حدیثیں موجود ہیں، از آں جملہ حدیث بخاری: "وإذا أجبته كنت الخ"۔ وحدیث مسلم: "إن الله خلق آدم على صورته"(۱)

قالت:

''ابن ابی حاتم اسے ضعیف کہتے ہیں''

جرح مبہم ہے۔

قالت:

''امام احمد فرماتے ہیں: احکام میں اکیلے ابن اسحاق کی روایت معتبر نہیں''

جاہلہ کو حجت و معتبر میں فرق نہیں، امام احمد کے قول کو متناقض کر دیا۔ محدثین معتبر اسی کو کہتے ہیں جو تنہا حجت نہ ہو۔ ہاں! یوں کہیے کہ حجت نہیں۔ اب جواب واضح ہو گیا، امام احمد کا ارشاد گزرا کہ ابن اسحاق حسن الحدیث ہے، معلوم ہوا کہ نفی صحت مقصود ہے۔ حسن تو خود امام ثابت فرما رہے ہیں اور بقیہ کلام آتا ہے۔

قالت:

''اس کا قاعدہ ہے کہ دوسرے لوگوں کی کتابیں لے کر اپنی کتابوں میں داخل کر لیتا ہے''۔

اقول اولاً: غایت یہ کہ روایت بالوجادۃ ہوئی اور وہ حسن ہے۔ احادیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن

۔یا اکثر وجادت ہیں، اور محققین کے نزدیک حسن ومقبول۔

میزان میں ہے:

"إنها ليست بمرسلة ولامنقطعة، أما كونها أو بعضها وجادة فهذا محل لسنا نقول أن حديثه من أعلى أقسام الصحيح بل هو من قبيل الحسن".(۱)

یہ سند نہ تو مرسل ہے اور نہ منقطع، البتہ تمام مقامات پر یا بعض پر اس کا وجادت ہونا محل نظر ہے، ،بات یہ ہے کہ ہم کب کہتے ہیں کہ یہ سند صحیح کی اعلیٰ قسموں سے ہے بلکہ یہ حسن کے قبیل سے ہے۔

ثانیاً: امام اجل ابواسامہ کوفی استاذ امام شافعی وامام احمد کہ جمیع صحاح کے رجال سے ہیں، بخاری مہ نے ان سے احتجاج کیا، ان کی نسبت بھی سفیان بن وکیع نے یہی کہا:

"كان يتتبع كتب الرواة فيأخذها وينسخها"(۲)

راویوں کی کتابیں تلاش کر کے لیتے اور لکھ لیتے۔

امام ابوداود فرماتے ہیں:

امام وکیع نے فرمایا:"نهيت أبا أسامة أن يستعير الكتب وكان دفن كتبه"(۳)

ابواسامہ نے اپنی کتابیں تو دفن کردی تھیں پھر اوروں کی کتابیں عاریت مانگا کرتے تھے، میں ں اس سے منع کیا تھا۔

امام ابن حجر نے تقریب میں بھی ان کی نسبت اس کا اقرار کیا اور مدلس بھی بتایا اور پھر ثقہ ثبت ہی کہا:

"حيث قال: ثقة ثبت ربما دلس، وكان بآخره يحدث من كتب غيره".(۴)

آپ نے فرمایا: ابواسامہ ثقہ ثبت ہیں البتہ بسا اوقات تدلیس کرتے ہیں، اور آخر عمر میں دو لی کتابوں سے روایتیں بیان کرتے تھے۔

قالت:

"جوزجانی کہتے ہیں: ابن اسحاق مختلف اقسام کی بدعتوں سے متہم ہے"۔

[ميزان الاعتدال: باب عمر وبن شمر الجعفي، ۲٦٨/۳]

[اكمال تهذيب الكمال: باب حماد بن أسامة، ۱۳٤/٤]

[اكمال تهذيب الكمال: باب حماد بن أسامة، ۱۳۳/٤]

اولاً: جوز جانی خود مبتدع بدمذہب ناصبی ہے۔

ثانیاً: ابن اسحاق کوتو جوز جانی نے بدعتوں سے متہم ہی بتایا۔سعید بن کثیر بن عفیر کو کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم دونوں کے رجال سے ہیں یوں کہا:

"فيه غير نوع من البدع وماكان مخلصاً غير ثقة"(۱)

اس میں مختلف اقسام کی بدعتیں ہیں،ناصاف تھا ثقہ نہ تھا۔

قالت:

''ابن حجر تقریب میں لکھتے ہیں: تشیع اور قدر کے ساتھ متہم ہے''۔

اولاً: اس عیارہ نے یہاں بھی خیانت کی،وہ تو آخر میں اس نے جن کتابوں کا حوالہ دیا تھا ہم نے انھیں میں اس کی چوریاں ثابت کیں۔

تقریب میں یوں ہے: ''صدوق مدلس ورمی الخ''

صدوق کا لفظ کہ توثیق تھا الگ کتر گئی۔

اب ''عیون الاثر'' کو الگ رکھیے کہ اس سے خدا جانے اس کی کتنی خیانتیں کثیر ووافر ظاہر ہوں ۔تو انھیں پانچ کتابوں میں اس کی پوری سو(۱۰۰) چوریاں ثابت ہوئیں۔شاید سو کا عدد کامل کرنے ہی کو یہ خیانت اس نے اضافہ کی،اگر چہ گنگوہ کی گنتی بگڑ گئی۔

ثانیاً: یہی ابن حجر انہیں ابن اسحاق کی نسبت ہدی الساری صفحہ ۵۳۹ میں فرماتے ہیں:

"قد استفسر من أطلق عليه الجرح فبان أن سببه غير قادح"(۲)

جس نے ابن اسحاق پر جرح کا اطلاق کیا تھا جب اس سے سبب پوچھا گیا کھل گیا کہ اس میں کچھ طعن نہیں۔

ثالثاً: یہی ابن حجر اسی ''طبقت المدلسین'' میں جس سے یہ عیارہ چوری کی نقل لائی تھی ابن اسحاق کو اس طبقہ میں گنتے ہیں جن میں صرف تدلیس ہے اور کوئی وجہ ضعف نہیں۔

رابعاً: یہی ابن حجر رجال صحیح بخاری میں کتنے شیعی،کتنے قدری گناتے،اور کتنی جگہ مبتدع غیر داعیہ کی احادیث کو حجت بتاتے ہیں۔

---

(۱) [ ]

قالت:

''دارقطنی کہتے ہیں اکیلے ابن اسحاق کی روایت معتبر نہیں''۔

اولاً: اُف ری کذابہ۔ صریح الٹی گائی، دارقطنی تو صاف فرمارہے ہیں کہ اس کی روایت معتبر ہے۔

تہذیب التہذیب جلد ۹ صفحہ ۴۶:

"قال الدار قطني: اختلف الائمة فيه وليس الحجة وإنما يعتبر به"(۱)

امام دارقطنی نے کہا: ابن اسحاق کے مسئلہ میں ائمہ میں اختلاف ہے اور یہ حجت نہیں، ہاں یہ معتبر ضرور ہیں۔

اور اس نے یہ بنالیا کہ معتبر نہیں۔

ثانیاً: انھیں دارقطنی نے انھیں ابن حجر سے حدیث ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

"إن رجلا قال: يارسول الله ! أما السلام عليك فقد عرفناه، فكيف عليك إذا صلينا في صلاتنا" روایت کی۔(۲)

امام علاء الدین ابن الترکمانی نے ''جوہر النقی'' میں فرمایا:

"لا أعلم أحداً روى هذا الحديث بهذا اللفظ إلا محمدبن اسحاق"(۳)

میرے علم میں یہ حدیث اس لفظ سے اکیلے محمد بن اسحاق ہی نے روایت کی، بایں ہمہ دارقطنی نے اسے روایت کرکے کہا:

"اسناد حسن متصل"(٤) یہ سند حسن ہے متصل ہے۔

یونہی ص ۱۵۵: دارقطنی نے حدیث عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربارہ قرأت خلف الامام بطریق ابن اسحاق روایت کرکے کہا:

"هذا اسناد حسن"(٥) یہ سند حسن ہے۔

[تهذيب التهذيب : ٤٦/٩]

[تهذيب الكمال في أسماء الرجال: باب عبد الرحمن بن بكر، ٥٥١/١٦]

[الجوهر النقي: ٣٧٨/٢]

[سنن الدار قطني : باب ذكر وجوب الصلاة على النبي، ١٦٨/٢]

قالت: ''بیہقی کہتے ہیں حفاظ اکیلے ابن اسحاق کی روایت سے بچتے ہیں''۔

اولاً: کیوں بچتے ہیں جرح مبہم ہے۔

ثانیاً: حفاظ جیسا بچتے ہیں اس کا حال ان جلیل اقوال سے واضح جواوپر گزرے۔

ثالثاً: خود بیہقی سنن میں جابجا ابن اسحاق سے احتجاج کرتے ہیں۔

(دیکھو سنن بیہقی:(باب القرأة خلف الامام) و(باب الصلاة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی التشھد) و(باب وجوب الصلاة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وغیرہ۔ ان احادیث میں ابن اسحاق کو حجت بنایا اور دارقطنی سے ان کی تحسین اور حاکم سے تصحیح نقل کی اور مقرر رکھی۔

قالت:

''امام احمد نے فرمایا واللہ نہ مانوں گا، وہ دو شخصوں کے کلام کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کرتا۔

اولاً: تہذیب میں لفظ یہ ہیں:

"رأیته یحدث عن جماعة بالحدیث الواحد ولا یفصل کلام ذا من کلام ذا"(۱)

میں نے انھیں دیکھا: ایک جماعت سے حدیث واحد روایت کرتے، اِس کے کلام کو اُس کے کلام سے جدا نہ کرتے۔

یہ کوئی جرح نہیں، عامہ مصنفین ومحدثین ایسا کرتے ہیں کہ:"حدثنا فلان وفلان وفلان" پھر حدیث بہ سیاق واحد نقل کر جاتے ہیں، وہ مقام جس کی طرف امام نے اشارہ فرمایا غایت ورع کا ہے۔

ثانیاً: اس کا حاصل کمال اتقان میں نوع قصور ہے، اور اس قسم کے رواۃ جمیع دواوین اسلام وصحاح وصحیحین میں ہیں، اسی بنا پر ایسوں کی حدیث صحیح سے حسن کے مرتبہ میں آتی ہے۔

ثالثاً: کچھ بھی ہو یہ فعل ان کی حدیث کو درجہ حسن پر رکھتا ہے یا نہیں؟۔اگر ہاں تو کیا حرج، اور اگر نہیں، تو یہ خود امام احمد کی تصریح کے خلاف ہے کہ ابن اسحاق کی حدیث حسن ہے۔اب غایت یہ کہ امام احمد کا قول خود مختلف ہوا تو ان سے کچھ ثابت نہ رہا۔"اذا تعارضا تساقطا"(۲)

یہی جواب امام احمد کے تیسرے قول کا ہے کہ عیارہ نے تین سطر بعد لکھا۔

---

(۱) [تهذيب التهذيب: الألف في الآباء، ۹/۴۳]

قالت:

''یعقوب بن سفیان کہتے ہیں: جن میں وہ سماع نہیں بیان کرتا ان میں تو مناکیر ہیں ہی، جن
کرتا ہے دوان میں بھی منکر ہیں''۔

اولاً: یہ قول یعقوب کا نہیں بلکہ یعقوب نے امام علی بن المدینی سے روایت کیا، اس قول کا اثر
کے ارشادات سے ظاہر جو اوپر گزرے کہ ابن اسحاق کی حدیث میرے نزدیک صحیح ہے، میں نے
رف دو حدیثیں غیر محفوظ پائیں، اور ممکن کہ وہ بھی صحیح ہوں، میں نے سفیان بن عیینہ سے سنا کہ میں
کے سوا کسی بات میں کسی کو ابن اسحاق پر کچھ طعن کرتے نہ سنا، میں ستر ٧٠ برس سے انھیں
، اہل مدینہ میں سے کوئی ان پر کچھ طعن نہ کرتا۔ پھر علی خود کہتے ہیں: میں نے کسی کو نہ دیکھا کہ ابن
تہم رکھے۔ ابن اسحاق ان بارہ ائمہ میں ہیں جن پر حدیث کا مدار ہے، ان کی حدیث میں صدق
ہے، وہ ثقہ ہیں۔

ثانیاً: تہذیب التہذیب میں ان کے لفظ یہ ہیں ص ۴۳:

"لم أجد لابن اسحاق الاحديثين منكرين، والباقي يقول: ذكر فلان،
هذا فيه حدثنا"(١)

میں نے ابن اسحاق کی صرف دو حدیثیں منکر پائیں جن میں ''حدثنا'' کہا ہے، اور باقی جو
منکر ہے اس میں ابن اسحٰق "ذکر فلاں" کہتے ہیں۔

کہاں تو یہ اور کہاں وہ جو اس عیارہ نے عام بنالیا کہ: ''جن میں وہ سماع نہیں بیان کرتا'' اور بیان
قوی کرلیا کہ: ''ان میں تو مناکیر ہیں ہی'' امام بخاری کی عادت ہے: اپنی جامع صحیح میں جو ضعیف
ذکر کرنا چاہتے ہیں انہیں تعلیقاً لاتے ہیں خصوصاً بصیغہ غیر جازمہ جس سے نہ ان کی باقی احادیث
پڑتا ہے نہ یہی کہا جاسکتا ہے کہ بخاری کی حدیثیں ضعیف ہیں، یونہی اگر ابن اسحاق نے یہ اختیار کیا
دیث منکر روایت کرنی چاہی اسے بلفظ "ذکر فلاں" کہا تو اس سے ان کی بقیہ احادیث پر کیا اثر،
نہیں کہہ سکتے کہ جس میں "ذکر فلاں" تھا سب منکر، ممکن کہ ان میں بھی صحاح محفوظ ہوں جیسے صحیح
''یذکر عن'' میں۔

ثالثاً: جس نے ہزارہا احادیث روایت کیں، جس کے ایک شاگرد کے پاس مغازی وسیر کے

علاوہ خاص احکام حلال وحرام میں اس کی سترہ ہزار حدیثیں تھیں، اس کی حدیثوں میں اگر دو منکر پائیں کیا حرج آیا، بلکہ یہ تو اس کے کمال ضبط واتقان پر دال ہے۔ وہ کون ہے جس کی روایت میں بعض مناکیر نہ آئیں۔

ذہبی میزان میں کہتے ہیں: ج ۱ص ۴۲۱:

"من الذی ما غلط فی أحادیث، أشعبة أم مالك؟۔"(۱)

وہ کون سا ہے جس نے کچھ حدیثوں میں غلطی نہ کی، آیا شعبہ یا مالک؟۔

ہدی الساری صفحہ ۴۵۰:

حبیب بن ابی ثابت جن سے بخاری مسلم وغیرہما سب نے احتجاج کیا، صرف ان پر تدلیس کا الزام رکھا، وہی جو بے چارے ابن اسحاق پر ہے۔ یحییٰ قطان نے کہا: ان کے پاس عطا سے وہ حدیثیں ہیں جن کو اور کسی نے روایت نہیں کیا۔

میزان ۱ص ۳۵۵:

امام احمد فرماتے ہیں: امام مالک وامام شعبہ کے پاس زہری کی تین تین سو حدیثیں تھیں۔ امام نے دو تین میں خطا فرمائی اور شعبہ نے بیس سے زائد میں۔

میزان ۲ص ۴۶۰:

صحیح بخاری میں امام بخاری کے شیخ امام اجل فریابی کی نسبت احمد عجلی نے کہا: ڈیڑھ سو حدیثوں میں خطا کی۔

ہدی الساری ص ۵۴۷:

نیز صحیح بخاری میں بخاری کے استاذ ہشام بن عمار کو ابو داؤد نے فرمایا: چار سو سے زیادہ بے اصل حدیثیں روایت کیں۔

قالت: "یحییٰ بن سعید انصاری اس پر جرح کرتے ہیں"

یہ جرح مبہم ہے۔

قالت:

"ابن عدی کہتے ہیں مرغ باز تھا"

ابن عدی کا قول گزرا کہ ابن اسحاق میں کوئی عیب نہیں، یہ مرغ بازی اگر عیب نہ تھی تو اعتراض

رتھی تو خود ابن عدی کے قول کے مناقض۔

قالت:

''ابوداود کہتے ہیں قدری معتزلی ہے''۔

اولاً: یہی ابوداؤد ابن اسحاق کی احادیث سے احتجاج کرتے، ان پر سکوت فرماتے، انہیں حسن

ے۔

ثانیاً: صحیحین دیکھو ان میں کتنے قدری معتزلی ہیں۔

قالت:

''حماد بن سلمہ کہتے ہیں: میں نے ابن اسحاق سے بہ مجبوری روایت کی''

دین میں مجبوری کا ہے کی، یہ تو جرح مبہم بھی نہیں، بلکہ اس کا جرح ہونا بھی مبہم ہے۔

قالت:

''ذہبی اس کی طرف داری کرتے ہیں''

جی! ان سے بڑھ کر امام بخاری اور ان کے استاذ امام علی اور ان کے استاذ امام سفیان اور ان کے

شعبہ اور بکثرت ائمہ جن کے اقوال مذکور ہوئے۔ اور حنفی امام طحاوی اور عماد حنفیت ابن الہمام۔

م اللہ تعالیٰ۔ بلکہ عامۂ ائمہ محدثین (دیکھو قول ۵۵) کہ ابن اسحاق کے قبول پر جماہیر ائمہ کا

رہے ہیں۔

قالت:

''مگر اتنا ان کو بھی کہنا پڑتا ہے کہ جس حدیث کو تنہ روایت کرتا ہے اس میں نکارت ہوتی ہے،

س کے حافظہ میں کسی قدر خلل ہے''۔

اولاً: جبھی تو شعبہ جیسا امام جلیل القدر فرماتا ہے: کہ محمد ابن اسحاق اپنی قوت حفظ کے سبب

ں مسلمانوں کے بادشاہ ہیں۔

جبھی تو ابو معاویہ نے کہا: محمد بن اسحاق اعلیٰ درجہ کے حافظہ والوں میں تھے۔

جبھی تو امام ابن عیینہ نے کہا: میں نے کسی کو نہ سنا کہ قول قدر کے سوا ابن اسحاق پر کسی بات میں

رتا ہو۔

جبھی تو ابن عدی نے کہا: ابن اسحاق میں کوئی عیب نہیں۔

جبھی تو خود بھی ذہبی نے انہیں تذکرۃ الحفاظ میں ذکر کیا۔

بالجملہ خلل کا ترجمہ دماغ کا خلل ہے۔

ثانیاً: حافظہ میں کسی قدر کمی والے صحیحین میں بہت ہیں۔

ثالثاً: یہ مرتبہ حدیث حسن کا ہے، حافظ الشان نے ''نخبہ'' میں فرمایا: ''فان خف الضبط فهو الحسن لذاته'' (۱)

امام مسلم نے اپنی صحیح میں دو قسم کے رواۃ کی حدیثیں لانے کو فرمایا۔ قسم دوم کو فرماتے ہیں:

''يقع في أسانيدها بعض من ليس بالموصوف بالحفظ والاتقان كالصنف المتقدم'' (۲)

ولہذا خود ذہبی نے اسی سطر میں ابن اسحاق کی حسن الحدیث ہونے کی تصریح کی تھی جسے یہ عیارہ اڑا گئی۔ جو عبارت اس نے نقل کی اس سے ملے ہوئے پہلے یہ الفاظ تھے:

''فالذي يظهر لي أن ابن اسحاق حسن الحديث صالح الحال صدوق'' (۳)

یعنی ان تمام اقوال کے ملاحظہ سے مجھے یہ ظاہر ہوا کہ ابن اسحاق کی حدیث حسن ہے اور حال صالح اور وہ نہایت راست گو ہیں۔

اس سے بھی بڑھ کر انھیں ذہبی کی شہادت سنیے کہ ابن اسحاق کی حدیث سب سے اعلیٰ درجہ کی احادیث حسن میں ہے، جسے صحیح بھی کہہ سکتے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی تدریب ص ۵۲ میں فرماتے ہیں:

''الحسن أيضاً على مراتب كالصحيح، قال الذهبي: فأعلى مراتبه بهز بن حكيم عن أبيه عن جده، وعمرو بن شعيب عن أبيه عن جده، وابن اسحاق عن التيمي وأمثال ذلك مما قيل إنه صحيح وهو أدنى مراتب الصحيح''. (۴)

حدیث حسن کے بھی صحیح کی طرح چند مراتب ہیں، ذہبی کہتے ہیں: اعلیٰ مراتب میں یہ سندیں

---

(۱) [نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر: متن نخبة الفكر، ۱/۲۷۵]

(۲) [صحيح مسلم: مقدمة الإمام مسلم رحمه الله تعالیٰ، ۱/۵]

(۳) [ميزان الاعتدال: محمد بن إسحاق بن حرب، ۳/٤۷۵]

ز بن حکیم عن أبیه عن جده ۔ عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده۔ ابن اسحاق عن
ن اوران جیسی دوسری سندیں، جن کے بارے میں کہا گیا یہ صحیح ہیں، اور یہ صحیح کا ادنیٰ مرتبہ ہے۔
مسلمانو! تم نے دیکھا کہ دیوبندی نے دین خدا میں بندگان خدا کو دھوکے دینے کے لیے کیا چھل

۔

ہوشیار خبردار" الحذر الحذر" دیکھو! ہم تمہارے بھلے کی کہتے ہیں، اور توفیق دینے والا اللہ
ہ۔وصلی اللہ تعالی علی السید الأجل وآله وصحبه وسلم وکرم وبحل آمین۔
مد لله رب العلمین ۔

تنبیہ: دیوبندیوں کی عادت ہے کہ اگر سو میں ایک کتاب کے جواب کا نام لیا تو اس کے بعض
پر کچھ مہمل باتیں بکیں جن کا رد اسی کتاب سے ثابت، اور باقی کتاب کے وہ قاہر مقامات جن سے
تی تھی ان کا نام تک نہ لیا۔ جیسے:" سبحان السبوح" تنزیہ سوم و چہارم کہ اسمعیل دہلوی و جناب
ں پر صاعقہ بار ہیں، بلکہ یہ کہ کتاب کا نام لیا اس کے جواب کا ارادہ ظاہر کیا، اور معاً چھوڑ کر الگ
سوالوں کا جواب غائب، اور اپنی نرالی گنت، جس طرح رسالہ مسمی بہ "دیوبندی مولویوں کا ایمان"
تھ ہوا۔

شیخ جی تھانوی صاحب آپ مباحث ایمان سے بھاگتے رہے، وہاں گنجائش نہ تھی۔ اور ہمیشہ چاہا
ں سے ہٹ کر کسی فرعی مسئلہ میں بحث چھڑے، آپ کی قسمت سے اب تو یہ فرعی ہی مسئلہ ہے، جواب
ور اول تا آخر جو صد ہا ضربیں آپ پر ہوئیں ہر ایک سے اپنا مخرج دکھایئے، ورنہ عقلا کے نزدیک
رے گا جو ہمیشہ سے ٹھہرتا آیا ہے۔

﴿وَلَنْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا﴾(۱)

وصلی الله تعالیٰ وسلم علی سیدنا محمد وآله وصحبه وجمل وبجل تبجیلا

آمین والحمد لله رب العلمین۔

[النساء: ۱٤۱]

اذانِ ثانی سے متعلق علمائے کلکتہ کے شبہات کا ازالہ

النکتہ

علٰی

مراء کلکتہ

۱۳۳۲ھ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

(الحمد للہ وحسبنا اللہ ولا حول ولا قوۃ إلا باللہ ، والصلاۃ والسلام علیٰ اللہ وآلہ وصحبہ المؤیدین بنصر اللہ۔)

حمد اس کے وجہ کریم کو، علمائے کلکتہ نے حق قبول دیا، جو ہم کہتے تھے اسی کو زمانۂ رسالت سے ان لیا، مخالفوں کے اوہام کو خاک برابر کیا۔

مسلمانو! بحمد اللہ تعالیٰ روز اول سے ہمارا فتویٰ، ہمارا عمل، ہمارے رسائل یہی کہہ رہے ہیں کہ دود مسجد یا فنائے مسجد میں ہو، داخل مسجد مکروہ وممنوع ہے، یہی ائمہ کی تصریحات ہیں، یہی حدیث ت ہے، حدود مسجد میں مسجد کی دیواریں، فصیلیں، دروازہ (ہاں ہاں وہی دروازۂ عمارت مسجد جو سے کچھ حصہ کھلا چھوڑتے ہیں، وہی مراد ہے) یہ سب داخل ہیں، اور مسجد بہ معنی محل نماز سے باہر ان بیرون مسجد کے لیے اسی قدر درکار ہے، نہ یہ کہ حدود مسجد سے بھی باہر ہو۔

(۱) یہاں کے فتویٰ میں تھا: اگر صحن مسجد کے بعد مسجد کی بلند دیوار ہے تو اسے قیام مؤذن کے لائق بں۔

دیکھیے خاص دیوار مسجد میں اذان بتائی، اور بلند کی قید اس لیے کہ فصیل ہے، تو اسی پر کھڑے ہو کر خطیب و بیرون مسجد دونوں حکم ادا ہو جائیں گے۔

(۲) حدیث ابی داؤد شریف سے استناد تھا، جس میں ہے کہ: حضور کے سامنے مسجد کے ے پر اذان ہوتی، پھر کہا: اسی قدر "بین یدیہ" کے لیے درکار ہے۔

(۳) فتح القدیر کی عبارت سے استدلال تھا کہ: "أی فی حدودہ، لکراھۃ الأذان فی (۱)"

دیکھو حدود مسجد میں اذان مانی، اور جوف مسجد میں مکروہ۔

(۴) "سلامۃ اللہ لاہل السنۃ صفحہ ۱۸ و صفحہ ۱۹" میں صراحۃً انکار تھا کہ مسجد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم میں کوئی صدر دروازہ الگ نہ تھا، یہی تین طرف تین دروازے تھے، شمالی دروازہ ٹھیک محاذی منبر اطہر تھا۔

(۵) صفحہ ۲۱ پر تھا: باب مسجد، اطلاق اول پہ خارج مسجد ہے، اور اذان خارج المسجد کو اسی قدر درکار ہے۔

(۶) وہیں نوٹ میں تھا: اذان کے لیے دیوار مسجد خارج مسجد ہے۔

(۷) اسی میں تھا: یہاں مسجد میں آکر دیکھیں ہمیشہ سے اذان پنج گانہ فصیل مسجد پر ہوتی ہے، فصیل مسجد: دیوار مسجد نہیں تو کیا ہے۔

(۸) صفحہ ۲۲ میں تھا: سطح مسجد پر صبح وغیرہ نمازوں کی اذان ثابت ہے۔

(۹) "اذان من اللہ حصہ دوم" میں تھا: کیا کوئی عاقل گمان کرے گا کہ یہ جسے "بین یدیہ" کہا جوف مکان میں ہے، دروازہ محاذی پر نہیں۔

(۱۰) اسی میں تھا: آپ نے نہ جانا کہ اذان کس معنی پر باہر ہے، کیا مسجد کے دو اطلاق نہیں، ایک موضع صلاۃ۔ فصیلیں، دیواریں، دروازہ سب اس معنی پر مسجد سے خارج ہیں، اور اس کے توابع۔ دوسرا چہار دیوار مسجد مع ما فیہ، بایں معنی وہ سب داخل مسجد ہیں، خود قرآن عظیم میں دونوں محاورے ہیں۔ اذان بمعنی اول خارج مسجد تھی، اور اسی قدر اسے درکار ہے۔ ان تصریحوں سے ہمارا موقف آفتاب کی طرح روشن ہے، مخالفین اس کے منکر تھے، اور اس پر "بین یدي" و"فیہ" سے سند لائے، اور یہ گمان کرتے تھے کہ دروازۂ عمارت مسجد محاذی منبر پر اذان ہوئی تو "بین یدي الخطیب" نہ ہوگی، "عند المنبر" نہ ہوگی، جب تک جوف مسجد کے اندر خاص منبر کے برابر نہ ہو، اس کا مدار محض نافہمی پر تھا، جس کا سو سو بار جواب "اذان من اللہ۔ وقایۃ اہل السنہ۔ حق نما فیصلہ۔ سلامۃ اللہ لاہل السنہ۔ نفی العار وغیر ہا رسائل" میں دے دیا گیا، مخالفین پر علمی اعتراضات کا شمار ڈیڑھ ہزار سے زائد ہوا، اور ایک کا جواب نہیں دے سکتے، اب تازہ رسالہ "مقتل کذب وکید" کہ زیر طبع ہے، ان پر کامل ایک ہزار رد اس میں ہیں۔

حمد اس کے وجہ کریم کو کہ علمائے کلکتہ نے ہمارا دعویٰ مانا، اور اسی کو زمانۂ رسالت سے ثابت جانا اور عذرات مخالفین کو ٹھنڈا کر دیا۔ دیکھو صفحہ ۴ پر اسی حدیث ابی داود سے سند لائے، جو ہماری سند اور یہاں کے فتوے میں سب سے پہلے مذکور ہے۔ پھر کہا: باب المسجد کی تعیین ضروری ہے، کہ اصل نزاع یہی ہے، ظاہر ہے کہ حضرت کے زمان مبارک میں دروازہ احاطہ یعنی کوئی پھاٹک نہ تھا، بلکہ دروازۂ عمارت مسجد جو دیوار سے کچھ کھلا حصہ چھوڑتے ہیں وہی مراد ہے، بوقت بنائے مسجد نبوی تین در تھے، ان میں سے ایک در محاذات منبر شریف

یکوئی پھاٹک خارج مسجد،اور یہ دربین یدي الخطیب بھی ہے،اور عند المنبر بھی ہے۔

مسلمان دیکھیں! بحمدہ تعالیٰ بعینہ وہی بات ہے جو ہمارا مدعا ہے،بعینہ وہی بیان ہے جو ہم نے لکھا
ین یدیہ اور عند کا بھی پردہ کھول دیا،کہ دروازۂ مسجد محاذی منبر پر اذان ہوئی تو بین یدی الخطیب
اور عند المنبر بھی،برخلاف مخالفین کہ ان دونوں لفظوں سے خواہ مخواہ جوف مسجد کے اندر منبر کے
ذان لازم مانتے تھے۔شاید علمائے کلکتہ کو غلط خبر پہنچی۔یا اشتباہ ہوا کہ اہل حق دروازے سے احاطہ
، کا پھاٹک مراد لیتے ہیں،نہ کہ عمارت کا دروازہ،اور مسجد کی چار دیواری سے باہر اذان دینا ضروری
ز،اور حدود مسجد میں مکروہ مانتے ہیں،لہذا خلاف کا نام لیا،لیکن اہل حق کا فتویٰ،عمل،رسائل،سب
ہیں کہ یہ اشتباہ محض بے اصل ہے،ہم خود حدود مسجد میں اذان مانتے،اور اسی کو زمانۂ رسالت سے
،کرتے،اور ہمیشہ سے اسی پر عمل رکھتے ہیں،ہم تو موضع صلاۃ سے باہر مانتے ہیں،یعنی وہ زمین محل
ہ دیواروں کے اندر ہے جس میں کنارۂ صحن تک داخل اور ساری عمارت اس سے خارج،صرف اتنی
میں مکروہ ہے اور اس کے ماسوا میں جائز،اگرچہ وہ جگہ چار دیواری مسجد کے اندر ہو۔یہاں کے فتوے
یںل حوض کا مسئلہ موجود ہے کہ: حوض کہ بانیِ مسجد نے قبل مسجدیت بنایا،اگرچہ وسط مسجد میں ہو وہ اور
ِ فصیل ان احکام میں خارج مسجد ہے۔"لأنه موضع أعد للوضوء كما تقدم"تو علمائے کلکتہ کا
لہ پس دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ حضرت کے زمان مبارک میں اذان خارج مسجد ہوتی ہی نہ
بلکہ یا تو ظہر مسجد پر۔یا باب المسجد پر،حرف بحرف ہمارے موافق ہے۔ایسی خارج مسجد کہ مسجد کی
وں سے بھی باہر ہو،نہ ہمارے نزدیک ضرور نہ ہم اسے زمانۂ رسالت سے ثابت کہیں،اور جو ہمارے
ب ضرور اور زمانۂ اقدس سے ثابت ہے،یعنی زمین محل نماز سے باہر ہونا وہ خود علمائے کلکتہ کو تسلیم ہے
مانہ رسالت میں اذان یوں ہی تھی،ظہر مسجد پر یا باب المسجد پر۔

امید ہے کہ اب تو علمائے کلکتہ بھی ہمارے ساتھ اس سنت کے اجرا میں کوشش فرمائیں گے،کہ وہ
ی کو سنت سے ثابت مان چکے۔ولربنا الحمد أبداً۔

تحریر کلکتہ پر تنقیدی نظر

اصل مقصود میں موافقت کے بعد زوائد کی طرف توجہ کی حاجت نہیں،نہ ان میں بحمد اللہ تعالیٰ کوئی
۔نیا ہے،کہ جواب سے رہ گیا ہے۔رسائل اہل حق مرسل ہو چکے ہیں،ان کا ملاحظہ بعونہ تعالیٰ تشفی کامل

پڑی بعونہ تعالٰی ایضاح کردیا جائے گا، اگرچہ رسائل اہل حق نے بفضلہ تعالٰی کوئی حاجت ایضاح باقی نہ رکھی، یہ نکات جواب پر ہوں گے، مگر ہمارا روئے سخن جناب مکرم ذی المجد والکرم مولانا مولوی محمد ولایت حسین صاحب کی طرف ہے کہ بفضلہ تعالٰی خالص سنی عالم ہیں، دیوبندی صاحبوں کو کہ اصول ایمان میں خلاف ہے، انہیں ایک ایسے فرعی مسئلہ میں بولنے کا کیا حق ہے۔ مصدقین میں نمبر دوم پر ہے: اشرف علی۔ شاید یہ مولوی تھانوی صاحب نہ ہوں، اور اگر وہی ہیں، تو آپ پر تو اور رسائل کثیرۂ عقائد درکنار خاص اس مسئلہ اذان میں "وقایۃ اہل السنۃ" اور رد...... کے ساڑھے تین سو سوالوں کا قرض مہینوں سے ہے، کیا اسے ادا کرلیا، کہ زائد کی تمنا ہے۔ بارے وقایہ نے نفع تو دیا کہ اس تحریر میں مدعائے اہل حق قبول کیا، اپنے کانپوری اوہام سے عدول کیا، اگرچہ از پیش خویش اہل حق کا ایک غلط مدعا تراش کر اس پر کلام فضول کیا، اور وہ بھی وہ جسے صدہا بار اہل حق نے مردود و مخذول کیا۔ پھر بھی اگر آپ تھانوی صاحب ہیں تو ضرور آپ کی طرف بھی روئے سخن ہے، اگرچہ حیثیت مختلف ہے، جناب مولانا مولوی ولایت حسین صاحب سے خالص دوستانہ موافقانہ مذاکرہ علمیہ کے طور پر سوالات ہیں کہ جناب اپنی حق پرستی حق دوستی سے ان کا انصاف فرمادیں۔ اور آپ پر وہی شیرانہ حملے جو سالہا سال سے ہوا کیے، اور آپ نے اپنی خاموشی ہی دکھائی یہاں تک کہ ﴿اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤی اَفْوَاهِهِمْ﴾ کی ساعت قریب آئی۔ نیز ہمارا خطاب جناب مولوی عبدالحق صاحب دہلوی و مولوی عبدالوہاب صاحب بہاری سے بھی ہے، تعیین حیثیت ان صاحبوں کی طرز عمل پر ہے۔ کیا اچھا ہو کہ اس آخر سے بچ کر اول میں شامل ہوں، باقی غیر معروف صاحب اگر اپنے نزدیک حضرات مذکورین کے مثل یا ان سے اشل ہوں، ان کے معین ہوں، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

سوالات:

(۱) کیا مطلق اپنے مصداق میں مستعمل ہو، حقیقت نہیں؟ کیا بعض جگہ بعض میں استعمال مغیر وضع ہے کہ اور جگہ اور میں تجوز ٹھہرے؟

(۲) کیا وضع لغت بیان وضع کو نہیں؟ تفسیر ائمہ لغت کو بلا دلیل صریح مجاز بتانا صواب ہے، یا خطا مکابرہ؟۔

(۳) کیا معانی ارشاد فرمودۂ قرآن عظیم میں بے تصریح معتمدین ادعائے تجوز کا اختیار ہے؟۔

(۴) شیاطین کہ مکانات بناتے اور حوضوں کے برابر لگن اور دو پہاڑوں پر رکھ کر پکانے کی دیگیں

﴿وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ﴾(۱) کی دلالت ہے؟۔

(۵) کیا کسی معتمد نے تصریح کی ہے، کہ یہاں اللہ تعالٰی نے مجاز اً فرمادیا ہے۔

(۶) مطلق کہ ما صدق علیہ میں مجمل ہو، اور قران مبیّن، کیا وہی بیان ہر جگہ کام دے گا، اگر چہ وہ قرینہ نہ ہو۔

(۷) کیا مطلق سے خصوص احد المصادیق پر استدلال دلیل عام اور دعویٰ خاص نہیں۔

(۸) کیا کسی معتمد نے کہیں حضرت کو غیر مقابل غیبت کہا ہے؟ کیا لغت میں بھی اجتہاد کو دخل ہے۔

(۹) کیا اذان ثانی اذان شرعی نہیں، کیا کسی معتمد نے اس کی تصریح کی، اگر نہیں تو زمانہ رسالت سے، یا بعد سے، اگر بعد سے تو وہ کون تھا جس نے اسے شرعی سے غیر شرعی کر دیا۔

(۱۰) کیا ائمہ نے نہ فرمایا کہ: اذان اعلام غائبین کے لیے مشروع ہوئی۔ کیا نہ فرمایا کہ اذان اعلام غائبین ہے، اور اقامت اعلام حاضرین۔ ان کے ان اقوال کا کسی معتمد نے کہ ان کے مثل۔ یا ان مثل ہو رد کیا ہے۔

(۱۱) ہمارے علما نے خاص اذان خطبہ کو بھی اعلام غائبین کے لیے بتایا یا نہیں؟۔ علی الاول کسی یا مثل نے رد کیا۔

(۱۲) کیا ہمارے علما کے نزدیک اختلاف اغراض، اختلاف انواع نہیں؟ کیا دونوعوں کا ایک فرد متحقق ہونا، ان میں سے ایک کی تکرار ہے۔ کیا کوئی عاقل، آدمی کے بعد گھوڑا آنے کو کہے گا کہ وہ پھر آدمی آیا۔

(۱۳) نیت ومقصد روح عمل ہے یا نہیں۔ اس کی تغییر تغییر عمل ہے یا نہیں اگر چہ صورۃً ہی۔

(۱۴) مئذنہ کی کیا تفسیر ہے، کس معتمد کی تحریر ہے، کیا اذان اس میں داخل ہے یا نہیں۔

(۱۵) اَمام وقدام ظروف مبہمہ سے ہیں یا نہیں۔

(۱۶) کیا قرآن عظیم میں ہر جگہ "بین یدي" مقارن خلف ہے، کیا جہاں نہیں وہاں سب جگہ قرب ملحوظ ہوتا ہے۔

(۱۷) کیا ہر جگہ قرب کی ایک حد مخصوص مفاد لفظ ہے؟ یا بقرینۂ مقام ہر شی کا قرب اس کے علی الاطلاق وہ حد مخصوص کیا ہے، اور کسی نے اس کی تصریح کی؟۔ علی الثانی کیا دلیل ہے کہ مسئلتین

[سورة سبا: ۱۲]

مر دروازان میں مقام حد واحد کا مقتضی؟۔

(۱۸) منبر شریف سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دروازۂ شمالی مسجد اطہر تک کتنا فاصلہ تھا۔ اتنے فاصلے تک عنداور قرب خود مان رہے ہیں، اس سے کتنے زائد پر منتفی ہو جائیں گے، اور وجہ فرق کیا ہے، جب کہ اتنا فاصلہ بھی اپنے نصف سے البعد ہے، اور اتنے سے دو چند بھی اس کے سہ چند سے اقرب۔ کیا ائمہ معتمدین نے کوئی تحدید کی ہے، کی ہے تو کس نے، اور کیا؟۔

(۱۹) مستدل بالقرب کو استعمال فی البعید کا سلب کلی درکار ہے، اور مانع کو ایجاب جزئی بس۔ یا اسے ایجاب کلی کی حاجت؟۔

(۲۰) کیا حرز مشروط بملک ہے۔ کیا ودائع حرز مودع میں نہیں۔ کیا مودع ودیعت سے سوکوس پر ہو جب بھی عندی لفلان کذا نہیں کہتا۔ اس وقت حرز بمعنی حفظ بالید۔ یا یا لجملہ۔ یا بمعنی تسلط، کیا بایں معنی خدم حرز مخدوم، تلامذہ حین طلب حرز مدرسین، اذان خطبہ حرز خطیب میں نہیں، کہ جب تک جلوس منبر نہ کرے، نہ ہوگی، بعد جلوس تأخر نہ کرے گی؟۔

(۲۱) کیا مسجد صحن اور فنا حجرات حوالی کو شامل نہیں۔ سلب کو ایجاب اور ایجاب کو سلب بنانا تاویل ہے یا تحریف وتحویل؟۔

(۲۲) کیا اولویت اسمعیت علت ممانعت وکراہت ہو سکتی ہے؟ کیا ترک مستحب مکروہ وممنوع ہے؟۔

(۲۳) کیا کسی معتمد نے مسئلہ کراہت وممانعت اذان فی المسجد کی عدم اسمعیت سے تعلیل کیا ہے؟۔

(۲۴) کیا مقلد محض وہ بھی وہ کہ ہنوز مقلدین ممیز کے مرتبہ سے بھی منزلوں پیچھے ہو کسی حکم کی علت اپنی رائے سے ایجاد، اور اس پر حکم کا ادارہ کرسکتا ہے؟۔

(۲۵) کیا محاذات خطیب اذان خطبہ میں سنت مقصودہ نہیں، کس معتمد نے اس کے زائد وغیر مقصود ہونے کی تصریح کی ہے؟۔

(۲۶) جہاں دو امر مقصود ہوں اور ان میں ایک نا محدود جس کا استیعاب نا میسور، صرف اس میں ایک زیادت کے لیے دوسرا کلیۃً ترک کر دینا شرع وعقل کے نزدیک مقبول ہے یا مردود؟۔

(۲۷) کیا صعود ونزول سطح مسجد کے سواسقف بیت وغیرہ میں نہیں ہو سکتے؟۔

(۲۸) کیا کسی روایت معتمدہ میں آیا ہے کہ زمانۂ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں دروازۂ مسجد پر اذان ہوتی تھی، یا وقائع بھی اپنی رائے سے تراشے جاسکتے ہیں؟۔

(۳۰) تحقیق مناط رسائل اہل حق میں بروجہ روشن ہوچکی، اور یہاں بھی ایما کردیا جس سے واضح
ث محقق ابن الہمام کو ہمارے بیان سے اصلا تنافی نہیں، ہاں فہم خلاف پر اتنی گزارش باقی کہ ابن ہمام
ہی کے اندر کچھ ہی دور لے جانے سے (گریز کا لفظ تو مجیب کہے) تحاشی کرتے ہیں، مگر خود آپ کو
ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وصدیق وفاروق رضی اللہ تعالی عنہما اسے مسجد کے تمام نزدیک
موں سے باہر دروازے پر لے گئے۔ ابن الہمام کی بحث معتبر ہے، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ
مدیق وفاروق کی سنت؟۔ خصوصا وہ بحث بھی کیسی، ہمارے ائمہ کرام کے مذہب صحیح ومصحح کے خلاف
خیرہ، بحر، میں ظاہر الروایہ ومذہب کہا۔ اسی طرف امام محمد نے اصل میں اشارہ فرمایا۔ فتاوی ذخیرہ،
ائق، ومراقی الفلاح، وغنیۃ ذوی الاحکام، وفتح اللہ المعین وغیرہا میں اسی کو صحیح واصح کہا۔ نقایہ وغرر
منیہ ونہایہ ودرایہ وکافی وخلاصہ ووجیز کردری ومحیط وصدر الشریعہ ودرر وبرجندی ودرمختار ومجمع
شلبی وہندیہ ورد المحتار وغیرہا میں اسی پر جزم کیا۔ اجلہ ائمہ امام قاضی خاں، وامام ظہیر الدین
نی، وامام شیخ الاسلام وغیرہم اجلہ اعلام نے اسی پر اعتماد فرمایا۔

(۳۱) عبارت امام ابن الہمام مذکورہ تحریر کلکتہ میں کہیں صغیر وکبیر کا تفرقہ۔ یا نفیا یا اثباتا خلاصہ۔ یا
یا فتح میں کبیر کی تخصیص ہے۔ یا کسی مجیب کو نقل میں الحاق کا اختیار ہے؟۔

(۳۲) مسجد صغیر وکبیر میں کہ مجموع کبقعۃ واحدۃ ہونے نہ ہونے کا ائمہ نے فرق کیا۔ اس میں
عدہ صغیر کو کہا یا کبیر کو۔ کیا کبیر میں اثبات، صغیر میں نفی سمجھنا کسی عاقل کی سمجھ ہے؟۔

(۳۳) بحث محقق نے جو اتحاد بقعہ کا جواب دیا وہ صغیر کی طرف ناظر ہے، یا کبیر کی؟۔ کلام علما کو
معکوس کردینا کس کا کام ہے۔

(۳۴) ائمہ کہ صدہا جگہ ایک شی کو دوسری شی محسوس میں حکما داخل فرماتے ہیں، حکم نے تغییر حس تو
ل مصداق حکمی کو مصداق حسی سے اوسع کردیا، کیا کوئی عاقل باادب انسان کہہ سکتا ہے کہ یہ گویا محسوس
رہے؟۔

(۳۵) انکار محسوس مجنون لایعقل۔ یا سخت معاند مکابر ہٹ دھرم کے سوا کس کا کام ہے۔ کیا
ے ائمہ مذہب امام اعظم وامام ابو یوسف وامام محمد وسائر ائمہ مدوحین۔ یا ان میں بعض ہی اس شناعت
سے طعن کے قابل ہیں؟۔ ایسا طاعن سخت گستاخ بے ادب ہے یا نہیں؟۔

(۳۶) کلام فتح میں معاذ اللہ اس طعن ناپاک کا کہاں نشان تھا، کلام علما میں ائمہ کے لیے دشنام

(۳۷) امام عینی عبارت منقولہ تحریر کلکتہ میں جمعہ کی دو اذانیں ہونے پر عمل کا استقرار اور عمل در آمد امصار بتا رہے ہیں۔ یا مسجد کے اندر اذان ہونے کا؟۔ اس عبارت میں "مسجد کے اندر" کون سے لفظ کا ترجمہ ہے؟۔

(۳۸) کیا فتح الباری میں عبارت منقولہ تحریر کلکتہ سے پہلے اس کا تفسیر جویبر سے ہونا، اور اس کے متصلاً اس کا منقطع ہونا، پھر نا ثابت ہونا، پھر نا معتمد ہونا، مصرح نہ تھا؟۔ کتاب کے حوالہ سے ایک سند لانا اور وہیں جو اس کے رد، اس کی تضعیف، اس پر جرح مذکور ہو، چھپا نا قطع و برید ہے یا کیا؟۔

(۳۹) الحمدللہ یہ تو آپ نے قبول کیا کہ زمان اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحضرات عالیات صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں اذان خطبہ مسجد کریم کے دروازے پر ہوتی تھی، کہیں کسی حدیث میں یہ بھی دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ یا خلفائے راشدین نے منبر سے ملا کر۔ یا مسجد کے حصہ مسقف کے اندر۔ یا نہ سہی صحن مسجد کے اندر کبھی دلوائی۔

(۴۰) اخیر میں یہ بھی ارشاد ہو جائے کہ یہ کلکتہ والی تحریر یہاں کے فتوے و رسائل کو دیکھ کر ہوئی، یا بے دیکھے؟۔ علی الاول موافقت کو مخالفت قرار دینا اور خود جسے زمانہ رسالت و خلافت میں مانا، اس کے احیا کو احیائے سنت نہ جاننا بلکہ معاذ اللہ اتباع غیر سبیل المومنین کہنا، اور اس کے احیا پر سنت الحمدللہ کہنے کو جرأت و بے باکی ٹھہرانا کس درجہ اتباع غیر سبیل المومنین و جرأت و بے باکی ہے؟۔ علی الثانی بے دیکھے رجما بالغیب حکم لگانا، اور موافق کے بدلے مخالف بات دل سے تراش کر دوسروں کی طرف نسبت فرمانا، اور اس پر بنائے مخالفت وطعن و تشنیع رکھنا کس شریعت میں حلال ہے؟۔ میں اول عرض کر چکا ہوں کہ یہ نکات جواب پروار دکیے ہیں، اور حضرات مخاطبین پر ان کا انصاف رکھا ہے، براہ مہربانی:

اولاً: ہر سوال کے جواب میں پہلے صاف صاف لا۔ یا نعم فرمادیں، اس کے بعد تاویل و توجیہ وغیرہ، جتنی چاہیں فرمائیں۔

ثانیاً: جو باتیں ثبوت طلب ہیں، ائمہ معتمدین سے ان کے ثبوت مع حوالہ صحیحہ کتب معتمدہ دیے جائیں، خالی زبانی ارشاد پر قناعت نہ ہو۔

ثالثاً: ہر سوال کا جواب نمبر وار عنایت ہو، بہت جگہ ایک سوال میں کئی کئی استفسار ہیں، ہر ایک کا جواب مرحمت ہو۔

رابعاً: ۴۰ سوال ہیں، اگر باہم تقسیم فرمالیں تو فی کس تیرہ ایک ثلث۔ یا دس آئیں گے، اگر ایک

ب دن محض خالصاً لوجہ اللہ اعانت امر دین کے لیے جواب ارسال فرمادیں۔ دینی معاملہ ہے، شرعی
ہے، علما کو اس سے پہلو تہی کے کیا معنی، یہ سب اس صورت میں ہے کہ اس بیان کے بعد بھی خلاف
رہے، اور اگر بتوفیق اللہ تعالیٰ ظاہر ہو جائے کہ کسی اشتباہ یا ساختہ غلط افواہ کے باعث موافق کو
بجھ لیے تھے، تو اللہ واحد قہار جس نے حق کی اعانت فرض کی ہے، اسے یاد کر کے اعلان فرمادیں

بے شک در بارۂ اذان خطبہ فتاوائے علمائے بریلی وپیلی بھیت، مرادآباد، جبلپور، وآرہ، وبانکی
آباد، ومیرٹھ، وکچھوچھہ شریف۔ وتصدیقات علمائے بغداد مقدس، وکابل، وپشاور، وکاشغر،
ں، وکشمیر، وجموں، وراولپنڈی، وحیدرآباد، وٹپرا، ومیمن، ومنگلہ بنگال، جنوبی افریقہ، ودہلی، ولکھنو،
، آگرہ، کان پور، وا ٹاوہ، ومحمود آباد، وسرکار مارہرہ شریف وغیرہا حق ہیں۔
یہی سنت سے ثابت ہے، اس کے بعد ان سوالوں کی حاجت نہ رہے گی، وباللہ التوفیق،
الله تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولانا محمد وآله وصحبه اجمعین آمین، والحمد لله
المین.

فقیر مصطفیٰ رضا قادری نوری غفرلہ المولی القوی

یازدہم ماہ ذی القعدہ ۱۳۳۲ھجریہ قدسیہ

علی صاحبها وآله وصحبه وابنه وحزبه افضل الصلاة والتحیة آمین۔

وہابیہ کی تقیہ بازی

(۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

سوال (۱): محلّہ کی مسجد کے پیش امام صاحب مولانا اشرف علی صاحب تھانوی سے بیعت ہیں، جب یہ الموڑہ آئے تھے، محفل میلاد میں شرکت نہ کرتے تھے، مگر اب میلاد شریف پڑھتے ہیں، اور ذکر میلاد [ولادت] مبارک کے وقت قیام بھی کرتے ہیں، گو اسے اعتقاداً ضروری نہیں سمجھتے۔ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کو عطائی سمجھتے ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی کے اوپر حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اور چند علمائے حرمین شریفین نے کفر کا فتویٰ دیا ہے، کیوں کہ ان کی تصنیف کردہ کتاب ''حفظ الایمان'' میں رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کے متعلق خلاف ادب وتہذیب، الفاظ کام میں لائے گئے ہیں، جس کا علم غالباً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی ہو۔

اب سوال دریافت طلب یہ ہے کہ کیا اشرف علی صاحب کے مرید کی امامت میں نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟۔ اگر پڑھی جائے تو کراہت تو نہیں ہے؟۔

(۲) بالفرض شریعت کی رو سے ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہو تو تقویٰ اور احتیاط کا کیا تقاضا ہے، نماز پڑھی جائے یا نہیں؟۔ براہ کرم جواب سوال ایک فتویٰ کی شکل میں مرحمت ہو۔

الجواب

وہابیہ میں تقیہ اہلا گہلا ہو گیا ہے، مجلس مقدس میں ذکر میلاد اقدس ہی کے متعلق ان کا تقیہ ملاحظہ ہو کہ مجلس میلاد شریف وہابیہ کے نزدیک بہر حال ممنوع، بدعت، اس کا کرنے والا حرام کار، گنہگار ہی نہیں، بدعتی، بدمذہب، اور صرف اتنا ہی نہیں، مجلس میلاد مبارک کو وہابیہ کے پیشواؤں نے ہندوؤں کا سا سوانگ بتایا اور کنہیا کے جنم سے بدتر ٹھہرایا، مگر طمع نفع دنیا کے لیے اور وہابیت کا پرچار کرنے کے واسطے اسی وہابیہ کے جعلی شرک وبدعت میں ان کے تھانوی پیشوا نے شرکت کی، نہ صرف شرکت بلکہ خود بارہا پڑھی، اس اپنے جعلی شرک وبدعت کی بہتی گنگا میں ہاتھ ہی نہیں دھوئے، بلکہ سر اپا ڈو بے، کتاب تذکرۃ الرشید سے

یہ آفتاب نصف النہار کی طرح آشکار، جب گنگوہی کو یہ خبر پہنچی کہ تھانوی نے یہ بدعت اختیار کی
یں مبتلا ہوا ہے، جسے ''براہین قاطعہ'' مصنفہ گنگوہی از نام انبیٹھی، و''فتاویٰ رشیدیہ'' میں ہر حال
ر کنہیا کے جنم سے بدتر ٹھہرایا ہے، گنگوہی نے تھانوی کو لکھا، تھانوی نے جو خطوط جوابی لکھے ہیں،
سے ایک میں لکھا کہ...

میں نے دیکھا کہ وہاں (کانپور میں) بدوں شرکت ان مجالس کے کسی طرح قیام ممکن نہیں، ذرا
، سے وہابی کہہ دیا، در پے توہین وتذلیل ہوگئے، اور شرکت بھی اس نظر سے کہ ان لوگوں کو ہدایت
یوں خیال ہوتا ہے کہ اگر خود ایک مکروہ کے ارتکاب سے دوسرے مسلمانوں کے فرائض وواجبات
ن ہوتو اللہ تعالیٰ سے امید تسامح ہے، بہر حال وہاں کانپور میں بدوں شرکت قیام کرنا قریب بہ محال
طور تھا وہاں رہنا، کیوں کہ دنیوی منفعت بھی ہے، اور مدرسہ سے تنخواہ ملتی ہے الخ۔

نہی تھانوی صاحب کی مصدقہ بلکہ تھانوی کا کوری وغیرہ چند کی مصنفہ کتاب ''سیف یمانی'' کی
ب وقیام کے متعلق یہ ناپاک تصریح بھی دیکھیے:

انعال مندرجہ فی السول (میلاد شریف وقیام میلاد شریف) کا بدعت حقیقی ہونا اظہر من الشمس
الامس ہو چکا ہے، کوئی شبہ نہیں کہ ان (یعنی میلاد شریف وقیام میلاد شریف) کی ممانعت حق
نے قرآن عزیز میں بھی فرمائی، اور حبیب ذی شان علیہ صلوٰۃ الرحمٰن نے احادیث کریمہ میں بھی
ین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی ان سے الگ رہنے کی تعلیم دی۔

اور انھیں کے مصدقہ بلکہ ویسی ہی چندہ کی مصنفہ کتاب ''التلبیسات لدفع
ت'' ظلماً مسمی به ''التصدیقات لدفع التلبیسات'' میں فریب دہی کے لیے لکھا ہے:

اگر کوئی مجلس مولود منکرات سے خالی ہو تو حاشا کہ ہم یوں کہیں کہ ذکر ولادت شریف ناجائز
ہے۔ پھر دیکھیے انہیں کی کتاب ''سیف یمانی ص ۱۹''

مجلس میلاد اگر چہ دوسرے منکرات سے خالی بھی ہو تب بھی عقد مجلس، اور اہتمام مخصوص کی وجہ
ن نامشروع ہے، اور ایسا ہی فتاویٰ رشیدیہ کا مضمون ہے۔

نیز ص ۲۰ پر ہے:

مجلس میلاد منعقد نہ کرنی چاہیے، کیوں کہ وہ نو ایجاد ہے، اور ہر نو ایجاد گمراہی ہے، اور یہ گمراہی
جانے والی ہے، نیز مجلس میلاد کی نہ جائے کیوں کہ وہ سلف صالحین سے منقول نہیں، بلکہ زمانہ
[illegible]

کی میلاد کے لیے یہ مجلس کرتے ہیں، پس یہ مجلس باوجود اس کے مشتمل ہونے کے بڑے تکلفات پر فی نفسہ بدعت ہے، اور اس کو ایسے لوگوں نے ایجاد کیا ہے، جو اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی کرتے ہیں۔ نیز ان تمام عبارات سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے، کہ زمانہ قدیم سے علمائے مذاہب اربعہ نے اس فعل کو کچھ اچھی نظر سے نہیں دیکھا۔ نیز چاروں مذاہب کے علما اس عمل میلاد کی مذمت پر متفق ہیں۔

یوں ہی مسئلہ علم غیب میں بھی وہابیہ کی تقیہ بازی ویدنی ہے۔ ان کا اصل مذہب تو یہ ہے کہ اثبات علم غیب غیر حق تعالیٰ کو شرک صریح ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عالم الغیب ہونے کا معتقد ہے، سادات حنفیہ کے نزدیک قطعاً مشرک وکافر ہے۔(۱)

یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا صریح شرک ہے، نیز اس میں ہر چہار مذاہب و جملہ علما متفق ہیں کہ انبیا علیہم السلام غیب پر مطلع نہیں۔ (۲)

معاذ اللہ حضور کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں، وہابیہ کے امام گنگوہی نے اس وہابی عقیدہ کے ثبوت کے لیے براہین قاطعہ میں خود حضور پر اس کا افترا کیا کہ حضور نے ایسا فرمایا، اور افترا کو شیخ محدث محقق مطلق شیخ عبدالحق دہلوی قدس سرہ کے سر مبارک پر رکھ دیا کہ شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔

حالاں کہ شیخ نے تو بصراحت یہ فرمایا ہے کہ....

ایں سخن اصلے ندارد و روایت بداں صحیح نشدہ است۔ (۳)

فقہ حنفی کی معتبر کتابوں میں بھی سوا خدا کے کسی کو غیب داں جاننا اور کہنا ناجائز لکھا ہے، بلکہ اس عقیدہ کو کفر قرار دیا ہے۔ (۴)

حنفیہ نے اس شخص کو کافر لکھا ہے جو یہ عقیدہ رکھے کہ نبی علیہ السلام غیب جانتے تھے۔

فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۶: ۳۷

جو یہ کہتے ہیں کہ علم غیب بجمیع اشیاء آں حضرت کو ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ہے، سو محض

---

(۱) (فتاوی رشیدیه جلد ۳/ص ۲۶ نیز فتاوی رشیدیه حصه دوم ص۱)

(۲) (مسئله علم غیب ص۲)

(۳) [تحفه لاثانی ص ۳۷:]

(۴) [illegible]

خرافات میں سے ہے۔
نیز تقویۃ الایمان جس کا رکھنا وہابیہ کے نزدیک عین ایمان ہے ص ۲۱:
غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے، رسول کو کیا خبر۔
نیز ص ۲۵:
غیب کی بات اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا نہ فرشتہ نہ آدمی نہ جن۔
نیز ص ۱۰:
اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا سو اس عقیدہ سے آدمی البتہ مشرک ہو جاتا ہے، خواہ یہ عقیدہ انبیا اولیا سے، خواہ پیر و شہید سے خواہ امام و امام زادہ سے خواہ بھوت و پری سے، پھر یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے، خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدہ سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔
نیز تھانوی صاحب کی حفظ الایمان ص ۸:
آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔
والعیاذ باللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ۔ العظمۃ للہ ثم لرسولہ جل جلالہ و ﷺ.
یہی وہ گندی سڑی اشد گالی ہے، جو تھانوی نے بے تکان اللہ تعالیٰ کے رسول اکرم نبی اعظم و افخم ﷺ کی شان رفیع میں بکی ہے، جس پر علمائے عرب و عجم نے تھانوی کی ایسی تکفیر فرمائی ہے کہ جو تھانوی کے اس ناپاک ازبول پر مطلع ہو کر تھانوی کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں ادنیٰ شک و تردد کرے وہ بھی کافر۔
وہابیہ، دیوبندیہ کا دربارۂ علم غیب اصل عقیدہ تو ان عبارات سے یہ معلوم ہوا، مگر بارہا اس سے ہٹے بھی ہیں، تقریروں تحریروں میں مسلمانوں کو فریب دینے کے لیے کھرے سنی بننے کے واسطے نفع اٹھانے، ضرر سے بچنے کے لیے حضور کے علم کا اثبات بھی کرتے ہیں، مثلاً تھانوی ہی کی "بسط البنان" میں دفع الزام کی ناکام سعی کرتے ہوئے حضور کے علم کا اقرار ملاحظہ ہو۔
آخری صفحہ پر لکھا بفضلہ تعالیٰ ہمیشہ سے میرا اور میرے سب بزرگوں کا عقیدہ آپ کے افضل المخلوقات في جميع الكمالات العلمية والعملية. ہونے کے باب میں یہ ہے کہ...
ع: بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر
[illegible]

ہے، یہ محض عیاری ومکاری، اور جعل وفریب وتقیہ ہے، اور تھانوی کے بزرگوں کی بھی عبارت دیکھ چکے، ایک عبارت اور دیکھ لیجیے جس سے تھانوی کا تقیہ اور فریب کاری واضح تر ہو جائے۔ تھانوی کے بزرگ گنگوہی نے براہین میں شیطان کا علم محیط ارض نصوص سے ثابت مانا، اس کا علم وسیع جانا، اور اس علم محیط ارض کو حضور کے لیے ماننے کو شرک گردانا۔ صاف کہہ دیا کہ...

شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلادلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے، شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کرکے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

ہماری اس تحریر سے واضح ہوگیا کہ وہابیہ تقیہ بازی کرتے ہیں، جب پیر جی کی تقیہ بازی کا یہ عالم ہے، تو پھر مرید کا کیا پوچھنا، تھانوی کا وہ مرید جوالموڑہ آیا ہے، پہلے اس نے جب تک تقیہ کی ضرورت نہ سمجھی، اپنی وہابیت کا نشان ظاہر کرتا رہا، پھر جب اسے اس کی ضرورت ہوئی تو اپنے تھانوی پیر کی سنت اختیار کی، جو طریقہ تھانوی کا کانپور میں تقیہ کا رہا، اسی پر اس نے بھی عمل کیا، مگر وہابیت کی چال سے اب بھی نہ چوکا، عوام پر جال اب بھی پھینکتا رہا یعنی یہ جتا کر کہ میلاد شریف پڑھتا ہوں، قیام کرتا ہوں، مگر اسے اعتقاداً ضروری نہیں جانتا۔ حضور کے علم غیب کا قائل ہوں مگر عطائی سمجھتا ہوں، یعنی عوام کو فریب دیتا ہے کہ اہل سنت مجلس میلاد مبارک کو فرض یا واجب اعتقاد کرتے ہیں، اور دیوبندی مجلس مبارک کے منکر نہیں، انہیں اس بات کا انکار ہے کہ مجلس مبارک فرض یا واجب ہے، اور دھوکا دیتا ہے کہ اہل سنت معاذ اللہ حضور کے لیے علم ذاتی کے قائل ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

دیوبندی اسی کا انکار کرتے ہیں، انہیں اس کا انکار نہیں کہ حضور کو علم عطائی ہے، یہ اس تھانوی مرید کا تقیہ در تقیہ ہے۔ غرض باتفاق فریقین اس شخص کے پیچھے نماز حرام۔ ہمارے نزدیک یوں کہ وہ جب وہابی ہے، تو وہابی کے پیچھے نماز نادرست۔ اور فرض کیا جائے کہ وہ وہابی نہیں، مگر جب وہ تھانوی وغیرہ پیشوایان وہابیہ کے ان اقوال بدتر از ابوال پر مطلع ہو کر ان کے کافر ومستحق عذاب کا منکر ہونے سے کافر ہے، اسے اس پر ایمان نہیں۔ فقط اتنا ہی نہیں کہ انہیں بعد اطلاع مسلمان جانتا ہے، بلکہ اپنا پیر پیشوا بھی مانتا ہے حالاں کہ وہ اقوال نجس تر از ابوال ایسے ہیں جن پر علمائے عرب وعجم نے یہ حکم فرمایا ہے کہ جو ان پر مطلع ہو کر قائلین کے کفر واستحقاق عذاب میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے: "من شک فی کفرہ

اونیٰ تامل کرنے والا، قادیانی کو پیرو پیشوا جاننے والا جیسا کافر ہے ویسا ہی تھانوی کو پیرو پیشوا
ا۔ یونہی گنگوہی، انبیٹھوی، نانوتوی کو۔ تو اس کے پیچھے نماز ایسی ہی ہے جیسی قادیانی کے
ف اس صورت میں کہ وہ نہ خود وہابی ہو، نہ ان لوگوں کو بعد ان کے کفریات پر اطلاع کے مسلمان
ں کے پیچھے نماز کی اجازت ہوسکتی ہے جب کہ وہ امامت کا اہل ہو۔ اور وہابیہ، دیوبندیہ کے
بہر حال اس کے پیچھے نماز ناجائز، اگر چہ وہ انہیں میں کا ایک ہو جب کہ اس نے علم غیب عطائی کا
ور مجلس مبارک پڑھی، قیام کیا، کہ اوپر معلوم ہو چکا کہ پیشوایان وہابیہ، دیوبندیہ کے نزدیک ایسا
ر مشرک ہے۔ اور کافر مشرک کے پیچھے نماز باطل۔ بجائے درود شریف اس کا یہ اختصار "صلعم"
ام کے بجائے صرف "ص" لکھنا جائز نہیں۔ تھانوی کو جس نے شان سرکار، سرکار ابد قرار، دونوں
باذن المولیٰ تعالیٰ مالک ومختار، دونوں جہاں کے تاجدار، شہنشاہ ذی وقار، سلطان والا تبار، بادشاہ
ئے گاہ، حبیب خدا، سردار انبیا علیہ التحیۃ والثناء کی شان ارفع واعلیٰ میں بکی، مولانا لکھنا حرام ہے۔
ہادی وولی الأیادی وهو تعالیٰ اعلم.

فقیر مصطفےٰ رضا قادری نوری رضوی غفرلہ

طرق الہدیٰ والارشاد

الیٰ

احکام الامارۃ والجہاد

(۱۳۴۱ھ)



پیش لفظ

از حضرت علامہ مولانا ابو الشرف
محمد شرف الدین اشرف الجائسی

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم
نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم

الحمدللّٰه رب العالمین. حمد الشاکرین. علیٰ ما هدانا الی الصراط
تقیم. وأقامنا علی الدین القویم. ووقانا عذاب الجحیم. وأنعمنا بنعمائه
رافره. والائه المتواترةالمتظافرة. التي لا تعد ولا تحصی. لا سیما بعثة حبیبه
جتبیٰ والمرتجیٰ. المرتضیٰ المصطفیٰ. الرؤف الرحیم الکریم. علیه الصلاة
لیم. وعلیٰ آله وصحبه والخلفاء. وأزواجه أمهات المؤمنین. وعشیرته
بین. أولی الصدق والصفا. لعمری انها نعمة أشرف من عمیم نعمائه. وأعظم
ظیم الائه.

وأفضل صلوات اللّٰه. وأکمل تسلیمات اللّٰه. وانمی برکات اللّٰه. وأکرم
ت اللّٰه. علی أول مخلوقات اللّٰه. الأمین المکین. شافع المذنبین المتلوثین.
طائین الهالکین. سید الأولین والآخرین. والأنبیاء والمرسلین. والملائکة
قربین. قامع أصول الشرك والمشرکین. وقالع أساس الکفر
افرین. مستوصل ببیان نفاق المنافقین. هادم قلاع فساد المفسدین
ین. دامع أدمغة الطاعین. الخارجین الماردین. المارقین من الدین. مروق
م من الرمیة والشعرة من العجین. المنقصین لشانه والمکذبین. لربه والملائکة

والنبيين. الذي ألف به ربه بين قلوب المسلمين. وحرم على عباده موالاة سائر الكفرة والمشركين، هو الامام. أشرف الأنام. قمر التمام. بدر الظلام ـ هادی سبل السلام. شرف الدين وعز الاسلام. خليفة الله في السموات والأرضين. صلوات الله وسلامه عليه وعلىٰ آله الطيبين. وصحبه الطاهرين. وخلفائه الراشدين المرشدين. الهادين المهدين وعلينا وعلىٰ سائر أمته أجمعين. آمين آمين. برحمتك يا أرحم الراحمين.

بعد حمد ونعت

برادران اہل سنت السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فقیر امید وار کہ جو کچھ عرض کرے آپ اسے گوش حق نیوش سے سنیں گے اور عین انصاف سے ملاحظہ فرمائیں گے۔ حق ہو قبول فرمائیے معاذ اللہ باطل پایئے تو رد فرمادیجیے۔

بغور سنیئے اور:

﴿فبشر عبادي الذين يستمعون القول فيتبعون أحسنه اولئك الذين هداهم الله واولئك هم أولو الألباب﴾.(۱)

کے مصداق بنئے۔

عزیزان ملت! ہم آج دیکھ رہے ہیں کہ ہم مسلمان جس پستی میں ہیں کوئی قوم نہیں، آج ہم کفار کے قبضہ اقتدار میں ہیں کل ان پر حکمراں تھے آج ان کے محکوم ہیں، کل وہ ہمارے محتاج تھے آج ہم ان کے دست نگر، کل وہ ہمارے قابو میں تھے آج وہ ہم پر بری بلا کی طرح مسلط ہیں۔ وہ ظلم کرتے ہیں ہم سہتے ہیں ،وہ ستم کرتے ہیں ہم دم نہیں مار سکتے۔ ہم ہیں اور رنج وغم کے پہاڑ۔ ہم ہیں اور ہموم وآلام کے گراں بار انبار۔ ہم روزانہ نت نئی آفتوں سے دوچار ہیں۔ پے در پے شامتیں ہم پر سوار ہیں۔ ہر دن ہم مصیبتوں کا شکار ہیں۔ ایک مصیبت ٹلتی نہیں کہ دوسری اس سے سخت تر آجاتی ہے۔ ایک آفت ختم نہیں ہو پاتی کہ اور اس سے بھی عظیم تر پہونچ جاتی ہے۔

ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا

آ گئی اور یہ کیسی مرے اللہ نئی

یہی کہتے گزرتی ہے، کبھی آپ حضرات نے اس پر غور فرمایا کہ آخر یہ عظیم تغیر وتبدل، یہ شدید انحطاط وتنزل کیوں ہوا، کبھی اس کے علل واسباب کی تلاش فرمائی۔ میں تو مدتوں سرگرداں رہا اور اس مسئلہ پر غور کرتا رہا کہ مسلمان باوجود اسلام پستی وتنزل اور قعر مذلت وتزلزل میں کیوں ہیں، ہم سے تو ہمارے مالک ومولیٰ تبارک وتعالیٰ کا وعدہ صادقہ ہے:

﴿وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾ (۱)
تم سست اور غمگین نہ ہو تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔

تم ہی غالب ہوتے، تم ہی فتح ونصرت، شوکت وحشمت، جاہ ومنصب اور عزت پاتے، مگر اپنی حالت بالکل برعکس ہے، بہت کچھ فکر کی کچھ سمجھ میں نہ آیا، یہ ایک ایسا معما تھا جس کا حل بہت دشوار تھا، نہ میں مسلمانوں کو نامسلم خیال کرسکتا، نہ پناہ بخدا اس واحد قہار عز جلالہ کے وعدۂ صادقہ میں وہم وشبہ کذب لاسکتا تھا، معاذ اللہ ایسا کون بک سکتا ہے اور یہ کس کی مجال، کہ اس کا کذب بالذات محال:

﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا﴾ (۲)
﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا﴾ (۳)
اللہ سے زیادہ کس کی بات راست اور اس سے زائد کس کا قول سچا۔

میں جتنا جتنا سلجھاتا یہ گتھا اور زیادہ الجھتا جاتا، جتنا جتنا سوچتا حیرانی اور تعجب بڑھتا جاتا، خوبی قسمت کہ انہیں دنوں حضور پرنور اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت کے رسالہ مبارکہ ''فلاح ونجات'' کی زیارت سے مشرف ہوا اس سے یہ عقدۂ لاینحل حل ہوا، اور میں اس نتیجہ پر پہونچا کہ یہ جو کچھ ہے اپنا ہی کرتوت ہے، جو بویا تھا وہ کاٹ رہے ہیں۔

ارشاد فیض بنیاد: ﴿وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ﴾ (۴)
کی تصدیق ہے۔ جو مصیبت ہم پر آئی یا آئے گی وہ سب اپنے ہی ہاتھوں لائی ہوئی ہے یا ہوگی۔ ہاں ہاں یہ اوامر الٰہیہ سے غفلت کا پھل اور احکام شرعیہ حضرت رسالت پناہی سے بے پرواہی کا ثمرہ ہے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ﴾ (۵)

---

(۱) [سورۃ آل عمران:۱۳۹]
(۲) [سورۃ النساء:۱۲۲]
(۳) [سورۃ النساء:۸۷]
(۴) [سورۃ الشوریٰ:۳۰]

اللہ عزوجل کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں۔وہ وعدہ کام کے مسلمانوں سے ہے نہ نام کے۔

﴿وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ۔ کے بعد۔ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾(۱)

بھی فرمادیا ہے، یعنی اگر تم پکے مسلمان ہوگے تو تمہیں غالب رہوگے۔

اب جو اپنی حالت پر نظر گئی تو ساری پریشانی دور اور تعجب غائب اور حیرانی کافور کہ جب شرط معدوم مشروط کا وجود خود مفقود۔ سچ کہو کیا آج کل کے مسلمانوں کی یہ حالت نہیں کہ اعمال تو اعمال عقائد سے بھی خبردار نہیں۔ جیسے انہیں ان سے کچھ سروکار نہیں۔ اوامر کی بجا آوری سے اجتناب ونفرت۔ نواہی کا ارتکاب بہ رغبت۔ زنا کاری۔ شراب خواری۔ قمار بازی۔ لواطت کی کثرت، آج مساجد نمازیوں کی کثرت کی بجائے قلت سے تنگ۔ رمضان مبارک روزہ داروں کی تلاش میں دنگ۔ غربا کا ذکر نہیں امرا جن پر حج فرض ہے ان کے سو(۱۰۰) میں غالبًا ننانوے حاجی بیت اللہ نہیں۔ ہر سال زکاۃ کا بار سر پر سوار ہے مگر انہیں پرواہ نہیں۔ آپس میں وداد وخلوص، اور رشک واتفاق کی جگہ بغض وحسد وشقاق ونفاق کی گرم بازاری، غیروں سے میل جول، پیار محبت یاری۔ کافروں مشرکوں سے ریت ہے۔ مرتدوں ملحدوں سے بیت ہے۔ فالی اللہ المشتکی۔

کیا پختہ مسلمان ایسے ہی ہوتے ہیں، ان کے کارنامے یہی ہوتے ہیں، عوام جہال کی کیا شکایت، آج مدعیان علم، بدنام کنندگان علم کی جانب سے جو کمیٹیاں قائم کی جاتی ہیں، کانفرنسیں منعقد، جماعتیں بنتی ہیں، ان میں شور وغل تو بہت کچھ مچایا جاتا ہے، ترقی ترقی کے نعرے لگائے جاتے ہیں، تنزل کے مرثیے پڑھے جاتے ہیں، پستی کے نوحے بلند کیے جاتے ہیں، مگر بجائے اس کے کہ تنزل کے اسباب وعلل تلاش کیے جاتے، ان کے مفید علاج وپرہیز بتائے جاتے۔ ہوتا کیا ہے اسلام کی خدمت کے بہانے مشرکین سے اتحاد منایا جاتا ہے۔ ان پر قرآن وحدیث کی عمر نثار کی جاتی ہے۔ کافر کی حمد خطبۂ جمعہ میں بلند منبر مسجد پر حمد اللہ وحدہ لاشریک لہ سے ملائی جاتی ہے۔ اسے معاذ اللہ مذکر مبعوث من اللہ کہا جاتا ہے۔ بلکہ صاف صاف بالقوۃ کی ٹٹی لگا کر نبی مانا جاتا ہے۔ اسے مہاتما (روح اعظم) خضر ومسیحا کہا جاتا ہے۔ انہی مدعیان علم میں بڑے بڑے جبے قبے والوں نے کہا گاندھی اور لاجپت رائے وغیرہ مشرکین کی طرح خدا سے ڈرنے والا کوئی خدا نے پیدا ہی نہ فرمایا۔ کان ربک لم یخلق لخشیتہ۔ سواھم من

ع الناس انسانا۔
یوں مالک عرش وفرش محبوب رب العرش سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی انہیں بڑھایا
، کی ٹکٹی اٹھا کر رام رام ست ست کہتے جا کر اسے مرگھٹ تک پہونچایا۔ گاندھی کے جے کا بار ہا
نہ نعرہ لگایا۔ اپنے ماتھوں پر کفری علامت قشقہ کھینچوایا۔ اور پھر فخر کے ساتھ کہا: قشقہ کھینچا دیر میں بیٹھا
، کا ترک اسلام کیا۔ وغیر ذلک من الأمور الشنیعة القبیحة . أعاذنا اللہ وجمیع
لمین منها۔
سچ سچ کہنا! کیا یہ امور اسلام کی مدد ہیں یا اس کا ہدم۔ لطف یہ کہ یہ امور بیخ کن اسلام کر کے
م کو زہر ہلاہل سم قاتل دینے اور الٹی چھری سے ذبح کر ڈالنے ہی کو مفید بتایا جاتا ہے بلکہ فائدہ کو اسی
نصر سمجھا جاتا ہے کہ اگر ایسا نہ ہوا تو ترکوں کو کوئی فائدہ کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ انہیں فائدہ جب ہی ہوگا
کہ ہندی مسلمان ہندوؤں کی غلامی اختیار کریں گے۔ انہیں نبی مانیں گے۔ جزیرۃ العرب جب ہی
ہو سکے گا جب ہندوؤں پر قرآن وحدیث کی عمر تک نثار کریں گے۔ اور ممالک اسلامیہ کی آزادی کی
مورت ہے کہ مراسم کفر اختیار کیے جائیں، اور شعائر اللہ مٹائے جائیں، یہ آخر الدوا ہے۔ لاحول
وۃ الا باللہ العلی العظیم۔
بفرض باطل یہ مفید بھی ہوتا جیسے کبھی سنکھیا۔ تو پہلے سبب اصلی کا افنا ضرور تھا کہ جب تک سبب باقی
، باقی۔ مریض کو بخار آئے تو طبیب کا کام اصلاح خلط فاسد ہے نہ کہ زا شربت وغیرہ کوئی ممسک دے
۔ یا صرف ملمس کی دفع حرارت کی کوئی تدبیر کرنا۔ یوں فساد اخلاط سے حرارت غریزی کا اطفا ہوتا
، گا، اور دن بدن مرض بڑھتا جائے گا، انجام کار حرارت غریزی کا ہیجان باعث ہلاک مریض ہوگا
ں مرض کو دور کرنا اور سبب باقی رکھنا سخت نادانی وحماقت اور اہلاک وامانت ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ
ند واحکام وحقوق اسلام کی تعلیم دیتے۔ مناہی کے ارتکاب اور مضار سے اجتناب کی ہدایت کرتے۔ تو
نہ ہوا بلکہ کیا ہوا یہ کہ جن باتوں سے پرہیز قریب فرض تھا اور جن کے اختیار کرنے سے نقصان یقینی تھا
ں کرنے کا حکم دیا یا بیٹھے دیکھتے رہے اور منع نہ کیا۔ اور جو باتیں عمل کرنے کی تھیں نہ خود کیا نہ ان سے
ں کو آگاہ کیا۔ یعنی معاملہ بالکل برعکس ہوا۔ یعنی دوا سے پرہیز رہا، اور جن سے پرہیز چاہیے تھا ان کا
مال ہوا۔ بات یہ ہے کہ: ع

او خویشتن گم ست کرا رہبری کند

اتحاد منایا۔ اپنے ہاتھوں پر ان کی غلامی، بندگی، انقیاد، کا ٹیکا لگایا۔ دشمنان خدا و مصطفیٰ۔ جل وعلیٰ وعلیہ التحیۃ والثنا۔ سے محبت ووداد واجب ٹھہرایا۔ احکام اسلام کو پس پشت پھینکا بلکہ انہیں پاؤوں سے مل ڈالا ۔ دولتیوں سے کچل ڈالا۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی الاعلیٰ۔ غرض وہ کچھ کیا جسے دیکھ کر بلکہ سن کر سچے مسلمان کا دل کانپ اٹھے۔ سر سے پاؤں تک ہر بن مو سے پسینہ ٹپکے اسلام کی مدد کرنے اٹھے تھے اچھی مدد کی۔ جیسے کسی نے مرے پر ایک لات اور دی۔ کیا اسلام کی ترقی کفریت اور اس کی مدد اس کے احکام زمین پر مار دینے سے ہو سکتی ہے۔

ع: بریں عقل و دانش بباید گریست

آہ آہ از ضعف اسلام آہ آہ

آہ آہ از نفس خودکام آہ آہ

کاش مسمان اب بھی آنکھیں کھولیں۔ آخر یہ خمار کب تک یہ غفلت تا بکے؟۔ اک دن آنے والا ہے کہ سارا نشہ ہرن ہو جائے گا۔ پھر کچھ بنائے نہ بن پڑے گا۔ للہ للہ آنکھیں کھولو! اچھے برے کھوٹے کھرے کی تمیز پیدا کرو۔ بس اللہ و رسول۔ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ سے واسطہ رکھو۔ اسی کا نام اسلام ہے اور مسلمان کا یہی کام ہے۔ جو تمہیں اللہ و رسول کے احکام پہونچائے وہ مانو اور اسے اپنا خیر خواہ اور سچا دوست جانو۔ اور جو احکام الٰہیہ واوامر نبویہ سے منہ پھیرے اور تمہیں اس کی طرف بلائے تو تم اس کے پیچھے مت لگو، اسے جہنم جانے دو۔ اور اپنا حقیقی دشمن جانو۔ یہی ہے وہ جو قرآن عظیم میں ارشاد ہوا:

﴿وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِينَ﴾ (١)

اور تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

یہی ہے وہ جو حدیث کریم نے فرمایا:

((لا تجالسوهم ولا تواكلوهم ولا تشاربوهم ولا تناكحوهم وإذا مرضوا فلا تعودوهم وإن ماتوا فلا تشهدوهم.))(٢)

یعنی نہ ان کے پاس بیٹھو، نہ ان کے ساتھ کھاؤ، نہ ان کے ساتھ پیو، نہ ان سے بیاہ شادی کرو، اور وہ جب مریض ہوں تو انکی عیادت نہ کرو، اور وہ اگر مریں تو ان کے جنازہ پر نہ جاؤ۔

(١) [سورۃ الانعام:٦٨]

دیکھو دیکھو! اللہ واحد قہار عزوجل جلالہ اور اس کے رسول دونوں جہان کے سردار احمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ڈرو، اس وقت سے خوف کرو جب اسلام فریادی ہوگا، کہ مجھے میرا ہی نام لینے والوں نے ضعیف کیا، مسلمان کہلانے والوں نے میری جڑ کھودی۔ مجھے نہایت بے دردی سخت بے رحمی کے ساتھ پھینکا۔ اور تم سے سوال ہوگا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مشقت ہائے عظیمہ برداشت کر کے بویا ہوا، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اپنے مبارک خون کی ندیاں بہا کر سینچا ہوا سرسبز پھولتا پھلتا اسلام کا درخت تم نے کیوں کاٹا یا کٹنے دیا۔ کیا اس دن کے لیے تم نے کوئی جواب تیار کرلیا ہے یا اس دن جب واحد قہار مونہوں پر مہر فرمادے گا اور جوارح کو بولنے کا حکم دے گا کہ: ﴿الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُم﴾(۱)

تو کسی کا کوئی حیلہ بہانہ چل سکتا ہے؟ ﴿فهل أنتم منتهون.﴾(۲)

اے اسلام کے مدعیو! خدا کو مانو، جاگو جاگو، للہ ہوش سنبھالو، شام سر پر سوار ہے۔ اب اور کیا دیر ہے۔ جو مہلت باقی ہے، جب تک سانس آتی ہے، غنیمت جانو۔ عظیم سفر درپیش ہے، وہاں کا جہاں نہ خویش ہے۔ منزل کڑی ہے۔ بوجھ بھاری ہے۔ تمہیں کچھ فکر نہیں۔ وہی غفلت شعاری ہے۔ ہائے غفلت تمہاری ہے۔ کیسی ستم گاری ہے۔ کمر ہمت چست کرو۔ سامان سفر درست کرو۔ اپنے رب کے حضور سر نیاز جھکاؤ۔ توبہ واستغفار کرو۔ اپنے سر سے یہ گناہوں کا گراں بار اتار دھرو۔ اس تغافل کے بد نتیجے اور اس بدمستی و بے ہوشی کے برے نتیجے تم نے اب تک دیکھے۔ اور اگر تم نے اپنی حالت نہ بدلی تو اس سے سخت تر آگے دیکھو گے۔ جب تک تم دین دار تھے تم ہی برسر حکومت واقتدار تھے۔ تم میں کا ایک ایک ہزار پر بھاری تھا۔ تمہاری خون آشام تلوار نے کفار پر قہر کی بجلیاں گرادیں۔ ان کے خون کی ندیاں بہادیں۔ ہر سرکش کی دھجیاں اڑادیں۔ عالم میں تمہاری دھاک تھی تمہارا سکہ جاری تھا۔ تمہاری شان و شوکت تھی۔ تمہاری سطوت وہیبت تھی۔ تمہاری زبانوں پر اللہ اکبر کے بعد هل من مبارز کا نعرہ تھا جس سے ہر کافر کے بدن پر لرزہ تھا۔ تمہارے خوف سے ہر جسم کافر لرزاں تھا اور ہر قلب مشرک تم سے ترساں تھا۔ تمہاری ہمت کا جا بجا چرچا تھا اور تمہاری شجاعت کا عام شہرہ تھا۔

غرض ہر فن میں طاق تھے۔ شہرۂ آفاق تھے۔ اب وہی تم ہو کہ خود اپنی نظر میں ذلیل ہو۔ یہ نسبت سابق بہت ہو مگر سمجھتے یہ ہو کہ قلیل ہو۔ بات یہ ہے کہ تم صحیح نہیں علیل ہو۔ جب تو دشمنوں سے ملتے ان سے

اتحاد رکھتے۔ مشرکوں سے محبت و وداد کرتے۔ بلکہ ان کی غلامی انقیاد کا دم بھرتے ہو۔ اعداء اللہ اور دشمنان رسول اللہ سے میل جول کرتے ہو۔ اور اس میں بھی خدا کی محبت ملحوظ رکھی ہے کہ کر اس واحد قہار سے ٹھٹھول کرتے ہو۔ اس سے استہزا نہ کرو۔ اس کے قہر سے ڈرو۔ اس کے غضب کو تھوڑا نہ سمجھو۔ اس کے عتاب کو دیکھو:

﴿اللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ﴾ (۱)

کے مصداق نہ بنو۔ مشرکوں مرتدوں کو چھوڑو۔ ان کی دوستی یاری سے منہ موڑو۔ ان کے جھوٹے وعدوں کا اعتبار نہ کرو۔ بے ہودہ لغو فضول بے معنی عہدوں پر اعتماد اختیار نہ کرو۔ ان کی کسی بات پر کان نہ دھرو۔ ان سے ناتے توڑو رشتے نہ جوڑو۔ سچے دل سے دین الٰہی و شرع رسالت پناہی۔ عز جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ کے مددگار بن جاؤ۔ پر عمل کرو۔

﴿يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا كُونُوٓا أَنصَارَ اللّٰهِ﴾ (۲)

اور ﴿يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا إِن تَنصُرُوا اللّٰهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾ (۳)

پر نظر فرماؤ۔ انعام الٰہ کے لیے تیار رہو اور اکرام رسول اللہ کے سزاوار بنو۔ اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے وہ تمہاری مدد فرمائے گا۔ اور جب وہ تمہارا مددگار ہوگا پھر وہ ایسا کون ظالم وستم گار ہوگا جو تم پر ظلم وستم کر سکے گا۔ جب تم اللہ و رسول کے مقبول و منظور ہو گے تم ہی مظفر و منصور ہو گے۔ ہرگز ہرگز کسی سے مجبور نہ ہو گے۔ کوئی تم پر قاہر نہ ہو گا تم کبھی مقہور نہ ہو گے۔

کیا تم نے فرمان ربانی:

﴿إِن يَنصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ﴾ (۴)

پڑھا نہیں؟

کیا تم نے ارشاد قرآنی: ﴿يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُم بِخَمْسَةِ اٰلَافٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِينَ﴾ (۵) یاد یکھا نہیں؟۔

﴿كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ﴾ (۶)

---

(۱) [سورة البقرة:۱۵] (۲) [سورة الصف:۱٤]

(۳) [سورة محمد:۷] (٤) [سورة آل عمران:۱٦۰]

پڑھا نہیں؟ کیا تمہیں علم نہیں کہ مقدس اسلام کا نور (اس وقت جب کہ دنیا تاریک تھی، روئے
ئی ایک جان بھی لا الہ اللہ کہنے والی اور ایک خدائے واحد احد صمد کی جاننے اور ماننے والی بظاہر نہ
ـ ایک ذات پاک محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے) چمکا، اور باوجود اس کے کہ اس کی راہ
نار اور ان گنتی روڑے اٹکائے گئے، اور بے نہایت کانٹے بچھائے گئے، ساری دنیا مخالف ہوگئی
ں متحدہ کوشش ہوئی کہ اسے بڑھنے نہ دیا جائے، یہ پودا ذرا ابھرنے نہ پائے، یہیں ابھی خاک
جائے، یہ حقانی آواز اٹھنے نہ پائے، اسے کوئی سننے نہ پائے۔ اسی لیے اس ذات مقدس کو کفار نے
ستم بنالیا، کبھی قتل وہلاک کے مشورے ہوئے تو پتھروں کنکروں کی اس قدر بارش کی کہ جسم نازنین
ے چور ہوگیا۔ کبھی افترا و بہتان، کید ومکر کا طوفان اٹھا تو ساحر و کاہن بتاکر پہرہ بٹھا دیا گیا کہ کوئی
س نہ آئے، ان کی بات نہ سننے پائے۔ کبھی سب جمع ہوکر آئے اور کاشانۂ اقدس کا محاصرہ شدید
یا۔ کبھی حضور کو بے در، بے گھر اور شہر بدر کیا۔
غرض طرح طرح کفر کے بادل امنڈ امنڈ کر آئے، اس آفتاب نبوت پر چھائے، ظلمت وتاریکی
سارے زور زور دکھائے، مگر کیا ممکن کہ خدا کے چاہے میں کوئی فتور لائے، یا اس کے امر میں کسی
رآئے۔ وہ نور کا آفتاب ان کفری بادلوں کو پھاڑتا اور ظلمات اور تاریکیوں کو دور فرماتا ہوا ایسا چمکا
کا کہ دنیا کے چپے چپے کو روشن کر دیا جگمگا دیا، وہ پودا جسے کفار اپنی متحدہ قوت وطاقت سے پائمال
ور خاک میں ملا دینا چاہتے تھے اتنا بڑھا اور پھلا پھولا جس کی شاخیں غرب سے شرق اور جنوب
تک پہونچیں، اور انہوں نے اپنے خوش گوار سایہ میں اس دنیا کے بہت کثیر مسافروں کو لے لیا، وہ
نور وہ بے ہودہ غل اس حقانی آواز کو دبا نہ سکا، وہ آواز اٹھی اور ایسی اٹھی کہ دنیا کی ساری آبادی میں
لہ ہر ہر دشت وجبل میں گونجی۔ یہی تھا وہ جسے قرآن نے فرمایا:
﴿يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَن يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾(۱)
کیا تم نے نہ دیکھا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کیسی جرأت کتنی دلیری سے
مفار کا مقابلہ فرمایا، تین تین سو نے ہزاروں کے منہ پھیر دیے، سب کے لوہے ٹھنڈے کر دیے۔
کیا آپ حضرت صدیق اکبر کی ہمت، حضرت عمر فاروق کی صولت، حضرت علی مرتضیٰ کی
، حضرت عثمان غنی کی شوکت، حضرت خالد و حضرت ضرار بن ازور کی دلیری وجرأت بھولے ہوئے

ہیں، جن کی کفار کے قلوب پر ابھی تک سکے بیٹھے ہوئے ہیں، جن کے نام سے ان کے اجسام بید کی طرح لرزتے اور قلوب تھر تھر کانپتے ہیں، کیا تمہیں یاد نہیں کہ ایک ایک لاکھ کے مقابلہ میں صحابہ صرف دس ہزار آتے ہیں اور کفار پر قہر کی بجلیاں گراتے ہیں، کیا تم بھولے ہوئے ہو کہ جبلہ بن ایہم غسانی کے ساٹھ ہزار لشکر میں صرف تیس صاحب ساری رات اپنے رب کے حضور نوافل میں سر جھکا کر بسر فرما کر صبح ہوتے ہی نماز فجر سے فراغت کر کے قتال کے لیے گھس پڑتے ہیں اور ایسی لڑائی لڑتے ہیں جس سے کفار تھرا اٹھتے اور آخر کار بھاگ پڑتے ہیں، کفار کے دس ہزار قتل ہوئے اور دس ہزار اسیر اور مسلمانوں کے صرف پانچ شہید ہوئے اور پانچ گرفتار۔ ان پانچوں گرفتاروں کا حال معلوم کر کے ذرا دم نہیں لیتے، آرام کا خیال نہیں کرتے، فوراً پھر تعاقب فرماتے اور چھڑا کر لاتے ہیں۔ کیا تمہیں حضرت ربیعہ کے کارنامے بھولے ہوئے ہیں، صرف تن تنہا ہزار ہا کفار کے ٹڈی دل میں ان کے سپہ سالار جرجیس سے بات کرنے جاتے اور وہاں اس کے پادری سے مناظرہ فرماتے ہیں، ایک دن پہلے لڑائی میں اس کے بھائی بطریق کو قتل کر چکے ہیں، جرجیس کو ایک کافر یاد دلاتا ہے کہ تیرے بھائی کو اسی نے قتل کیا ہے، وہ یہ سن کر ان تن تنہا پر حملہ کا حکم دیتا ہے، اور یہ شیر کی طرح ان بھیڑوں کے گلے کو کاٹ کر رکھ دیتے ہیں، یوں اس لڑائی کا خاتمہ فرماتے ہیں کہ ایک کافر بچ کر نہیں جاتا، سب کھیت رہتے ہیں۔ یہ صحابہ تو صحابہ ہیں، کیا تمہیں محمود غزنوی کے اسی ہندوستان پر آج نہیں جب کہ ہندؤں میں کوئی قوت نہیں بلکہ ہندو اپنی قوتوں پر پھولے نہیں سماتے تھے، چپہ چپہ پر راج رکھتے حکومت جماتے تھے، سترہ حملے یاد نہیں۔ کیا تم نے شہاب الدین غوری کا نام نہیں سنا، کیا تم تیمور سے واقف نہیں، کیا تم ببر۔ ہمایوں۔ سلیم جہاں گیر۔ شاہ جہان۔ عالم گیر وغیرہ سلاطین اسلام کو بھول گئے۔ اب تم سات کروڑ ہو، جب محمود کے ساتھ آئے تھے تو بہت کم تھے اور کیا تھا۔

بات یہ ہے کہ وہ مسلمان تھے، ہم جیسے مسمان نہیں، بلکہ ایک اللہ سے ڈرنے والے، اپنے مذہب پر مر مٹنے والے، اپنے دین کا درد رکھنے والے۔ آج اگر تم بھی ویسے ہی بن جاؤ گے تو تم بھی وہی ہو جاؤ گے، کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالی عیہ وسلم نے مشرکین سے جہاد فرماتے ہوئے کبھی یہودی یا عیسائی سے مدد چاہی، یا یہودیوں عیسائیوں سے قتال فرماتے ہوئے مشرکین سے استعانت فرمائی، بلکہ حضور نے تو یہ کیا کہ کفار امداد کے لیے آئے اور انکار فرما دیا کہ...

((انا لا نستعين بمشرك))(۱)

((انا لن نستعين بمشرك))(۱)

ہم کافروں سے مدد نہیں چاہتے ہم ہرگز مشرکین کی مدد نہ لیں گے۔

اچھا حضور کی شان تو ارفع واعلیٰ، بلند وبالا ہے، کیا صحابہ کرام میں سے بھی کسی نے کبھی کسی کافر، صرانی، مشرک، مجوسی سے اتحاد کیا یا وداد فرمایا۔ انہوں نے تو یہ بھی گوارہ نہ کیا کہ کافر کو محرری دے دی ضرت ابو موسیٰ اشعری کی اس عرض پر کہ میرا ایک محرر نصرانی ہے حضرت عمر فاروق نے فرمایا: تمہیں یا علاقہ، خدا تمہیں سمجھے، کیوں نہ کسی کھرے مسلمان کو محرر بنایا۔ کیا تم نے یہ ارشاد الٰہی نہ سنا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ﴾(۲)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر گزارش کی: اس کا دین اس کے لیے ہے مجھے تو اس سے کام ہے۔ اس پر انہوں نے فرمایا: میں کافروں کو گرامی نہ کروں گا جب کہ انہیں اللہ نے خوار کیا ر عزت نہ دوں گا جب کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلیل کیا۔ میں ان کو قریب نہ کروں گا جب کہ اللہ نے یا۔ انہوں نے عرض کی: بصرہ کا کام بے اس کے پورا نہ ہوگا، انہوں نے فرمایا: مرگیا نصرانی تو؟ والسلام یہ بھی نہ سہی۔ صحابہ کی شان بھی عظیم اور ان کا مرتبہ بھی فخیم ہے۔ اور سلاطین اسلام کو دیکھو کیا ان ی نے یہ ناپاک نامراد اتحاد گانٹھا، اکبر کا نام نہ لینا وہ اپنی نجس حرکات کے باعث مسلمان ہی کب کے بندو تم حر ہو، اسلام کی نعمت حریت کو پامال نہ کرو، ہندوؤں کی غلامی چھوڑو، جیسے روافض کو بزرگوں نے چھوڑا، یوں ہی تمام مرتدین سے قطع کرلو، ایک خدائے واحد احد صمد پر توکل کرو۔

اور ﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾(۳)

پر کاربند ہو جاؤ، پھر تمہاری چاندی ہے، دنیا تمہاری باندی ہے، جسے چاہو رکھو جسے چاہو نکالو، اک سنبھالو ہاں ہاں خبردار جہاں:

﴿اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ﴾(۴)

ہے، وہیں وہیں اسی آیہ کریمہ میں:

﴿وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ﴾(۱) ہے۔

[السنن الكبرىٰ للنسائي : باب ٦٤ سورة، ١٠/٣٠٤]

[سورة المائدة:٥١] (۳) [سورة آل عمران:١٦٠]

[سورة آل عمران:١٦٠]

برادران امت! علمائے کرام کی پکار سنو، قوم نوح علیٰ سیدنا وعلیہ الصلاۃ والسلام کی طرح انکار واستکبار نہ کرو، ضد نہ باندھو، ہٹ سے باز آؤ۔

﴿جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَأَصَرُّوا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا﴾ (۲)

کی تصویریں نہ کھینچو۔ جو دور کرنے کے ہیں انہیں دور کرو۔ ان سے نہ بھاگو: ﴿وَلَٰكِن لَّا تُحِبُّونَ النَّاصِحِينَ﴾ (۳) کا تمغانہ لو اور ﴿فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِي إِلَّا فِرَارًا﴾ (۴) کے نقشے نہ جماؤ، بری صحبت برا رنگ لائے گی، تمہیں رسوا کرے گی، شرمائے گی۔

خدارا اس سے بچو، اچھی صحبت اچھا رنگ رچائے گی، خیر کثیر دے گی، صالح بنائے گی۔ للہ اسے اختیار کرو۔ مولانا معنوی وحضرت سعدی کے ارشاد سنو:

(معنوی)

صحبت صالح ترا صالح کند — صحبت طالح ترا طالح کند

(سعدی)

گلے خوشبوئے در حمام روزے — رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری — کہ از بوئے دلاویزے تو مستم
بگفتا من گل ناچیز بودم — ولیکن مدتے با گل نشستم
جمال ہم نشیں در من اثر کرد — وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

ان کو ایک کان سے سن کر دوسرے سے اڑا نہ دو، بلکہ گوش حق نیوش سے سن کر عمل کرو۔ دین ومذہب سے بے خبری یہ علمائے امت سے بدعقیدگی کا لازمی نتیجہ اور ان سے کشیدگی کا اثر ہے۔ اور یہ ساری کلفتیں، زحمتیں، مشکلیں، دقتیں، مصیبتیں، آفتیں، آنا اسی کا ثمر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ان مسائل میں جو تیرہ سو (۱۳۰۰) برس پیش تر طے ہو چکے اختلاف کی گرم بازاری ہے۔ ان میں مناظرے اٹھتے ہیں۔ اور بہت تو وہ ہیں جن پر روز روشن کی طرح مسئلہ ظاہر وباہر کر دو، جب بھی انہیں انکار ہے، ضد ہے، اصرار

---

(۱) [سورة آل عمران: ١٦٠]

(۲) [سورة نوح: ۷]

(۳) [سورة الأعراف: ۷۹]

(۴) [illegible]

ث ہے، استکبار ہے، اگر یہی رنگ ہے تو خدا خیر کرے، کل کہیں توحیدالٰہ ورسالت رسول اللہ پر بھی
ے نہ اٹھیں۔ ابھی کئی دن کی بات ہے، حدیث سے طے شدہ ہر زمانہ کے فقہائے کرام کے طے کردہ
ان ثانی یوم جمعہ کے داخل مسجد مکروہ ہونے اور خارج مسجد سنت ہونے پر کتنا عظیم کیسا شدید انکار
طرح ثابت کردیا گیا کہ اذان پیش امام مسجد سے باہر ہی ہونا سنت ہے، مسجد کے اندر ہونے کی
ہ ہے، مگر منکرین نے ہرگز نہ مانا، وہی ایک ہانک ہانکی، مرغے کی ایک ہی ٹانگ رہی۔ عبارات میں
کیں، علمائے کرام پر افترا کیے، بہتان اٹھائے، یہ سب کچھ ہوا مگر سنت باہر ہونے کا کسی طرح
ہوا۔

یوں ہی آج یہ مسئلہ جہاد وخلافت وقربانی وترک موالات ہے۔ جس پر آئے دن جھگڑا ایک عام
ہے، خدا کی شان وہ لوگ جو کھلے کھلے کفروں پر تکفیر نہ کرتے تھے۔ ان مسلمانوں کو جنھوں نے وہابیہ
کے وہ واضح کفر دیکھ کر جن میں اصلاً تاویل کی گنجائش نہیں ان کی تکفیر کی، کافر گر کا خطاب دیتے
ن مسلمانوں کے یہاں کفر کی مشین بتاتے تھے۔ آج خود واقعی کافر گر ہیں۔ آج ان کے یہاں بے
ری مشین ہے جس میں زبردستی کفر کے فتوے ڈھلتے ہیں۔ آسمان کا تھوکا منہ پر پڑتا ہے، اور چاند پر
ڈالنے کا یہی حاصل ہوتا ہے، کہ وہ لوٹ کر اسی کے منہ پر اور آنکھوں میں پڑتی ہے، جو اس پر خاک
ہے۔ آج ان لوگوں کے نزدیک جو ہندؤں سے اتحاد نہ کرے الٹا کافر ہے۔ جو ہندوؤں سے محبت
ممنوع ناجائز کہے وہ کافر ہے۔ کھدر نہ پہنے کافروں کا ساتھی ہے۔ جو انگریزی ملازمت کرے کافر
نو ہندوؤں کی غلامی نہ کرے اسلام کا دشمن ہے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

مسئلہ اذان پر تو تعامل تعامل پکارا جاتا تھا، اجماع اجماع کی رٹ تھی، جو درحقیقت غلط تھا، جس کی
مل نہ تھی۔ اور جن پر واقعی اجماع ہے، جن پر فی الحقیقت تعامل ہے، تو وہ تعامل واجماع پکارنے
، بات بات پر تواارث کی رٹ لگانے والے، سنت کا نام لیتے آپے سے باہر ہوجانے والے، اب
بےخود و مدہوش ہیں، یا درخواب خوش خرگوش ہیں، اب کیوں خاموش ہیں؟

مگر، ع: خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید۔

اللہ عزوجل ہدایت دے۔ آمین۔

آج یہ فتنہ خبیثہ ارتداد

تمہارے اسی نامراد اتحاد، اور محبت ووداد، اور غلامی وانقیاد کا نتیجہ ہے۔ سچ کہو! کیا پہلے بھی کسی
مسلمانوں کو بھی [illegible]

یہ جرأت۔ اے مدعیان اسلام! تم نے انہیں جری کیا۔ تم نے انہیں یہ ہمت دلائی۔ تم نے انہیں دلیر بنایا۔ ہاں ہاں تم نے انہیں ابھارا۔ نہ تم ان پر ایسے ہوش کھو کر، حواس گما کر، فدا و نثار ہوتے، نہ وہ یوں تمہیں غافل پا کر تمہارے شکار کو تیار ہوتے۔ نہ تم اپنے ماتھوں پر تلک لگواتے، نہ تم قشقے کھنچواتے، نہ تم تلک کی ٹکٹی اٹھاتے اور اسے مرگھٹ تک پہونچاتے، نہ تم رام رام ست ہے، کہتے جاتے، نہ تم جے کارے لگاتے، نہ تم انہیں مسجدوں میں لے جاتے، اور انہیں مسجد کے منبر پر مسلمانوں سے اونچا بٹھاتے، نہ تم ان کو مسلمانوں کا واعظ بناتے، نہ تم یوں ان کے فوٹو کھنچواتے، تصویر اترواتے، نہ تم یہ روز بد دیکھتے اور اوروں کو دکھاتے، آج میدان ارتداد میں منشی رام۔ شردھانند کا فوٹو جو مسجد جامع دہلی میں اس کے منبر پر بیٹھے ہونے اور لکچر دینے کا لیا گیا ہے ملکانوں کو دکھا دکھا کر مرتد کیا جا رہا ہے۔

شرم۔ شرم۔ شرم۔ ﴿هل أنتم منتهون.﴾ (۱)

نہ تم ہندوؤں کے طاغوت گاندھی کو اپنا ہادی، اپنا راہبر، اپنا امام، اپنا پیشوا، اپنا راہنما، اپنا فخر کہتے، نہ تم اس کا اندھا دھند اتباع کرتے، نہ تم اس پر قرآن و حدیث کی تمام عمر نثار کرتے، نہ تم اسے مذکر مبعوث من اللہ جانتے، نہ تم اسے نبی بالقوۃ مانتے، نہ تم اسے جبریل امین کا لقب روح اعظم دیتے، نہ تم اسے خضر و مسیحا بلکہ تمام انبیا بلکہ سید الانبیا سے افضل بتاتے، نہ تم اس کے آگے ملائکہ کے سر جھکاتے، نہ تم آج ہندؤں کی ہمتیں اتنی بڑھاتے کہ وہ یہ کہنے پاتے کہ مسلمانوں کے تمام مقامات مقدسہ بلکہ کعبۂ مکرمہ پر اوم کا جھنڈا گاڑیں گے، نہ تم یہ کلمۂ خبیثہ خود سنتے نہ اوروں کو سنواتے۔ شرم۔ شرم۔ شرم۔ ﴿هل أنتم منتهون.﴾ (۲)

اے کاش! مسلمان اب بھی بے دار ہو جائیں، تو ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ ہنود بے بہبود کو ان کی اس دریدہ دہنی، ان کی اس ناپاک حرکت، اور صریح گستاخی اور سخت بد کلامی اور ہرزہ سرائی کا مزا چکھ دیں، چھٹی کا دودھ یاد دلا دیں، اور اپنے بزرگوں کی یاد تازہ فرما دیں، اسلام کا پرچم ان کے سروں پر لہرا دیں، خدا کے پسندیدہ دین کا علم ان کے قلب و دماغ میں نصب کرا دیں، شجر اسلام ان کے سینوں میں لگا دیں۔ مسلمانو! اٹھو للہ جلد اٹھو، امتحان کا وقت ہے، آزمائش کا عہد ہے، دیکھو دیکھو کسوٹی پر پورے اترو، پیارے اسلام کی مدد کرو، اگر خدا نخواستہ تم نے بے پروائی کی، اور اس کی مدد نہ کی، تو واللہ، واللہ، ثم واللہ! کہ اسلام کا کچھ نہ بگڑے گا، اس کا ذرا نقصان نہ ہوگا، تم ہی بگڑ جاؤ گے، تم ہی نقصان اٹھاؤ گے، تم ہی ٹوٹا کھاؤ گے، تم ہی خراب و خستہ دست و پابستہ قیامت میں آؤ گے، بلکہ دنیا ہی میں اس بے حمیتی، اس بے

ں بے غیرتی کا مزہ پاؤ گے۔ اسلام کا مالک، اسلام کا حافظ اللہ واحد قہار ہے، وہ اس کی حفاظت
والا ہے، اس کے دشمنوں کو برباد کردینے والا ہے، وہ خود فرماتا ہے: ﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا
ٰفِظُوۡنَ﴾ [سورۃ الحجر:۹] قوم نوح کو کس نے ہلاک کیا، نمرود مردود کو مچھر سے کس نے تباہ
و ثمود کو کس نے برباد کیا، فرعون کو کس نے غرق کیا۔ اصحاب فیل کو چھوٹے سے پرندابابیل سے کس
عصف مأکول" بنایا۔

وہی ان ہنود کے اس خواب کی تعبیر لائے گا، مگر دیکھنا تمہارا ہے کہ تم کیا کام کرتے ہو، تم کیسا درد
کھتے ہو۔ بسا تعجب ان مدعیان اسلام سے جو باوجود ہنود بے بہبود کی ان نجس حرکات شنیعہ کے آج
ا پرانا بے ہودہ بے سرا راگ گائے جاتے ہیں، وہی اتحاد و اتفاق حرام کی رٹ لگائے جاتے
ئے کرام اہل سنت کثرھم اللہ وشکر مساعیھم نے بارہا ان کی جن اباطیل کا رد فرمادیا
دودھ پانی کا پانی کرکے دکھا دیا، جھوٹوں کو گھر تک پہونچا دیا، مگر وہ ہیں کہ وہی فرمائے جاتے
ام پر یہ وقت ہے مگر انہیں فتنہ پردازی، جھگڑے بازی سوجھی ہے۔ جگہ جگہ یہ جھگڑے اٹھائے
ں۔ شاہجہان پوری ولاہوری سوالات کے جواب میں یہ رسالہ مبارکہ: "طرق الھدیٰ
ـاد الیٰ احکام الامارۃ والجھاد" جو باعتبار حجم بہت مختصر مگر نہایت مدلل و جامع ہے، مخالفین
باطل اور خیال عاطل اور وہم فاسد کا قامع ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لیے بہت ہی نافع
ضر ہے ملاحظہ فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت مصنف مدظلہ کی سعی مشکور اور
رموفور بطفیل حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عنایت کرے، آمین۔

وانا الفقیر ابو الشرف محمد شرف الدین اشرف
الجائسي غفرله المولى القوي العلي
بجاه حبيبه النبي الامي ـ صلى الله عليه وسلم ـ آمين

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

﴿وَاَعِدُّوۡا لَهُمۡ مَّا اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ قُوَّةٍ وَّمِنۡ رِّبَاطِ الۡخَيۡلِ تُرۡهِبُوۡنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ
ۡكُمۡ وَاٰخَرِيۡنَ مِنۡ دُوۡنِهِمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَهُمۡ اللّٰهُ يَعۡلَمُهُمۡ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَىۡءٍ فِىۡ سَبِيۡلِ
فَّ اِلَيۡكُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تُظۡلَمُوۡنَ﴾ (۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ جو فرض مندرجہ بالا آیت کی رو سے مسلمانوں پر عائد ہوتا ہے اس زمانہ میں اس کی تعمیل کس طرح ہوسکتی ہے۔ اگر مسلمان اس پر عمل نہ کریں اور نہ ہی عمل کرنے کے لیے کوئی طریق کار سوچیں تو کیا وہ مسلمان رہ سکتے ہیں، نیز یہ بھی فرمائیں کہ اس فرض کی اہمیت اسلام میں کس درجہ کی ہے۔

مکرمی معظمی جناب مولانا مولوی دام الطافکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف؟

فتوٰی ہذا جناب کی خدمت میں روانہ کیا جاتا ہے اس پر غور کیجیے۔ اور قرآن مجید اور حدیث نبوی سے اس کا شان نزول دیکھیے اور لکھیے کہ: آیا رسول اللہ صلعم (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے اس آیت کو کیا سمجھا اور اس پر کس طور سے عمل کیا اور اس سے کیا فوائد مرتب ہوئے۔ کیا اب یہ آیت منسوخ ہے یا ہمارے لیے بھی کوئی مفید سبق رکھتی ہے۔ اگر رکھتی ہے تو کیا علماؤں نے اس کی تبلیغ واضح طور پر کردی ہے۔ اگر نہیں کی تو کیا اب کرنے کے لیے تیار ہیں یا نہیں۔ اگر اب بھی تیار نہیں تو اس آیت کے تحت میں آتے ہیں یا نہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَٰتِ وَالْهُدَىٰ مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَٰبِ أُولَٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّٰعِنُونَ. إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولَٰٓئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ (۱)

اگر آتے ہیں تو کیوں اب بھی خدا کا خوف نہیں کرتے اور کیوں اپنی عاقبت کو تائب ہوکر سنوار نہیں لیتے۔ نیز یہ بھی عرض ہے کہ اس آیت پر عمل نہ کرنے سے اسلام کو کس قدر نقصان پہونچ چکا ہے، اور اگر آئندہ بھی عمل نہیں کیا گیا تو کس قدر نقصان پہونچے گا، خدا کے لیے میری اس یاددہانی سے فائدہ اٹھایئے، اور خلق خدا کو راہ راست پر لایئے۔ میں نے اپنا فرض ادا کردیا ہے اور اب آپ اپنا فرض ادا کیجیے۔ والسلام خاکسار خلیفہ شہاب الدین۔

از لاہور حویلی پتھران والی موچی دروازہ مرسلہ خلیفہ شہاب الدین صاحب ۲۱ محرم ۱۳۴۱ھ

الجواب

چند مقدمات استماع فرمایئے کہ وضوح حق بروجہ اتم واکمل ہو، اور ان شاء اللہ تعالٰی نور حق آفتاب نصف النہار سے زیادہ تاباں ودرخشاں ہوکر چشم ہائے مخالفین کو خیرہ کردے، اور معاندین کی نگاہوں میں چکا

بچاوے۔

﴿وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾(۱)

ہم مسلمانوں کے آقا ومولیٰ، ملجا وماویٰ، نبی کریم، رؤف ورحیم، رافع مناصب واعلام، نافی اسقام جملہ آلام، شافع انام، شارع اسلام، علیہ وعلیٰ سائر الأنبیاء الکرام وصحبه العظام الفخام أفضل الصلاة وأکمل السلام۔

تمام عالم کے لیے رحمت عام ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اسی لیے ان کی مقدس شریعت نہایت سہلہ ہے والحمد للہ تعالیٰ۔

(۱) وہ پاک ہے اس سے کہ کسی ایسی بات کا حکم دے جو فوق طاقت وقوت بشر اور انسانی وسعت باہر ہو۔ ان پر جس کتاب کریم یعنی قرآن عظیم نے نزول فرمایا۔

یہ ارشاد فرماتا آیا:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾(۲)

اور یہ فرمان الٰہی سناتا آیا:

﴿فاتقوا الله ما استطعتم﴾(۳)

یوں ہی یہ ارشاد فرمایا:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾(۴)

خود آپ نے جو فرمان نقل کیا اس میں بھی: ﴿**ما استطعتم**﴾ ہے۔

حدیث ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((من رأی منکم منکراً فلیغیره بیده، فان لم یستطع فبلسانه، وان لم یستطع فبقلبه.))(۵)

(۲) یوں ہی یہ پاک شریعت اس سے منزہ ہے کہ بے فائدہ عبث امر کا حکم فرمائے۔

قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ:

---

(۱) [سورة الصف:۸] (۲) [سورة البقرة:۲۸۶]

(۳) [] (۴) [سورة الأنعام:۱۵۲]

﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ﴾(۱)

هذا كله ما أفاده امامنا مجدد المأةالحاضرة۔ رضي الله تعالىٰ عنه۔

(۳) اپنی عزت وجان ومال خصوصاً جان کی حفاظت تو اہم فرائض سے ہے یہاں تک کہ اعظم فرائض نماز سے بھی اہم تر ہے کہ نماز اور سب فرائض فرع ہیں اور وجود اصل۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَا تُلْقُوْا بِأَيْدِيْكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾(۲)

اپنے ہاتھوں اپنی جانیں ہلاکت میں نہ ڈالو۔

(۴) فتنہ وفساد سخت شنیع وقبیح ومنہی عنہ ہے۔

قال عز من قائل:

﴿لَا تُفْسِدُوْا فِي الْأَرْضِ﴾(۳)

(۵) ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے، جو کام کل کا ہے آج نہ ہوگا، یا جو کل ہوسکتا تھا وہ آج نہیں ہوسکتا کہ پہلے کا وقت آیا نہیں اور دوسرے کا وقت گذر گیا۔ یوں ہی ہر بات کہنے کا ایک موقع اور محل ہوتا ہے، بے موقع بے محل بات کہنا لوگوں کو ہنسنے کا موقع دینا ہے، ایسی بات لغو بے ہودہ اور بے اثر پادر ہوا ہوتی ہے۔ ع۔ ہر سخنے موقع وہر نکتہ مقامے دارد۔

جب یہ مقدمات خمسہ ممہد ہولیے اب اصل مقصود کی جانب مڑیے۔

فأقول وعلى الله أعول:

ان مقدمات سے ظاہر ہوا کہ جو حکم انسانی قوت وطاقت بشری، وسعت واستطاعت سے باہر ہو وہ ہرگز حکم شریعت مطہرہ نہیں۔ جس حکم میں کوئی فائدہ نہ ہو، عبث ولغو ہو، وہ ہرگز ہماری پاک شرع کا حکم نہیں۔ جس حکم میں بے فائدہ اتلاف جان واہلاک نفس ہو وہ اس شرع مبین کا حکم نہیں۔ یوں ہی جس حکم سے سوتے فتنے جاگیں فساد برپا ہو وہ کبھی مقدس اسلام کا حکم نہیں ہوسکتا۔ اب یہ خود دیکھ لو کہ یہاں اس وقت حکم جہاد میں تکلیف مالا یطاق ہے یا نہیں۔ اس میں کوئی فائدہ ہے یا سراسر مضرت۔ جانوں کی بے وجہ ہلاکت ہے یا حفاظت۔ فتنہ وفساد کی اثارت ہے یا اماتت۔ اس میں مسلمانوں کی عزت ہے یا ذلت۔ یہ

---

(۱) [سورة الأنبياء:۱۶] (۲) [سورة البقرة:۱۹۵]

قبل از وقت ہے یا خاص وقت پر۔ ان امور پر غور کر لینے کے بعد مسئلہ بالکل صاف ہو جائے گا۔ اصلاً نہ رہے گا۔ کیا نہتوں کو ان سے جو تمام ہتھیاروں سے لیس ہوں لڑنے کا حکم دینا سختی نہیں، اور تکلیف الوسعت نہیں۔ کیا ایسوں کو جو ہتھیار چلانا بڑی بات ہے، اٹھانا نہیں جانتے، جن کے وہم میں بھی کبھی گزرا کہ بندوق کس طرح اٹھاتے تلوار کیوں کر تھامتے، مارتے، طمنچہ کیسے چلاتے ہیں۔ جنہوں نے جنگ کے ہنگامے، لڑائی کے معرکے خواب میں نہ دیکھے، انہیں توپوں کے سامنے کر دینا کچھ زیادتی نہیں؟۔ کیا ایسوں سے میدان کرانا اور ان کی جانیں مفت گنوانا عبث نہیں؟۔ کیا یہ فتنہ وفساد نہیں کہ جانوں کی عزیز اور قیمتی جانیں مفت ضائع ہوں۔ اس سے بڑھ کر اور فتنہ اور اس سے زائد فساد فی الارض کیا ہوگا۔ ایک مسلمان ایک کعبہ نہیں ہزار ہوں ان سے زیادہ افضل و بہتر ہے۔

دل بدست آور کہ حج اکبر ست از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر ست

غنیۃ المستملی میں ہے، علامہ ابراہیم حلبی فرماتے ہیں:

"حرمة المسلم الواحد أرجح من حرمة لقبلة."(۱)

تو ایک جان مسلم کا اتلاف کعبہ ڈھانے سے بدتر ہے۔

بلکہ ساری دنیا کا زوال اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مسلمان کے ناحق قتل سے کہیں ہلکا ہے۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"لزوال الدنيا أهون على الله من قتل رجل سليم.(۲)

رواه الترمذي والنسائي عن ابن عمروبن لعاص. رضى الله تعالىٰ عنهما."

ایسی حالت میں جہاد جہاد کی رٹ لگانا غیر قوموں کو اپنے اوپر ہنسانا اور ان سے یہ طعن اٹھانا ہے۔

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

اور جب کہ وہ ان شنائع قبائح پر مشتمل ہے، حرام حرام حرام ہے، وہ ہرگز حکم شرع نہیں، شریعت پر افترا و زیادت ہے جو آج اسے حکم الٰہی وامر حضرت رسالت پناہی ٹھہرا رہے ہیں مسلمانوں کے سخت دشمن ہیں۔ وہ اللہ و رسول پر افترا کرتے، بہتان باندھتے ہیں۔

---

۱ [رد المحتار على الدر المحتار: باب هر عقرأ بالفاسية اوالتوراة، ۱/۵۳۱]

اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ﴾(۱)

اور فرماتا ہے رب تبارک وتعالیٰ:

﴿اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ﴾(۲)

اور ارشاد فرماتا ہے عزوعلا:

﴿وَیْلَکُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا فَیُسْحِتَکُمْ بِعَذَابٍ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰی﴾(۳)

اور فرماتا ہے جل جلالہ وعم نوالہ:

﴿لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ﴾(۴)

یہاں کے نہتے، بے سردھرے، جنگ سے ناواقف مسلمان ان پر توان پر خود سلطان اسلام جس کے پاس سامان حرب بھی ہو اور باقاعدہ فوج بھی وہ اگر یہ سمجھے کہ کفار زائد ہیں یہ فوج وسامان انہیں کافی نہ ہوگا، تو ایسی حالت میں اسے ان سے پہل ناجائز ہے۔ کتب میں یہ مسئلہ مصرحہ ہے۔

مثلاً ردالمحتار میں فرمایا: "هذا اذا غلب على ظنه انه كافئهم والا فلا يباح قتالهم."(۵)

خود اس گاندھی امت کے لیڈر اعظم مولوی عبدالباری کو مسلم ہے کہ یہ وقت وقت جہاد نہیں، اور یہ کہ وہ نامفید اور بے ضرورت اہلاک نفس ہے۔

وہ اپنے رسالہ ہجرت میں کہتے ہیں:

"میں کشت وخون کو خصوصاً مجتمع حملہ کی صورت میں جیسا کہ لشکر کرتا ہے غیر مفید سمجھتا ہوں، کیوں کہ اس کے اسباب مجتمع نہیں"

اسی رسالہ میں لکھتے ہیں:

"اس میں شک نہیں کہ اہلاک نفس بلاضرورت جائز نہیں، قانون جن امور کو روکتا ہے ان کو نہ کرنے میں ہمیں عذر ہے۔"

---

(۱) [سورة النحل:۱۱٦]　　(۲) [سورة النحل:۱۰٥]

(۳) [سورة طٰهٰ:٦۱]　　(٤) [سورة آل عمران:٦۱]

جہاد تین قسم ہے: یہ حکم حرمت اس وقت یہاں سنانی سے خاص ہے جسے آج لیڈران فرض
ہے ہیں۔ رہے لسانی و جنانی وہ بفضلہٖ تعالیٰ علمائے سنت وتمام اہل سنت نے کیے، کررہے ہیں اور
کرتے رہیں گے۔ لیڈران الٹے چپے کہ جو حرام تھا اسے فرض بتایا، اور جو فرض تھا اسے اپنے چہیتے
یارے ہندوؤں کے ساتھ حرام کیا۔

اصل یہ ہے کہ وہ گاندھی کو اپنا امام وپیشوا، ہادی وراہنما جانتے بلکہ نبی بالقوۃ بلکہ نبی بالفعل مانتے
سے مذکر مبعوث من اللہ کہتے، اور اس پر ساری عمر قرآن وحدیث قربان ونثار کرتے ہیں، صاف
لکھتے ہیں: خدا نے ان کو (گاندھی) کو مذکر بنا کر بھیجا ہے، ان (گاندھی) کو اپنا راہنما بنالیا ہے جو وہ
ں وہی مانتا ہوں۔ میرا حال تو سر دست اس شعر کے موافق ہے:

عمر یکہ بآیات واحادیث گزشت رفتی ونثار بت پرستی کردی

لہٰذا گاندھی کے اقوال واحکام پر سر منڈاتے اور احکام اسلام کو پس پشت ڈالتے ہیں، اس کے
اسلام اقوال کو قرآن وحدیث کا جامہ پہناتے ہیں، جو کچھ وہ کہتا ہے یہ کہتے ہیں، جو وہ کرتا ہے یہ
، ہیں، غرض اتباع ہوا پہ مرتے ہیں، ورنہ کیا آج سے قبل قرآن عظیم میں آیات جہاد وترک موالات
، کیا وہ دن بھولے جا سکتے ہیں جب قرآن عظیم سے یہی آج بڑے لمبے چوڑے دعوے ترک
ت از نصاریٰ کرنے والے، نیا چرہ دیوبندی جو آج اس میں بہت پیش پیش ہیں نصاریٰ کے بندہ
بنے ہوئے تھے، ان کی اطاعت فرض ٹھہراتے تھے، انہیں ﴿اولی الأمر منکم﴾(ا) میں شمار
تے تھے، ان سے سرتابی کو حرام اور ان پر چڑھائی کو بغاوت وفساد فرماتے تھے، مسلمانوں پر باغی
مفسد، خطاوار ہونے کا حکم لگاتے تھے۔ آج یہ نصاریٰ ظالم ہیں، کل تک یہی رحم دل نیک دل مہربان
ج ان کی کچہریوں میں ظلم ہوتا ہے، کل تک عدل وانصاف ہوتا تھا، آج ان میں مقدمات لے
ام ہوئے، آج یہ سوجھا کہ وہاں خلاف شرع فیصلے ہوتے ہیں کل تک یہی کچہریاں عدالتیں
، بلکہ عدالتیں تو آج تک کہا جاتا ہے، مگر یہ اجتماع نقیضین عجیب ہے۔

اس وقت ہمارے پیش نظر وہابیہ دیابنہ کی کتاب ''تذکرۃ الرشید'' ہے جو ان کے ایک امام
ی سوانح ہے۔ اس میں غدر ۱۸۵۷ء کے واقعات سے اپنے اس امام مزعوم رشید احمد گنگوہی کی واقعہ
ری ورہائی کا تذکرہ کیا ہے، اس میں ان نصاریٰ کو جو آج بحکم گاندھی کافر ہوئے ہیں، جن سے آج

باتباع گاندھی موالات حرام وکفر ہے، موالات تو موالات مجرد معاملات بھی ناجائز ہے، جو باوجود اس اعتراف کے کہ اس زمانہ ۱۸۵۷ء میں ہزارہا بندگان خدا ناکردہ گناہ پھانسی چڑھائے گئے (تذکرۃ الرشید ص:۷۳) ظالم نہ تھے، آج بقول گاندھی ظالم ٹھہرے، وہ بھی جب جب کہ جلیان والے باغ کا واقعہ پیش آیا۔ ورنہ کانپور کی مسجد پر مسلمانوں کے سینے چھلنی ہوئے، دہلی میں کیا کیا کشت وخون نہ ہوئے، کل تک وہ مالک تھے یہ مملوک تھے، وہ سردار تھے یہ غلام تھے، وہ مخدوم تھے یہ خادم تھے، یہ بندے تھے وہ سرکار تھے، وہ پیارے تھے یہ ان کے جاں نثار تھے، کہ انہیں افسر وسرکار ومالک کے معزز القاب، رحم دل نیک دل مہربان کے خطاب تھے، اوران کے مقابل مسلمان باغی مفسد مجرم خطاوار تھے، انہیں نصاریٰ پر اپنے امام مزعوم کی جاں نثاری کو بڑے فخر ومباہات کے ساتھ بیان پر کہا:

آپ کو ان مفسدوں سے مقابلہ بھی کرنا پڑا جو غول کے غول پھرتے تھے، حفاظت جان کے لیے البتہ پاس تلوار رکھتے تھے، اور گولیوں کی بوچھار میں بہادر شیر کی طرح نکلے چلے آتے تھے، ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ (گنگوہی) اپنے رفیق جانی قاسم نانوتوی اور طبیب روحانی حاجی صاحب ونیز حافظ ضامن صاحب کے ہم راہ تھے کہ بندوقچیوں سے مقابلہ ہوگیا۔ یہ نبرد آزما دلیر جتھا اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے یا ہٹ جانے والا نہ تھا، اس لیے اٹل پہاڑ کی طرح پا جما کر ڈٹ گیا، اور سرکار پر جاں نثاری کے لیے تیار ہوگیا۔ اللہ رے شجاعت وجواں مردی کہ جس ہول ناک منظر سے شیر کا پتہ پانی اور بہادر سے بہادر کا زہرہ آب ہوجائے، وہاں چند فقیر ہاتھ میں تلواریں لیے جم غفیر بندوقچیوں کے سامنے ایسے جمے رہے گویا زمین نے پاؤں پکڑ لیے ہیں۔ چناں چہ آپ پر فیریں ہوئیں اور حضرت حافظ ضامن زیر ناف گولی کھا کر شہید ہوئے''۔(۱)

اللہ اللہ! یا بایں شورہ شوری، یا بایں بے نمکی، کہ نری معاملت سے آدمی کافر ہوجائے، یا کم از کم حرام کار ٹھہرے، لطف یہ کہ وہی انگریز ہیں وہی ان کا مذہب، وہی ان کی گفتار، وہی رفتار وہی کردار، اور اس سے بڑھ کر نادان اور احمق کون جو واقعہ فاجعہ کانپور پیش نظر ہوتے ہوئے آنکھیں بند کرے، یہ کہہ دے کہ اب مسلمانوں کی محبت نے انہیں انگریزوں کے ساتھ طرز عمل بدلنے پر مجبور کردیا، جب ترکوں پر مظالم دیکھے رہا نہ گیا، اپنے بھائیوں کے لیے اپنے سرکاروں سرداروں مالکوں سے منہ موڑ لیا، اپنے پیاروں سے وہ رشتۂ جاں نثاری توڑ لیا، اگر کوئی بدعقل ایسا کہے تو اس کا جواب اس سے بہتر اور کیا ہوسکتا ہے:

جو حدیث میں ارشاد ہوا کہ: ''حبك الشيء يعمي ويصم''(۱)

کیا کانپور اور دہلی کے مسلمان مسمان نہ تھے، کیا ان پر ظلم نہ ہوئے، کیا وہ مسمان نہ تھے جو غدر
ے تھے جن سے انگریزوں کی جانب سے یہ لڑے، یا مسلمان تو تھے مگر اس ہم وردی کے قابل نہ
رردی ترکوں ہی کے لیے خاص ہے، دوسرا اس میں ان کا شریک نہیں ہوسکتا، اگر ہے تو وجہ فرق کیا
ں پر جو ظلم کرے وہ ایسی سزا کا مستحق ہو، اور ساری دنیا کے مسلمانوں پر شوق سے ظلم کرے ان کی
یہ ئش سے مس نہ ہوں، وہ فقرات صفحہ وار درج ذیل ہیں جن میں نصاریٰ کی وہ تعریفیں مدحیں
ور مسلمانوں کی وہ کچھ توہینیں تنقیصیں تذلیلیں ہیں۔

اپنی سرکار سے باغی صفحہ۳ ۷

سرکاری خیر خواہ صفحہ۴ ۷

تھانہ بھون سرکاری فوج سے گھیر لیا گیا حاشیہ صفحہ۴ ۷

اپنی سرکار کے مخالف صفحہ۵ ۷

سرکار پر جاں نثاری صفحہ۵ ۷

سرکاری خیر خواہ صفحہ٦ ۷

ملازمان سرکاری صفحہ٦ ۷

سرکار کے نزدیک باوجاہت صفحہ۷ ۷

سرکاری بغاوت صفحہ۷ ۷

سرکاری خطاوار صفحہ۹ ۷

آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے، تا زیست خیر خواہی پر ثابت رہے۔

صفحہ۹ ۷

آپ (رشید احمد) سمجھے ہوئے تھے، کہ میں جب حقیقت میں سرکار کا فرماں بردار ہوں تو جھوٹے
ے میرا کیا ہوگا، اگر مارا گیا تو سرکار مالک ہے، اسے اختیار ہے جو چاہے سو کرے۔

ملازمان سرکاری صفحہ۱۹۳

رحم دل گورنمنٹ صفحہ۳ ۷

ایضاً صفحہ٦ ۷

نیک دل عیسائی صفحہ۲۳٦

۵۷ء وہ سال تھا جس میں (گنگوہی) پر اپنی سرکار سے باغی ہونے کا الزام لگایا گیا۔
صفحہ۷۳

بغاوت کا علم قائم کیا، فوجیں باغی ہوئیں صفحہ۷۳

پنکھی صاحب انگریز سے جو باغیوں کی سرکوبی کے لیے حکم موت کا مجاز بن کر ضلع سہارن پور میں متعین کیا گیا مخبری کی حاشیہ صفحہ۷۳

گورنمنٹ نے باغیوں کی بغاوت کے باعث اپنا امن اٹھالیا صفحہ۷۴

مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے والا نہ تھا صفحہ۷۵

جب بغاوت وفساد کا قصہ فرو ہوا صفحہ۷۶

باغیوں کی سرکوبی شروع کی صفحہ۷۶

نہ ایسی اندھی جنگ بغاوت کبھی دیکھی نہ سنی صفحہ۷۶

باغی کی اعانت سرکاری بغاوت صفحہ۷۷

ان کو باغی ومفسد اور مجرم وسرکاری خطاوار ٹھہرا رکھا تھا صفحہ۷۹

مفسدوں میں شریک صفحہ۷۳

علم فساد کھلم کھلا بلند کیا صفحہ۷۳

مفسدوں میں شریک ہونے کی راہ چلائی صفحہ۷۴

مفسدوں سے مقابلہ صفحہ۷۴

جب مفسدوں کی معرکہ آرائی سے پیچھا چھٹا صفحہ۷۶

بزدل مفسدوں کو صفحہ۷۶

یہ نفس کش حضرات فسادوں سے کوسوں دور تھے صفحہ۷۶

جماعت مفسدین صفحہ۷۹

ہمارا کام فساد کا نہیں نہ ہم مفسدوں کے ساتھی صفحہ۸۵

کچہری کے عالی شان کمرے اور عدالت کے وسیع مکانات صفحہ۷۶

عدالت سے حکم ہوا صفحہ۷۴

جس وقت حاکم کا حکم عدالت

کمیٹی مسمیٰ بہ جمعیۃ العلما اور ہر خلافت کمیٹی سے ضروری سوال ہے

ایسے لوگ جنھوں نے اس گورنمنٹ کو جس کی نسبت آپ ہی حضرات کا یہ فتویٰ ہے کہ جو اس سے بلکہ معاملت کرے گا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوگا، اور دین ڈھائے گا، اور وہ خود لائق نان کو وترک موالات ہو جائے گا۔ رحم دل، نیک دل، مالک، سرکار، وغیرہ کہیں، ان کی دلی خیر خواہی کا ، ان پر جاں نثاری کو تیار ہوں، تیار ہی نہیں بلکہ کر گذریں، ان کی جانب سے مسلمانوں سے لڑیں ، فخریہ خوشی خوشی بیان کریں، ان کی کچہریوں کو عدالت کہیں (جن کی نسبت آپ آج فرماتے ہیں ں سراسر ظلم ہوتا ہے) جنھوں نے ان کے وہ اکرام وعزتیں کیں اور مسلمانوں کو دشنام وذلتیں ے ہیں، کیا ہیں، جھوٹے، دروغ باف، کذاب، مستحق لعنت وعذاب، فاسق، فاجر، خوشامدی، ظالم کفار کچھ ہیں، یا کچھ نہیں، سچے پکے مسلمان ہیں؟۔ اس لیے کہ جمعیۃ العلما یا خلافت کمیٹیوں کے ں، آپ لوگوں کے نزدیک ایسے ظلمہ کو بلکہ کسی کافر کو جس سے ایسے ظلم بھی نہ صادر ہوئے ہوں لک وغیرہ کہنا جائز ہے یا ناجائز؟۔

اس حدیث کا کیا مطلب ہے:

((لاتقولوا للمنافق سيداً فإنه إن يك سيداً قد أسخطتم ربكم.))(۱)

نیز حدیث:

((اذا مدح الفاسق غضب الرب واهتز لذلك لعرش.))(۲)

کے کیا معنی ہیں۔

ان دونوں حدیثوں سے ان کا کیا حکم ہوگا جنھوں نے فاسق ومنافق نہیں کھلے کافروں کی تعریفوں باندھے۔

کافر کو نیک دل کہنا کیسا ہے۔ ان پر جاں نثار کرنے والے کا کیا حکم ہے۔ کافروں کی طرف سے ں سے لڑنا کیا حکم رکھتا ہے۔ کافروں کے جانب دار گروہ سے اگر کوئی قتل ہو کیا شہید ہوگا۔ جو اسے

[الترغيب والترهيب: ۵۷۹/۳]

[مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب حفظ للسان والغيبة ... ۴۸۵۹، ۲/ ۴۲۶]

شہید کہے اس کا کیا حکم ہے۔ بغاوت کے کیا معنی ہیں۔ باغی کا کیا حکم ہے۔ کیا غدر کے مسلمان باغی تھے۔ بلاوجہ شرعی مسلمانوں کی توہین وتنقیص کرنے والوں کا کیا حکم ہے۔ مسلمانوں کو ناحق ایذا دیں اور ایذا دینے والے کی بابت حکم شرعی کیا ہے۔ کافروں کی کچہریوں بلکہ مسلمانوں کی کچہریوں کو جن میں خلاف شرع فیصلے ہوتے ہیں انہیں عدالت کہنا کیسا ہے اور قائل کا کیا حکم ہے؟۔

ان باقرار خود مملوکین نصاریٰ، جاں نثار ان گورنمنٹ، دلی خیر خواہان انگریزان، مقاتلین و محاربین با مسلمان، منتقصین ومؤہنین مومنان سے جو میل جول رکھے اس کی نسبت حکم شرعی کیا ہے؟۔

خصوصاً وہ لوگ جو ان کی ایک ایک وقت کی دعوت میں پانچ پانچ سو اڑائیں، وہ بھی اپنے نہیں بلکہ غریب مسلمانوں نے جو روپیہ نہایت عرق ریزی سخت جانکاہی سے کمایا، اور اپنے مظلوم ترک بھائیوں کی امداد کے لیے دیا، اس پر اس بے دردی سے چکی چلائیں، ان کا شاندار استقبال کریں کرائیں، غرض کوئی دقیقہ ان کے اعزاز واکرام کا اٹھا نہ رکھیں، انھیں صدر جلسہ صدر جمعیت کریں، بلکہ بعض کو شیخ الھند بنائیں، کیا آج سے پہلے انگریز انگریز نہ تھے، یا وہ مسلمان جو غدر میں پھنسا دیے گئے دریائے شور بھیجے گئے، سخت سزایاب ہوئے، جو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیے گئے وہ مسلمان نہ تھے، یا جب تک (معاذ اللہ) قرآن عظیم میں ترک موالات وجہاد کے احکام نہ تھے، آج گاندھی نے جسے آپ لوگ مذکر مبعوث من اللہ مانتے ہیں بتائے ہیں۔ بینوا بیاناً شافیاً "

مسلمانو! جمعیت وکمیٹی کے لوگ جو کچھ جواب دیں، مگر تم جانتے ہو کہ انگریز جب بھی انگریز ہی تھے مسلمان نہ تھے، اور غدر کے مسلمان بھی ضرور مسلمان تھے، اور قرآن عظیم میں یہ احکام بھی بلا ریب تھے، اور یہ گاندھی کے بتائے سے پہلے بھی قرآن پڑھتے اور ان احکام الٰہیہ کا علم رکھتے تھے۔ تو پھر ظاہر کہ بات وہی ہے جو ہم نے بیان کی کہ یہ لوگ پابند ہوا وہوس ہیں۔ جب انگریزی سلطنت میں اپنا رسوخ بڑھانا، اعتبار جمانا تھا، لہٰذا رنگ وہ تھا، اب ہوس سوراج، اور آزادی خود مختاری کے نشہ، اور سلطنت کرنے کی خواہش کی ترنگ میں رنگ یہ ہے۔ کہ گاندھی کے بندے ہیں، جو وہ کہتا ہے وہی مانتے ہیں، عمر قرآن و حدیث تک اس پر نثار کرتے ہیں۔ غرض خدا کے بندے نہ جب تھے نہ اب ہیں۔ قرآنی اوامر اسلامی احکام نہ جب مانتے تھے نہ اب، عوام کو بہکانے اور جاہلوں کو پھسلانے کے لیے نام قرآن وحدیث کرتے ہیں، پہلے انگریزوں کے جاں نثار تھے، اب گاندھی پر مرتے ہیں۔ اس وقت یہ حکم جہاد بھی اسی دشمن اسلام و مسلمین گاندھی بد دین کا حکم ہے۔ جیسے پہلے ہجرت سے نقصان پہنچے مسلمانوں کے خانماں برباد

ں میں اتنا روپیہ کہاں تھا یوں اپنے ہندو بھائیوں کو دلوائے۔
یوں ہی یہ مسئلہ نکال کر اس نے چاہا کہ مسلمانوں کو جن کی روح بالکل فنا ہو چکی ہے، کچھ یوں ہی باقی ہے، یہ بھی کیوں رہ جائے بالکل تباہ کرائے۔ اگرچہ بظاہر گاندھی کی پالیسی یہ نہ ہو، اور وہ ں میں یہ شائع کرتا ہو کہ میرا مذہب کشت وخون کو روا نہیں رکھتا، مگر ادنیٰ تامل سے یہ نکتہ حل ہوسکتا ہے یئے، جو لوگ بے حکم گاندھی نوالہ نہ توڑیں، وہ بغیر اس کے مشورہ کے ایسے امر عظیم کا نام کیونکر لیتے وا کہ ضرور اس نے ان کو یہ حکم دیا کہ تم جہاد جہاد پکارو، اور اس سے انگریزوں کو مرعوب کرلو، اور میں لیسی سے کام نکالوں گا، عقل ہوتی تو اس معمے کو سمجھتے، مگر عقل تو گاندھی نے لے لی، سمجھے کون۔
مسلمانو! تم نے دیکھا یہ ہے تمہارے رب کریم کے ارشاد:
﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا﴾(۱)
کی کھلی تصدیق۔ اور ابھی کیا ہے، اگر تم اب بھی ہوش میں نہ آئے تو دیکھو گے اور اپنے کیے کا مزہ چکھو گے۔

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا آگے آگے دیکھنا ہوتا ہے کیا

کاش تم اب بھی سنبھلو اور ان گندم نما جو فروشوں سے بھاگو، ان کی تو دلی خواہش ہے کہ تم مشقت

﴿قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ﴾(۲)
آپ کے سوالات کے اصل مقصد کا جواب تو بحمد اللہ تعالیٰ یہ ہولیا، مگر اب دوسرے طور پر ہر ہر جواب علاحدہ علاحدہ سنیے!
اللہ عزوجل اپنی کتاب کریم قرآن عظیم میں ارشاد فرماتا ہے:
﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ اَغْلُظْ عَلَيْهِمْ﴾(۳)
اور ارشاد فرماتا ہے: عز جلالہ
﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾(۴)
اور ارشاد ہوتا ہے:

---

(۱) [سورۃ آل عمران:۱۱۸] (۲) [سورۃ آل عمران:۱۱۸]
(۳) [سورۃ التوبۃ:۷۳] (۴) [سورۃ التوبۃ:۲۹]

﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ﴾ (۱)

اور فرماتا ہے: عم نوالہ

﴿فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ﴾ (۲)

جو فرض ان آیات کریمہ مندرجہ بالا سے مسلمانوں پر عائد ہوتا ہے اس زمانہ میں اس کی تعمیل کس طرح ہوسکتی ہے (آپ اگر علم رکھتے ہوں تو آپ ورنہ خود گاندھی امت کے علماولیاڈر سے دریافت فرما کر مطلع کیجیے) اگر مسمان ان پر عمل نہ کریں اور نہ ہی عمل کرنے کے طریق کار سوچیں تو کیا وہ مسلمان رہ سکتے ہیں؟۔ (ترک فرض پر مسلمان نہ رہنے کا سوال عجیب ہے) نیز یہ بھی فرمائیں کہ اس فرض کی اہمیت اسلام میں کس درجہ کی ہے؟۔

فتویٰ (استفتا) ہذا جناب کی خدمت میں بھیجا جاتا ہے، اس پر غور کیجیے (اور اگر خود علم نہ رکھتے ہوں تو انہیں لیاڈر گاندھوی ملت کو دے دیجیے کہ وہ غور کریں) اور قرآن وحدیث نبوی سے اس کا شان نزول دیکھیے (یا وہ دیکھیں مگر قرآن عظیم سے شان نزول دیکھنا ہے عجیب) اور دیکھیے کہ آیا رسول اللہ صلعم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھا کیجیے، علمانے ''صلعم'' یا صرف ''ؐ'' لکھنے کو تنقیص شان رسالت اور لکھنے والے پر حکم کفر فرمایا ہے) نے ان آیات کو کیا سمجھ اور ان پر کس طور سے عمل کیا ہے، اور اس سے کیا فوائد مرتب ہوئے، کیا اب یہ آیات منسوخ ہیں (یا اب مشرک مشرک نہ رہے مسلمان ہوگئے، کیا گاندھی اور لاجپت رائے اور مدن موہن مالوی وغیرہ کافر نہیں) یا ہمارے لیے بھی کوئی مفید سبق رکھتے ہیں، اگر رکھتے ہیں تو کیا علماؤں (علما) نے ان کی تبلیغ واضح طور پر فرمادی ہے، اگر نہیں کی تو کیا اب کرنے کے لیے تیار ہیں یا نہیں، اگر اب بھی تیار نہیں تو کیا اس آیت کے تحت میں آتے ہیں یا نہیں۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ﴾ (۳)

(البینٰت ﴾ یوں لکھیے ن اور ت کے درمیان الف نہیں ﴿والهدیٰ...... وان (وانا) ﴾ یہاں کا الف (بینات) میں لکھ دیا برابر ہوگئے ﴿التواب الرحیم ﴾ اگر آتے ہیں تو کیوں، اب بھی خدا کا خوف نہیں کرتے اور کیوں اپنی عاقبت کو تائب ہو کر سنوار نہیں لیتے۔ نیز یہ بھی عرض ہے کہ: اس پر بھی غور کیجیے (یالیاڈر غور کریں) کہ ان آیات پر عمل نہ کرنے سے اسلام کو کس قدر نقصان پہونچ چکا ہے، اور اگر

---

(۱) [سورة التوبة:۵] (۲) [سورة التوبة:۱۲]

ی عمل نہیں کیا گیا تو کس قدر نقصان پہونچے گا، خدا کے لیے ہماری اس یاددہانی سے فائدہ اٹھایئے
خدا کو راہ راست پر لایئے، ہم نے اپنا فرض ادا کردیا ہے، اور اب آپ (یا لیاڈر) اپنا فرض ادا
۔جو جواب آپ یا (وہ لیاڈر) دیں اپنے ان سوالات کا ادھر سے بھی وہی جواب سمجھ لیں۔
مہربانا! بات وہی ہے کہ ہر فرض بقدر قدرت وبشرط استطاعت ہے، آپ نے مذکورہ سوال میں خود یہ
جو دتھی، غور فرماتے حاجت سوال نہ ہوتی۔ اگر آپ میں قوت واستطاعت ہے بسم اللہ فرمایئے،
س نے روکا ہے۔ کرم فرما! یہ عرض محض بہ نظر خیر خواہی اسلام ومسلمین اور ابتغاء لمرضات رب ا
وحبیبہ رحمۃ للعالمین ہے، نہ معاذ اللہ برائے رضائے کافرین، یا بخوف فاجرین۔ اور مخالفین
ین کے افتراؤں بہتانوں کے جواب کو یہ قرآنی ارشاد کافی:

﴿فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ﴾ (ا) واللہ سبحانہ وتعالیٰ أعلم.

حررہ الفقیر مصطفیٰ رضا القادری النوری البریلوی
عفی عنہ المولی القوی بجاہ حبیبہ محمد المصطفیٰ النبی الامی

مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
اس وقت کثرت سے لوگ ایسے ہیں جو امامت سے خارج ہیں کہ ان کے فعل ناجائز چشم دید مع
دکھادیے گئے۔ مگر یہ لوگ نہ امامت کرنا چھوڑتے ہیں اور نہ فعل ناجائز سے توبہ کرتے ہیں۔ تو اس پر زید
وں کے پیچھے نماز با جماعت نہیں پڑھتا۔ تو عمرو بکر وغیرہ کہتے ہیں کہ ہم جماعت کا ثواب کیوں چھوڑیں
ز کام کرنے والے اماموں کی کثرت ہے۔ اور زید کہتا ہے کہ یہی نہیں ہم تو ایسے خارج الشرع اماموں
نماز جماعت جمعہ بھی نہ پڑھیں۔ مطابق امام مقبول شرع دور ملنے پر ہم نہ جاسکیں تو ہم جمعہ کی نماز بھی
اکر لیتے ہیں۔ تو کیا اس صورت میں زید گنہ گار ہوتا ہے؟ اور عمرو بکر وغیرہ کے اقوال صحیح ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ نہیں کہ امام معصوم ہو، امام فاسق معلن نہ ہو۔ فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور جمعہ کی نماز
ماعت ہو ہی نہیں سکتی۔ اس کا امام اگر فاسق معلن بھی ہو اور کسی غیر فاسق کے پیچھے نماز جمعہ نہ مل
ی فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا لازم، جمعہ کا ترک حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

تحریک خلافت وگاؤ کشی کا شرعی حکم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ....

(۱) خلافت صحیحہ شرعیہ کس کا حق ہے؟ زید کا یہ قول کہ خلافت صحیحہ بموجب حدیث شریف صرف حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک رہی، پھر بصورت سلطنت ہوگئی۔ اب خلافت کہاں رہی، کیسا ہے؟

(۲) ترک موالات وترک معاملات میں کیا فرق ہے؟۔

(۳) کیا نان کوآپریشن شرعی ترک موالات نہیں ہے؟۔

(۴) قربانی کرنا صاحب نصاب پر واجب ہے یا نہیں؟

اگر زید عمرو سے یہ کہے کہ اس وقت تم قربانی نہ کرو، اور بلکہ یہی روپیہ کہ جس سے قربانی کروگے خلافت کمیٹی کو انگورہ فنڈ وموپلا فنڈ میں دے دو۔ دوسرے قربانی گاؤ کرنا ناجائز بھی ہے، کیوں کہ امیر افغانستان وعلما ومفتیان افغانستان نے اس پر فتویٰ دے دیا ہے کہ قربانی گاؤ ہرگز نہ کی جائے۔ قول زید شرعا کیسا ہے؟۔ اور بموجب قول زید عمل کرنے والے کا کیا حکم ہے؟۔

(۵) کیا زکاۃ امداد ترک وموپلا وتحفظ سلطنت اسلام کے لیے دی جاسکتی ہے؟۔ بینوا بالکتاب توجروا بالثواب۔

از شاہجہاں پور مسئولہ جناب منشی مقبول خاں صاحب رضوی سلمہ (۲۸ رذی الحجۃ الحرام ۴۰ھ)

الجواب

(۱) خلافت کا مستحق وہ ہے جو ساتوں شروط خلافت کا جامع ہو یعنی مرد ہو، عاقل ہو، بالغ ہو، مسلم ہو، حر ہو، قادر ہو، قرشی ہو۔ یہ ساتوں شرطیں ایسی ضروری ہیں کہ ان میں سے اگر ایک بھی کم ہوگی خلافت صحیح نہ ہوگی۔ تمام کتب عقائد میں اس کی تصریح ہے، تبرک کے لیے امام ابوالبرکات نجم الملۃ والدین عمر نسفی اور سعادت اندوزی اور مخالف کی پوری دہن دوزی کے لیے علامہ سعد الملۃ والدین عمر تفتازانی کا ارشاد عرض کروں، وہ اپنی کتاب ''عقائد'' اور یہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

سیاً؛ لقوله عليه الصلوة والسلام: الائمة من قريش، وهذا وإن كان خبراً واحداً
، لماروا ه أبوبكر رضي الله تعالى عنه محتجاًبه على الأنصار ولم ينكره واحد
ـار مـجـمـعـاً عليه ولم يخالف فيه إلاالخوارج وبعض المعتزلة ، ويشترط أن
ـون من أهل الولاية المطلقة الكاملة أي مسلماً ذكراً عاقلاً بالغاً ؛[إذ ماجعل
ه لـلـكـفـريـن على المومنين سبيلا] والعبد مشغول بخدمة المولى مستحقراً في
ن الناس، والنساء ناقصات عقل ودين ، والصبي والمجنون قاصر ان عن تدبير
ـور والتـصـرف فـي مـصـالـح الـجـمـهـور سائساأي مالكا للتصرف في أمور
ـسـلـمـيـن بـقـوة رأيه ورؤيته ، ومعونة بأسه وشوكته قادراً على تنفيذ الأحكام
ـظ حدود دار الإسلام وإنصاف المظلوم من الظالم ـاه(۱)

ترجمہ: امام قریش سے ہو، غیر قرشی کا امام ہونا جائز نہیں، یعنی امام کا قرشی ہونا شرط ہے کہ حضور پر
لی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: الائمة من قريش ۔ سب ائمہ قریش سے ہیں۔ اور یہ اگر چہ خبر واحد
یکن جب کہ حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے (اس وقت جب کہ انصار ومہاجرین
اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں امام پر گفتگوئیں ہوئیں، فریق اول چاہتا تھا کہ امام انصار سے ہو، اور فریق
ی خواہش تھی کہ مہاجرین سے، آخر اول نے کہا کہ ایک امام ہمارا ہم میں سے ہو اور تمہارا تم میں سے)
ر پر حجت کے لیے روایت فرمایا، اور اس پر کسی نے انکار نہ کیا (انصار نے یہ ارشاد سرکار ابد قرار سے سنا
لاعت خم کیا، وہ اصرار چھوڑ دیا، اپنا دعویٰ واپس لے لیا) تو اس شرط قرشیت پر اجماع صحابہ ہو گیا، اور
میں امت سے کوئی بھی مخالف نہ ہوا، خوارج اور چند معتزلہ نے خلاف کیا۔ اور امام کا ولایت مطلقہ کاملہ
ہل ہونا شرط ہے، یعنی مسلمان حر، عاقل، بالغ ہو (مسلمان ہو کافر نہیں ہو سکتا) کہ اللہ تعالیٰ نے
ـانوں پر کافروں کو کوئی راہ نہ دی اور (آزاد ہو غلام نہ ہو) کہ غلام (ایک تو) اپنے آقا کی خدمت میں
ول ہوگا (دوسرے) لوگوں کی نگاہ میں حقیر۔ اور (مرد ہو) کہ عورتیں عقل و دین میں مردوں سے کم
ہیں، اور (عاقل بالغ ہو) کہ بچہ اور پاگل تدبیر امور اور تصرف فی مصالح الجمہور سے قاصر ہیں، اور یہ
کہ سیاست والا ہو یعنی امور مسلمین میں تصرف کا مالک ہو، تنفید احکام اور حفاظت دار الاسلام اور ظالم
مظلوم کا بدلہ لینے پر قادر ہو انتہیٰ ۔ (مترجم)

---

(۱) [illegible]

آج اس دور پرفتن میں جہاں اسلام پر اور چند در چند مصائب نازل ہیں، اختلاف وتشدد وافتراق کی گرم بازاری بھی ہے، بلکہ یہی ساری مصیبتوں کی اصل الاصول ہے۔ شرط قرشیت جس پر اجماع امت ہوچکا آج اسے غیرضروری اور بے کار ٹھہرایا جاتا، اور اجماع صحابہ واتفاق سائر ائمہ واطباق جمیع علما کو نہایت بے دردی سے توڑا جاتا ہے، باوجود تصریحات علما کہ یہ شرط قطعی اجماعی ہے مثلاً شروح مواقف ومقاصد کا ارشاد:

"وأجمعوا عليه فصار دليلاً قاطعاً يفيد اليقين باشتراط القرشية۔"

اور فقہائے کرام کا اس پر اجماع ہے، لہٰذا وہ قرشی ہونے کی شرط کے لیے ایسی دلیل قطعی ہوگیا جو یقین کا فائدہ دیتی ہے۔

دیکھ کر بھی رکیک دیا دربہوا اور دوراز کار تاویلات سے کام نکالنا چاہا جاتا ہے، مثلاً کبھی کہا جاتا ہے کہ یہ حدیث امر نہیں خبر ہے۔ جیسے: ''القضاء في الأنصار"۔ جیسے: اس سے قضا انصار ہی میں منحصر نہ ہوگی، یوں ہی اس حدیث سے خلافت قریش میں۔

فقیر عرض کرتا ہے: یہی سہی کہ امر نہیں خبر ہے، مگر کیسی خبر، ایسی خبر کہ جس کی بابت دوسری حدیث میں ارشاد ہوا:

((لايزال هذا الأمر في قريش مابقي من الناس اثنان۔))(۱)

یہ امامت قریش ہی میں رہے گی، جب تک آدمیوں میں سے دو بھی رہیں۔

کیا ''القضاء فی الانصار" کے متعلق بھی کسی اور حدیث میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ قضا انصار ہی میں رہے گی جب تک ان سے دو بھی رہیں گے؟۔

کبھی کہا جاتا ہے ''علما وائمہ نے سلطنتوں کے ڈر سے اس شرط کو خواہ مخواہ بڑھا رکھا ہے'' قاضی عیاض سے اس کی ابتدا معلوم ہوتی ہے۔ ''اجماع کا ثبوت مشکل ہے، محققین اہل سنت قرشیت کی شرط سے بالکل عدول کرتے ہیں''۔ مثال کے لیے امام ابوبکر باقلانی کا نام نامی بھی لے دیا جاتا ہے۔

گزارش ہے کہ اگر تمام محققین اہل سنت اس شرط سے عدول فرماتے، نہیں صرف امام ابوبکر باقلانی ہی خلاف کرتے، تو کتب عقائد میں یہ کیوں ہوتا کہ اس میں سوائے خوارج اور چند معتزلہ کے اور کسی کا خلاف نہیں۔ مثلاً شرح عقائد نسفی میں ہے:

"لم يخالف فيه إلا الخوارج وبعض المعتزلة۔"(۱)

اس کی مخالفت سوائے خوارج اور بعض معتزلہ کسی نے نہیں کی۔۱۲م

کیا یہ بھی سلطنتوں کے خوف سے کیا کہ امام ابوبکر باقلانی اور محققین کا خلاف چھپالیا، صرف ج وبعض معتزلہ کا دکھایا۔ لیڈر واللہ سے ڈرو! کیوں امام اور تمام محققین پر افترا کرتے ہو، نقض اجماع رام کا شنیع الزام ان کے سر دھرتے ہو۔

فرمان قرآن:

﴿إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ﴾.(۲)

جھوٹ بہتان وہی باندھتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے۔(کنزالایمان)

کی بھی خبر رکھتے ہو۔ نہیں نہیں تم اور قرآنی ارشاد سے خبردار۔ ایسوں سے گلہ شکوہ بے کار جن کی عمر ست (گاندھی) پر نثار، ولاحول ولاقوة إلا بالله العزيز القهار.

ائمہ کرام وعلمائے اعلام پر جو کتمان حق اور مداہنت فی الدین کے دو شنیع الزام رکھے، اس کی ند واحد قہار کے یہاں ہے:

﴿بِئْسَ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا﴾ (۳)

ظالموں کو کیا ہی برا بدل ملا۔

مگر اتنی گزارش ہے کہ علامہ علی قاری کس دل گردے کے تھے کہ باوجود سلطنت ترکیہ۔ أيدها ونصرها على أعدائها۔ میں سکونت کی پھر بھی وہی فرمایا جو اگلوں نے خلفائے عباسیہ کے ڈر سے دیا تھا۔

شرح فقہ اکبر میں فرمایا:

"يشترط أن يكون الإمام قرشياً لقوله: الأئمة من قريش . وهو حديث هور وليس المراد به الإمامة في الصلاة فتعينت الإمامة الكبرىٰ۔"(٤)

خلیفہ قریشی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، ((الأئمة في قريش)) یہ حدیث

[شرح عقائد، ص: ۱۲۲] (۲) [سورۃ النحل: ۱۰۵]

[سورۃ الکھف: ۵۰](۵)

مشہور ہے، اور اس میں نماز کی امامت بالاجماع مراد نہیں تو ضرور خلافت مراد ہے۔

"الائمة من قریش" (۱)

سب ائمہ قریش سے ہیں۔

اس میں مخالف خوارج ہیں یا چند معتزلی۔

اور حضرت محقق علامہ ابراہیم حلبی رحمہ اللہ تعالیٰ کتنے جری تھے، جنہوں نے غنیۃ شرح منیہ میں جہاں کچھ ایسی ضرورت بھی نہ تھی یہ فرمایا:

"لا خليفة الآن والذي يكون بمصر فانما يكون خليفة اسماً لا معنىً لانتفاء بعض شروط الخلافة فيه علىٰ مالايخفى على من له أدنىٰ علم بشروطها۔" (۲)

آج کل کوئی خلیفہ نہیں، اور وہ جو مصر میں ہے وہ تو نام کا خلیفہ ہے۔ حقیقی نہیں کہ بعض شروط خلافت اس میں موجود نہیں، جسے شروط خلافت کا ذرا بھی علم ہو اس پر یہ ظاہر ہے۔

بہت ممکن کہ یہ سلطان سلیم عثمانی ہی کے متعلق ہو کہ ۹۲۳ھ میں مصران کے قبضہ میں آ گیا تھا۔ اور علامہ حلبی مذکور نے مصر ہی میں تعلیم پائی، اور وہاں مدت تک رہے، پھر قسطنطنیہ آئے اور وہیں تشریف رکھی، سلطانی جامع مسجد کے امام مقرر ہوئے اور حضرت فاضل سعدی حلبی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دار القراءت میں مدرس رہے، اور ۹۵۶ھ میں وصال فرمایا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنه وارضاه عنا۔ اور اگر غنیۃ ۹۲۳ سے پیش تر کی تصنیف ہو تو اگر چہ ان سلطان سلیم کے متعلق نہ سہی دور خلفائے عباسیہ کے بعد سلطان سلیم عثمانی کے وقت تک بہت سی سلطنتیں ہوئیں، اکراد کی سلطنت ہوئی، ترکوں کی سلطنت ہوئی، جراکسہ کی سلطنت ہوئی۔ غرض جس کسی کے عہد میں غنیۃ تصنیف ہوئی ہو اس کے متعلق ہے۔ مگر تقدیر کے اچھے تھے کہ کسی نے ان سے باز پرس نہ کی۔ اور علامہ شامی نے تو غضب ہی کر دیا کہ خاص سلاطین ترک کا تغلب صراحت سے فرمایا۔

رد المحتار میں ہے:

"قد تكون بالتغلب مع المبايعة، وهو الواقع في سلاطين الزمان۔ نصرهم الرحمن۔" (۳)

---

(۱) [کنز العمال، ۱۲/ ٦٦] (۲) [غنیہ، ص ٥٢٨]

اور کبھی بیعت غلبہ کے ذریعہ ہوتی ہے اور یہ واقع ہے موجودہ بادشاہوں میں، اللہ ان کی مدد

ے۔۱۲م

لیڈران سرشاران بادۂ گاندھویت دیکھیں کہ علما کی زبانیں اور ان کے قلم حق بولنے اور حق لکھنے

بھی نہیں رکتے، وہ اللہ واحد قہار اور اس کے رسول دونوں جہان کے مالک ومختار علیہ الصلوۃ والسلام

سوا کسی سے خوف نہیں کرتے، تم بحکم ''المرء يقيس على نفسه''

ع : آدمی اپنے ہی احوال پہ کرتا ہے قیاس

انہیں اپنا سا جانتے ہو، جیسے خود خوشامد میں مسجد کانپور کو سڑک کر آئے۔ اللہ کے گھر کو رہ گزر بنا

ئے۔ اے مدعیان علم وتہذیب وادب! علما کی شان میں گستاخ نہ بنو۔ انہیں اپنے جیسا قیاس نہ کرو۔

نا معنوی کے ارشاد:

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر	گرچہ ماند در نوشتن شیر وشیر
جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد	کم کسے ز ابدال حق آگاہ شد
اشقیا را دیدۂ بینا نہ بود	نیک وبد در دیدۂ شان یک نمود
ہمسری با انبیا بر داشتند	اولیا را ہم چو خود پنداشتند
گفت اینک ما بشر ایشاں بشر	ما و ایشاں بستۂ خوابیم وخور
ایں ندانستند ایشاں از عمیٰ	ہست فرقے درمیاں بے منتہیٰ

پر نظر رکھو، ائمہ کرام وعلمائے عظام کی بے ادبی کھیل نہیں۔ آدمی کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہے، او

سے کیا بنا دیتی ہے۔

عزیزان ملت! ان لیڈر کو باوجود ادعائے سنت ودعوائے علم ومشیخت، اس قید قطعی اجماعی قرشیت

کا لنے اور خوارج کے جال اور معتزلہ کے پھندوں میں پھنسنے کی کیا حاجت ہے، انہوں نے مسلمات

میہ کے پامال کرنے میں کیا نفع سوچا ہے، اور ان کی اس بے ہودہ حرکت سے کیا فائدہ

لتا ہے۔ سلطان المسلمین ترکی۔ اللهم انصره وانصر من نصره واخذل أعدائه الكفرة

جرة، اللهم دمر ديارهم وقصر أعمارهم وزلزل أقدامهم ولا تجعل لهم عليه وعلينا

بلاً۔ کی حرمت وعزت کے لیے خدمت حرمین محترمین کیا کم ہے، ان کی سلطنت علیہ کی حفاظت وحمایت

لیے خلافت کی شرط حماقت ہے، تحفظ وامداد سلطنت اسلام کے لیے امامت کبریٰ شرط ہی کب ہے،

ہر فرد مسلم پر ہر فرد مسلم کی خیر خواہی لازم ہے:

((الدین النصح لکل مسلم)) ۔(۱۰) (۱)

ہر مسلمان کے لیے دین نصیحت ہے۔

ارشاد پاک حضور پرنور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس پر ناطق ہے۔

هذا وإن شئت التفصيل فعليك بالكتاب الجليل (دوام العيش في الائمة من قريش)

مزید تفصیل دیکھنے کے لیے "دوام العیش" کتاب کا مطالعہ کریں۔(م)

خلافت راشدہ کاملہ بے شک حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک رہی۔عند التحقیق یہ صحیح نہیں کہ پھر خلافت ہی نہ رہی، ان کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے، اور خاندان عباسیہ تو ۹۵۰ھ تک رہی، ہاں جب سے اب تک خلافت سے دنیا خالی ہے۔ اہل حل وعقد کے نزدیک ارشاد پاک حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

"الخلافة بعدى ثلثون سنة ثم يصير بعدها ملكا عضوضاً"(۲)

میرے بعد خلافت تیس سال ہے، اس کے بعد کاٹنے والی بادشاہت میں منتقل ہو جائے گی۔

اس سے راشدہ کاملہ مراد ہے۔

شرح عقائد میں فرمایا:

"الخلافة ثلثون سنة ثم بعدها ملكا أمارة لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم:((الخلافة بعدى ثلثون ثم يصير بعدها ملكا)) ، وقد استشهد على رضى الله تعالىٰ عنه على راس ثلثين سنة من وفات رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ، فمعاوية ومن بعده لايكونون خلفاء بل ملوكا وأمراء ، وهذا مشكل ؛لأن أهل الحل والعقد من الأمة قد كانوا متفقين عىى خلافة الخلفاء العباسية وبعض المروانية كعمر بن عبدالعزيز مثلاً ، ولعل المراد أن الخلافة الكاملة التي لايشوبها شيء من المخالفة وميل عن المتابعة تكون ثلثين سنة ، وبعدها قد تكون وقد لاتكون ـوالله تعالىٰ أعلم

(۱) [السنن لابی داؤد ،دار الاشاعت اسلامیہ ۷۸، کوموٹولہ اسٹریٹ کلکتہ، ۲/۲۷۶]

ہ ومجده أتم وأحكم۔(۱)

خلافت تیس سال تک ہے، پھر اس کے بعد سلطنت اور بادشاہت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
م کے فرمان کی وجہ سے ''کہ خلافت میرے بعد تیس سال تک ہے''۔ پھر اس کے بعد ایسی سلطنت
ہو ایک دوسرے کو کاٹنے والی ہوگی (ظالم ہوگی)۔ اور علی شہید کیے گئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
کے وصال شریف سے تیس سال کے بعد، تو حضرت معاویہ اور ان کے بعد والے خلفاء نہ ہوں گے بلکہ
اور امیر ہوں گے۔ اور یہ بات مشکل ہے، اس لیے کہ امت نبی سے ارباب حل وعقد خلفائے عباسیہ
ں مروانیوں کی خلافت پر متفق تھے، جیسے حضرت عمر بن عبدالعزیز، اور شاید مراد یہ ہے کہ وہ خلافت
س کے اندر مخالفت اور پیروی سے اعراض کی آمیزش نہ ہو وہ تیس سال تک رہے گی، اور اس کے بعد
ہوگی اور کبھی نہ ہوگی۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

(۲) موالات ومعاملت میں فرق عظیم وبعید ہے، موالات قطعاً یقیناً ہر کافر سے، مشرک ہو یا
، ذمی ہو یا حربی، اگر حقیقیہ ہے کفر ہے، اور صوریہ ہے تو حرام ہے، جس پر کثیر آیات قرآنیہ
، اور مجرد معاملت سوا مرتد کے سب سے جائز۔ والتحقيق التام في "المحجة المؤتمنة"
تعالیٰ أعلم.

(۳) ہرگز نہیں، کماھو مذکور في رسائل أهل الحق والله تعالیٰ اعلم.

(۴) قربانی ہر آزاد مسلمان صاحب نصاب پر ایام اضحیٰ میں کسی دن کرنا واجب ہے یا سنت
ہ، اس میں اختلاف ہے، ہمارے امام اعظم وامام محمد وامامین زفر وحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک
ب، اور امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایک روایت میں وجوب ثابت۔ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"من كان له سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا"(۲)

جو وسعت رکھتا ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہرگز ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔

یہی وہ حدیث ہے جس سے امام اعظم وغیرہ ائمہ مذکورین نے وجوب کا حکم فرمایا۔ اور ایک
ت میں امام محمد وامام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما، امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح اسے سنت

[شرح عقائد نسفی، کتب خانہ رشیدیہ، ص ۱۰۹]

مؤکدہ فرماتے ہیں۔ فتویٰ قول اول ہی پر ہے، اور وہی مختار للفتوی متون کا مسئلہ ہے۔

ہدایہ میں فرمایا:

الأضحية واجبة على كل حر مسلم مقيم موسرٍ في يوم الاضحى ، أما الوجوب فقول أبي حنيفة ومحمد وزفر والحسن وإحدى الروايتين عن أبى يوسف ۔ رحمهم الله تعالى ۔ وعنه أنها سنة وهو قول الشافعي ، وذكر الطحطاوي أن على قول أبي حنيفة واجبة وعلى قول أبي يوسف ومحمد سنة مؤكدة ، وجه الوجوب قوله عليه السلام: من كان له سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا . ومثل هذا الوعيد لايلحق بترك غير الواجب۔ اه مختصرا(۱)

قربانی ہر آزاد مسلمان مقیم صاحب نصاب پر یوم اضحیٰ میں کرنا واجب ہے۔ وجوب امام اعظم وامام محمد وامام زفر وحسن کا قول ہے۔ اور ایک روایت میں امام ابو یوسف سے بھی یہی ہے کہ واجب ہے۔ اور دوسری روایت میں ان سے یہ ہے کہ سنت مؤکدہ ہے، اور یہی قول امام شافعی کا ہے، اور امام طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے قول پر واجب ہے، اور امام ابو یوسف وامام محمد کے قول پر سنت مؤکدہ۔ وجوب کی وجہ ارشاد پاک حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ((من كان له سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا)) ہے کہ ایسی وعید ترک غیر واجب پر نہیں فرمائی جاتی۔ (مترجم)

خیر اگر سنت ہی رکھیں تو بھی ترک کرنا اور کرانا سخت گناہ، اور اصرار سے فسق اور پناہ بخدا مستحق عذاب نار ومصداق ہے اس حدیث کا:

((من ترك سنتي لم ينل شفاعتي)) بريقة محمودية في شرح طريقة محمدية ۔ باب: السابع والثلاثون الجزع والشكوى ۔۳/۷۷) (۱۵)

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں. جس نے عمداً میری سنت ترک کی وہ میری شفاعت نہ پائے گا۔ (مترجم)

أعاذنا الله من تركها ورزقنا شفاعة حبيبه المصطفى عليه التحية والثناء۔

قربانی اراقۃ دم ہے، وہ روپیہ فقرا کو یا کمیٹیوں وغیرہ میں دینے سے ادا نہ ہوگی۔

درمختار میں ہے:

تجب التضحية أي: إراقة الدم من النعم عملاً لا اعتقاداً۔(۱)

اجب ہے قربانی کرنا یعنی جانور کا خون بہانا عملاً نہ کہ اعتقاداً۔۱۲م

یہاں تک کہ اگر قربانی کا جانور بے ذبح کیے تصدق کردیا قربانی ادا نہ ہوئی، واجب ذمہ پر رہا۔ کرکے سب اپنے صرف میں لے آیا فقرا کو کچھ نہ دیا قربانی ہوگئی، واجب سر سے اتر گیا۔ ہاں ہے کہ بعد ذبح اس کا گوشت فقرا کو دے دے۔

ردالمحتار میں ہے:

"والدليل على أنها الإراقة لو تصدق الحيوان لم يجز والتصدق بلحمها ح مستحب وليس بواجب۔(۲)

دلیل خون بہانے کے وجوب پر یہ ہے کہ اگر صدقہ کیا زندہ جانور قربانی کے بدلے میں تو واجب لیکن صدقہ کرنا گوشت کا بعد ذبح مستحب ہے۔۱۲م

زید پر توبہ فرض ہے، اس نے اپنے اس قول میں کہ تم قربانی نہ کرو بلکہ یہی روپیہ جس سے قربانی ملافت کمیٹی کو انگورہ فنڈ اور موپلا فنڈ میں دے دو۔ دوسرے قربانی گاؤ کرنا ناجائز ہے۔ چار گناہ ہیں۔(۱) نہی عن المعروف (۲) امر منکر (۳و۴) بے علم کے فتویٰ دیا، نئی شریعت گڑھی اور شرع فترا کیا، اور بحکم حدیث لعنت ملائکہ سمٰوات وارض کو اوڑھا۔

کہ حدیث میں فرمایا:

((من أفتى بغير علم لعنته ملئكة السماء والأرض))(۳)

رواه ابن عساكر عن أمير المؤمنين علي رضى الله تعالىٰ عنه۔

جو بغیر علم کے فتویٰ دے اس پر آسمان کے تمام فرشتوں کی لعنت ہے۔

اس کو روایت کیا ابن عساکر نے حضرت علی سے۔۱۲م

دلیل ملاحظہ ہو کتنی معقول ہے کہ "کیوں کہ امیر افغانستان وعلما ومفتیان افغانستان نے اس پر ے دیا ہے کہ قربانی گاؤ ہرگز نہ کی جائے" اولاً وہ جو امیر صاحب کی طرف منسوب اشتہار شاہجہاں

[درمختار کتاب الأضحية، ۹/۳۸۰]

[رد المحتار کتاب الأضحية، ۹: ۳۸۰]

پور کے کسی ہندو نے طبع کرایا ہے، وہ ہرگز امیر صاحب کا نہیں، ان پر اور وہاں کے علما پر محض افترا اور عظیم بہتان ہے۔

جب کہ قرآن عظیم میں صاف ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً﴾(۱)

بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم گائے ذبح کرو۔

اس سے عامہ مسلمین آگاہ ہیں، کوئی ایسا ہی جاہل ہوگا جسے اس کا علم نہ ہوگا، پھر سنت سے ثابت کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قربانی گاؤ فرمائی۔ تو ایک ایسے امر کو جو قرآن سے ثابت، حدیث سے ثابت، جائز ہی نہیں بلکہ مسنون، اسے امیر صاحب ۔أیدھم اللہ ونصرھم۔ اور علما کیسے ناجائز فرما سکتے ہیں

ثانیاً: بفرض غلط وہ امیر صاحب ہی کا سہی جب بھی حجت شرعیہ نہیں، ما احل اللہ کے حرام کر دینے اور اسے ناجائز قرار دینے کا کسی کو اختیار نہیں، جو اللہ و رسول ۔ جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ عیہ وسلم نے حلال فرمایا وہ حلال ہے، اور جسے انہوں نے حرام فرمایا وہ حرام ہے۔ قول زید بدتراز بول ہے، اور اس پر عمل حرام حرام حرام، قربانی گاؤ شعائر اللہ سے ہے۔

قال تعالیٰ:

﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ﴾(۲۰)(۲)

اور قربانی کے ڈیل دار جانور اونٹ اور گائے ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں سے کیے۔ (کنزالایمان)

مسلمانوں پر اس کا کرنا اور جاری رکھنا واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) ادائے زکاۃ کا رکن تملیک فقیر ہے، بے فقیر کو دیے ادا نہ ہوگی۔

درمختار میں ہے:

"لایصرف إلی مسجد لعدم التملیك وھو الرکن۔(۳)

زر زکاۃ مسجد میں نہ صرف کیا جائے گا کہ تملیک فقیر نہیں، اور وہ رکن ہے۔

---

(۱) [سورۃ البقرۃ:٦٧](۱۹) (۲) [سورۃ الحج:٣٦]

ترکوں، موپلوں میں جو فقرا اور کسی کو زکوۃ کا روپیہ دیا جائے کہ وہ انہیں ان کی طرف سے دے
زکاۃ ادا ہو جائے گی۔ خلافت کمیٹیوں یا موپلا فنڈ میں دینے سے اس کے یقین کا کوئی ذریعہ نہیں
زکاۃ فقرا کو پہنچا کہ روپیہ یہاں بھی صرف ہوتا ہے بلکہ بہت زیادہ وہی ہے جو یہاں رہ جاتا ہے۔
میں یہ کیوں کر یقین کیا جا سکتا ہے کہ زکاۃ کا روپیہ جو حق فقرا کا تھا وہ انہیں پہنچ بھی گیا، اور جب
تو ادائے زکوۃ کا حکم کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ الفقیر عبدہ المذنب مصطفیٰ رضا القادری النوری غفرلہ ۲۸/ذی الحجہ ۱۳۴۰ھ

تصدیقات علمائے کرام ومفتیان عظام

(۱) الأجوبة كلها صحيحة والله تعالى أعلم۔

فقیر ابوالعلا محمد امجد علی اعظمی عفی عنہ

(۲) صح الجواب والله تعالىٰ أعلم بالصواب

فقیر عبدالرحمٰن عفی عنہ

(۳) أصاب من أجاب

فقیر حسنین رضا قادری نوری بریلوی

(٤) صح الجواب والله تعالىٰ أعلم بالصواب

محمد حشمت علی بریلوی غفرلہ

(۵) الأجوبة كلها صحيحة۔

فقیر عبید الرضا محمد حشمت علی قادری رضوی لکھنوی غفرلہ القوی

(٦) بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب صواب والمجيب مثاب والله تعالىٰ أعلم بالصواب۔

فقیر اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی مارہروی عفی عنہ، بقلمہ

(۷) الأجوبة كلها صحيحة ومجيبها مصيب۔

فقیر عبید الرضا محمد طاہر الرضوی السہسرامی غفرلہ اللہ الصمد

(۸) هذه الجوابات كلها صحيحة ومجيبها مصيب۔

تلمیذ مولانا ابوالفضل مولانا المولوی محمد وصی احمد غفرلہ اللہ الغنی

(۹) فی الواقع مسائل مستفسرہ میں حضرت فاضل جلیل عالم نبیل مدظلہم العالی نے جو تحقیق انیق فرمائی ہے، وہ تمام ان بحثوں کو ختم کرتی ہے جن پر دور حاضرہ میں تلاطم مچا ہوا ہے، جوابات صحیح وصواب ہیں۔فللّٰہ در المجیب.

فقط فقیر محمد اسمٰعیل غفرلہ تہری طبیب ریاست بہاولپور

(۱۰) جوابات صحیح ہیں۔ عمر نعیمی

(۱۱) ۲۸ھ.

جزی الله القريب المجيب الفاضل اللبيب خير الجزاء ويثيب فإنه أجاد فيما أفاد وأصاب فيما أراد، والله سبحانه أعلم وعلمه عزاسمه أتقن وأحكم۔

كتبه

العبد المعتصم بحبل الله المتين

محمد نعيم الدين

عفا عنه المعين

(۱۲) باسمه سبحانه عزوجل

حامداً و مصلياً ومسلماً

لنا ماعليه رضا المصطفى طريق الرشاد منال المنى

لقد فاز من اقتفى إثره نجي واهتدى من به اقتدى

ارشاد الٰہی جل وعلا۔آیت:

﴿ وأعدوا لهم ماستطعتم ﴾(۱)

کے متعلق لاہور سے وارد شدہ ایک استفسار کے جواب میں: أكمل الفضلاء أفضل الكملاء. أجل العلماء الأذكياء النبلاء جان قبلہ جانم شاہزادہ والاشان عزیز سعید مکرم فاضل محترم حضرت مولانا مولوی مفتی شاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب ۔لازال بجلائل المفاخرة المعالی والمواهب۔ کا لکھا ہوا قابلانہ فاضلانہ محققانہ شان دار مبرہن فتویٰ مسمی به "طرق الهدیٰ والارشاد"

جس میں ماشاء اللہ تعالیٰ انحلال عقدہ سوال ووضوح حق وظہور حکم شرعی کے ساتھ ساتھ عـلـی
ـم الـزاعم استفتاوخط بذیل استفتا کے موہانہ تحکم اور مزخرفانہ ادعا کے ہر ہر ادا کی پوری پوری ناز
ا ہوتی گئی ہے، ہمارے پاس آیا اور اس تحریر فیض تنویر کے مطالعے سے ہم مشرف ہوئے۔
ہم شہادت دیتے ہیں کہ مجیب فاضل لبیب کا تحریر فرمودہ یہ جواب بتائیدہ تعالیٰ نہایت صحیح اور عین
ابق مراد ومنشائے سنت وکتاب ہے۔ ولله دره وعلى الله أجره ۔ وصلى الله تعالىٰ
د المرسلين محمد وعلى آله وصحبه وبارك وسلم ۔

فقیر محمد عبد السلام ضیاء صدیقی رضوی
جبل پوری کان اللہ تعالیٰ لہ

(۱۳) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نـحـمـده ونصلي على حبيبه النبي الكريم ، إن ماقال المجيب الفاضل
اضل قد آتى بالحق فيه الصواب الكامل، إني قد تشرفت بمطالعة هذه
ة الـجـليـلة الـمباركة التي ألفها سيدنا الفاضل العلامة الكامل الفهامة
، الـلـوذعـي الـفـطين ـ مولانا المفتي الشاه مصطفىٰ رضاخان أدام الله
ظـلالـه وأسبغ عليه وعلينا معه نعمه وأفضاله فوجد تهامتمة بالحجة
بـالـكـتـاب والسـنة ـ وأسـأل الـله تعالىٰ أن يجعلها كلها طرق الهدى
اد للامة ـ والله تعالىٰ أعلم وعلمه عز مجده أتم وأحكم۔

كتبه

فقیر عبد الباقی محمد برہان الحق

القادری الرضوی الجبلفوری غفرله

رد غیر مقلدین

شفاء العي

في

سوال بمبئي



اصول شرع چار ہیں

مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

بھڑی کی جامع مسجد کا مقدمہ علما سے ضروری استفسار، حضرات مقلدین اہل سنت سے بھڑی کی
سجد کے مقدمہ کے متعلق ایک ضروری استفسار، ایک ایسی جماعت نے جو اس کی قائل ہے'' کہ دین
ملہ اس دن سے پیچیدہ اور مشکل ہوگیا جب سے علما نے طریقۂ نبوی یعنی عملی تعلیم سے روگردانی
ر کتب فقہ کے مجادلات اور قیل وقال کو اپنا شیوہ بنالیا، پھر ستم یہ کیا کہ مخلوق خدا کو مجبور کرنے لگے کہ
ان کتابوں سے حاصل کریں، قیود وشرائط رموز پر کاربند ہوں جو انہوں نے اپنی عقل ورائے سے
ے رکھے ہیں، بے شمار قیدیں اور شرطیں ہیں، انسان دیکھتے ہی گھبرا جاتا ہے، اور کسی طرح نہیں سمجھتا
ں میں حق کتنا ہے اور باطل کتنا، علاوہ ازیں ان کتابوں میں طرح طرح کے ایسے مسائل موجود ہیں جو
واقع نہیں ہوتے، محض فرض وتخمین کی پیداوار اور ذہن ودماغ کے اختراع ہیں، ان سے کوئی علم بھی
ں نہیں ہوتا، البتہ دماغ پریشان اور فکر پراگندہ ہوتی ہے، اور سب سے بڑی یہ بات ہے کہ وہ نہ تو خدا
حکام ہیں، اور نہ ان پر کاربند ہونے کا اس نے حکم دیا ہے۔ کوئی مضائقہ نہیں کہ یہ کتابیں کتب خانوں
بطور تاریخی یادگاروں کے محفوظ رکھی جائیں، یہ تو کسی حال میں بھی درست نہیں کہ ہم ان کتابوں کو
ں ،ن کر ان کی عبادت شروع کردیں، ان کی سطر سطر کو وحی سمجھیں اور اختلاف کو ناقابل معافی گناہ
ہیں۔ علما نے تقلید کو شیوہ بنالیا ہے، پھر ستم یہ کہ تمام مسلمانوں پر ان کتابوں کے اتباع اور ان کے
ین کی تقلید ضروری ٹھہراتے ہیں، اگر کوئی روگردانی کرے اور کہے کہ میرے لیے کتاب اللہ اور سنت
ں اللہ کفایت کرتی ہے، تو اس پر زندیقیت اور خروج عن الملت کا فتویٰ لگادیتے ہیں''۔ مولوی محمد

ابراہیم صاحب پیش امام مسجد کھڑک سے تھانہ کے کورٹ میں سوال کرایا کہ صرف قرآن وحدیث پر چلنے والا آدمی مسلمان ہے یا نہیں؟ مولوی صاحب موصوف نے جواب دیا کہ: ''صرف قرآن وحدیث پر چلنے والا آدمی کامل مسلمان نہیں ہوتا، اسلام کی تمام ضروری باتیں قرآن وحدیث میں تفصیلاً نہیں ہیں، ان میں سے اکثر پائی جاتی ہیں، مسلمانوں کو ائمہ اربعہ کی تقلید کی ضرورت ہے جو ان کی تقلید نہ کرے وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے سنی نہیں''۔

آیا یہ جواب مولوی صاحب موصوف کا صحیح ودرست ہے یا خلاف دین وملت؟ اور کیا تمام آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ پر کسی کو عمل ممکن ہے؟ اور کیا اجماع امت اور قیاس مجتہدین اصول مذہب ودین سے نہیں ہیں؟ اگر ہیں تو ان منکرین کا کیا حکم ہے، اور کیا بغیر کتب فقہ کے احکام کی تعمیل کے کسی کا اسلام کامل ہوسکتا ہے؟ اور جماعت مذکورۂ بالا اور جو کہ اپنے کو اہل قرآن واہل حدیث کہتے ہیں اہل سنت وجماعت سے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

از بمبئی بھوساری محلہ چراغ انور ہوٹل مرسلہ منشی مصطفیٰ خاں قادری برکاتی

الجواب

اصول شرع چار ہیں۔ کتاب اللہ۔ سنت رسول اللہ (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم) اجماع امت۔ قیاس۔ اصل من کل وجہ اور اصل اصول کتاب اللہ ہے۔ اور اصلیں ایک جہت سے اصل ہیں دوسری جہت سے فرع۔ جس طرح سنت کو مخالف بھی اصل مانتا ہے، مگر اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ وہ فرع کتاب اللہ ہے۔ یوں ہی اجماع امت وقیاس ہمارے نزدیک اصل بھی ہیں اور فرع بھی۔ بے شک جو ان اصول اربعہ سے کتاب یا سنت یا اجماع امت کا منکر ہو وہ خارج از اسلام ہے اور قیاس کے منکر کی تکفیر کی گئی ہے۔ سنت کتاب اللہ سے ثابت اور اجماع وقیاس کتاب وسنت دونوں سے۔ تو جو ان تین سے کسی کا منکر ہے وہ اصل کتاب ہی کا دراصل منکر ہے۔ اور جو ان میں سے بعض پر چلے اور بعض پر نہ چلے اس کے دین میں ضرور نقصان ہے۔

مولوی ابراہیم صاحب کا مطلب درست ہے مگر الفاظ برے ہیں کہ صرف قرآن وحدیث پر چلنے والا کامل مسلمان نہیں ہوتا، جس نے وہ سوال کیا تھا اس سے پوچھا ہوتا:

﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ﴾ (1)

ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا۔

جب کہ مسلمانوں کا یہ ایمان ہے، صرف قرآن پر چلنے والا مسلمان ہے یا نہیں، جو جواب وہ اس کا دیتا
ب اپنے سوال کا سمجھ لیتا، قرآن وحدیث پر چلنے والا مسلمان ہے تو چاروں اصول کو مانتا ہے۔ جو چار
ہیں مانتا وہ قرآن وحدیث کا نام ہی لیتا ہے درحقیقت وہ قرآن وحدیث پر چلتا ہی نہیں۔ اگر قرآن
ن پر چلتا تو ہرگز اجماع امت وقیاس کا منکر نہ ہوتا ضرور ان پر چلتا۔ جیسے صرف قرآن پر چلنے کے مدعی
ن اور اپنے آپ کو اہل حدیث کہنے والے، حدیث کے منکر، ہرگز قرآن پر نہیں چلتے۔ کہ:

﴿وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾(۱)

جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

اور: ﴿فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾(۲)

اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔

اور: ﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾(۳)

تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کرے اور واپس
قوم کو ڈر سنائے۔

اور: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ﴾(۱)

بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل۔

اور: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾(۱)

تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔

اور: ﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾(۱)

اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ

---

(۱) [سورة الحشر:۷] (۲) [سورة النحل:٤٣]
(۳) [سورة التوبة:١٢٢] (٤) [سورة البقرة:١٤٣]
(٥) [سورة آل عمران:١١٠] (٦) [سورة النساء:١١٥]

چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے، اور کیا ہی بری جگہ پلٹ نے کی۔

اور: ﴿فَاعْتَبِرُوا يٰأُولِي الْأَبْصَارِ﴾(۱)

﴿أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾(۲)

﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَالْإِنْجِيْلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْ أُنْزِلَ مَعَهٗ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾(۳)

تو عبرت لو اے نگاہ والو اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور اطاعت کرو اپنے اولی الامر (علما) کی وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے، اپنے پاس توریت اور انجیل میں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس رسول کے ساتھ اترا وہی بامراد ہوئے۔

ان آیات کریمہ کو پس پشت ڈالتے ہیں۔

یوں ہی یہ حدیث پر چلنے کے مدعی، اہل حدیث بننے والے، اگلی دو آیتوں کے سوا آیتوں اور حدیث:

((إن اللّٰه لا يجمع أمتي على ضلالة. ويد اللّٰه على لجماعة. ومن شذ شذ في النار))(٤)

بے شک اللہ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا، اور اللہ تعالیٰ کا دست قدرت جماعت پر ہے لہذا جو جماعت سے الگ ہوا وہ جہنمی ہے۔ (مترجم)

اور حدیث: ((سألوا إذ لم يعلموا فإنما شفاالعي السوال))(٥)

جب تم کو معلوم نہ ہو تو پوچھ لو، بے شک جہالت کا علاج سوال ہے۔ (مترجم)

اور حدیث: ((نضر اللّٰه عبداً سمع مقالتي فحفظها وعاها وأداها فرب حامل فقه

---

(۱) [سورۃ الحشر: ۲] (۲) [سورۃ النساء: ۵۹]

(۳) [سورۃ الأعراف: ۱۵۷]

(٤) [مشکاۃ المصابیح کتاب الإيمان باب الاعتصام بالكتاب والسنة: ۱/ ۳۰]

فقیہ ورب حامل فقہ إلی من ھو أفقہ نہ))(۱)

اللہ تعالیٰ اس شخص کے چہرے کو سرسبز وشاداب فرماتا ہے: جس نے میری بات، حدیث سنی اور یاد کر کے محفوظ کرلیا اور دوسروں تک پہونچایا، بسا اوقات فقہ کا عالم، مسائل فقہیہ اپنے سے برتر تک تا ہے۔(مترجم)

اور حدیث معروف ومشہور حضرت سیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

((حیں بعثہ النبي(علیہ الصلاۃ والسلام)إلی لیمن قال: کیف تقضي إذ عرض لك ـأ؟ فقال: أقضي بکتاب اللّٰہ، فقال: فإن لم تجد في کتاب اللّٰہ؟ قال: بسنۃ رسول اللّٰہ لی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، قال: فإن لم تجد في سنۃ رسول اللّٰہ، قال: اجتھد برائي، فقال ، السلام: الحمد للّٰہ الذي وفق رسول رسول اللّٰہ بما یرضی بہ رسول اللّٰہ))(۲)

حضرت معاذ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: جب ں یمن کا قاضی بنا کر بھیجا، اے معاذ جب تمہیں کوئی مسئلہ پیش آئے گا تو کس طرح فیصلہ کروگے، تو ں نے عرض کی میں کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا، تو آپ نے فرمایا: اگر کتاب اللہ میں وہ مسئلہ نہ ملا تو کروگے اس پر معاذ نے جواب دیا کہ سنت رسول پر فیصلہ کروں گا، پھر آپ نے فرمایا: خدا کا شکر ہے ں نے رسول خدا کے قاصد کو اس چیز کی توفیق بخشی، جس سے اللہ کا رسول راضی ہے۔(مترجم)

اور حدیث:((إنمـا نـزل کتـاب اللّٰہ یـصدق بعضہ عضاً فلا تکذبوا بعضہ ض فما علمتم منہ فقولوا وماجھلتم فکلوہ إلی عالمہ))(۳)

بے شک قرآن کریم اس طرح نازل ہوا کہ اس کا بعض بعض کی تصدیق کرتا ہے، لہذا بعض کو ں نہ جھٹلائے، تو تم کو جو کچھ معلوم ہو وہ کہو، اور جس سے ناواقف ہو اسے جان کار (عالم) کے حوالے ردو۔(مترجم)

اور حدیث:((أنـزل لقرآن علیٰ سبعۃ أحرف لکل آیۃ منھا ظھر وبطن ولکل حلمطلع))(٤)

) [مشکاۃ المصابیح: کتاب العلم: ۱/۳۵]

) [مسند الامام احمد بن حنبل، حدیث: ۲۲۴۵۱، ۷/۳۷٤]

۱) [مشکاۃ المصابیح. کتاب العم: ۱/۳۵]

قرآن کریم سات زبانوں پر نازل ہوا، اس کی ہر آیت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن، اور ہر ایک کی ایک متعین حد ہے۔ (مترجم)

اور حدیث: ((العلم ثلثة آية محكمة أو سنة قائمة أو فريضة عادلة وما كان سوای ذلك فهو فضل)) (۱)

علم تین طرح کا ہے (علم کی تین قسمیں ہیں) محکم آیت، اور سنت رسول، اور فریضۂ عادلہ، اور ان کے علاوہ جو کچھ ہے زائد ہے۔ (مترجم)

وغیرہ سے منہ پھیرتے ہیں۔

جیسے غیر مقلدوں کے نزدیک بھی، وہ اہل قرآن بننے والے حدیث کا انکار کرنے والے ہرگز مسلمان نہیں۔ کامل الایمان ہونا تو بڑی بات ہے۔ یوں ہی اہل سنت کے نزدیک اجماع امت کا منکر نیز قیاس کا۔

ہاں ہاں قرآن نے فرمایا:

﴿أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْناً﴾ (۲)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔

ہاں ہاں اس نے ارشاد کیا:

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَاناً لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ (۳)

ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

ہاں ہاں اس کا ارشاد ہے:

﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ﴾ (۴)

ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا۔

اور بے شک بے شک لاریب اس کا ہر ارشاد حق ہے۔ جیسے اہل قرآن بننے والے اہل حدیث

---

(۱) [مشكاة المصابيح، كتاب العلم: ۳۵]

(۲) [سورة المائدة: ۳] (۳) [سورة النحل: ۸۹]

الوں کے نزدیک بھی اس آیت کو وہ اپنے مذہب کی دستاویز نہیں بنا سکتے، نہ اس ارشاد سیدنا عمر رضی
الٰی عنہ کو سند ٹھہرا سکتے ہیں، یہ جو انہوں نے فرمایا: حسبنا کتاب اللہ . یوں ہی غیر مقلد،
آپ کو اہل حدیث کہنے والے کو حلال نہیں کہ وہ قرآن وحدیث پر اقتصار کرے، اور اجماع وقیاس کا

-

بلاشک وارتیاب ضرور ضرور قرآن وحدیث میں سب کچھ ہے، مگر کس کے لیے جو آنکھیں رکھتا
س کی آنکھ میں جتنی قوت ہے وہ اتنا دیکھتا ہے۔ یوں تو صرف قرآن عظیم ہی میں سب کچھ ہے:

﴿وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ إِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾(۱)

نہ کوئی تر اور نہ خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔

اور: ﴿كُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ﴾(۲)

ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔

اور: ﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ﴾(۳)

ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا۔

اور: ﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾(۴)

ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

وغیرہا آیات خود اس کے ارشادات ہیں۔ من وتو اور ہر کہ ومہ کے لیے تو یہ نہیں۔ قرآن جن پر
ہوا ان کے لیے ہر شی کا روشن بیان ہے۔ خود امت کے لیے نہیں۔ امت سے تو جس کو جتنا مبین
ن علیہ الصلاۃ والسلام نے سکھا دیا اسے اتنا علم ہوا۔

خود قرآن کا ارشاد ہے:

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾(۵)

اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار اتاری کہ تم لوگوں سے بیان کر دو جو ان کی طرف
ور کہیں وہ دھیان کریں۔

[سورة الأنعام: ۵۹] (۲) [سورة القمر: ۵۳]
[سورة الأنعام: ۳۸] (٤) [سورة النحل: ۸۹]

فقہ،قرآن وحدیث سے الگ کوئی چیز نہیں،شرح وتفسیر حدیث وقرآن ہے۔انہیں کا روشن بیان ہے۔فقہ عطر مجموعہ سنت رسول وکتاب مجید فرقان ہے۔فقہ مجمل کی تفصیل ہے۔فقہ دینی تیسیر وتسہیل ہے۔فقہ راہ حسن وصواب وہدیٰ پر دلیل ہے۔فقہ رحمت رب جمیل ہے۔تفقہ واجتہاد جہاد اعظم واکبر ہے۔تقلید ائمہ مجتہدین فرض شرع مطہر ہے۔قرآن اس کا گواہ،حدیث اس کی شاہد،ساری امت مرحومہ اس کی قابل،اس کی قائل،اس کی فاعل،اس پر عامل۔

جس روز قرآن کا ارشاد نازل ہوا کہ:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾(۱)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کردیا۔

معلوم ہوگیا کہ بفضل اللہ تعالیٰ ہمارا دین کامل ہوگیا۔مگر جس طرح غیر مقلد کے نزدیک بھی بغیر حدیث کے کامل دین پر عمل ممکن نہیں جب تک مبین قرآن مبین بیان نہ فرمائیں،اور مطالب قرآنیہ کا ایضاح نہ کریں۔ ناسخ منسوخ ۔عام وخاص۔فرض وندب۔اباحت وارشاد وغیرہ کی وضاحت نہ فرمادیں۔یہاں تک بعض الفاظ شریفہ سے کیا مراد،یہ نہ بتادیں قرآن پر عمل ناممکن۔

جو کتاب جس موضوع کی ہو اس کے متعلق اس میں سب کچھ ہوتا ہے۔مگر جب تک استاذ پڑھاتا نہیں،مطلب سمجھاتا نہیں،شاگرد نہیں جانتا،تلمیذ نہیں سمجھتا۔کتاب کامل ہے،جس موضوع پر لکھی گئی اس پر پوری کامل بحث اس میں موجود ہے۔مگر یہ اس کمال سے منتفع ومتمتع نہیں ہوسکتا،جب تک بتانے والا بتائے نہیں۔یا کتاب اندھیرے میں رکھی ہو روشنی نہ ہو تو اگرچہ وہ کامل ہو مگر دیکھنے والا اسے بے روشنی نہیں دیکھ سکتا۔

یہی ہے وہ جو قرآن نے فرمایا:

﴿قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ﴾(۲)

بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

اسی لیے فرماتے ہیں حضور علیہ الصلاۃ والسلام:

((عن المقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ألا إني أوتيت القرآن ومثله معه، ألا يوشك رجل شبعان علىٰ أريكته يقول: عليكم بهذا القرآن، فما وجدتم فيه من حلال

وه، وما وجدتم فيه من حرام فحرموه، وإن ما حرم رسول الله كما حرم الله
لا يحل لكم الحمار الأهلي، ولا كل ذي ناب من السباع، ولا لقطة معاهد
، يستغني عنها صاحبها، ومن نزل بقوم فعليهم أن يقروه، فإن لم يقروه فله
قبهم بمثل قراه))(١)

حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار فرماتے ہیں: کہ مجھے قرآن کے ساتھ اسی
، دیا گیا (حدیث عطا ہوئی) سنو قریب ہے کہ کوئی آسودہ حال، کہے کہ تم قرآن کریم کو اپنائے رہو جو
ں میں حلال پاؤ اسے حلال جانو اور جو کچھ اس میں حرام پاؤ اسے حرام جانو، بلاشبہ رسول کی حرام کی
ں، رب تعالیٰ کے حرام کردہ کے مانند ہے۔ سنو اور تمہارے لیے حرام کرتے ہیں پالتو گدھا، ذی ناب
اور ذمی کا لقطہ مگر یہ کہ مال والا اس سے بے نیازی ظاہر کردے، اور جو کسی قوم کے پاس بطور مہمان
تو ان پر ضروری ہے کہ اس کی مہمان نوازی کریں اور وہ اس کی میزبانی قبول نہ کریں۔ تو اسے حق
ں ہے کہ وہ اپنی مہمانی کے برابر حاصل کرلے۔ (مترجم)

ایک اور حدیث ہے:

((عن الحسن بن جابر قال: قال رسول صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: يوشك
عد الرجل منكم على أريكته يحدث بحديثي فيقول: بيني وبينكم كتاب الله،
وجدنا فيه حلالاً استحللناه، وما وجدنا فيه حراماً حرمناه، وإنما حرم رسول
صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كما حرم الله عزوجل))(٢)

حسن بن جابر سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
ب ہے کہ تم میں کوئی شخص صوفے پر بیٹھا ہو (آسودہ حال ہو) جب اس سے میری حدیث بیان کی
ئے تو کہے، ہمارے تمہارے درمیان میں قرآن کریم ہے لہذا جس چیز کو ہم اس میں حلال پائیں گے اس
ال مانیں گے، اور جو اس میں حرام پائیں گے اسے حرام رکھیں گے، بے شک جسے رسول خدا حرام
یں وہ رب تعالیٰ کے حرام کیے ہوئے کے مساوی ہے۔ (مترجم)

ایک اور حدیث ہے:

[مشكاة المصابيح كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة: ٢٩/١]

((عن أبي رافع رضي الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: لا الفین أحدکم متکئاً علیٰ أریکته یأتیه الأمر من أمري مما أمرت به أو نهیت فیقول: لا أدري ما وجدنا في کتاب الله اتبعناه))(۱)

حضرت ابورافع سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ میں تم میں سے کسی آسودہ حال شخص کو نہ پاؤں کہ جس کو میرا حکم امر ونہی کی صورت میں پہونچے، تو کہے، ہمیں نہیں معلوم، جو کچھ ہم کو قرآن کریم میں ملا ہم نے اسی کو مان لیا۔ (مترجم)

ایک اور حدیث ہے:

((عن العرباض بن ساریة رضي الله تعالیٰ عنه قال: قام فینا رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم فقال: أیحسب أحدکم متکئاً علی أریکته یظن أن الله (تعالیٰ) لم یحرم إلا ما في هذا القرآن، ألا وإني والله قد أمرت ووعظت ونهیت عن أشیاء أنها لمثل القرآن أو أکثر، وإن الله لم یحل أن تدخلوا بیوت أهل الکتاب إلا بإذن، ولا ضرب نسائهم ولا أکل ثمارهم إذا أعطوکم الذي علیهم))(۲)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ سرکار ہمارے درمیان جلوہ گر ہوئے اور فرمایا: کیا تم میں سے کوئی آسودہ حال (صوفے پر ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا) شخص یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف وہی چیزیں حرام فرمائی ہیں جو اس قرآن میں موجود ہیں، خبردار! میں نے کچھ احکام دیے ہیں اور نصیحتیں فرمائی ہیں اور کچھ چیزوں سے منع فرمایا ہے، بے شک وہ حکم میں قرآن کی طرح ہیں بلکہ وہ تعداد میں اس سے بھی زیادہ ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے گھروں میں بلا اجازت داخل ہونے سے منع فرمایا ہے، اسی طرح ان کی عورتوں کو مارنے سے منع فرمایا اور ان کے میوہ جات کھانے سے بھی جب کہ وہ اپنا جزیہ ادا کردیں۔ (مترجم)

یوں ہی جب تک ائمہ مجتہدین، علمائے دین متین جب تک بہ نظر غور وتامل قرآن وحدیث کو دیکھ کر ہمیں ان کے مطالب سے آگاہ نہ فرمادیں، ناسخ منسوخ وغیرہ نہ بتادیں، کلیات سے نئے نئے حوادث وجزئیات کا حکم استنباط کرکے نہ سمجھادیں اس وقت تک عامۃ الناس کو دین کامل پر کامل عمل ممکن نہیں۔ جیسے

---

(۱) [مشکاۃ المصابیح کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ: ۱/ ۲۹]

ضرت سرکار رسالت وصحابہ کرام علیہم ثم علیہم الصلاۃ والسلام سے دین کی تکمیل غیر مقلدین بھی مانتے
یں ہی اہل سنت نائبان حضرت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ائمہ کرام علماے اعلام کے بیان
ح مطالب کتاب وسنت سے۔ ان کے ارشادات کوئی اور چیز نہیں، مجمل کی تفصیل، کلیات سے احکام
تشکیل ہیں، جس طرح سنت کوئی دوسری چیز نہیں، کتاب اللہ کی تفصیل وتفسیر وتاویل اور جزئیات
م کی تشکیل ہے، جو کتاب اللہ میں منصوص نہیں۔ ظاہر تکمیل دین کے یہ معنی نہیں کہ دین بعد نزول
ناقص تھا جسے سنت نے کامل کیا، بلکہ یہ معنی ہیں کہ کتاب اللہ کو سنت کی عینک سے دیکھے گا تو کماں
۔ چراغ سنت ہاتھ میں لے گا تو پوری طرح اسے نظر آئے گا۔ راہ سنت پر چلے گا تو بروجہ کمال مقصد
و نچے گا۔ اسے چھوڑے گا تو کامل طور پر دین نہ سیکھے گا، اس کا دین ناقص رہے گا عورتوں سے
کہ ان کے لیے باعتبار رجال بعض امور میں خود شرع نے کمی رکھی ہے، اور اس نے خود اپنے آپ عمل
ی۔ عورتوں کا دین فی نفسہ کامل ہے، اس میں نقصان اعتبار نسبتی ہے۔ اور اس کے دین میں نقصان
سنت پر عمل کرتا تو دین کامل پر عامل ہوتا، اور اگر سنت سے منہ موڑے گا جب تو کتاب اللہ ہی سے
ں ہوگا، سارے دین پر نہ آدھے پر، کسی پر بھی عامل نہ ہوگا۔ ایسے کو:

﴿عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ، تَصْلَىٰ نَارًا حَامِيَةً﴾(۱)

کام کریں مشقت جھیلیں جائیں بھڑکتی آگ میں۔

اور: ﴿وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنثُورًا﴾(۲)

کا مژدہ ملے گا۔ اور کبھی ہرگز منزل تک بے قبول سنت، سنت پر چلے نہ پہونچ سکے گا۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید   کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید

جو خلاف پیغمبر راہ تلاش کرے ہرگز منزل تک نہ پہونچ سکے گا۔ (مترجم)

اور جو کچھ انہوں نے کام کیے تھے ہم نے قصد فرما کر انہیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہوئے
ردیا۔

أعاذنا اللّٰہ تعالیٰ من إنکار السنن وانتہا کہا علیٰ ہذا القیاس،

سنت کو جب تک ائمہ دین متین حضرات مجتہدین کے ارشادات کی روشنی میں نہ دیکھے گا
ے میں رہے گا۔ ہرگز منزل تک نہ پہنچ سکے گا، بھٹکتا پھرے گا۔ ائمہ کا دامن تھامے ان کے قدموں

پر چلے گا تو راہ سنت پر گامزن ہوگا، اور یوں کتاب اللہ پر عمل کر سکے گا تو اس کا دین کامل ہوگا، اور ان کا دامن چھوڑے گا تو ہمیشہ نقصان میں ہوگا، اس کا دین ناقص ہی رہے گا، اور ان کے اصول سے منہ موڑے گا تو اندھے کنویں میں گرے گا جس سے بے انہیں ہاتھ دیے نہ نکل سکے گا۔ بئس المصير. أعاذنا الله تعالیٰ منه آمین.۔

بے شک کتاب اللہ نے دین کامل فرمایا، مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتادیا: ”تمہارے پاس دو چیزیں آئی ہیں، ایک اللہ کی کتاب ایک خدا کا نور“۔ کہ کتاب کو اس نور سے دیکھو۔ اللہ کے رسول سے کتاب اللہ کو سیکھو۔ رسول کتاب وحکمت سکھاتے ہیں، کتاب کا ظاہر بھی سمجھاتے ہیں، اور اس کا باطن بھی، اس کے منصوصات کے مطالب بھی بتاتے ہیں، اور اس کے ارشادات بھی تعلیم فرماتے ہیں۔

﴿ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (۱)

اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے۔

کلیات بھی پڑھاتے ہیں اور ان سے استنباط جزئیات بھی دکھاتے ہیں۔

رسول کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت ہے۔

﴿مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (۲)

جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

اسی لیے ارشاد ہوا:

﴿ أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ﴾ (۳)

اللہ کا حکم مانو اور رسول کا۔

بے شک اس کتاب اللہ نے جس نے دین کامل فرمادیا ساتھ میں یہ بھی تو فرمادیا:

﴿وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (۴)

اور اطاعت کرو اپنے اولی الامر (علما) کی۔

---

(۱) [سورۃ البقرۃ: ۱۲۹]

(۲) [سورۃ النساء: ۸۰]

(۳) [سورۃ النساء: ۵۹]

اور یہ بھی تو فرمادیا:

﴿فَسْئَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾(۱)

اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔

جب اپنے دین کی تکمیل یعنی دین پر کامل عمل کے لیے اہل ذکر سے دریافت کرنے، اولی الامر پر چلنے، اور ان کی تقلید و پیروی کا حکم صاف ارشاد فرمایا، تو تقلید ائمہ دین، اہل ذکر، کمل دین۔ اور ری نقصان دین۔

بے شک سنت سے تکمیل دین ہے، مگر سنت کی تعلیم وہ تو کار ائمہ دین متین ہے۔ جب تک ان کی نہ ہوگی راہ راست نہ ملے گی۔

حدیقہ ندیہ ص:۱۴۴ ار میں ہے:

”ضد البدعة في العادة السنة الزائدة المقابلة لسنة الهدىٰ ومعنى زيادتها ليست لتكميل الدين بخلاف سنة الهدىٰ، فإن الدين يتكمل بها.“(۲)

عادۃً بدعت کی ضد سنت زائدہ ہے جو سنت ہدیٰ کے مقابل ہے اور اس کی زیادتی کا مطلب یہ وہ مکمل دین کے لیے نہیں ہے۔ برخلاف سنت ہدیٰ کے کیوں کہ اس سے دین کمال پاتا ہے۔

دیکھو! حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے بآں کہ قرآن کا ارشاد ہے:

﴿أَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾(۳)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا۔

یہ فرمایا: ((أيحسب أحدكم متكئاً علىٰ أريكته يظن أن اللّٰه لم يحرم الأشياء في هذا القرآن. الحديث))(۴)

کیا تم میں کا صوفے پر ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا شخص یہ خیال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف وہ حرام

[سورة النحل:٤٣]

[الحديقة الندية شرح الطريقة المحمدية.١٤٤]

[سورة المائدة:٣]

فرمایا جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔(مترجم)

بلکہ خود قرآن کا ارشاد سنایا:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾(۱)

اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرماں بردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔

اور: ﴿يٰقَوْمِ اتَّبِعُونِ أَهْدِكُمْ سَبِيلَ الرَّشَادِ﴾(۲)

اے میری قوم میرے پیچھے چلو میں تمہیں بھلائی کی راہ بتاؤں۔

اور: ﴿وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾(۳)

جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

بعد نزول آیت کریمہ: ﴿أكملت لكم﴾ یہ ارشاد نہ فرمایا کہ اب تمہارا دین تو کامل ہو ہی گیا ہے، قرآن سے ہی اپنے سارے دینی احکام دیکھ لیا کرو۔

دیکھو! حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ہاں کہ سنت سے کتاب اللہ کے اجمال کی ضروری تفصیل فرمادی، ناسخ منسوخ کی، عام خاص وغیرہ کی تعلیم دے دی۔

یہی ارشاد فرمایا:

((أصحابي كالنجوم فبأيهم اقتديتم اهتديتم))(٤)

میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔(مترجم)

صحابہ کی پیروی و تقلید کا حکم ہوا، یہ نہ فرمایا کہ ہمارے ارشادات جمع کیے جائیں۔ قرآن کے ساتھ شائع کردیے جائیں، کہ اہل قرآن بننے والے قرآن ہی سے اپنا دین سیکھ لیں، اور اہل حدیث بننے والے قرآن وحدیث دونوں سے اپنے دین کی تعلیم حاصل کرلیں۔ بلکہ جمع حدیث کی تو ممانعت فرمائی تھی اگرچہ وہ حتمی نہ سہی۔

دیکھو! حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے قرآن کے ساتھ اپنی سنت کی پیروی کا حکم فرمایا، اپنی سنت

---

(۱) [سورة آل عمران:۳۱] (۲) [سورة الغافر:۳۸]

(۳) [سورة الحشر:۷]

(٤) [مشكاة المصابيح، كتاب الرقاق، باب مناقب ابو بكر:١/٥٥٦]

سنت خلفا کی پیروی کا حکم دیا کہ فرمایا:

((علیکم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهدين))(١)

تم پر میری سنت کی اور میرے بعد خلفاے راشدین کی سنت کی اتباع ضروری ہے۔(مترجم)

اس کے ساتھ اقتدا صحابہ کا حکم فرمایا، سواد اعظم کے اتباع کو ارشاد فرمایا، نیز اجماع امت کو حق واجتہاد کو سراہا۔ تکمیل دین کی یہ راہ ہے جو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے بتائی، جو اس سلسلہ کو ہے گا وہی راہ سنت پر مستقیم رہے گا، جو اسے چھوڑے گا سنت سے منہ موڑے گا، اپنا نقصان ے گا، تحصیل وتکمیل علم وعمل کی اس راہ پر چلے گا تو دین کامل پائے گا۔ قرآن وحدیث کو ان کے علما ں کرے، ان کی پیروی کرے، ورنہ ڈرے کہ کسی گڑھے میں نہ گر پڑے، شیطان اسے دھکا نہ ے۔ قرآن وحدیث سے ہدایت پانے والے ہدایت پاتے ہیں، اور گمراہ ہو جانے والے گمراہ ہیں۔

خود قرآن عظیم کا ارشاد ہے:

﴿يُضِلُّ بِهِ كَثِيراً وَيَهْدِىْ بِهِ كَثِيراً وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفٰسِقِيْنَ .الَّذِيْنَ يَنقُضُوْنَ لَّـهِ مِن بَعْدِ مِيْثَاقِهِ وَيَقْطَعُوْنَ مَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِيْ الْأَرْضِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾(٢)

اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہتیروں کو ہدایت فرماتا ہے اور اس سے انہیں گمراہ کرتا ہے جو بے حکم للہ کے عہد کو توڑ دیتے ہیں پکا ہونے کے بعد اور کاٹتے ہیں اس چیز کو جس کے جوڑنے کا خدا نے ہے اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں وہی نقصان میں ہیں۔

یوں ہی حدیث کے لیے فرمایا گیا: ''الأحاديث مضلة إلا للفقهاء''(٣،٤)

احادیث سے غیر فقیہ گمراہ ہوں گے۔

فقہاے صحابہ کی اقتدا صحابہ غیر مجتہدین وتابعین پر لازم ہوئی کہ ان کی اقتدا حضور علیہ الصلاۃ

[مشكاة المصابيح: كتاب الرقاق .باب مناقب أبي بكر: ١/ ٣٠]

[سورة البقرة: ٢٦، ٢٧]

[فتح العلي المالك في الفتوى على مذهب الامام مالك، الباب الافتاء بغير علم، ١/ ٩٠]

[الفكر السامي في تاريخ الفقه الاسلامي، بحث مصر، ٢/ ٥٠٣]

والسلام ہی کی اقتدا ہے۔ تابعین کی اقتدا تبع تابعین پر، کہ وہ نہیں مگر اقتدائے صحابہ جو اقتدائے سرکار رسالت علیہ أفضل الصلاۃ والتحیۃ ہے۔ صحابہ میں بوجہ اختلافات حدیث اور اپنے اپنے اجتہادات کی بنا پر اختلاف جاری ہوا، وہ اختلاف ان کے پیروں مقلدوں میں ساری ہوا، تابعین وتبع تابعین مجتہدین میں اپنے اپنے اصول سے نئے حوادث کے احکام استنباط کرنے میں اجتہادی اختلافات ہوئے، اور وہ ان کے مقلدوں میں جاری اور ساری رہے۔ مگر یہ سب ایک ہی درخت کے شاخیں ہیں، حاصل سب کا ایک ہی، جیسے شاخوں کے متعدد ہونے سے ثمر مختلف نہیں ہوسکتا، جس شاخ سے حاصل کرو ثمر وہی ملے گا، کسی سے آم کسی املی نہیں مل سکتی، ایک ہی دریا کی سب نہریں ہیں، پانی سب میں وہی، دریا کا پانی ہے، ایک ہی راہ کی یہ متعدد شاخیں ہیں جو اصل سے ملی ہیں، جس سڑک پر چلو گے اصلی راہ پر پہونچو گے۔ اسی لیے ارشاد ہوا ہے:

((فبأيهم اقتديتم اهتديتم))(۱)

اور جو اصل راہ ہے اس سے منہ موڑ دوگے تو بئس المصیر پہونچو گے۔

جس سے بھاگے تھے یعنی اقتدا اور پیروی سے یہاں بھی نجات نہیں۔ اب شیطانی پیروی ہوئی۔ یہ اختلاف، اختلاف مذموم وممنوع نہیں۔ یہ اختلاف رحمت ہے۔ کما فی الحدیث۔

حدیقہ ندیہ میں فرمایا:

"لعل قائلاً يزعم أن المجتهدين من أهل السنة والجماعة اختلفوا أيضاً اختلافاً كثيراً، أو تباينوا تبايناً شديداً، فهم وإن اختلف اجتهادهم فيما يسوغ فيه الاجتهاد فقد اجتمعوا من حيث لم يخالف واحد منهم كتاباً نصاً ولا سنة قائمة ولا إجماعاً ولا قياساً صحيحاً عنده، وإن كل واحد منهم قد أدى ما كلف من الاجتهاد واحرز الأجر الموعود على طلب الثواب."(۲)

ہوسکتا ہے کہ قائل کا یہ خیال ہو کہ مجتہدین اہل سنت میں آپس میں زبردست اختلاف ہے اور اقوال میں حد درجہ ٹکراؤ ہے، تو واضح رہے کہ اجتہاد کے پیش نظر کچھ مقامات پر اختلاف ہے، لیکن وہ سب اس امر میں متحد ہیں کہ ان میں سے کسی نے بھی نص کتاب، سنت رسول، اجماع اور قیاس صحیح کی مخالفت

---

(۱) [مشكاة المصابيح كتاب الرقاق، باب مناقب أبي بكر: ۱/۵۵٤]

بے شک ہر ایک نے اجتہادی ذمہ داری ادا کر کے اجر موعود جمع کر لیا حاصل کر لیا۔ (مترجم)
دیکھو! ہاں کہ قرآن عظیم میں سب کچھ ہے کوئی بات ایسی نہیں جو اس میں نہیں، مگر حضور کے
سے یہی واضح ہوا کہ صحابہ بھی قرآن سے ہر حلال وحرام معلوم نہ فرما سکتے تھے۔ من وتو کی کیا گنتی
س طرح ہاں کہ قرآن عظیم ہر شی کا روشن تبیان ہے، اتباع سنت بھی ضرور ہے، بے اتباع سنت
م تک رسائی ناممکن۔ یوں ہی اگر چہ سنت نہایت روشن بیان ہے مگر اس تک رسائی بے پیروی،
ے سنت ممکن نہیں، کہ جیسے قرآن عظیم میں ناسخ منسوخ وغیرہ ہے، یوں ہی سنت میں بھی۔ کتاب
م حاصل کرنے اور انہیں سمجھنے کے لیے ہم ائمہ وعلما کے محتاج ہیں، تفاسیر قرآن وشروح حدیث
نت مند ہیں، تقلید کے بغیر ہم ایک قدم نہیں اٹھا سکتے۔
مام بخاری وغیرہ محدثین کو اگر یہ حق پہونچتا ہے کہ وہ حدیث کے مطالب کے ایضاح کے لیے
ہ احادیث سے استنباط مسائل کریں، تو یہ رب ائمہ مجتہدین جو بخاری وغیرہ سے اقدم اور کہیں
واعلم ہیں، ان کا یہ حق (جن کی تقلید جن کے اتباع وپیروی کا قلادہ امام بخاری کا بھی زیب گلو
قلدین کیوں سلب کرتے ہیں؟ یہ بربنائے تقلید ائمہ مجتہدین ہم کو مصداق آیہ:
﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَاباً مِّن دُونِ اللّٰهِ﴾(۱)
تانے والے، بخاری تو بخاری شوکانی بلکہ قنوجی وبھوپالی پر سر منڈانے والے، خود اپنے آپ کو اس
ا کیوں نہیں جانتے؟ اے بخاری وغیرہ کو اپنے طور پر ارباب من دون اللہ ٹھہرانے والو! امام
رہ محدثین ہی کی مانو! تقلید وتفقہ واجتہاد کو حق جانو۔ دیکھو! تحصیل وتکمیل دینی علم وعمل کی راہ یہ
ا راہ پر چلوگے تو دین کامل پاؤگے۔ قرآن وحدیث کو علماے کتاب وسنت سے لو، ان کی پیروی
۔ ڈرو کہ کسی عمیق گڑھے میں نہ گر پڑو، بلکہ شیطان نے دھکا دیا اور تم گر چکے ہو، اگر اس گھرے
سے نکلنا چاہو تو اس کی ایک یہی صورت ہے کہ تقلید کرو۔
حضور علیہ الصلاۃ والسلام جب تک اس عالم ظاہر میں جلوہ افروز تھے اختلاف رہ ہی نہیں سکتا تھا،
نے اس عالم سے رحلت فرمائی، صحابہ کہ سب مجتہد تھے جو جو امور مجمع علیہ تھے ان کے سوا بہت
پنے اجتہاد سے مختلف ہوئے۔ جیسے وہ سب بحکم حدیث حق وہدایت پر ہیں، یوں ہی سارے
ن۔ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین۔ جیسے صحابہ کی اقتدا کمال دین ہے، یوں ہی ائمہ مجتہدین کی

---

(۱) سورۃ التوبۃ: ۳۱

تقلید۔ جو وجوہ اختلاف صحابہ کے ہیں وہی وجوہ ان کے اختلاف کے۔ بے شک وہ کامل الاسلام نہیں جو سنت سرکار رسالت کو چھوڑے، اس پر عمل پیرا نہ ہو۔ پیروی صحابہ، قرآن کے ارشاد:

﴿فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ﴾(۱) پر عمل نہ کرے، اور وہ مسلمان نہیں جو اوامر قرآنیہ، احکام حدیثیہ سے منہ موڑے، انہیں نہ مانے، اس کا دین کامل نہیں۔ اس کا دین باطل ہے، ترک تقلید گمراہی ہے۔ بے شک وہ شخص سنی نہیں۔

غیر مقلدین زمانہ پر جو حکم کفر ہے اور وجوہ سے ہے نہ بوجہ ترک تقلید۔ ہماری اس تحریر سے اگرچہ سوال کا جواب کافی ہوگیا۔ بے ہودگی غیر مقلدی کا اگرچہ جواب کچھ ضروری نہیں مگر اسے آگے آئینہ بھی دکھا دیا جائے گا، جس میں اسے اس کی مکروہ صورت نظر آجائے گی، یہاں اپنی تائید اور مسلمانوں کے نفع مزید کے لیے اس وقت جو دو ایک کتابیں سامنے موجود ہیں ان سے بعض عبارات پیش کریں۔

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں حضرت عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی زیر حدیث حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"ومثله معه وهو السنة النبوية، فإن الله تعالىٰ آتاه إياها أيضاً كما آتاه الكتاب."(۲)

اور کتاب اللہ کے ساتھ اسی کی مثل سنت رسول بھی ہے بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح آپ کو قرآن عطا فرمایا اسی طرح حدیث بھی عطا فرمائی۔ (مترجم)

پھر مدخل امام بیہقی سے نقل فرماتے ہیں:

"وسنة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من ثلاثة أوجه: أحدها: ما نزل الله تعالىٰ فيه نص كتاب، فسن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بمثل نص الكتاب والثاني ما أنزل الله تعالىٰ فيه جملة، كتاب فبين عن الله معنى ما أراد بالجملة وأوضح كيف فرضها، أعاما أوخاصاً؟ وكيف أراد أن ياتي به العباد .والثالث: ماسن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مما ليس فيه نص كتاب، فمنهم من قال جعل الله له بما افترض من طاعته وسبق في عمله من توفيقه لرضاه أن يسن فيما ليس فيه نص

---

(۱) [سورة النحل:۴۳]

(۲) [الحديقة الندية شرح الطريقة المحمدية، [illegible]]

ومنهم من قال لم يسن سنة قط .إلاولهاأصل في الكتاب كما كانت سنته
عدد الصلاة وعملها عن أصل جملة فرض الصلاة وكذلك ماسن في
وغيرها من الشرائع،لأن الله تعالىٰ قال:﴿لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل
تكون تجارة عن تراض منكم﴾وقال:﴿أحل الله البيع وحرم الربوا﴾فما
حرم فإنما بين فيه عن الله عزوجل كما بين الصلاة ومنهم من قال:بل جائته
الله جل ثناء ه فأثبت سنة بفرض الله عزوجل ومنهم من قال: ألقى الله تعالىٰ
عه كلما سن وسنه الحكمة التي ألقيت في روعه عن الله عزوجل."(۱)

سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تین قسمیں ہیں:

(۱) وہ جس سلسلے میں نص کتاب نازل ہوئی، تو سرکار دو عالم نے اسے نص کتاب کے مطابق
رمایا۔

(۲) وہ جس میں اللہ نے حکم مجمل نازل فرمایا وہاں سرکار نے اللہ عزوجل کی طرف سے اس
کی مراد ظاہر فرمائی اور اس فرض کی کیفیت واضح فرمائی کہ وہ خاص ہے، یا عام، اور بندوں سے اس کی
ی کس طرح مطلوب ہے۔

(۳) وہ سنت ہے کہ نص کتاب میں کسی شی کا حکم مذکور نہیں تو سرکار نے اس کو بیان فرمایا: بعض کا
ہے چوں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اپنے اوپر لازم فرمائی اور
الٰہی رب کی خوشنودی کے لیے عمل میں سبقت لے گئے اسی وجہ سے رب تعالیٰ نے انہیں یہ حق عطا
کہ جس مسئلہ میں قرآن میں نص موجود نہ ہو۔ تو وہ اپنی طرف سے حکم بیان فرمادیں، جب کہ بعض کا
ہے کہ آپ نے جو بھی سنت بیان فرمائی (حدیث سے حکم بیان کیا) اس کی اصل کتاب اللہ میں
ہے جیسا کہ آپ نے تعداد صلات اور اس کی کیفیت ادا کے تعلق سے جو حکم بیان فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کی
سے تھا، اور ایک گروہ کا کہنا ہے کہ آپ تک اللہ عزوجل کا پیغام آیا تو آپ نے حدیث کے ذریعہ اللہ
کے نماز کے تعلق سے اجمالی فریضہ کو بیان فرمایا، اسی طرح وہ احادیث جو آپ نے بیع وغیرہ احکام
بیان کرنے کے لیے پیش فرمائیں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
پس آپ نے جو کچھ حرام فرمایا وہ قرآن میں بیان کردیا گیا ہے اور کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ

---

(۱) ... ۲۹۹

نے جب بھی کوئی حکم بیان فرمایا تو وہ اللہ نے آپ کے دل میں القا فرما دیا، لہذا سنت وہ حکمت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے دل میں القا کردی جاتی ہے۔(مترجم)

اسی مدخل مذکور میں امام بیہقی کی یہ روایت بھی ہے:

((عن عبد الله بن أبي رافع قال: سمعت أم لمة عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في قصة الرجلين يختصمان في موارث وأشياء قد ورثت، فقال: إنما أقضي بينكما برأي: فيما لم ينزل عليّ فيه شيء))(١)

عبداللہ بن ابی رافع سے مروی ہے کہ میں ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان لوگوں کے بارے میں نبی کریم سے روایت کرتے ہوئے سنا کہ جو میراث کے بارے میں جھگڑ رہے تھے، کہ آپ نے فرمایا: جو حکم مجھ پر نازل نہ ہوا میں اس کے بارے میں تم دونوں میں اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

وروي أيضاً بإسناده عن ابن شهاب أن عمر بن الخطاب رضي الله تعالىٰ عنه قال: وهو على المنبر يأيها الناس! ان الرأي إنما كان من رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مصيباً ؛ لأن الله عزوجل كان يريه إنما هو منا الظن والتكلف."(٢)

ابن شہاب زہری حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے منبر پر جلوہ گر ہوکر فرمایا کہ رائے سرکار کی حق وصواب تھی کیوں کہ اللہ عزوجل انہیں چاہتا ہے لیکن ہماری رائے محض ظن اور تکلف ہے۔

اسی میں ہے:

وذكر البيهقي أيضاً قال: أمر الله إياه صلى الله تعالى عليه وسلم وجهان: أحدهما: وحي يىرله فيتلو على الناس .والثاني: رسالة عن الله تعالى والحكمة ما جاء ته الرسالة به عن الله فأثبت سنة لرسول الله صلى الله تعالىٰ عىيه وسلم."(٣)

---

(١) [السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الصلح، باب ماجاء في التحلل: حديث: ١٥١٤٥: ٨/٤٢٨]

(١) [السنن الكبرى للبيهقي كتاب آداب القاضي، باب اثم من أفتى أو قضى بالجهل: حديث ٢٠٩٣٩ــ١٥/٩٩]

امام بیہقی فرماتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر دو طرح کے حکم نازل فرمائے ایک وحی، کہ وہ آپ
ہوتی تو آپ لوگوں پر تلاوت فرماتے، اور دوسرا حکم پیغام وحکمت جسے فرشتہ اللہ کی طرف سے لاتا،
،سے سنت رسول کے طور پر باقی رکھتے۔

اسی میں ہے:

"وعن حسان بن عطية قال: كان جبرئيل عليه السلام ينزل علىٰ رسول
لى الله تعالى عليه وسلم بالسنة كماينزل عبيه بالقرآن، يعلمه إياها
علمه القرآن اهـ، وقدمنا هذا فيما سبق، فالسنة مما أتاه الله تعالى لنبيه صلى
الى عليه وسلم وليست مما جاء بها من تلقاء نفسه."(١)

حسان بن عطیہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام قرآن کریم کی طرح
سول بھی لے کر نازل ہوتے اور قرآن ہی کی طرح سنت بھی آپ کو تعلیم فرماتے، اور یہ بات ہم
یں بیان کر چکے ہیں، لہذا سنت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی جسے سرکار اپنی طرف سے
ماتے۔(مترجم)

اسی میں حدیث مذکور کے لفظ "**عليكم بهذا لقرآن**" کے نیچے تحریر فرمایا:

"عليكم أي: الزموا الاقتصار على العمل بهذا القرآن فما وجدتم فيه، ولا
ن أن يجدوا إلا بحسب قدرتهم، وإلا فكل شيء في القرآن كما قال تعالىٰ: ﴿ما
نا في الكتٰب من شيء﴾(٢) فالقاصر يجد على حسب قصوره، فليلزم أن يجهل
مما يعلم(من) حكم(حلال)، وهو ما نص على تحليله بعينه أو جنسه، كالبيع
الخبز، فاحلوه أي، أحكموا بحله، واعلموا على ذلك، وما وجدتم
من) حكم(حرام)، وهو ما نص علىٰ تحريمه بعينه أوجنسه كالربوا
ثنوية، (فحرموه) أي: أحكموا بتحريمه أيضاً، واتركوا العمل به. وهذا القول من
ذلك الرجل المذكور فيه قصور واضح، إذ لا يمكنهم أن يجدوا في القرآن كلما
ـه الله تعالىٰ لهم، وحرمه عليهم وإن كان القرآن جامعاً لجميع ذلك، فلا بد من
ـر في السنة النبوية أيضاً، فإن فيها بيان ما خفي في القرآن، وإيضاح مجمله

[١الحديقة الندية شرح الطريقة المحمدية، ٢٩٩]   (٢)   [سورة الأنعام:٣٨]

وتفصيل مقتضياته. "(۱)

تم ضرور قرآن پر عمل کرو، لہذا جو کچھ تمہیں قرآن میں ملے، حالانکہ لوگ اپنی قدرت ہی کے مطابق قرآن سے حاصل کر پائیں، کیوں کہ قرآن کریم میں سب کچھ ہے خود رب تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا لہذا کم علم کو اس کے علم کے مطابق حاصل ہوگا۔ اور اس شخص میں علم سے زیادہ جہالت ہوگی۔ یعنی حلال کا حکم کہ بعینہ اس پر یا اس حکم جنس پر نص وارد ہو مثلاً بیع اور کھانا پینا وغیرہ، تو اس کو حلال سمجھو اور اس پر عمل کرو، اور جو کچھ تمہیں حرام کا حکم ہے کہ بعینہ اس کی حرمت پر یا اس کی جنس کی حرمت پر قرآن میں نص موجود ہو، مثلاً ربا اور رشوت، پس اس کی حرمت کا حکم دو اور اس پر عمل نہ کرو، یہ قول اس شخص مذکور کے تعلق سے ہے جس میں علمی تصور واضح ہو، اس لیے کہ تمام انسانوں میں یہ قدرت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حلال یا حرام کردہ جملہ اشیا قرآن سے تلاش کرلیں اگر چہ قرآن کریم میں سب کچھ موجود ہے، لہذا سنت نبویہ کو سامنے رکھنا ہوگا، اس لیے کہ اس میں قرآن کے مخفیات کا بیان، اجمال کی توضیح اور مقتضیات کی تفصیل موجود ہے۔ (مترجم)

اسی میں زیر حدیث: ''أبي رافع رضى الله تعالىٰ عنه ہے:

لا ألفين أي: أجدن أحدكم متكئاً على أريكته يأتيه أمري أي: شاني مما أي: من جهة الأمر الذي أمرت به الأمة بطريق الخلافة عن الله تعالىٰ في الأرض، أو نهيت الأمة عنه بالنيابة عن الله تعالىٰ فيقول: لا أدري، هذا الوارد إلي من الأمر والنهي، وما أي: الحكم الذي وجدناه في كتاب الله تعالىٰ من الأمر والنهي اتبعناه لا غير، وهذا أقول من طبع الله على قبله، فأراد أن يفرق بين الله ورسوله، ولن يصل إلىٰ ذلك أبداً. قال البيهقي في المدخل: زاد ابو عبد الله في روايته بهذا الإسناد عن الشافعي رضى الله تعالىٰ عنه قال: وفي هذا تثبيت الخبر عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وإعلامهم أنه لازم لهم وإن لم يجدوا له نص حكم في كتاب الله عز وجل "(۲)

میں تم سے کسی ایسے شخص کو نہ پاؤں کہ وہ اپنے صوفے پر ٹیک لگائے بیٹھا ہو اور اس تک میرا حکم پہنچے، یعنی زمین پر خدا کے نائب ہونے کی حیثیت سے میں نے امت کو جو احکام دیے یا انھیں جن چیزوں

---

(۱) [الحديقة الندية شرح الطريقة المحمدية. ۱۰۰]

روکا، تو وہ کہے کہ اس حکم دہی کو میں نہیں جانتا، ہم تو صرف انہی احکام ومنہیات کو مانیں گے جو ہمیں
ب اللہ میں ملیں گے، یہ بات وہ اس لیے کہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل پر مہر فرمادی ہے، لہذا وہ
رسول میں تفریق کرنا چاہتا ہے، جب کہ اس کا یہ مقصد کبھی بھی پورا نہ ہوگا، امام بیہقی مدخل میں فرماتے
کہ امام ابوعبداللہ نے حضرت امام شافعی کے حوالہ سے اس روایت میں زیادتی فرمائی ہے، کیوں کہ وہ
تے ہیں. کہ اس میں رسول کریم کی جانب سے خبر کی تثبیت ہے اور انہیں اس بات کی خبر دینا ہے کہ یہ حکم
ہ حلال کا ہو یا حرام کا) ان پر لازم ہوگا اگر چہ قرآن کریم میں اس حکم کی نص موجود نہ ہو۔ (مترجم)

اسی میں زیر حدیث عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

"أیحسب أحدکم متکئاً علی أریکته یظن أن الله تعالیٰ لم یحرم علی الأمة
ا إلا ما أي: الذي في هذا القرآن من المحرمات الظاهرة منه لکل أحد، وإلا فقد
تعالیٰ: ﴿مافرطنا في الکتاب من شيء﴾. وفي الحدیث قال: قال رسول الله صلی
، تعالیٰ علیه وسلم: ((الحلال ما أحل الله، والحرام ما حرم الله في کتابه)). وما
کت عنه فهومما عفا عنه. أخرجه السیوطي في الجامع الصغیر. فإن في القرآن من
حکام مالا یظهر بالبداهة لغالب الأنام، ولهذا لمادق نظر إمامنا أبي حنیفة رضی
تعالیٰ عنه في استنباط المسائل من القرآن مالم یعثر علیه أکثر المجتهدین نسب
القاصرون القول بالرأی، فإن من وجد الحکم في کتاب الله تعالیٰ لا یعدل عنه
السنة، ومن لم یجده في الکتاب عدل إلی السنة، إلاوإني قد أمرت بالمعروف
ي وجدته في کتاب الله تعالیٰ مالم یجده غیره، وهي الحکمة التي قال الله تعالیٰ
ا: ﴿وأنزل الله علیك الکتاب والحکمة﴾ وهي السنة النبویة کم قدمناه، فإن أمره
ی الله تعالیٰ علیه وسلم من أمر الله تعالیٰ ؛ لأنه نبیه ورسوله."(۱)

کیا تم میں کا صوفے پر ٹیک لگا کر بیٹھا (آسودہ حال) شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
ن پر کچھ بھی حرام نہ فرمایا، مگر وہ محرمات جن کا ذکر اس قرآن میں ہے اور وہ ہر ایک پر ظاہر ہیں، جیسا کہ
رب تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ: ہم نے کتاب اللہ میں کچھ اٹھا نہ رکھا، اور حدیث میں آیا ہے سرکار
فرمایا حلال وہ ہے جسے اللہ نے حلال فرمایا اور حرام وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حرام فرمایا، اور

کتاب اللہ جس سے خاموش ہے وہ امت پر معاف ہے، اسے امام سیوطی نے جامع صغیر میں تخریج فرمایا
بے شک قرآن میں بعض وہ احکام ہیں جو اکثر مخلوق کی نظر سے بالاتر ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب ہمارے امام
اعظم ابوحنیفہ کی نظر دقیق قرآن کریم سے ان مسائل کے استنباط تک پہنچ گئی جس سے اکثر مجتہدین مطلع نہ
ہوسکے، تو کوتاہ علموں نے انہیں قیاس کہنا شروع کر دیا، بے شک جسے حکم کتاب اللہ میں مل جائے گا وہ اسے
سنت رسول کی طرف عدول نہ کرے گا، اور جسے اس میں حکم نہ مل سکے گا وہ سنت رسول کا رخ کرے
گا، ہاں بے شک میں نے اس بھلائی کا حکم دیا جسے میں قرآن کریم میں پایا جب کہ دیگر لوگوں کی رسائی
وہاں تک نہ ہوسکی، اور وہ حکمت ہے جس کے بارے میں رب نے فرمایا، اللہ نے آپ پر کتاب اتاری اور
حکمت، اور حکمت سے مراد سنت نبویہ ہے، جس کا ذکر ہم پہلے کئی بار کر چکے ہیں، کیوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کا حکم اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس لیے کہ آپ اللہ کے نبی اور اس کے رسول ہیں۔ (مترجم)

"روى البيهقي في المدخل بإسناده عن أبي جعفر عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه دعى اليهود فسألهم فحدثوه حتى كذبوا على عيسىٰ عليه السلام، فصعد النبي صلى الله تعالى عليه وسلم المنبر، فخطب الناس فقال: إن الحديث سيفشو، فما أتاكم عني، يوافق القرآن فهو عني وما أتاكم عني يخالف القرآن فليس عني. وقال الشافعي رضى الله تعالىٰ عنه: وليس يخالف الحديث القرآن، ولكن حديث رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مبين معنى ما أراد خاصاً وعاماً، ناسخاً ومنسوخاً، ثم يلزم الناس ماسن بفرض الله تعالىٰ، فمن قبل عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فعن الله قبل. وعن عليّ رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: إنها تكون بعدي رواة يروون عني الحديث، فأعرضوا حديثهم على القرآن، فما وافق القرآن فحدثوا به، ومالم يوافق القرآن فلا تأخذوا به، ووعظت أي: ذكرت الترغيب والترهيب، وبشرت وانذرت اخذاً من كتاب الله تعالىٰ بوجه لم يكتشف لغيري. ونهيت الأمة عن أشياء من الأقوال والأعمال والاعتقادات والأحوال التي وصلت إلى من كتاب الله تعالىٰ. ولم يهتدي إلىٰ طريقها أحد من المجتهدين أصلاً، لأن طريق الوصول إليها الوحي والنبوة لا الاجتهاد، وإن أقر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قول المجتهد المخطي ووعده بالثواب عليه مرة لضرورة فقد إن الوحي والنبوة، أنها أي تلك

وة، ولا أمر ونهي إلا ما في القرآن.''(۱)

امام بیہقی نے مدخل میں ابو جعفر کے حوالہ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں: کہ سرکار دو جہاں صلی اللہ
ٰ علیہ وسلم نے یہودیوں کو بلایا اور ان سے کچھ پوچھا تو انہوں نے آپ سے بیان کیا یہاں تک کہ
رت عیسیٰ علیہ السلام پر جھوٹ بولا، اس کے بعد حضور منبر پر تشریف فرما ہوئے اور آپ نے لوگوں کو
ب کرتے ہوئے فرمایا: بے شک یہ بات عن قریب ظاہر ہو جائے گی، لہٰذا جو کچھ تم تک میرے حوالہ
، پہونچے اگر وہ کتاب اللہ کے موافق ہو تو اسے میری طرف سے سمجھنا، اور جو کچھ بھی تم تک میرے حوالہ
قرآن کریم کے خلاف پہونچے تو اسے میری طرف سے مت جاننا، حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ
یث قرآن کریم کے مخالف نہیں ہے، بلکہ حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو معنی مراد کو واضح کرنے
ہے کہ وہ حکم کس نوعیت کا ہے، عام ہے یا خاص، ناسخ یا منسوخ، اب لوگوں پر فرائض لازم ہوں گے جو
پ نے بیان فرمائے، پس جس نے انہیں رسول اللہ کی طرف سے قبول کیا تو گویا اس نے خدائے تعالیٰ
طرف قبول کیا، حضرت علی راوی ہیں کہ سرکار نے فرمایا کہ میرے بعد کچھ راوی میرے حوالہ سے حدیث
یت کریں گے تو احادیث کو قرآن سے ملا کر دیکھنا تو جسے قرآن کے موافق پاؤ اسے بیان کرنا، اور جو
ن کے موافق نہ ہو اسے مت قبول کرنا، نصائح فرماتے ہیں، یعنی ترغیب و ترہیب ذکر کی ہیں، اور خوشی
بھی، ان کو میں نے کتاب اللہ سے اخذ کیا ہے کہ میرے علاوہ پر یہ اس طرح منکشف نہ ہوئے، میں نے
کو ان اقوال وافعال، اعتقادات واحوال سے روکا ہے جو مجھ تک قرآن کے ذریعہ پہنچے، جن تک کسی بھی
ر کی اصلا رسائی نہ ہو سکی اس لیے کہ ان تک پہونچنے کا راستہ وحی اور نبوت ہے نا کہ اجتہاد، نبی کریم نے
مجتہد کے قول کو ثابت رکھا اور اس پر ایک ثواب کا وعدہ فرمایا تو یہ اس لیے تھا کہ نبوت و وحی کا دروازہ بند
چکا ہے، بے شک وہ امور جن سے میں نے تمہیں روکا وہ ان منہیات کی طرح ہیں جو قرآن کریم سے
رے لیے ظاہر ہوئے، کیوں کہ میں نے انہیں وحی ور نبوت کے ذریعہ حاصل کیا ہے، اور امر و نہی وہی
جو قرآن میں ہے۔ (مترجم)

''يدل عليه ما رواه البيهقي في المدخل بإسناده عن ابن طاوس عن أبيه قال: قال
ول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في مرضه الذي مات فيه: ((يأيها الناس! لا
سكوا علي بشيء، فإني لا أحل إلا ما أحل الله، ولا أحرم إلا ما حرم الله في كتابه))

اه.وجميع علم النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من القرآن لكنه من وجه الوحي والنبوة، فلهذا لا يمكن أن يصل إليه غير نبي ، وفتح الأولياء وإن كان في القرآن أيضاً كذلك ولكنه من وجه آخر غير وجه الوحي والنبوة، وكذلك علم المجتهدين ولكنهم زادوا بالأخذ من بيان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم الذي هو السنة، وبيان غيرهم من المؤمنين الذي هو الإجماع والتأمل بالمقايسة في الكتاب والسنة والإجماع الذي هو القياس۔

والكل يجتمعون في أصل واحد هو مأخذهم وهو القرآن أخذ منه النبي صلى الله تعالى عليه وسلم سننه، والولي فتحه، والمجتهد علمه.أو أكثر من المناهي الظاهرة لكم من القرآن لزيادة إطلاع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم علىٰ كتاب الله تعالىٰ مالم تطلع عليه الأولياء ولا المجتهدون، فيكشف منه عن أكثر ما ظهرلهم كلهم.فلهذا تمسك الإمام الشافعي رحمه الله تعالىٰ وغيره من المجتهدين بالسنة أكثر من الكتاب. حيث قال الشافعي رضى الله تعالىٰ عنه إذا صح الحديث فهو مذهبي."(۱)

اس پر دلالت کرتی ہے امام بیہقی کی وہ روایت جو آپ نے مدخل میں ابن طاؤس کے طریق سے بیان کی ہے وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا: کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں فرمایا:

اے لوگو کسی چیز کی وجہ سے میری گرفت کرنے کی کوشش نہ کرنا، بے شک میں اس چیز کو حلال سمجھتا ہوں جسے رب تعالیٰ نے حلال فرمایا، اور حرام بھی اسے کرتا ہوں جسے اللہ نے قرآن میں حرام فرمایا۔

سرکار کا جمیع علم قرآن سے حاصل شدہ ہے لیکن نبوت کے توسط سے یہی وجہ ہے کہ غیر نبی کی رسائی اس علم تک ممکن نہیں ہے تو اولیا اللہ کا کشف بھی اگر چہ قرآن سے اخذ کردہ ہے، لیکن وحی کے علاوہ دوسرے طریقہ سے ہے، اسی طرح مجتہدین کا علم بھی قرآن سے ماخوذ ہے، لیکن انہوں نے رسول سے بھی اخذ کیا ہے اور دوسرے مومنین کے علم کا بیان جسے اجماع کا نام دیتے ہیں، اور کتاب وسنت اور اجماع میں غور وفکر کر کے مستنبط وجوہ کو قیاس کا نام دیتے ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ سب کے سب ایک ہی اصل پر جمع ہیں وہی ان کا ماخذ ہے، یعنی قرآن کریم
ے نبی نے اپنی سنت، ولی نے اپنا کشف اور مجتہد نے اپنا علم اخذ کیا ہے، اس سے اکثر منہیات جو
تمہارے لیے ظاہر فرمائے، اس کی وجہ قرآن سے آپ کی زیادہ واقفیت ہے وہ ہیں جن تک اولیا
ین کی رسائی نہ ہوسکی پس ان سب کے مقابلہ میں تنہا آپ سے زیادہ مسائل واضح ہوئے، پس یہی
کہ امام شافعی وغیرہ مجتہدین نے قرآن سے زیادہ سنت سے تمسک کیا (استدلال کیا ہے) جیسا کہ
م شافعی فرماتے ہیں کہ جب کوئی حدیث درجۂ صحت کو پہونچ جائے تو وہی میرا مذہب
مترجم)

حضرت شیخ علامہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ زیر حدیث:((إن اللہ لا یجمع أمتي علیٰ
))فرماتے ہیں:

ہرچہ برآں اتفاق کنند جز حق وصواب نبود۔ و دست قدرت واحسان الٰہی بر جماعت ست۔ وایں
است از حفظ ونصرت حق تعالیٰ اہل حق را از ایذائے خلق وخوف اعدائے دین وتوفیق وے سبحانہ
ز راز برائے استنباط احکام واطلاع بر دریافت حق۔ وکسے کہ تنہا افتد از جماعت وبیروں آید از سواد
اختہ می شود در آتش دوزخ اھ مختصراً۔(۱)

جس پر امت کا اتفاق ہو وہ یقیناً حق وصواب ہوگا، اور دست قدرت اور احسان الٰہی جماعت پر
کنایہ ہے استنباط احکام اور تلاش حق کی اطلاع سے، جو شخص جماعت سے الگ ہوا، اور سواد اعظم
ہوگیا وہ جہنمی ہے۔(مترجم)

اسی حدیث مذکور کے نیچے حضرت سیدی علامہ عبدالرؤف مناوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

”إن اللہ لا یجمع أمتي أي : علماء ھم علیٰ ضلالۃ.
لأن العامة عنها تأخذ دينها، وإليها تفزع في النوازل، فاقتضت الحكمة
بها، ويد الله على الجماعة، كناية عن الحفظ، أي: الجماعة المتفقة في
فأهل السنة هم الفرقة الناجية اه مختصرا. إلا سألوا إذا لم يعلموا.“(۲)

بے شک اللہ عزوجل میری امت یعنی اس کے علما کو گمراہی پر جمع نہ فرمائے گا، اس لیے کہ عامۃ

[أشعة اللمعات، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة: ۱/۱۴۳]

الناس انہی سے دین سیکھتے ہیں، اور مصائب وآفات میں انہی کی طرف رجوع کرتے ہیں، لہذا حکمت ان کی حفاظت کی مقتضی ہے، اللہ عزوجل کا دست قدرت جماعت پر ہے یعنی وہ جماعت جو دینی تفقہ رکھتی ہے، لہذا اہل سنت ہی فرقۂ ناجیہ ہے، خبر دار وہ معلوم کرلیں اگر انہیں علم نہ ہو۔ (مترجم)

یہ جس حدیث کا ٹکڑا ہے اس کے نیچے حضرت شیخ محدث لکھتے ہیں:

گفت جابر بن عبد اللہ انصاری بیروں آمدیم ما در سفری پس رسید مردے را از رفیقان ما سنگے پس جراحت کرد آں سنگ در سر آں مرد، پس محتلم شد آن مرد پس پرسید یاران خود را، آیا می یابید برای من رخصت در تیمّم گفتند یاران او، نمی یابیم برای تو رخصت در تیمم حالانکہ تو قدرت داری بر آب، و آب موجود ست نزد تو۔ فہم کردند ایں جماعت از قول حق سبحانہ ﴿فلم تجدوا ماءً﴾ کہ وجود آب وقدرت بر تحصیل آں مانع ست از جواز تیمّم، وندانستند کہ مراد قدرت بر استعمال وعدم تضرر بآنست۔ پس غسل کرد آں مرد، پس مرد۔ پس ہر گاہ کہ ما قدوم آوردیم بر پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خبر کردہ شد آں حضرت را بایں واقعہ فرمود قتلوہ، قتلهم الله کشتند اورا بکشند ایشاں را خدائے تعالیٰ، چرا سوال نکردند بر علما را وقتیکہ ندانستند حکم را، پس نیست شفا و دور شدن علت عجز ونادانی ونافہمیدن مراد و ترسیدن بوے مگر سوال کردن و پرسیدن از دانایان الخ۔ (۱)

حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں: کہ ہم ایک سفر پر گئے ہوئے تھے کہ ہمارے ایک رفیق سفر کو پتھر لگ گیا جس کی وجہ سے اس کے سر میں زخم ہو گیا، پس وہی شخص محتلم ہو گیا تو اس نے ساتھیوں سے پوچھا کہ کیا میرے لیے تیمم کی رخصت ہے، انہوں نے جواب دیا تمہارے لیے تیمّم کی اجازت نہیں، کیوں کہ تم پانی پر قادر ہو، اور تمہارے لیے پانی ہے بھی، انہوں نے اللہ عزوجل کے ارشاد "جب تم کو پانی نہ ملے" سے یہ سمجھا کہ پانی کا ہونا یا اس کے حصول پر قادر ہونا یہ جواز تیمّم سے مانع ہے، وہ لوگ یہ نہ سمجھ پائے کہ مراد استعمال پر قدرت اور اس کا ضرر رساں نہ ہونا بھی ہے، لہذا اس شخص نے غسل کیا جس کی وجہ سے مر گیا، جب ہم سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ کو اس واقعہ کی خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا: ان لوگوں نے اس کو مار ڈالا اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک فرمائے، انہوں نے علما سے کیوں نہ دریافت کیا جب ان کو معلوم نہ تھا۔ (مترجم)

تیسیر شرح جامع صغیر میں زیر حدیث. نضر الله عبداً ہے:

بين به أن راوي الحديث ليس الفقه من شرطه إنما شرطه الحفظ وعلى الفقيه

التدبر."(۱)

س میں بیان کر دیا گیا کہ راوی حدیث کا فقیہ ہونا شرط نہیں البتہ اس کے لیے قوی الحافظہ ہونا
رفقیہ کے لیے فہم وتدبر۔(مترجم)

شعۃ اللمعات میں زیر حدیث حضرت سیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے:

گفت آں حضرت چہ گونہ حکم می کنی و بچہ حکم می کنی وقتیکہ پیش آید ترا قضیہ، گفت معاذ حکم می کنم بہ
ا، گفت آں حضرت: پس اگر نیابی آں حکم را در کتاب خدا، گفت معاذ پس حکم می کنم بسنت پیغمبر
تعالیٰ علیہ وسلم، گفت آں حضرت: پس اگر نیابی در سنت رسول خدا، گفت معاذ: کار می بندم عقل
نصیر نمی کنم در اجتہاد وطلب صواب، پس دست زد پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در سینۂ معاذ از
ت وافاضۂ زیادت علم، گفت آں حضرت: سپاس وستائش مر خدائے را کہ توفیق داد رسول رسول
ے کہ راضی وخوشنود ست بوے رسول۔ ودریں حدیث دلیل ست بر شرعیت قیاس واجتہاد بر
ب ظواہر کہ منکر قیاس اند۔(۲)

پ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ جب تمہیں کوئی قضیہ پیش آئے گا تو کس طرح
ے، معاذ نے جواب دیا کہ قرآن کریم سے فیصلہ کروں گا، پھر آپ نے فرمایا کہ اگر قرآن میں
ب نہ ملا تو کیا کرو گے، اس پر معاذ نے عرض کیا کہ سنت رسول سے حکم نافذ کروں گا، اس کے بعد
فرمایا کہ اگر سنت رسول میں بھی نہ ملا تو؟ اب حضرت معاذ نے جواب دیا کہ اپنی عقل وفکر سے
ور اجتہاد اور تلاش حق میں کوئی کوتاہی نہ برتوں گا، پھر کیا تھا سرکار نے آپ کے سینہ پر زیادتی علم
کے لیے دست رحمت مارا، اور پھر فرمایا، کہ تمام تعریف ہے اس رب تعالیٰ کے لیے جس نے
کے قاصد کو ایسی چیز کی توفیق بخشی جس سے اس کا رسول خوش ہے۔ پس اس حدیث مبارک میں
د کی مشروعیت پر دلیل ہے اصحاب ظواہر کے خلاف جو کہ قیاس کے منکر ہیں۔(مترجم)

ی میں زیر حدیث ہے:

إنما نزل كتاب الله. الخ" ہے۔ آنچہ بدانید از کتاب خدا او برسد علم شما بداں پس بگوید
د آنچہ ندانید و نرسد علم شما بداں پس بسپارید آں را بدانندۂ او یعنی اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

لتیسیر شرح الجامع الصغیر: ٢/٤٦٠]

علیہ وسلم۔ وبعضے گفتہ اند: مراد عالمے ست کہ علم کتاب وتفسیر آں دارد۔(۱)

جو کچھ تم کتاب اللہ سے جانتے ہو اور تم تک اس کا علم پہونچا اسے بیان کرو، اور جو کچھ نہیں جانتے اور اس کا علم تم تک نہ پہونچا اسے جاننے والوں یعنی اللہ عزوجل اور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سپرد کر دو، اور بعض کہتے ہیں کہ ایسا عالم مراد ہے جس کو کتاب اللہ اور اس کی تفسیر کا علم ہو۔ (مترجم)

اسی میں زیر حدیث: "أنزل القرآن علی سبعة أحرف. الخ" ہے:

مراد فرستادہ شدہ است قرآن بر ہفت حرف۔ حرف در لغت بمعنی طرف ست، وایں جا ہفت نوع و ہفت طریق وآنچہ مناسب ایں معنی افتد مراد ست، ہر آیتی را ازاں حروف سبعہ کہ قرآن برآں منزل ست ظاہرے ست وباطنے مراد بظاہر آنچہ ہمہ اہل زباں می فہمند، وباطن انچہ بندگان خاص حق تعالیٰ برآں مطلع اند۔ یا مراد بظاہر آنچہ بیان می کنند آنرا تفسیر، وباطن آنچہ کشف می نماید آں را تاویل۔ وتفسیر آں چہ متعلق بروایت ست وتاویل آں چہ متعلق بدرایت ست۔ وبعض گویند مراد بہ ظہر ایمان وبہ بطن عمل۔ یا بہ ظہر قراءت وتلاوت وبہ بطن تفہم وتدبر۔ یا ظہر لفظ وبطن معنی۔ یا مراد آنست کہ قصص قرآن در ظاہر اخبار ست، ودر باطن اعتبار۔ ولکل حد مطلع بضم میم وفتح طا مشددہ جاے بلند کہ برآں برآیند وبر پایان وے مطلع شوند۔ وحد بمعنی طرف ونہایت از ظہر وبطن را حدے ونہایتے ست وہر حد ونہایت را مقامے ست کہ ترقی وصعود برآں مقام اطلاعی واقع می شود برآں حد ونہایت۔ پس مطلع ظہر تعلم عربیت ست وعلوے کہ ظاہر معنی قرآن بداں متعلق ست، ومعرفت اسباب نزول وناسخ ومنسوخ وامثال۔ ومطلع بطن ریاضت واتباع ظاہر وعمل بمقتضاے آں وتزکیۂ نفس وتصفیۂ قلب وتخلیۂ سر کہ بعد حصول آں بر بطون قرآن اطلاع افتد۔ وبعضے گفتہ کہ مراد بحد احکام شریعت ست کہ تعیین نمودہ وحد فرمودہ است وہر یک از احکام اور اموضعے سے کہ بداں اطلاع افتد بر ہر حکم وتمامۂ آں حدود احکام ومواضع اطلاع برآں حاصل نبود مگر حضرت رسالت را صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلماء ادراں طبقات ومنازل ومقامات ست بعضہا فوق بعض اھ مختصرا۔ (۲)

اس سے مراد سات طریقوں پر بھیجا ہوا قرآن ہے۔ حرف لغت میں طرف کے معنی میں آتا ہے لیکن یہاں سات قسمیں یا سات طریقے یا اس مقام کے مناسب جو معنی ہو وہ مراد ہے ان سات طریقوں میں سے کہ جن پر قرآن نازل ہوا ہے ہر آیت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن، ظاہر سے وہ مطالب مراد ہیں

---

(۱) [اشعة اللمعات، کتاب العلم: ۱/۱٦۵]

(۲) [illegible]

.بان سمجھتے ہیں اور باطن سے وہ اسرار وانوار مراد ہیں جن سے اللہ تعالی کے خاص بندے آگاہ
یا ظاہر سے مراد وہ معانی ہیں جو تفسیر سے معلوم ہوتے ہیں، اور باطن سے وہ جو تاویل سے
وتے ہیں اور تفسیر وہ ہے جو روایت سے تعلق رکھے اور تاویل وہ ہے جو درایت سے تعلق رکھے،
ک یہ کہتے ہیں کہ ظاہر سے آیت قرآنی پر ایمان لانا اور باطن سے ان پر عمل کرنا مراد ہے یا ظاہر
قراءت وتلاوت اور باطن سے اس کا فہم وتدبر مراد ہے یا ظاہر سے الفاظ اور باطن سے معنی مراد
سے یہ مراد ہے کہ قرآن کے قصے ظاہر میں اخبار ہیں مگر باطن میں عبرت ونصیحت ہیں ولکل
لع. بضم میم وفتح طائے مشددہ بمعنی بلند جگہ جس پر پہونچ کر اس جگہ اس کی آخری حدود سے آگاہ
حد بمعنی طرف ونہایت یعنی ظاہر وباطن میں سے ہر ایک کے لیے ایک حد نہایت ہے اور ہر حد
کے لیے ایک مقام ہے جس پر چڑھنے اور صعود کرنے سے اس حد ونہایت کی پوری پوری تحقیق
تی ہے پس ظاہر کا مطلع عربیت اور ان علوم کا سیکھنا ہے جن کے ساتھ قرآن کا ظاہر معنی تعلق رکھتا
سباب نزولی کی معرفت اور ناسخ ومنسوخ وغیرہ اور باطن کا مطلع ریاضت ومجاہدہ یا ظاہرا شرع کی
کیہ نفس، تصفیہ قلب، روح کا تجبیہ اور سر کا تخیہ جس کے حصول کے بعد قرآن کے بطون سے
وتی ہے۔ اور بعض علمانے کہا ہے کہ حد سے احکام شرع مراد ہیں جو متعین ہیں اور جن کی حدود مقرر
ن احکام میں سے ہر حکم کے لیے ایک جگہ ہے جہاں سے اس حکم کا علم حاصل ہوتا ہے اور یہ تمام
کام اور جہاں سے ان کا پتہ چلتا ہے ان سب کا مکمل علم صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہی
ہے علما کے اس بارے میں مختلف طبقات مختلف مرتبے اور درجے ہیں کہ جن میں سے بعض کو بعض پر
اصل ہے۔ (مترجم)

اسی میں زیر حدیث: ''العلم ثلاثۃ الخ.'' ہے:

علم اصول دین وشریعت سہ است: یکے آیتے کہ محکمہ است اشارت بکتاب اللہ است وتخصیص
لمہ بجہت آنست کہ آں ام الکتاب واصل اوست ومحفوظ است از احتمال واشتباہ وہرچہ جز
از متشابہت محمول برآنست وعلوے کہ مبادی ووسائل آنست متعلق ست بداں۔ یا سنتے کہ ثابت
نفظ متون واسانیدن آں۔ یا فریضہ ایست کہ مثیل وعدیل کتاب وسنت است واشارت است
وقیاس کہ مستند ومستنبط انداز آں، وبایں اعتبار آں را مساوی ومعادل کتاب وسنت داشتہ اند وتعبیر
بفریضہ کردند تنبیہ برآں کہ عمل بآنہا واجب است چناں کہ بکتاب وسنت پس حاصل معنی حدیث
[illegible]

آں فضل است ولایعنی۔(۱)

دین وشریعت کے اصول کے علوم تین ہیں۔ایک آیت محکمہ۔اس سے کتاب اللہ کی طرف اشارہ ہے اور آیت کو محکمہ سے خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ محکم آیات ام الکتاب اور اصل ہیں اور احتمال واشتباہ سے محفوظ ہیں محکمات کے سوا جو کچھ ہے جیسے متشابہات وغیرہ تو وہ محکمات پر محمول ہیں اور جو علوم اس کے مبادی ومسائل ہیں وہ اس سے متعلق ہیں۔یا ایسی سنت ہے جو حفظ متون اور سندوں کے حفظ کی وجہ سے ثابت ہے۔یا وہ فریضہ عادلہ ہے جو قوت وثبوت میں کتاب وسنت کی طرح ہو اور اس میں اجماع اور قیاس کی طرف اشارہ ہے جو مستند اور کتاب وسنت سے اخذ کیا گیا ہو اس وجہ سے اسے کتاب وسنت کے مساوی قرار دیا گیا اور اسے لفظ فریضہ سے تعبیر کیا گیا تاکہ تنبیہ ہو کہ اس پر عمل کرنا بھی ویسے ہی واجب وضروری ہے جس طرح کتاب وسنت پر عمل کرنا ضروری ہے تو حدیث کا حاصل معنی یہ ہوا کہ دین کے اصول چار ہیں کتاب وسنت،اجماع اور قیاس،اور جو کچھ ان علوم کے علاوہ ہیں وہ زائد اور لایعنی ہیں۔(مترجم)

تیسیر شرح جامع صغیر میں اسی حدیث کے نیچے ہے:

(أو فريضة عادلة) أي: مساوية للقرآن في وجوب العمل بها وفي كونها صدقاً وصواباً"(۲)

فریضہ عادلہ یعنی واجب العمل ہونے اور صدق صواب ہونے میں قرآن کے مساوی ہے۔(مترجم)

تفسیرات احمدیہ میں قاضی بیضاوی سے زیر کریمہ: ﴿فلولا نفر الآية﴾ ذکر کیا:

"في الآية دليل على أن الفقه من فروض الكفاية"(۳)

آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ فقہ فرض کفایہ ہے۔(مترجم)

اسی میں فرمایا:"التفقه هو الاجتهاد، ومن المعلوم أنه فرض كفاية.(۴)

تفقہ سے مراد اجتہاد ہے اور ظاہر ہے کہ یہ فرض کفایہ ہے۔(مترجم)

---

(۱) [أشعة اللمعات: كتاب العلم: ۱/۱۶۷]

(۲) [التيسير شرح جامع صغير: ۲/۱۵۶]

(۳) [تفسير البيضاوي: ۱/٤۲٥]

اسی میں ہے:

"التفقه هو الجهاد الأكبر"(١)

تفقہ جہاد اکبر کا نام ہے۔(مترجم)

اسی میں زیر کریمہ: ﴿كنتم خير أمة.﴾ ہے:

"قد تمسك به الإمام فخر الإسلام البزدوی وغيره على كون إجماعهم ، لأنه من ثمرات خيريتهم في الدين.

وقال القاضي الأجل: يستدل بهذا الآية على أن الإجماع حجة ؛ لأنها ـي كونهم امرين بكل معروف ناهين عن كل منكر، إذا للام فيها غراق، ولو أجمعوا على باطل كان أمرهم على خلاف ذلك."(٢)

امام فخر الاسلام بزدوی وغیرہ نے آیت کریمہ سے اجماع فقہا کے حجت ہونے پر استدلال ، کہ یہ ان کے دین میں بہتر ہونے کا نتیجہ ہے۔

اور قاضی اجل نے بھی اس آیت کریمہ سے اجماع کے حجت ہونے پر استدلال کیا ہے کیوں کہ بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے منع فرمائیں۔اس لیے کہ اس میں لام ق کے لیے ہے،اور اگر وہ باطل پر اجماع کرتے تو ان کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔(مترجم)

اسی میں زیر آیۃ: ﴿وكذلك جعلنا كم أمة وسطا الأية.﴾ ہے:

"قد استدل الشيخ ابو المنصور الماتريدي بالآية على أن الإجماع حجة اللّٰه تعالىٰ وصف هذه الأمة بالعدالة والعدل هو المستحق بقبول قوله، فإذا ـعوا على شي وشهدوا به لزم قبول هكذا في المدارك، وإليه مال القاضي ـاوى وتمسك الشيخ الإمام فخر الإسلام البزدوي أيضاً به وبآيتين آخرين تعالىٰ: ﴿كنتم خير أمة.﴾ وقوله تعالىٰ: ﴿ومن يشاقق الرسول.﴾الآية"(٣)

اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل۔شیخ ابو منصور ماتریدی نے اس

[تفسير البيضاوي:١/٤٢٥]

[التفسيرات الأحمدية، ٢١٧]

[التفسيرات الأحمدية، ٤٤]

آیت کریمہ سے اجماع کی حجیت پر استدلال کیا ہے اس لیے کہ رب تعالیٰ نے اس امت کو عدالت سے متصف فرمایا، اور عادل کا قول مستحق قبولیت ہوتا ہے، لہذا اگر وہ کسی امر پر اجماع کریں اور اس پر دلائل پیش کریں تو ان کا امر ماننا واجب ہوگا۔ اسی طرح مدارک میں، اور اس طرف قاضی بیضاوی کا میلان ہے، نیز امام فخر الاسلام بزدوی علیہ الرحمہ نے بھی اس سے اور اس کے علاوہ دیگر آیتوں "کنتم خیر امة" اور "من یشاقق الرسول" سے اجماع کی حجیت واضح کی ہے۔ (مترجم)

اسی میں زیر آیہ: ﴿وأطيعوا الله. الآية﴾ ہے:

"قيل: المراد بأولي الأمر علماء الشرع، فكأنه أمر الجاهلين بإطاعة العلماء بإطاعة المجتهدين .لقوله تعالىٰ:

﴿ولوردوه إلى الرسول وإلىٰ اولي الأمر منهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم﴾(١)

وقد يضعف هذا التوجيه بقوله تعالىٰ:

﴿فان تنازعتم في شي﴾.

لأنه معناه: إن تنازعتم أنتم واولو الأمر، وليس للمقلد أن ينازع المجتهد في حكمه إلا أن يقال: إن معناه إن تنازعتم بينكم يا أولي الأمر مع أولي الأمر.

وبالجملة قد استدل به منكر وا القياس على أن القياس ليس بحجة ؛ لأن الله تعالىٰ أوجب رد المختلف إلى الكتاب والسنة دون القياس. ولنا ان ندفع شبهتهم بأن رد المختلف إلى الكتاب والسنة إنما هو القياس عليهما يدل عليه لفظ الرد، ولما أمر به بعد إطاعة الله تعالى وإطاعة الرسول دل على أن الأحكام ثلثة مثبت بظاهر الكتاب ومثبت بظاهر السنة، ومثبت بالرد عليهما على وجه القياس، فكانت حجة لنا في أن القياس حجة، هكذا في البيضاوي.

والحق أن المراد به كل أولي الحكم إماماً كان أو أميراً، سلطاناً كان أوحاكماً، عالماً كان أومجتهداً، قاضياً كان أومفتياً. علىٰ حسب مراتب التابع والمتبوع، لأن النص مطلق فلا يقيد من غير دليل الخصوص."(٢)

---

(١) [سورة النساء:٨٣]

(٢) [التفسيرات الأحمدية،٢٩٨]

ایک قول یہ ہے کہ اولوالامر سے مراد علمائے شریعت ہیں، گویا جاہلوں کو علما اور مجتہدین کی اطاعت
ا گیا، اس لیے کہ رب تعالیٰ کا فرمان ہے:
اور اگر اس میں رسول اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے تو ضرور ان سے اس کی
جان لیتے یہ جو بات میں کاوش کرتے ہیں۔
بے شک یہ توجیہ رب اکبر کے ارشاد "فإن تنازعتم في شئ" کی وجہ سے ضعیف ہے، کیوں کہ
سب یہ ہے کہ تم اور اولوالامر (علمائے مجتہدین) اگر آپس میں متنازع ہو، جب کہ مقلد کو مجتہد سے
بیان کردہ حکم میں جھگڑے کا حق نہیں۔
ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ مطلب اس کا یہ ہے اے علم وحکمت والو جب تم ایک دوسرے سے
کرو یعنی دو اولوالامر (مجتہدین علما) کی جماعت میں اگر تنازع ہو۔
حاصل کلام یہ ہے کہ منکرین قیاس نے اس آیت سے اجماع کے حجت نہ ہونے پر استدلال
، اس لیے کہ رب تعالیٰ نے مختلف فیہ مسئلہ میں کتاب اللہ اور سنت رسول کی طرف رجوع کرنے کا
ہے نا کہ قیاس کرنے کا، ہم اس شبہ کا یوں ازالہ کرتے ہیں، ان کے اعتراض کا یوں جواب دیتے
ف مسئلہ کو کتاب اللہ اور سنت رسول کی طرف لوٹانے سے مراد ان پر قیاس کرنا ہے، جس پر کلمہ "رد"
، اور جب اطاعت خدا ورسول کے بعد اس (قیاس) کا حکم دیا گیا، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ
ن طرح کے ہیں۔(۱) جو ظاہر کتاب سے ثابت ہوں، (۲) جو ظاہر سنت سے ثابت ہوں۔(۳)
کے طور پر ان کی طرف رجوع کرنے سے ثابت ہوں، لہذا اس سے۔ ہمیں حجیت قیاس پر دلیل مل
طرح بیضاوی میں ہے۔
اور حق بات ہے کہ اولی الامر سے ہر صاحب حکم مراد ہے خواہ وہ امام ہو یا امیر، سلطان ہو یا حاکم،
مجتہد قاضی ہو یا مفتی، تابع ومتبوع کے مراتب کے اعتبار سے اس لیے کہ نص مطلق ہے لہذا اسے
خصوص کے مقید نہیں کیا جا سکتا۔

ترجمہ:

اسی میں زیر کریمہ: ﴿فاعتبروا يأولى الأبصار﴾ ہے:
تو عبرت لو اے نگاہ والو۔

"الله تعالىٰ أمرنا بالاعتبار: وهو التأمل في المثلات المذكورة والقياس
ه بعينه، لأن الشرع شرع أحكاماً بمعان أشار إليها كما أنزل مثلات

بـأسبـاب قـصـصها، وح يكون إثبات حجة القياس عقلياً أي: ثابتاً بدلالة النص المشابه للقياس، لا ثابتاً بعين القياس وإلا يلزم الدور،أو نقول: إن الله تعالىٰ أمرنا بـالاعتبار، والاعتبار رد الشي إلىٰ نظيره، وهو عام شامل للقياس والمثلات، وح يـكـون إثبـات حـجة الـقيـاس بـعبارة النص، فهذا دليل جامع بين العقل والنقل، ولـذلك تـرى أهـل الأصـول يـجـعـلـونه تارة عقلياً وأخرى نقليا، وقد تمسك به صـاحـب المدارك والبيضاوي،وأيضاً الحجة النقلية ماروي عن معاذ بن جبل قال له رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بم تقضي يا معاذ الحديث.“(١)

اللہ تعالیٰ نے ہمیں عبرت لینے کا حکم دیا،عبرت نام ہے مذکورنظائر اور امثال میں غور وفکر کرنے کا، اور قیاس بھی اسی کو کہتے ہیں، اس لیے کہ شریعت نے احکام کوان معانی کے ساتھ مشروع کیا جن کی طرف اشارہ ہو چکا،مثلاً قصص کے اسباب کے ساتھ ان کے نظائر کو نازل فرمایا،اسی سے قیاس کی حجیت عقلاً یعنی دلالت النص سے ثابت ہوتی ہے جو کہ قیاس کے مشابہ ہے،عین قیاس سے ثابت نہیں ہو رہی ہے ورنہ تو دور لازم آئے گا۔

یا ہم یوں کہیں گے کہ رب تعالیٰ نے ہمیں اعتبار کرنے کا حکم دیا اور اعتبار نام ہے شی کو اس کی نظیر کی طرف لوٹانے کا، اسی طرح قیاس کی حجیت عبارت النص سے ثابت ہوگی ،لہذا یہ دلیل عقل ونقل دونوں کو جامع ہے، یہی وجہ ہے کہ بعض علماے اصول اس (قیاس) کو عقلی دلیل مانتے ہیں، اور بعض نقلی دلیل مانتے ہیں، اس سے صاحب مدارک اور قاضی بیضاوی نے تمسک (استدلال) کیا ہے نیز نقلی دلیل وہ ہے جو حضرت معاذ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم کس طرح فیصلہ کرو گے اے معاذ۔(مترجم)

اسی میں زیر آیہ:﴿من يشاقق الرسول. الآية﴾ ہے:

”معناها ومن يشاقق الرسول أي: يخالفه، ﴿ويتبع غير سبيل المؤمنين﴾ مـن عـمـل أو اعتـقـاد نـولـه مـا تـولـى أي: نسلط عىى ما أحبه منَ الردة والكفر والضلال، ﴿ونصله جهنم﴾ أي: ندخله فيها وساء ت الجهنم مصيرا له،

والحـاصـل: أن هـذه الآية هـي الـتـي تـدل على أن الإجماع كالكتاب

---

(١) التفسيرات الأحمدية،٢٦٩.

نة. كما ذكر أهل الأصول والمفسرون جميعاً،وذلك ؛ لأن اللّٰه تعالىٰ جعل اتباع
ل المومنين كمشاقة الرسول عليه السلام حيث جعل كلا منها مشتر كا في جزاء
د وهو﴿ نوله ماتولى ونصله جهنم﴾ والجزاء المذكور جزاء لكل منهما
ستقلال كما قال في البيضاوي.والآية تدل على حرمة مخالفة الإجماع، لأنه
رتب الوعيد الشديد على المشاقة، واتباع غير سبيل المؤمنين، وذلك إما لحرمة
واحد منهما، أو أحدهما أو الجمع بينهما.والثاني باطل، إذلا يصح أن يقال من
ب الخمر وأكل الخنزير استوجب الحد وهكذا الثالث ؛ لأن المشاقة محرمة ضم
ا غيره أو لم يضم، وإذا كان اتباع غير سبيلهم محرماً كان اتباع سبيلهم واجباً،
رك اتباع سبيلهم ممن عرف سبيلهم اتباع غير سبيلهم هذا لفظه.

فعلم أن اتباع سبيل المؤمين أي: ما عليه المؤمنون بأجمعهم واجب،
ى يسمى بالإجماع، فيكون الإجماع حجة قطعية يكفر جاحده كالكتاب
نة المتواتره، ويكون مقدماً على الخبر المشهور والأحاد اذا انتقل إلينا
اع كل عصر في نقله، وأما إذا انتقل إلينا بالإفراد كان كنقل السنة بالأحاد،
د في الإجماع من داع مقدم وهو قد يكون من خبر الواحد والقياس، يعني
. أن يثبت الحكم من خبر الواحد والقياس، ثم تجمع عليه الأمة والعزيمة فيه
قول كل واحد أجمعنا في هذا الحكم، أو يشرع كل واحد على الفعل
خصة فيه أن يتكلم البعض، أو يفعل البعض دون البعض.

وأهل الإجماع من كان مجتهداً غير ذي هوى ولا فسق، وقيل لا
اع إلا للصحابة، وقيل لا إجماع إلا لأهل المدينة، والكلام فيه طويل
ور في أصول الفقه إن شئت فارجع إليه."(١)

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو رسول خدا کی مخالفت کرے، اور مسلمانوں سے جدا راہ چاہے، یعنی ان
اف عمل یا عقیدہ رکھے، تو ہم اس پر اس کا پسندیدہ ارتداد، کفر و گمراہی مسلط کردیں گے، اور ہم اسے
ں داخل کریں گے اور جہنم اس کے لیے کیا ہی برا ٹھکانا ہے۔

[التفسیرات الأحمدية.٢٠٩]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آیت کتاب وسنت کی طرح اجماع کی حجیت پر دال ہے۔ جیسا کہ علماے اصول اور جملہ مفسرین نے بیان کیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ غیر مسلموں کی اتباع کو اللہ عزوجل نے رسول کی مخالفت کے مساوی قرار دیا اس لیے کہ دونوں کو ایک ہی جزا میں شریک کیا اور جزا یہ ہے ﴿نولہ ما تولی﴾ ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے، اور جزائے مذکور ہر ایک کے لیے مستقل جزا ہے، جیسا کہ قاضی بیضاوی نے فرمایا ہے، اور آیت کریمہ مخالفت اجماع کی حرمت پر دال ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے وعید شدید کو مخالفت اور غیر مسلموں کی راہ کی اتباع پر مرتب فرمایا، وہ اس لیے کہ آیت یا تو دونوں میں سے ہر ایک کی حرمت کے لیے ہے، یا کسی ایک کی حرمت یا مجموعی طور پر دنوں کی حرمت کے لیے ہوگی، جب کہ دوسری صورت باطل ہے کیوں کہ یہ کہنا درست نہیں کہ شرابی اور خنزیر کھانے والے سزا کے مستحق ہیں، اسی طرح تیسری صورت درست نہیں ہے، اس لیے کہ مخالفت خود ہی حرام ہے خواہ اس کے ساتھ غیر کا اتصال ہو یا نہ ہو، اور جب غیر مسلموں کی راہ کی پیروی حرام ٹھہری تو مسلمانوں کی راہ کی اتباع واجب ہوگی، کیوں کہ اس شخص کا مسمانوں کی راہ کی اتباع نہ کرنا جس پر ان کی راہ ظاہر ہو اس کا یہ عمل غیروں کی راہ کی پیروی ثابت کرتا ہے، یہ قاضی بیضاوی کے الفاظ ہیں، پس معلوم ہوا کہ راہ مسلمین یعنی جو سارے مسلموں کی راہ اور ان کا موقف ہے اسی کی پیروی واجب ہے اور اس کو اجماع کہتے ہیں، لہذا اجماع حجت قطعی ہوگا اور اس کا منکر کافر ہوگا، جیسا کہ کتاب وسنت متواترہ کا منکر کافر ہوتا ہے۔ اور یہ خبر مشہور اور اخبار احاد پر مقدم ہوگا، جب کہ یہ ہر دور کے اجماع کے ساتھ ہم تک پہنچے، اور اگر افراد کے ساتھ موصول ہو تو اخبار آحاد کی طرح ہوگا۔

اور اجماع میں کسی سبب مقدم کا ہونا ضروری اور یہ سبب مقدم بھی خبر واحد اور قیاس سے ثابت ہوتا ہے، یعنی مطلب یہ ہے کہ اولا حکم خبر قیاس سے حکم میں اجماع کر لیا ہے یا ہر ایک فعل کو مشروع قرار دے، اور رخصت یہ ہے کہ بعض کہیں، یا صرف بعض افراد اس فعل کو کریں، اجماع کا اہل وہ شخص ہے جو فاسق اور خواہش نفس کا پیرو کار نہ ہو، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اجماع صرف صحابہ کا معتبر ہے، جب کہ کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ صرف اہل مدینہ کا اجماع قابل قبول ہے غرض کہ اس سلسلے میں گفتگو طویل ہے جو اصول فقہ میں مذکور ہے، لہذا اس کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔ (مترجم)

حدیقہ ندیہ ص:۱۸۱ میں فرمایا:

قولہ تعالیٰ: ﴿یٰأیها الذین اٰمنوا أطیعوا اللّٰہ وأطیعوا الرسول وأولی الأمر

ـده ويـنـدرج فيهـم الـخـلـفـاء والقضاة وأمراء السرية، وقيل علماء الشرع لقوله
ىٰ: ﴿وَلَو رُدُّوهُ إِلَى الرَّسولِ وإِلَى أُولِي الأمرِ مِنهُم﴾ ذكره البيضاوي،
وقال الواحدي: ﴿أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ﴾ اتباع الكتاب والسنة وأولى
ر منكم،

قال ابن عباس: في رواية الوالبي هم الفقهاء والعلماء أهل الدين يعلمون
ناس معالم دينهم أو جب الله تعالىٰ طاعتهم (كذا) قال جابر: وهو قول الحسن
ضحاك ومجاهد.

وقال الزجاج: وجملة اولى الأمر من يقوم بشان المسلمين في أمردينهم
ميع ما أدى إليه صلاحهم،

وقال شيخ زاده في حاشيته على البيضاوي عند قوله تعالىٰ: ﴿وعلم آدم
سماء كلها﴾ المراد من أولى الأمر العمماء في أصح الأقوال؛ لأن الملوك يجب
بهم طاعة العلماء ولا ينعكس. (۱)

اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا، اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں، ان (اولو
ر) سے مراد زمانہ رسول کے امرا ہیں اور اس کے بعد اس فہرست میں خلفا، قاضی اور فوج کے سپہ سالار
ل ہیں، اور ایک یہ ہے کہ علمائے شریعت مراد ہیں، کیوں کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ اے رسول اور اپنے
یار و حکومت والوں کی طرف پھیر دو، یہ قاضی بیضاوی کا بیان تھا۔

اور واحدی کہتے ہیں کہ حکم مانو اللہ کا اور رسول اللہ کا، اس کا مطلب یہ ہے کہ کتاب وسنت کی
اع ضروری ہے اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی بھی، اسی کی روایت میں یہ ہے کہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ
ا سے مراد فقہا اور علمائے دین ہیں جو لوگوں کے دینی معاملات جانتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے قوم پر ان کی
اعت واجب فرمادی، یہی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے اور اسی کی طرف حسن ضحاک اور
اہد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا میلان ہے، اور زجاج کا کہنا ہے کہ اول الامر میں وہ تمام لوگ آتے ہیں جو لوگوں
کے دینی معاملات حل فرماتے ہیں اور ان کے اصلاح کے کام انجام دیتے ہیں، شیخ زادہ بیضاوی کے حاشیہ
ں اللہ کے ارشاد ﴿و علم آدم الاسماء کلها﴾ (اور اللہ تعالیٰ آدم کو تمام اشیا کے نام سکھائے) کے

تحت فرمایا کہ اولوالامر سے اصح قول کے مطابق علما مراد ہیں، اس لیے کہ بادشاہوں پر بھی علما کی اطاعت واجب ہے، نہ کہ علما پر ان کی۔ (مترجم)

"وقال الشيخ العيني رحمه الله تعالى في شرح الكنز قوله: وللشاب العالم أن يتقدم على الشيخ الجاهل في مسائل شتّى آخر الكنز؛ لأنه أفضل منه. قال الله تعالى: ﴿قل هل يستوي الذين يعلمون والذين لا يعلمون﴾ وقال الله تعالى: ﴿أطيعوا الله وأطيعوا الرسول واولى الأمر منكم﴾ والمراد بأولى الأمر العلماء في أصح الأقوال. ﴿فإن تنازعتم أنتم واولى الأمر منكم﴾ في شي من أمور الدين، وهو يؤيد الوجه الأول يعني من المراد باولى الأمر: الأمراء، اذ ليس للمقلد أن ينازع المجتهد في حكمه بخلاف الرؤس، إلا أن يقال: الخطاب لأولى الأمر على طريقة الالتفات قاله البيضاوي.

وقال الخازن: تنازعتم يعني: اختلفتم في شي من أمر دينكم.

والتنازع اختلاف الآراء، وأصلها من انتزاع الحجة، وهو إن كل واحد من المتنازعين ينزع الحجة لنفسه، فردوه إلى الله والرسول أي: ردوا ذلك الأمر الذي تنازعتم فيه إلى كتاب الله عزوجل وإلى رسوله صلى الله تعالى عليه وسلم ما دام حيا، وبعد وفاته إلى سنة، فإن وجد ذلك الحكم في كتاب الله أخذ به، فان لم يوجد ففي سنة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فإن لم يوجد في السنة فسبيله الاجتهاد.

وقيل: الرد إلى الله ورسوله أن تقول لما لا تعلم الله ورسوله أعلم.

وقال البيضاوي، فردوه: فراجعوا فيه، الى الله: الى كتابه والرسول بالسوال عنه في زمانه والمراجعة إلى سنته دون القياس، وأجيب بأن رد المختلف إلى المنصوص عليه إنما يقول بالتمثيل، والبناء عليه، وهو القياس۔ ويؤيد ذلك الأمر به بعد الأمر بطاعة الله وطاعة رسوله، فإنه يدل على أن الأحكام ثلثة: مثبت بالكتاب ومثبت بالسنة، ومثبت بالرد إليهما على وجه القياس. اه مختصراً."(۱)

اور امام عینی رحمۃ اللہ علیہ شرح کنز میں فرماتے ہیں: کہ عالم نوجوان جاہل شیخ سے مقدم ہے مختلف

ں میں، اس لیے کہ وہ اس سے افضل ہے، جیسا کہ خود رب تعالیٰ کا ارشاد ہے اے محبوب آپ
یجیے کہ عالم و جاہل برابر نہیں، ایک دوسرے مقام پر ہے کہ ''حکم مانو خدا کا اور حکم مانو رسول خدا کا اور
ذی اختیار لوگوں کا'' اور صحیح قول کے مطابق اولی الامر سے مراد علما ہیں، ''اگر تم اور اولی الامر تنازع کر
کسی دینی معاملہ میں، اور یہ پہلی توجیہ کی تائید کر رہا ہے یعنی اولی الامر سے مراد حاکم ہیں، اس لیے کہ
لو مجتہد سے جھگڑنا جائز نہیں، اس کے بیان کردہ کسی حکم میں، برخلاف حکام کے، ہاں یہ کہا جا سکتا ہے
ولی الامر سے خطاب علی سبیل الالتفات ہے، جیسا کہ قاضی بیضاوی نے فرمایا ہے، اور خازن کہتے ہیں
تنازعتم سے مراد ہے کہ جب تمہارا کسی دینی مسئلہ میں اختلاف ہو، کیوں کہ تنازع کا مطلب آرا کا
ہونا ہے اور یہ انتزاع حجت سے نکلا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ متنازعین میں سے ہر ایک اپنی
، رائے اور دلیل پیش کرے، تو اس کو اللہ اور رسول خدا کی طرف پھیر دو، یعنی اس مختلف مسئلہ کو قرآن
م کی طرف لوٹا دو، اور سرکار جب تک حیات ظاہر میں ہوں تو ان کی طرف پھیرو۔ اور بعد وفات آپ
نت کی طرف۔

پس اگر وہ حکم قرآن میں مل جائے تو اس پر عمل کیا جائے گا اور اس میں نہ ملے تو حدیث کی طرف
ع کیا جائے گا، اور حدیث میں بھی نہ ملے تو پھر قیاس سے حل کیا جائے گا، اور ایک قول یہ ہے کہ خدا اور
ل خدا کی طرف پھیرنے سے مراد یہ کہ جس بات کو تم نہیں جانتے، اس کے بارے میں اللہ و رسول اعلم
(اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں) اور قاضی بیضاوی فرماتے ہیں کہ یعنی اس مسئلہ میں اللہ
جل یعنی اس کی کتاب کی مراجعت کرو، اور سرکار کے زمانے میں آپ سے پوچھو اور آپ کی رحلت کے
پ کی سنت کی طرف رجوع کرو، نہ کہ قیاس کی طرف، اس کا جواب یہ دیا گیا کہ مختلف کو منصوب علیہ کی
ف پھیرنا یہ بطور تمثیل ہوگا اور اس پر بنا کرنے کے طور پر ہوگا۔ اور یہی قیاس ہے، اور اس کی تائید اس
بھی ہوتی ہے کہ اطاعت خدا و رسول خدا کے بعد اس کا حکم دیا گیا، لہذا یہ اس پر دال ہے کہ احکام تین
ح کے ہیں۔ (۱) جو کتاب اللہ سے ثابت ہوں، (۲) جو سنت رسول سے ثابت ہوں۔ (۳) وہ جو ان
ں کی طرف قیاس کے طور پر رجوع کرنے سے ثابت ہوں۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

"ومن يشاقق الرسول أي: يخالفه، ويتبع غير سبيل المؤمنين، أي: غير ما
م عليه من اعتقاد وعمل، ذكره البيضاوي. نوله ما تولى أي: نجعله والياً لمن

البیضاوي:الآية تدل على حرمة مخالفة الإجماع ؛ لأنه تعالىٰ رتب الوعيد الشديد على المشاقة واتباع غير سبل المؤمنين الخ."(۱)

جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اختلاف کرے اور مومنوں کی راہ سے جدا راہ چاہے، یعنی ان کے عمل واعتقاد سے الگ عقیدہ رکھے اور عمل کرے، اسے قاضی بیضاوی نے ذکر فرمایا ہے: (ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے) یعنی اسے گمراہوں کا والی بنائیں گے، اور اس کے اختیار کردہ عمل کے ساتھ اسے چھوڑ دیں گے۔ اور اسے جہنم میں داخل کریں گے وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے، قاضی بیضاوی فرماتے ہیں۔ یہ آیت کریمہ مخالفت اجماع کی حرمت پر دلالت کر رہی ہے، اس لیے کہ رب تعالی نے شدید وعید کو مخالفت اور غیر مسلموں کی راہ کی اتباع پر مرتب فرمایا ہے۔ (مترجم)

اسی میں اس حدیث کی شرح:

"عن الحارث بن الأعور رضي الله تعالىٰ عنه أنه قال:مررت بالمسجد فإذا الناس يخوضون في الأحاديث، فدخلت على عليّ رضي الله تعالىٰ عنه فأخبرته فقال:أوقد فعلوها قلت:نعم، قال:أما إني سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: إلا أنها ستكون فتنة، قلت: فما المخرج منها يا رسول الله! قال: كتاب الله فيه نبأ ما قبلكم، وخبر ما بعدكم، وحكم ما بينكم، هو الفصل ليس هو بالهزل، من تركه من جبار قصمه الله، ومن ابتغى الهدىٰ في غيره أضله الله الحديث."

فرماتے ہیں:"قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: المخرج منها كتاب الله تعالىٰ أي: التمسك به، وترك الأراء العقلية، فإن فيه بيان حكم هذه المسألة، ففي كتاب الله بيان حكم كل شيء حتى المسألة المذكورة في التكلم في المساجد بكلام أهل الدنيا، وفيه المعافاة من كل داء، والسلامة من كل فتنة، وكل محنة ظاهراً وباطناً فيه، أي: في كتاب الله نبأ أي: خبر ما أي : الذين قبلكم وخبر ما بعدكم، يعني: علوم الأولين والآخرين، وهي قصص الأمم الماضية، وحديث هذه الأمة إلىٰ يوم القيامة، وحكم ما بينكم في الدنيا من حلال وحرام ومندوب ومكروه ومباح وصحيح وفاسد، وفي الآخرة من ثواب وعقاب وعتاب وسوال وحساب وخلود في نعيم، أو

ـذاب أليم.هو يعني: كتاب الله تعالى الفصل ليس هو بالهزل، من تركه أي
عمل به ولم يقف عند حلاله وحرامه، ولم تعظ بمواعظه من جبار بيان لمن
،، وهو كل عات قصمه الله تعالى، أهلكه الله ودمره في كل أمر شرع فيه،
نـه ترك الاقتداء والاتباع لكتاب الله تعالى، وتبع رأيه وعقله، ومن ابتغى إلى
الهدى الإيصال إلى الحق في غيره، أي: في غير كتاب الله تعالى،

وأما السنة والإجماع والقياس التابع لذلك فهي من الكتاب أيضاً بدليل قوله
: ﴿وما اتكم الرسول فخذوه وما نهكم عنه فانتهوا﴾ وقوله: ﴿ولا تفرقوا﴾ وقوله:
تنازعوا﴾ وقوله: ﴿وكونوا قوامين بالقسط﴾ وقوله: ﴿فاعتبروا يا اولي الأبصار﴾ فإن
ار هو القياس، كما أن النهي عن التفرق والتنازع يقتضي الحث على الإجماع.
ـالخازن في تفسير قوله تعالى: ﴿ومن يشاقق الرسول﴾ الآية قال: روي أن
ـعي رحمه الله تعالىٰ سئل عن آية من كتاب الله قول على أن الإجماع حجة،
القرآن ثلث مائة مرة حتى استخرج هذه الآية، وهي قوله: ﴿ويتبع غير سبيل
ين﴾ وذلك لأن اتباع غير سبيل المؤمنين مفارقة الجماعة وهو حرام.فوجب أن
ن اتباع سبيل المؤمنين ولزوم جماعتهم واجباً، لأن الله تعالىٰ ألحق الوعيد لمن
ـق الرسول ويتبع غير سبيل المؤمنين، فثبت بهذا أن إجماع الأمة حجة، وذكره
وي في تفسير الآية المذكورة."(۱)

حضرت حارث بن اعور رضی اللہ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں: کہ میں مسجد کے پاس سے گزرا تو
نے لوگوں کو گفتگو کرتے سنا، پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور میں نے آپ کو
خبر دی اس پر آپ نے فرمایا کہ کیا لوگ ایسا کرتے ہیں تو میں نے عرض کیا: ہاں، پھر آپ نے فرمایا:
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا خبردار عن قریب فتنہ ہوگا، میں نے عرض کیا
اللہ! اس سے کس طرح بچا جاسکتا ہے، آپ نے فرمایا: کتاب اللہ کے ذریعہ، اس میں تم سے اگلوں
یں ہیں اور تمہارے بعد آنے والوں کی بھی خبریں ہیں اور تمہارے زمانہ کے احکام بھی اس میں ہیں،
ہے ہنسی دل لگی سے بہت دور ہے، جس نے اسے گھمنڈ کی وجہ سے ترک کیا، چھوڑ دیا، اللہ تعالیٰ

اسے ہلاک فرمائے گا، اور جو اس سے ہٹ کر ہدایت تلاش کرے گا اللہ تعالیٰ اسے گمراہ فرمادے گا (مکمل حدیث) رسول کریم نے فرمایا کہ اس سے بچنے کی صورت قرآن کریم ہے، یعنی اس سے استدلال کرنا اور عقلی آرا کو ترک کردینا، بے شک اس میں اس مسئلہ کا حکم بیان ہے، پس قرآن کریم میں ہرشی کا حکم بیان کردیا گیا ہے یہاں تک مسئلہ مذکورہ کا یعنی مساجد میں دنیاوی گفتگو کرنے کا بھی حکم مذکور ہے، اس میں ہر بیماری کا علاج اور اس میں ہر فتنے اور ہر آشائش کا بیان ہے خواہ وہ ظاہری ہوں یا باطنی، اور اس میں اگلوں اور پچھلوں کی خبریں ہیں، اولین وآخرین کے علوم ہیں، یعنی امم ماضیہ کے قصے اور امت کو قیامت تک پیش آنے والے مسائل کا ذکر، دنیا میں حلال، حرام، مستحب، مباح، مکروہ، صحیح اور فسد وغیرہ اشیا کے احکام، نیز آخرت میں ثواب، عقاب، عذاب، سوال وجواب، اور جنت ودوزخ میں دائمی دخول وغیرہ امور کا قرآن میں تذکرہ ہے، یعنی کتاب اللہ میں ہر چیز کی تفصیل ہے یعنی مذاق کی اس میں گنجائش نہیں، پس جس نے اس پر عمل نہ کیا، اور اس کے حرام وحلال کو نہ مانا اور اس کے مواعظ سے نصیحت نہ پکڑی گھمنڈ کی وجہ سے یہ تارک قرآن کا بیان ہے، پس وہ سرکش ہے اللہ تعالیٰ اسے ہلاک فرمادے گا، اور اس کام کو ناکام وتباہ فرمادے گا جس کو وہ شروع کرے، اس لیے کہ اس نے کتاب اللہ کی اتباع اور پیروی ترک کردی، اور اپنی رائے اور عقل کے پیچھے دوڑتا رہا، اور حق تک پہنچنے کے لیے غیر قرآنی راہ کی پیروی کرتا رہا ہے۔

حدیث، اجماع، اور قیاس جو کہ کتاب اللہ کے تابع ہیں وہ بھی کتاب اللہ سے ہی ماخوذ ہیں، جس پر اللہ کا یہ ارشاد دال ہے ''جو کچھ رسول تمہیں دیں اسے لے لو، اور جس سے منع کریں باز رہو'' اس طرح فرمان ربی: ﴿لاتفرقوا، ولاتنازعوا﴾ (کونوا) قوامین بالقسط ﴿فاعتبروا یأولی الأبصار﴾ ٹکڑوں میں نہ بٹو، جھگڑا مت کرو، انصاف پر قائم رہو، اے بصیرت والو، عبرت پکڑو، یہ تمام ارشادات الٰہی ان کے قرآن سے ماخوذ ہونے پر دال ہیں، اس لیے کہ اعتبار قیاس کو کہتے ہیں اور اختلاف اور نزاع سے باز رہنا اجماع کو ثابت کرتا ہے، خازن نے رب تعالیٰ کے قول ﴿من یشاقق الرسول﴾ کی تفسیر میں ذکر کیا ہے، روایت کی گئی ہے۔ کہ امام شافعی سے ایک ایسی آیت کے بارے میں سوال کیا گیا جو اجماع کی حجیت پر دال ہو، تو آپ نے تین سو دفعہ قرآن کی تلاوت کی یہاں تک آپ نے اس آیت ﴿ویتبع غیر سبیل المؤمنین﴾ ''جو مسلمانوں سے جدا راہ کی پیروی کرنے) کا استخراج کیا، اس لیے کہ غیر مسلموں کی راہ کی پیروی جماعت سے علاحدگی ہے اور وہ حرام ہے پس ضروری ہوا کہ مسلمانوں کی راہ کی اتباع اور ان کی جماعت کے ساتھ رہنا واجب ہو، اس لیے کہ رب تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

ہوتا ہے کہ اجماع امت حجت ہے، اور قاضی بیضاوی نے اسے آیت مذکورہ کی تفسیر میں بیان کیا (مترجم)

اسی میں یہ حدیث:

((عن عائشة رضي الله تعالیٰ عنها أن رسول الله صلى الله تعالى عليه م قال: ستة لعنتهم ولعنهم الله، وكل نبي مجاب الدعوة: الزائد في كتاب حديث)) کے نیچے لکھتے ہیں:

"الزائد يعني الذي زاد في كتاب الله تعالىٰ ماليس منه عامداً متعمداً بأن كلمة مثلا زائدة وعلمها لمن لم يقرأ القرآن بعد، أو كتب كلمة زائدة لها في كلام الله تعالیٰ، أو اخترع كيفية عمداً، أو قرأ بها آية من كتاب الى، أو زاد حكماً من أحكام الله تعالىٰ بمجرد قياس عقله وطبعه، كمن الم يحرمه الله تعالىٰ في كتابه،أو أباح مالم يبحه الله تعالىٰ في كتابه، ولا في ذلك من حرم أو أباح بالسنة أو الإجماع أو القياس في حق المجتهد، حكم بالكتاب أيضاً ؛ لأنها منه كما قدمنا، وكذلك من اخترع بعقله ورأيه ية من كتاب الله تعالىٰ لا يليق بالشريعة.

كما روي عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما إنه قال: قال رسول لله تعالى عليه وسلم: ((من قال في القرآن بغير علم فليتبوء مقعده من النار.

وفي رواية: من قال في القرآن برأيه-))

أخرجه الترمذي وقال: حديث حسن.

قال العلماء: النهي عن القول في القرآن بالرأی إنما ورد في حق من القرآن على مراد نفسه، وما هو تابع لهواه، وهذا لا يخلوا إماأن يكون عن لا، فإن كان عن علم كمن يحتج ببعض ايات القرآن علیٰ تصحيح بدعته علم أن المراد من الآية غير ذلك، لكن غرضه أن يلبس علیٰ خصمه بما حجته علیٰ بدعته، كما يستعمله الباطنية والخوارج وغيرهم من أهل البدع قاصد الفاسدة، ليغروا بذلك الناس. وان كان القول في القرآن بغير علم لكن عن

فهذان القسمان مذمومان وكلهما داخل في النهي والوعيد الوارد في ذلك.

فأما التاويل وهو صرف الآية على طريق الاستنباط إلى معنى يليق بها، محتمل لما قبلها وما بعدها، وغير مخالف للكتاب والسنة. فقد رخص فيه أهل العلم فإن الصحابة رضى الله تعالىٰ عنهم قد فسروا القرآن، واختلفوا في تفسيره على وجوه، وليس كل ماقالوه سمعوه من النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ولكن علىٰ قدر ما فهموا من القرآن تكلموا في معانيه، وقد دعى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لابن عباس فقال: اللهم فقهه في الدين وعلمه التأويل. فكان أكثر مانقل عنه التفسير كذا قاله ابو محمد الخازن في أول تفسيره."(۱)

ام المومنین سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ سرکار نے فرمایا: کہ چھ لوگوں پر میں نے لعنت کی اور ان پر رب تعالیٰ بھی لعنت بھیجتا ہے، اور ہر نبی مستجاب الدعوات ہے، ان چھ معونوں میں سے ایک کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا، زیدتی کرنے والے سے مراد وہ شخص ہے جس نے کتاب اللہ میں بالقصد ایسی چیز زیادہ کی جو اس میں سے نہ ہو، مثلاً اپنی طرف سے کوئی کلمہ گڈھا اور اس شخص کو وہ کلمہ پڑھا دیا، جس نے اب تک قرآن کریم کی تلاوت نہ کی ہو، یا کوئی زائد کلمہ لکھ کر کلام اللہ میں داخل کردیا، یا قصداً کوئی طریقہ گڈھا اور اس طریقہ پر کتاب اللہ کی کوئی آیت تلاوت کی۔ یا پھر اپنی طبیعت اور عقل سے احکام الٰہی میں کوئی حکم زیادہ کردیا، مثلاً وہ شخص جو اس چیز کو حرام قرار دے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حرام نہ کیا ہو، یا ایسی چیز کو مباح قرار دے جس کی اباحت کلام الٰہی میں نہ آئی ہو، اس حکم میں وہ شخص داخل نہ ہوگا جو سنت رسول، اجماع یا قیاس۔ مجتہد سے کسی شی کو حرام یا حلال قرار دے، اس لیے کہ یہ بھی کتاب اللہ کا حکم ہے، کیوں کہ یہ سب قرآن ہی سے ماخوذ ہیں، جیسا کہ ہم بیان کر چکے، اسی طرح وہ شخص بھی کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا ٹھہرے گا، جس نے اپنی رائے، اور عقل سے قرآن کی کسی آیت کے ایسے معنی گڈھ لیے جو شریعت کے شایان شان نہ ہوں، جیسا کہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: کہ سرکار نے فرمایا جس نے قرآن میں بغیر علم کے کچھ کہا تو وہ جہنمی ہے، اور ایک روایت میں یہ ہے، جس نے قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہا، امام ترمذی نے اس حدیث کو تخریج فرمانے کے بعد کہا یہ حدیث حسن ہے۔

علما فرماتے ہیں کہ قرآن میں رائے سے کچھ کہنے سے نہی اس شخص کے حق میں وارد ہوئی ہے جو
ن تاویل اپنے نفس کی مراد کے مطابق کرے، اور وہ اپنی نفسانی خواہش کا پیروکار (اپنے نفس کا پیرو
وحال سے خالی نہیں یا تو وہ تاویل علم سے ہوگی یا نہیں، اگر علم سے ہے، مثلاً وہ شخص جو اپنی بدعت کی
ض آیات قرآنیہ سے دلیل لائے حالاں کہ وہ جانتا ہے کہ آیت سے یہ معنی مراد نہیں لیکن اس کا
پنے مدمقابل کو ایسی چیز کے ذریعہ شک میں ڈالنا ہے جو اس کی بدعت پر دلیل کو تقویت بخشے جیسا
یہ اور خوارج جیسے بدعتی فرقے اپنے فاسد مقالوں کو فروغ دینے کے لیے اس کا استعمال کرتے ہیں
وں کو دھوکہ میں مبتلا کردیں، آیا پھر قرآن میں انجانے میں اپنی رائے سے کچھ کہے، مگر اس کا سبب
ہو، مثلاً کوئی آیت کریمہ کسی وجہ (ایک معنی کا احتمال) رکھتی ہے لیکن یہ شخص اس آیت کی تفسیر اس
ی اور وجوہ محتملہ کے خلاف کرے، پس یہ دونوں قسمیں مذموم ہیں نیز اور وارد شدہ وعید میں داخل
یل کا مطلب ہے کہ آیت کو استنباط کے طریقہ پر مناسب معنی کی طرف پھیرنا جو کہ آیت کے ماقبل
احتمال رکھے، اور وہ کتاب وسنت کے مخالف نہ ہو اس میں اہل علم کو رخصت ہے، اس لیے کہ صحابہ
ن کریم کی تفسیر کی ہے اور اس کی تفسیر میں متعدد وجوہ پر اختلاف بھی ہے، اور انہوں نے جو کچھ اس
یں کہا وہ سب سرکار سے نہیں سنا ہے، بلکہ قرآن سے جو کچھ انہوں نے سمجھا اسی کے حساب سے
معانی بیان کیے، اور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لیے
ئی، اور یوں ارشاد فرمایا اے اللہ انہیں دین کی سمجھ عطا فرما اور ان کو تاویل کا علم عطا فرما، اسی وجہ سے
سے زیادہ تر تفسیر ہی منقول ہے، ابو محمد خازن نے اپنی تفسیر کے آغاز میں یہی فرمایا۔ (مترجم)

یہی علامہ محمد آفندی رومی برکلی "طریقہ محمدیہ" اور عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی دمشقی قدس سرہ
اسی "حدیقہ ندیہ" میں اس شبہ کے جواب میں کہا جیسا کہ اوپر "فصل الاعتصام بالکتاب والسنۃ" اور
بعد کی فصل میں یہ گذر چکا ہے کہ کتاب عزیز قرآن اور سنت نبویہ محمدیہ، امر دین میں ہر مکلف کو کافی
ظاہر وباطن کسی میں ان دونوں کے غیر کی طرف محتاج نہیں، انہیں کے انوار اسے کافی ہیں، وہ کسی
کا حاجت مند نہیں ہوسکتا۔ ۱

اس سے ظاہر ہوا کہ جو امر کتاب وسنت سے ثابت نہیں بدعت مکروہہ ہے، اور گمراہی
ت۔ جب یہ بات ہے تو فقہا کا یہ ارشاد کہ "ادلہ شرعیہ چار ہیں،" کیوں کر مستقیم ہوگا۔

امام نسفی نے منار میں فرمایا:

امام فخر الاسلام نے فرمایا:

اصل رابع انہیں اصول سے مستنبط قیاس ہے۔

مرقاۃ الوصول میں فرمایا:

''ادلہ چار ہیں: کتاب، سنت، اجماع، قیاس، کہ دلیل یا وحی ہوگی یا غیر وحی۔ وحی متلو تو یہی کتاب ہے یا متلو نہ ہوگی۔ یہی سنت ہے۔ اور غیر وحی اگر ایک زمانہ کے سارے مجتہدوں کا قول ہے تو یہی اجماع ہے، اور اگر سب کا نہیں، یہی قیاس ہے۔

فرماتے ہیں:

"قلنا في الجواب عن ذلك: نعم أدلة الشرع أربعة، ولكنها ترجع إلىٰ اثنين: الكتاب، والسنة، إذ لابد للإجماع من سند أي: دليل يستند قول أهل الإجماع إليه،

قال في شرح مرقاة الوصول: لا بد للإجماع من سند أي: دليل أو إمارة يستند الإجماع إليه، لاستحالة الاتفاق بلا داع عادة، ولأن الحكم الذي ينعقد به الإجماع إن لم يكن عن دليل سمعي كان عن عقل، وقد ثبت أن لا حكم له عندنا.

وفي شرح المنار لابن ملك وقيل: ينعقد الإجماع لا عن دليل بل بإلهام، وتوفيق بأن يخلق الله تعالى فيهم علماً ضرورياً ويوفقهم لاختيار الصواب، كبيع التعاطي وأجرة الحمام.

ولكن نقول: ذلك فاسد، لأن العدول لا يتصور منهم الإجماع على حكم من أحكام الله تعالىٰ جزافاً بل بناءً على حديث، أو معنىً من النصوص رواه مؤثراً وما ذكره من بيع التعاطي وأجرة الحمام، فالإجماع فيهما واقع عن دليل ؛ لأنه لم ينقل إلينا اكتفاءً بالإجماع كذا في جامع الأسرار." (۱)

ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ ہاں ادلہ شرع چار ہیں لیکن وہ دو کی طرف راجع ہیں یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول، اس لیے کہ اجماع کے لیے کسی سند یعنی دلیل کا ہونا ضروری ہے، جس سے اہل اجماع کا قول سہارا لے۔

اور شرح مرقات الوصول میں ہے کہ اجماع کے لیے کوئی دلیل یا علامت کا ہونا ضروری ہے تا کہ

ں پر سہارا لے اور اعتماد کرے، اس لیے کہ بغیر سبب وداعی کے اتفاق محال ہے، اور اس لیے بھی کہ
پر اجماع ہوگا، اگر وہ دلیل نقلی سے نہ ہو تو وہ دلیل عقلی سے ہوگا اور یہ بات ثابت ہو چکی کہ ہمارے
نل کا حکم معتبر نہیں۔

اور ابن ملک کی کتاب شرح منار میں ہے کہا گیا ہے کہ اجماع دلیل سے منعقد نہیں ہوتا بل کہ
فیق کے ذریعہ ہوتا ہے، وہ اس طرح کہ اللہ تعالی ان میں علم ضروری طور پر پیدا فرما دیتا ہے، اور
ختیار کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے، مثلا بیع تعاطی اور حمام کی اجرت۔

لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ فاسد ہے، اس لیے کہ عادلین سے یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کسی بھی حکم
بے تکے پن سے (بے سوچے سمجھے) اجماع کرلیں، بلکہ ان کے اجماع کی بنا کسی حدیث، یا نصوص
تی میں ہوتی ہے، جو موثر طریقہ پر مروی ہو، اور بیع تعاطی اور اجرت کا جو ذکر کیا گیا، تو اس میں
یل سے ہوا ہے، وہ ہم تک اجماع پر اکتفا کرتے ہوئے نقل نہیں کی گئی، اسی طرح جامع رموز میں
ترجم)

"وقال التفتازاني في التلويح:

والجمهور علىٰ أنه لا يجوز الإجماع إلا عن سند وأمارة، لأن عدم
ـ يستلزم الخطاء، إذ الحكم في الدين بلا دليل خطاء، ويمتنع إجماع الأمة
خطاء أيضاً اتفاق الكل من غير داع مستحيل عادة، كالإجماع علىٰ أكل
ٍ احد۔

وفائدة الإجماع بعد وجود السند.

سقوط البحث، وحرمة المخالفة.

وصيرورة الحكم قطعياً۔

ثم اختلفوا في السند، فذهب الجمهور إلىٰ أنه يجوز أن يكون قياساً، وإنه
كالإجماع علىٰ خلافة أبي بكر رضي الله تعالىٰ عنه قياساً على أمته في
لاة، حتى قيل رضيه رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لأمر ديننا أفلا
، لأمر دنيانا.

وذهب الشيعة وداؤد الظاهري ومحمد بن جرير الطبري إلىٰ المنع من

أما جواز كون السند خبراً واحداً فمتفق عليه، كذا في عامة الكتب.

وقد وقع في الميزان وأصول الإمام السرخسي أن المذكورين خالفوا في الظني قياساً كان أو خبراً واحداً، ولم يجوز والإجماع إلا عن قطعي؛ لأنه قطعي، فلا يبتني إلا على قطعي؛ لأن الظن لا يفيد القطع.

وجوابه ان كون الإجماع حجة ليس مبنياً على دليله بل هو حجة لذاته كرامة لهذه الأمة، واستدامةً لأحكام الشرع، والدليل على بطلان مذهبه أنه لو اشتراط كون السند قطعياً لوقع الإجماع لغواً ضرورة ثبوت الحكم قطعياً بالدليل القطعي من أحدهما أي: من الكتاب والسنة حالاً بأن كان صريح آية أو حديث ولو خبر واحد، أو مآلا أي: مرجعاً يرجع إلى كتاب أو سنة، وهو القياس، كما قدمناه على القول الصحيح، إذ في اشتراط السند للإجماع خلاف ذكرناه،

وكذا في كون القياس وخبر الواحد سنداً للخلاف الذي مر. ولابد للقياس أيضاً من أصل ثابت بأحدهما أي: بالكتاب أو السنة، فإنه أي: القياس مظهر للحكم الثابت به لا مثبت له.

قال في شرح مرقاة الوصول: القياس مظهر لا مثبت، والمثبت ظاهراً دليل الأصل وحقيقةً هو الله تعالى.

ثم قال في شروط القياس: وأن يكون المعدى حكماً شرعياً ثابتاً بأحد الأدلة الثلثة: الكتاب والسنة والإجماع، إذ لو كان حسياً أو لغوياً لم يجز. الخ"(۱)

علامہ تفتازانی تلویح میں فرماتے ہیں: کہ جمہور کا موقف یہ ہے اجماع بغیر سند یا دلیل کے جائز نہیں ہے اس لیے کہ وہ عدم خطا کو مستلزم ہے کیوں کہ بغیر دلیل کے دین کا حکم دینا خطا ہے، اور امت کا خطا پر اجماع کر لینا بھی محال ہے، نیز بغیر کسی سبب کے تمام لوگوں کا اتفاق عادتاً محال ہے، مثلاً ایک کھانے پر اجماع محال ہے اور دلیل پائے جانے کے بعد اجماع کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے بحث ختم ہو جاتی ہے اور نیز مخالفت حرام اور حکم قطعی ہو جاتا ہے پھر سند میں اختلاف ہے، پس جمہور کا موقف یہ ہے کہ سند کا قیاسی ہونا

رست ہے بلکہ اس کا وقوع ہو چکا ہے، جیسا کہ حضرت ابوبکر کی خلافت پر اجماع ہوا نماز میں ان کی
ت پر قیاس کرتے ہوئے، یہاں تک کہ کہا کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان سے ہمارے دینی معاملہ
اضی ہوئے تو کیا ہم ان سے اپنے دنیاوی معاملات میں راضی نہ ہوں، جب کہ شیعہ، داوادظاہری اور
ن جریر طبری نے اس بات سے انکار کیا ہے۔

البتہ سند کا خبر واحد ہونا متفق علیہ ہے، عامہ کتابوں میں اسی طرح آیا ہے، میزان اور اصول امام
میں آیا ہے کہ مذکورہ لوگوں نے سند کے ظنی ہونے میں مخالفت کی ہے، قیاس ہو کہ خبر واحد، انہوں
جماع صرف دلیل قطعی سے جائز قرار دیا ہے اس لیے کہ وہ خود قطعی ہے لہذا وہ قطعی ہی پر مبنی ہوگا، اس
ظن قطع کا فائدہ نہیں دیتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اجماع کا حجت ہونا دلیل پر موقوف نہیں ہے بل کہ وہ تو خود حجت ہے اس
کے شرافت کی وجہ سے اور احکام شریعت کو دوام بخشنے کے لیے، اور اس مذہب کے بطلان پر دلیل یہ
آلہ سند کا قطعی ہونا شرط ہو جائے تو اجماع لغو ہو جائے گا، اس لیے کہ اب حکم یقینی طور پر دلیل قطعی یقینی
۔ وسنت میں سے کسی ایک سے ثابت ہوگا فوراً مثلاً آیت یا حدیث صریح ہوا گرچہ خبر واحد ہی ہو، اس
یح قول کے مطابق بیان کر چکے۔

اجماع کے لیے سند کی شرط لگانے میں اختلاف ہے جسے ہم ذکر کر چکے، اسی طرح قیاس اور خبر
کے سند ہونے میں بھی گذشتہ اختلاف کی وجہ سے، اور قیاس کے لیے بھی کتاب وسنت سے کوئی ثابت
ل ہونا چاہیے، اس لیے کہ قیاس حکم ظاہر کرنے والا ہے، ثابت کرنے والا نہیں ہے، شرح مرقات
ن میں آیا ہے کہ قیاس حکم کو ظاہر کرنے والا، حکم کے لیے مثبت نہیں مثبت تو ظاہراً اصل کی دلیل ہے
ہ حقیقتاً اللہ تعالیٰ ہے، پھر قیاس کے شرائط کے بارے میں فرمایا، اور یہ کہ معدیٰ حکم شرعی ہو، نیز ادلہ
کتاب وسنت اور اجماع میں سے کسی ایک سے ثابت ہو، اس لیے کہ اگر معدیٰ حسی یا لغوی ہو تو قیاس
ہوگا۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

"في شرح المنار لابن ملك قدم الكتاب؛ لأنه حجة من كل وجه، واعقبه
ة؛ لأن حجيتها ثابتة بالكتاب، وأخر الإجماع لتوقف حجيته عليهما،
ثم قال: والقياس أصل بالنسبة إلىٰ حكمه، فرع بالنسبة إلىٰ الثلثة اھ.

فخذوه وما نهكم عنه فانتهوا﴾وتوقف الإجماع عليهما بسبب اشتراط السند له، وهو من أحدهما حالا أو مآلا، فالكتاب أصل من كل وجه، والسنة والإجماع أصول من وجه وفروع من وجه(فمرجع الأحكام)الشرعية كلها و(مثبتها)أي : الحاكم بإثباتها(اثنان)فقط في الحقيقة، وهما الكتاب والسنة، والأدلة الباقية راجعة إليهما.

وأما شرائع من قبلنا فملحقة بالكتاب والسنة.والعرف والتعامل ملحق بالإجماع والاستصحاب والتحري عمل بأحد الأربعة والعمل بالظاهر، والأظهر عمل بالاستصحاب، والأخذ بالاحتياط عمل بقوله عليه السلام:(دع ما يريبك إلى مالا يريبك) "والقرعة لتطييب القلب بالسنة أو الإجماع وآثار الصحابة وكبار التابعين بشبهة الحديث" أو بقوله عليه السلام:(أصحابي كالنجوم فبأيهم اقتديتم اهتديتم).

وقوله عليه السلام:(خير القرون قرني الذين أنا فيهم) ثم الذين يلونهم الحديث."

"وفي شرح ابن ملك على المنار: فإن قلت: قد ثبت الحكم بشرائع من قبلنا وبتعامل الناس، وبالأخذ بالاحتياط، وبالتحري، وبآثار الصحابة، فكيف حصرت الأصول في الأربعة؟

قلنا: هذه الأحكام غير خارجة عنها، أما شرائع من قبلنا فقد صارت شريعة لنا ؛ لأن نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم قصها علينا ولم ينكرها، والتعامل ملحق بالإجماع العملي، والأخذ بالاحتياط العمل بأقوى الدلائل كما في الأصول الثلاثة، والعمل بالتحرى عمل بالسنة، لأنها وردت في جوازه عند الحاجة، والعمل بالآثار عمل بقوله صلى الله تعالى عليه وسلم : (أصحابي كالنجوم) انتهى.والحاصل أن كلما ذكر راجع إلى الأصول الأربعة، والأصول الأربعة راجعة إلى الكتاب والسنة.والسنة شرح الكتاب وبيانه، فهي راجعة إليه.

قال البيهقي:في أول المدخل: ووضع يعني الله تعالى رسوله صلى الله تعالى عليه وسلم في دينه موضع الإبانة عنه ما أراد بكتابه عاماً وخاصاً وفرضاً ولتبين ندباً وإباحةً وإرشاداً ووقتاً وعدداً.فقال جل ثناءه:﴿وأنزلنا عليك الذكر لتبين للناس ما نزل إليهم ولعلهم يتفكرون﴾اه.فالأصل الحقيقي هو كتاب الله تعالى لا غير، فظهر لك أيها المنصف أن أصول الشريعة أربعة ترجع إلى اثنين هما الكتاب والسنة اه.باختصار يسير."(١)

ابن ملک نے شرح منار میں کتاب اللہ کومقدم رکھا اس لیے کہ وہ ہر اعتبار سے حجت ہے، اور اس
بعد سنت رسول کو رکھا اس لیے کہ ان دونوں کی حجیت کتاب اللہ سے ثابت ہے اور اجماع کو موخر کیا اس
لہ اجماع کی حجیت ان دونوں پر موقوف ہے، پھر فرمایا. کہ قیاس اصل ہے حکم کی طرف نسبت کرتے
ئے اور فرع ہے ان تینوں کی طرف نسبت کرتے ہوئے، اور سنت کی حجیت موقوف ہے کتاب اللہ پر
تعالیٰ کے ارشاد "جو کچھ رسول تمہیں دیں اسے لے لو اور جس سے روکیں باز رہو" کی وجہ سے، اور
ع ان دونوں پر موقوف ہے کیوں کہ اجماع کے لیے سند شرط ہے، اور سند ان دونوں میں سے کسی ایک
وگی حال یا مآل کے اعتبار سے، پس کتاب اللہ ہر جہت سے اصل ہے اور سنت و اجماع من وجہ اصل
ر من وجہ فرع ہیں، لہذا تمام احکام شرعیہ کا مرجع اور ثابت کرنے والی حقیقتاً صرف دو چیزیں ہیں
ب اللہ اور سنت، اور باقی ادلہ شرعیہ ان دونوں کی طرف راجع ہیں اور ہم سے پہلے والوں کی شریعتیں
ب وسنت کے ساتھ ملحق ہیں، عرف اور تعامل اجماع کے ساتھ لاحق ہیں اور استصحاب اور تحری ادلہ
میں سے کسی ایک پر عمل کرنا ہے، اور ظاہر واظہر استصحاب پر عمل ہے اور احتیاط پر عمل یہ سرکار کے
..((دع مايريبك إلى مالا يريبك)) پر عمل کرنا، جو تم کو شک میں ڈال دے اسے چھوڑ کر
کوک اشیا کو اپناؤ، صحابہ اور کبار تابعین کے آثار شبہ حدیث سے ملحق ہیں، یا پھر سرکار کے فرمان،
ے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں جس کی بھی اقتدا کر لو گے راہ یاب ہو جاؤ گے، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
کے فرمان سب سے بہتر میرا زمانہ یعنی ان لوگوں کا زمانہ جس میں میں ہوں (پھر ان کے بعد والوں کا)
تھ ملحق ہیں۔

شرح ابن ملک علی المنار میں ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ احکام شرع پچھلی شریعتوں، تعامل ناس، اور
اور تحری اور آثار صحابہ سے بھی ثابت ہوئے ہیں پھر اصول شرع چار میں کس طرح منحصر ہو گئے؟ تو
جواب یہ ہے کہ احکام انہی چار کے تحت داخل ہیں، اور سابقہ شریعتیں ہماری شریعت ہو گئیں، اس
سرکار دو عالم نے ہی انہیں ہم سے بیان فرمایا ہے اور اس پر انکار بھی نہیں فرمایا، اور تعامل ناس اجماع
تھ ملحق ہے، اور احتیاط پر عمل اقوی دلیل پر عمل کرنا ہے جیسا کہ اصول ثلاثہ میں ہے اور تحری پر عمل در
ء سنت ہی پر عمل ہے، اس لیے کے وقت ضرورت حدیث سے اس کے جواز کا حکم ثابت ہے، اسی
ثار صحابہ پر عمل سرکار کے ارشاد میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں، پر عمل کرنا ہے، حاصل گفتگو یہ ہے
کچھ بھی مذکور ہوا وہ سب انھیں چار اصولوں کی طرف راجع ہے اور اصول اربعہ کتاب وسنت کی طرف

بیہقی نے مدخل کے آغاز میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالٰی رسول کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنے دین میں اپنی مراد واضح کرنے کے مقام پر فائز فرمایا تاکہ آپ بیان فرمادیں کہ یہ حکم خاص ہے یا عام، فرض ہے یا مستحب، اباحت ہے یا ارشاد اور اس سے وقت مراد ہے یا تعداد وغیرہ، جیسا کہ خود رب تعالٰی فرماتا ہے کہ ہم نے تم پر ذکر اتارا تاکہ تم لوگوں سے بیان کردو جوان کی طرف نازل کیا گیا، کہ وہ سوچیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اصل حقیقی صرف کتاب اللہ ہے، لہذا اے منصف تم پر عیاں ہوگیا کہ شریعت کے اصول چار ہیں: جو دو کی طرف راجع ہیں اور وہ دونوں کتاب اور سنت ہیں۔ (مترجم)

بحمد اللہ سبحانہ وتعالٰی شانہ جہاں بروجہ اتم آیات کریمہ واحادیث فخیمہ واقوال علما وائمہ سے آفتاب نصف النہار سے بھی زیادہ روشن وتاباں ہوا کہ اصول شرع چار ہیں، بے ان چار اصول کے شریعت پر عمل ممکن ہی نہیں۔ جو یہ چار اصول نہ مانے وہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کا نام ہی لیتا ہے، درحقیقت کتاب اللہ وسنت رسول اللہ پر عامل نہیں۔ اور نہ غیر مجتہد کو بے تقلید، کتاب وسنت پر عمل ممکن۔ وہاں یہ بھی آشکار ہوگیا کہ علما وائمہ محض اپنی رائے سے دین میں کچھ نہیں کہتے، نہ اسے جائز رکھتے ہیں، وہ تو اسے حرام وکبیرہ جانتے ہیں۔

کذاب غیر مقلدوں کا یہ ظلم عظیم ہے کہ وہ ان پر بہتان اٹھاتے، سخت شدید خبیث افترا کرتے، جیسے یہ غیر مقلدین اختراع فی الدین کہتے ہیں ان کی رائے بتاتے ہیں، ہرگز وہ ان کا اختراع نہیں، ہرگز وہ ان کی رائے نہیں۔ تفقہ واجتہاد کو رائے اور اختراع کہنے والے آنکھیں کھولیں، اگر نزول عناد نے ابھی انہیں بالکل ہی اندھا نہ کردیا ہو۔ تفقہ واجتہاد کے متعلق علما وائمہ کے جو ارشادات اوپر ان کی عبارات میں گزرے انہیں دیکھیں اور عقل رکھتے ہوں تو سمجھیں، کہ تفقہ واجتہاد اور چیز ہے اور عقلی گدے اور اپنی رائے محض کے ڈھکوسلے اور اپنی خواہش وہوائے نفس وطبیعت کے منصوبے اور چیز۔

اوپر کی عبارات میں اس مطلب کے ارشادات نہ سمجھ سکیں، یا اس مطلب کے صریح ارشادات تلاش گراں جانیں تو "طریقہ محمدیہ وحدیقہ ندیہ" کا یہ ارشاد ہی دیکھ لیں۔ فرماتے ہیں:

"لا يغرنك طاعات الجهال المتنسكين الفاسدين المفسدين الضالين المضلين بغيرهم إلى قوله: خارجين عن مناهج علماء الشريعة المحمدية، لتمسكهم بأحكام عقولهم الضعيفة وآرائهم السخيفة، وعلماء الشريعة يتمسكون بأحكام كتاب الله وسنة رسوله وإجماع الأمة المهديين، وتعميم

تمہیں ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے جاہل عبادت گزاروں کی طاعت جو فاسد ومفسد ہیں اور گمراہ
ر ہیں، یہ علمائے شریعت محمدیہ کے درجہ سے باہر ہیں کیوں کہ یہ اپنی کمزور عقول اور ضعیف آلہ سے
ال کرتے ہیں اور علمائے شریعت کتاب اللہ، سنت رسول، اور اجماع امت کے احکام پر کار بند، اور
مجتہدین پر عمل پیرا رہتے ہیں۔(مترجم)

تفقہ و، جتہاد کا فرض ہونا علما نے ثابت فرمادیا، اور مجرد قیاس عقل وہوائے نفس وخواہش طبیعت
ئی حکم کرنا اسے منہی عنہ، ناجائز وحرام بتادیا۔ تفقہ واجتہاد کا سنت صحابہ نہ فقط صحابہ بلکہ سنت رسول علیہ
م ہونا آشکارا کردیا۔ علما کے ارشادات پر اگر غیر مقلد عناداً نظر التفات نہ کرے تو اس پر سخت آفت،
ب اور مصیبت تو یہ ہے کہ حدیثوں میں یہی لفظ رائے موجود ہے، اوپر دونوں حدیثیں گذریں۔

ایک: ''إنما أقضي بينكما برأي لم ينزل عليّ فيه''(۱)

دوسری حضرت سیدنا عمر فاروق عادل اعظم کا فرمان:

''إن الرأي إنما كان من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مصيباً؛
الله تعالىٰ كان يريه إنما هو منا الظن والتكلف.''(۲)

بے شک میں تمہارے درمیان اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا اس مسئلہ میں جس کے تعلق سے مجھ
حکم نازل نہ ہوا، بے شک رائے سرکار کی طرف سے درست تھی اس لیے کہ رب تعالیٰ انہیں دکھادیا
تھا، اور ہماری جانب سے تو محض ظن اور تکلف ہے۔(مترجم)

یہاں رائے کا لفظ دیکھ کر غیر مقلد معلوم نہیں اپنی اندھی سمجھ سے حضرت سیدنا فاروق اعظم بلکہ خود حضور
سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے کیا رائے قائم کرے۔ کیا غیر مقلد ان حدیثوں کو بھی مخترع بتادینے
رأت کرے گا۔ یا معاذ اللہ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس رائے کی بنا پر مخترع فی الدین ٹھہرائے
یر مقلد سے یہ جرأت تو عجب نہیں، مگر اس پر قہر بلا اور سخت قیامت تو خود قرآن عظیم نے نازل کردی یہ فرما کر:

﴿وداؤد وسليمن اذ يحكمن في الحرث اذ نفشت فيه غنم القوم وكنا
كمهم شٰهدين ففهمناها سليمن وكلا اتينا حكما وعلما.﴾(۳)

[مشكل الآثار للطحاوي باب بيان مشكل ما روي من أمر الرجلين: ۱/۳۳۰]

[سنن ابي داود: باب في قضاء القاضي اذا اخطأ، ۳/۳۰۲]

اور داؤد اور سلیمان کو یاد کرو، جنہوں نے کھیتی کا ایک جھگڑا چکائے تھے۔ جب رات کو اس میں کچھ لوگوں کی بکریاں چھوٹیں اور ہم ان کے حکم کے وقت حاضر تھے۔ ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا۔

تفقہ واجتہاد کو مجرد عقلی ڈھکوسلوں سے ممتاز فرما دیا۔

تفقہ واجتہاد کو عطیۂ خداوندی اور نعمت الٰہی قرار دیا۔

تفقہ واجتہاد اور اس سے حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کو سراہا۔ ایک قضیہ سے متعلق حضرت سیدنا داؤد وحضرت سیدنا سلیمان ۔علیٰ نبینا وعلیہما وعلیٰ سائر الانبیا والرسل الصلاۃ والسلام۔ کے دو فیصلوں کا آیۂ کریمہ مذکورہ میں قصہ بیان فرمایا: کہ یاد فرمایئے داؤد وسلیمان کو جب وہ دونوں ایک کھیتی کے بارے میں فیصلہ کر رہے تھے، جب کہ اس میں گھس کر لوگوں کی بکریاں اسے چر گئی تھیں، ہم ان کے فیصلوں کو دیکھ رہے تھے تو ہم نے اس کے بہتر حکم کی سمجھ سلیمان کو دی، انہیں سمجھا دیا، اور داؤد وسلیمان ہر ایک کو ہم نے حکومت وعلم عطا فرمایا۔

مفصل قصہ یوں ہے کہ: عہد سیدنا داؤد علیہ السلام میں کسی کے کھیت میں بکریاں رات میں پڑیں، اور سارا کھیت چر گئیں۔ حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کے حضور مقدمہ آیا، آپ نے نقصان زرع اور بکریوں کی قیمت کا حساب لگایا۔ تو کھیت کا نقصان ساری بکریوں کی قیمت کے برابر تھا، لہذا آپ نے فیصلہ دیا کہ یہ سب بکریاں جنہوں نے کھیت چر لیا ہے، کھیت والے کو دے دی جائیں۔ حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں وہ لوگ حاضر ہوئے اور وہ فیصلہ ان سے عرض کیا۔ انہوں نے فرمایا: کہ اچھا فیصلہ فرمایا۔ مگر ایک دوسرا فیصلہ جو ارفق بالفریقین ہے۔ جب حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام نے ان کا یہ قول سنا انہیں بلا کر پوچھا کہ تم کیا حکم دیتے، انہوں نے فرمایا: میں بکریاں کھیت والے کو دلا دیتا اور کھیت بکری والے کو کہ وہ اس کے دودھ وغیرہ سے فائدہ مند ہوتا رہتا، یہاں تک کہ جب سال آئندہ اس کا کھیت پھر اسی حالت میں آجائے، تو بکریاں واپس کر دے۔ حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام نے بھی یہ فیصلہ بہت پسند فرمایا، اپنے فیصلہ کو واپس لیا اور اسی فیصلہ پر عمل کیا گیا۔

تفسیرات احمدیہ میں فرمایا: "قیل کان بالاجتهاد إلا أن اجتهاد سليمن أشبه بالصواب وهو المختار للإمام الزاهد وفخر الإسلام."(۱)

کہا گیا ہے کہ یہ فیصلہ اجتہاد کے ذریعہ تھا مگر یہ کہ سلیمان علیہ السلام کا اجتہاد صواب حق کے زیادہ

تھا، یہی امام زاہد و فخر الاسلام کا مختار موقف ہے۔ (مترجم)

اس آیت اور قصہ سے علما نے باب اجتہاد کے بعض مسائل مستنبط فرمائے۔

اسی میں ہے:

"وإذا كان بالاجتهاد فليستنبط من الآية، والقصة مسائل باب الاجتهاد مقصود لنا من ذكرها في هذا المقام."(۱)

اور جب حکم اجتہاد سے تھا تو آیت کریمہ سے استنباط کرنا چاہیے اور یہ قصہ باب اجتہاد کے میں سے ہے اسی وجہ سے ہم نے اسے اس جگہ ذکر کیا۔ (مترجم)

یوں ہی بفضلہ تعالیٰ یہ بھی ثابت ہولیا کہ ارشادات علما وائمہ ارشادات شرعیہ ہیں۔ وہ اوامر ونواہی ں۔ جیسے کہ صحابہ کے ارشادات۔ غیر مقلد جھوٹا ہے جو کہتا ہے، کہ" وہ نہ تو خدا کے ارشادات ہیں، نہ ربند ہونے کا اس نے حکم دیا ہے" بے شک اس نے حکم دیا ہے کہ فرمایا:

﴿فَسْئَلُوٓاْ أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾(۲)

یوں تو وہ صحابہ کے اقوال بلکہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے ارشادات کو بھی یہی کہہ بھاگے حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم. علما نے ان کی کوئی رگ پھڑکتی نہیں چھوڑی یرات احمدیہ میں سید عارف باللہ حضرت ملاجیون رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس بے ہودگی کا بھی جواب ادیا ہے۔

تحریر فرماتے ہیں:

"إن قال قائل أي: ضرورة في تبعية أبي حنيفة مثلا حيث لم يأمر الله ولا ـه بل لم يصرح به ابو حنيفة أيضاً، ولوسلم أن تبعية المجتهد لازمة للمقلد ضرورة في التزامه مذهباً واحداً بعينه بل يجوز له أن يعمل بمذهب، ثم إلى آخر (إلى أن قال)

قلت: أما الأول فلأن الانسان لا يخلو إما إن لم يعمل شيئاً من الأشياء أو ، والأول باطل لقوله تعالىٰ: ﴿أيحسب الانسان ان يترك سدى﴾۔ ولأنه يحتاج

[التفسيرات الأحمدية. ۵۲۱]

إليه في البيع والشراء واللباس والطعام وغير ذلك وإن لم يفعل الصلاة والصوم، فتعين أن يعمل بأعمال ويشتغل بأفعال، وحينئذٍ لا يخلوا إما أن يتسمك بالكتاب والسنة، وحينئذٍ لا يخلو إما أن يكون له قدرة علىٰ معرفة وجوهه ومعانيه وطرقه وأحكامه أولا۔

والثاني لابد أن يكون تابعاًلأحد من الأئمة، فهو المراد۔ والأول إما أن يكون له مع ذلك ملكة الاستنباط والقدرة التامة علىٰ استحراج المسائل أولا."(۱)

اگرکوئی کہے کہ امام اعظم کی اقتدا کی کیا ضرورت ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا حکم نہ دیا بلکہ خود امام اعظم سے بھی اس کی صراحت نہیں ہے، اور اگر تسلیم کرلیا جائے کہ مجتہدین کی پیروی مقلد پر ضروری ہے تو ایک ہی مذہب کو اپنائے رہنے کی کیا ضرورت ہے بل کہ مقلد کو اختیار رہے کہ وہ ایک مذہب پر عمل کرے پھر دوسرے مذہب کو اختیار کرے تو میں اس کا یہ جواب دوں گا کہ انسان یا تو بالکل کوئی عمل نہ کرے گا یا کرے گا پہلی صورت باطل ہے، کیوں کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے بے کار چھوڑ دیا جائے گا۔ اور اس لیے بھی کہ انسان کو عمل کی حاجت ہے بیع وشرا (خرید وفروخت) میں اور کپڑے اور کھانے وغیرہ میں، اگر چہ وہ نماز وروزہ پر عمل نہ کرے، پس متعین ہوگیا کہ وہ عمل کرے گا اور کام کاج میں مصروف رہے گا، اور یہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ قرآن وسنت سے استدلال کرے گا۔ (عمل کرے گا) اب یا تو اسے اس کے وجوہ معانی، طرق واحکام کی معرفت پر قدرت ہوگی یا نہیں، اگر قدرت نہ ہو تو یقیناً وہ کسی امام کی اقتدا کرے گا، یہی ہمارا مقصود ہے، اور صورت اولیٰ میں یا تو اس میں اس معرفت کے ساتھ ساتھ استنباط کا ملکہ اور مسائل کے استخراج کی قدرت تامہ ہوگی یا نہیں۔ (مترجم)

"الأول هو المجتهد، ولا كلام فيه بل نحن أيضاً مقرون بعدم اتباعه لمجتهد آخر۔ والثاني: إما أن يكون تابعاً لأحد من الأئمة فهو المراد أو يكون تابعاً لأحد، بل يقول إن عملي على الأصول التي هي ثلثة ولست بتابع لأحد فنقول له إن كون أصول الشرع ثلثة، إنما هو أول مسألة بناه ابو حنيفة رحمه الله تعالى، وأيضاً لا أقل من أن يحتاج في المسائل القياسية، وفي معرفة الناسخ والمنسوخ، وفي معرفة كون

ماع قطعياً مقدماً على خبر الواحد، وكون العام المخصوص ظنياً وأمثاله من
ع تقسيمات الكتاب والسنة والإجماع وأحكامها، إذ ما كل ذلك إلا
لاحات أبي حنيفة، فإلى أي شي يهرب يلزم التبعية ضرورة۔

وأما الثاني وهو إنه إذا التزم التبعية يجب عليه أن يدوم على مذهب
ـه، ولا ينتقل إلىٰ مذهب آخر، فلأن الانتقال يوجب أن يظهر عنده بطلان
ـب السابق.

والحال إن أهل كل مذهب يقولون بحقيقة المذاهب الأربعة فقد وقع فيما
على أن العامي لا وجه له إلى الانتقال والعالم غاية وجه انتقاله ترجيح الأدلة من
ـب المرجوع إليه وهو موقوف على ازدياد الفضيلة ونقصانها، فإن كل واحد
، دلائل على ضبق مذهبه، والعالم الغير المجتهد ليس في قدرته ترجيح المذاهب
ـب الدلائل، فإن ذلك موقوف علىٰ معرفة اصطلاحات كل واحد، ومعرفة
ب بتقسيماته الأربعة، وكذا السنة مع تقسيماتها المختصة بها، والإجماع
ـها الثلثة، والأقيسة بشروطها وأحكامها وأركانها، ووقوعها كل ذلك متعذر في
لمقلد، وحينئذٍ كل ذلك لا يعلم ماهو الحق عند الله تعالىٰ فالانتقال من مذهب
ـهب ترجيح بلا مرجح الخ."(۱)

پہلی صورت میں یعنی اس میں استنباط کا ملکہ ہو، تو وہ مجتہد ہے اس میں کوئی کلام نہیں بل کہ ہم بھی
یں اسے دوسرے مجتہد کی اتباع کی حاجت نہیں، اور دوسری میں (اگر اس میں ملکۂ استنباط نہ ہو) یا
ن امام کی اقتدا کرے گا یا کسی امام کی اقتدا نہ کرے گا بل کہ کہے گا کہ میرا عمل تینوں اصولوں پر ہے
کسی کا مقلد نہیں ہوں تو ہم اسے جواب دیں گے کہ اصول شرع کا تعین ہونا پہلا مسئلہ ہے کہ جس کی
م اعظم نے رکھی۔ لیکن وہ کم از کم قیاس کے مسائل میں تو کسی مجتہد کی تقلید کا محتاج ہوگا، اور اسی طرح
سوخ کی معرفت، اور اجماع قطعی کے خبر واحد پر مقدم ہونے کی معرفت میں، اسی طرح عام مخصوص
ہونے کی جان کاری کے سلسلے میں، اور کتاب وسنت اور اجماع کی تمام تقسیمات اور ان کے احکام
فت کے لیے وہ ضرور کسی مجتہد کی تقلید کا محتاج ہوگا، جب کہ یہ سب کی سب امام اعظم کی اصطلاحات

ہیں، لہٰذا جدھر بھی جائے گا اقتدا ثابت ہو جائے گی۔

اور رہا دوسرا مسئلہ (ایک امام کی اقتدا کا مسئلہ) تو اس کی دلیل ہے کہ جب وہ تقلید کو اپنائے گا تو اس پر اسی مذہب پر قائم و دائم رہنا ضروری ہوگا، اور دوسرے مذہب کی طرف نہ جائے گا، اس لیے کہ دوسرے مذہب کی طرف جانا اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ مذہب اول کا بطلان اس پر ظاہر ہو گیا، اور حال یہ ہے کہ تمام مذاہب والے مذاہب اربعہ کی حقانیت کا قول کرتے ہیں، مزید برآں عام آدمی کو ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف انتقال کرنے کا حق نہیں ہے، اور عالم کے انتقال کی وجہ زیادہ سے زیادہ مذہب مرجوح الیہ کی جانب سے ادلہ کی ترجیح ہے، اور فضیلت کی زیادتی اور نقصان پر موقوف ہے۔ اس لیے کہ ہر مذہب والا دلائل کو اپنے مذہب کے مطابق قائم کرتا ہے، اور غیر مجتہد عالم تو دلائل کے اعتبار سے مذاہب کی ترجیح پر بھی قادر نہیں ہوتا، کیوں کہ یہ موقوف ہے، ہر ایک کی اصطلاح کی معرفت پر، نیز اس کے لیے کتاب اللہ کی چار تقسیمات کا علم بھی ضروری ہے، نیز سنت اور اس کی تقسیمات کی جان کاری بھی چاہیے، اسی طرح اجماع کو اس کی تینوں قسموں کے ساتھ جاننا بھی ضروری ہے، نیز اس کے احکام شرائط اور ارکان کے ساتھ معرفت ضروری ہے، (تب جا کر کہیں ترجیح کا حق حاصل ہوگا) اور ان تمام چیزوں کا مقلد کے اندر پایا جانا متعذر ہے، لہٰذا ہر ایک نہیں سمجھ پائے گا کہ عند اللہ کیا ہے، لہٰذا ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرا مذہب اپنانا ترجیح بلا مرجح ہوگی۔ (مترجم)

وہابیہ مقلد ہوں یا غیر مقلدان پر سب سے زیادہ مصیبت کا پہاڑ شاہ ولی اللہ صاحب، یا حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کے اقوال ہوتے ہیں، افسوس کہ اس وقت میرے پاس شاہ ولی اللہ صاحب کی کتابیں موجود نہیں۔

حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کے فتاویٰ سے دو فتویٰ ایک متعلق اہانت علم و علما، دوسرا متعلق انکار کتاب فقہ نقل کرتا ہوں:

سوال: کسے کہ از کتب فقہ منکر شود از روئے شرع شریف حکم چیست۔

جواب: اگر آں شخص منکر شود بجہت آں کہ بایں کتاب از فقہ اہل سنت ست پس آں شخص مبتدع ست، چہ انکار آں شخص بجہت عدم اعتقاد بحقیقت آں کتاب ست............... گو مطابق باحادیث صحیحہ اہل سنت باشد بخلاف انکار شافعی کتاب حنفی را انکارش بجہت ترجیح مذہب خود بر مذہب حنفی می باشد نہ بجہت بطلان اصول و فروع حنفیہ'' اھ بالاختصار۔

اب: کسے کہ اہانت علم دین وعلما نماید بجہت آں کہ ایں علم وایں علما موجب اختیار باطل
مد، وایں علم محض برائے قضیا وحق تلفی موضوع ست پس آں شخص کافرست اھ۔
رمقلدین، شاہ صاحب، اور اپنے امام الطائفہ اسماعیل دہلوی کے استاذ وپیشوا اس کے
ے دیکھیں اور اپنا حکم سمجھ لیں۔ توفیق الٰہی مساعدت فرمائے تو توبہ کریں۔ واللہ الھــادي
ق للصواب وإليه المرجع في كل باب۔
م آیات واحادیث پر عمل ممکن نہیں کہ ان میں ناسخ بھی ہیں منسوخ بھی۔ اور عمل بالمنسوخ شرعاً
۔ناسخ ہی پر عمل ہوگا۔ واللہ تعالیٰ أعلم۔
د للہ ثم الحمد للہ جواب باحسن وجوہ تمام ہوا، اور شفاء العی فی جواب سوال بمبئی اس
حمد لله ولي الأنعام والصلاة والسلام علىٰ سيد الأنام وسائر الرسل الكريم
بہ وحزبہ أجمعين وبارك وسلم مادامت الليالي والأيام۔

جواب کا دوسرا رخ

م نے وعدہ کیا تھا غیر مقلد کو آئینہ دکھائیں گے، لہٰذا حسب وعدہ اس کے منہ کے آگے آئینہ
اپنی کریہہ صورت اس میں دیکھے، مگر دیکھ کر آئینہ پر غصہ نہ کرے، اپنی حالت پر تاسف
اس بدحالت کو بدلنے کی کوشش کرے۔ واللہ ھو الموفق۔
یا غیر مقلد اپنی طرح اہل قرآن بننے والوں کو یہ کہنے کی اجازت دے گا کہ "دین کا معاملہ اس
پیدہ اور مشکل ہوگیا جب سے علما، نہ صرف علما بلکہ صحابہ نے طریقۂ نبوی، نہ صرف صحابہ
بدہن گستاخ) سید الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طریقۂ قرآنی سے روگردانی کی۔ علما نے
یث کے مجادلات اور قیل وقال (جرح وتعدیل، صحیح وحسن وضعیف، غریب ومنکر، مقطوع
یرہ وغیرہ)، اور صحابہ وتابعین اور امام بخاری وغیرہ محدثین کے اختلافات کثیرہ (معاذ اللہ ان
و اپنا شیوہ بنالیا (پناہ خدا) صحابہ اور (خاک بدہن گستاخ) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی
حکام لگائے۔ معاذ اللہ دین میں اختراع کرنے کا دروازہ کھول دیا۔ پھر (معاذ اللہ) ستم یہ کیا
ق خدا کو مجبور کرنے لگے کہ دین کو یوں حاصل کریں، کتب حدیث اور ان کے قیود وشرائط رموز
ل، جو انہوں نے اپنی رائے سے قرار دے رکھے ہیں، بے شمار قیدیں اور شرطیں ہیں، انسان

میں طرح طرح کے ایسے مسائل موجود ہیں جو کبھی واقع نہیں ہوتے، وہ محض فرض وتخمین کی پیداوار اور ذہن ودماغ کے اختراع ہیں، ان سے کوئی علم بھی حاصل نہیں ہوتا، البتہ دماغ پریشان اور فکر پراگندہ ہوتی ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ نہ تو خدا کے احکام ہیں اور نہ ان پر کاربند ہونے کا اس نے حکم دیا ہے، کوئی مضائقہ نہیں کہ یہ کتابیں کتب خانوں میں بطور تاریخی یادگاروں کے محفوظ رکھی جائیں، یہ تو کسی حال میں بھی درست نہیں کہ ہم ان کتابوں کو مقدس مان کر ان کی عبادت شروع کردیں، اور ان کی سطر سطر کو وحی سمجھیں) اور اختلاف کو نا قابل معافی گناہ سمجھیں، علما نے تقلید کو شیوہ بنالیا ہے، اور اللہ ورسول وصحابہ نے ان کا دروازہ کھول دیا ہے، پھر ستم یہ کہ تمام مسلمانوں پر ان کتابوں کے اتباع اور ان کے مصنفین کی تقلید ضروری ٹھہراتے ہیں، اگرچہ لفظ تقلید سے بھاگتے ہیں اور اگر کوئی روگردانی کرے اور کہے کہ میرے لیے کتاب اللہ کفایت کرتی ہے، اس پر زندیقیت اور خروج عن الملۃ کا فتویٰ لگاتے ہیں''۔

ولاحول ولاقوۃ إلا باللہ العلی العظیم۔ جو جواب اہل قرآن بننے والوں کی اس بے ہودہ بک بک کا غیر مقلدین دیں، وہی جواب اپنی اس لغو وباطل جھک جھک کا ہماری جانب سے سمجھ لیں۔ فقط۔ مولیٰ عزوجل انہیں توفیق توبہ دے اور ہمیں اور انہیں سب کو راہ حق وہدایت پر مستقیم رکھے۔ إنہ بالإجابۃ جدیر وھو علیٰ کل شیء قدیر وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم إلی الیوم الأخیر.

مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کی کتاب بسط البنان کا پہلا رد

وقعات السنان

الی

حلق المسماة بسط البنان

۱۳۳۰ھ



مولوی اشرف علی تھانوی وہابی

کی کتاب "بسط البنان" کارد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بخدمت جناب گرامی القاب سراپا کرم وسیع المناقب (جمع المنقب) مولوی اشرف علی تھانوی صاحب السلام علی من اتبع الھدٰی

جب سے "سیفی النقی" جیسی ملعون ونا پاک کتاب آپ حضرات نے چھپوائی اور بیچی اور مدرسہ دیوبند سے شائع کی اور آپ کے علمانے اس پر افتخار اور اس سے استنباط اور اس کی نقول کاذبہ ملعونہ پر اعتماد کیا، جس کی نظیر آج تک کسی آریہ و پادری کو بھی نہ بن پڑی کہ خصم کے آباء واجداد، اکابر ومشائخ اسیاد حتی کہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم کے اسمائے طیبہ سے کتابیں کی کتابیں دل سے تراش لیں، ان کی عبارتیں گڑھ لیں، ان کے مطبع اور صفحے بنالیے، کہ تم تو یوں کہتے ہو اور تمہارے یہ اکابر کرام اپنی فلاں فلاں کتاب، مطبوعات فلاں فلاں مطابع کے، فلاں فلاں صفحے پر یوں فرماتے ہیں۔ حالاں کہ جہاں میں نہ ان کتابوں کا نشان، نہ ان عبارتوں کا پتہ، بلکہ تمام وکمال محض ایک گڑھا ہوا خواب پریشان ہے جس کی تعبیر صرف اس قدر ﴿لعنۃ اللہ علی الکذبین﴾ اس روز سے آپ حضرات کسی عاقل کے نزدیک لائق کلام وخطاب نہ رہے، اور جب ہی سے آپ کی طرف سے دو ورقیاں، چار ورقیاں، ہزار در ہزار سب وشتم اور دشنام، کذب وافترا واتہام پر مشتمل برسات میں حشرات الارض کی طرح پھیل پڑیں، اور خصوصاً واقعہ مراد آباد اور اس میں آپ صاحبوں کا عجز وفرار، اور مناظرہ بند کرنے کے لیے یا پولیس المدد، یا انصاری الغیاث، کی پکار عالم آشکار ہو کر اور بھی سونے پر سہاگہ ہوئی، پھر رشحۂ اخیرہ کا جب ہی سے آپ پر نازل ہونا، اور آج تک لاجواب رہنا اور بھی آپ کے اموات غیر احیا ہونے پر رجسٹری کر گیا، بایں ہمہ آپ کے اذناب چاہتے ہیں کہ آپ کی مستعار حیات، جس میں تائے تانیث کے سوا باقی حصہ بالکل

"الکاوی فی العاوی والغاوی" اورکتاب لاجواب "القثم القاصم للداسم القاسم"
سراپا انتخاب "اشدالباس علی عابد الخناس" یعنی "رد تحذیر الناس" اورکتاب کامل
"نورالفرقان بین جند الالٰہ والاحزاب الشیطان" وغیرہا سے یہ چند مختصر سوال التقاط کر کے
تا ہوں، اگر آپ نے جواب کی ہمت کی جوان شا اللہ العظیم آپ کو کبھی نہ ہوئی نہ ہو، تو بقیہ مباحث
اسی پیرائے میں گزارش کر کے دکھاوں گا، کہ آپ حضرات نے اللہ ورسول۔ جل وعلا وصلی
تعالیٰ علیہ وسلم۔ کو جو منہ بھر بھر گالیاں دیں، اور آپ کے حمایتیوں نے جان توڑ کران کے
زخم بھرنے کے لیے سخت مہمل یادرہوا تاویلیں گڑھیں، وہ حقیقۃً "دوستی بے خرداں دشمنی ست" کے
سے تھیں، اور آپ کی بات بنانے کے بدلے الٹی آپ پر ریش خند اور مرہم ریش ہونے کے عوض
پاش ومشک آگند ہوئیں۔

﴿سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِن قَبْلُ﴾ (۱)
﴿وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا﴾ (۲)
﴿وَلَن يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيلًا﴾ (۳)
﴿وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا﴾ (۴)
﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيلًا﴾ (۵)

وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا وناصرنا وماونا محمد والہ وصحبہ تعظیما وتبجیلا. آمین

سوال اول

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا جو قرآن عظیم میں منصوص اور مسلمانوں کے
ت دین سے ہے، صرف یہ لفظ ضروریات سے ہے، معنی کچھ گڑھ لیجیے۔ یا اس کے کوئی معنی
ت سے ہیں۔ برتقدیر ثانی وہ معنی کیا ہیں؟

سوال دوم

جو معنی کہ ایک شخص تیرہ سو برس کے بعد تراشے اور ان کے ایجاد بندہ ہونے کا خود بھی مقر ہو، اور

[سورۃ الأحزاب: ۶۲] (۲) [سورۃ الأحزاب: ۶۲]
[سورۃ النساء: ۱۴۱] (۴) [سورۃ التوبۃ: ۴۰]

وہ مقرر نہ ہوتا تو سلف صالحین سے آج تک کسی سے ان کا منقول نہ ہونا خود ان کے حدث پر شاہد عدل ہو، کیا یہ ضروریات دین سے ٹھہریں گے۔ یا وہ معنی جو سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ وتابعین وائمہ دین سے متواتر اور عام مسلمانوں میں دائر وسائر ہیں وہ ضروریات دین سے ہوں گے۔ ضروریات دین کے کیا معنی ہیں؟

سوال سوم

رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ وتابعین وائمہ دین نے خاتم النبیین کے یہی معنی بتائے کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں، بعثت اقدس کے بعد اب کوئی جدید نبی نہ ہوگا۔ یا یہ بتائے ہیں کہ حضور نبی بالذات ہیں اور انبیا نبی بالعرض ہیں، اور ما بالعرض کا قصہ ما بالذات پر ختم ہو جاتا ہے، یہ معنی خاتم النبیین اگر بتائے ہوں تو ثبوت دیجیے، نہ بتائے ہوں تو اقرار کیجیے کہ واقعی یہ حدث محدث ہے، اور ضروریات دین سے وہی معنی اول ہیں۔

سوال چہارم

جو معنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ وتابعین وائمہ دین بتاتے آئے ان کو خیال عوام کہنے والا ضروریات دین کا منکر ہے یا نہیں، اس نے صحابہ وائمہ حتی کہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو معاذ اللہ معنی قرآن مجید سے جاہل ونافہم ٹھہرایا یا نہیں، ایسا ٹھہرانے والا کافر ہے، یا مسلمان سنی ہے یا بد دین بندۂ شیطان۔

سوال پنجم

جو معنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ وتابعین وائمہ سے متواتر اور مسلمانوں میں ضروری دینی ہو کر دائر وسائر ہیں وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ انور میں۔ یا حضور کے بعد کسی کو نبوت ملنے کے منافی ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں تو صاف کہہ دیجیے کہ حضور کے بعد کتنے ہی جدید نبی ہوں معنی آیت واحادیث کے کچھ خلاف نہیں۔ اور اگر ہیں تو زمانہ اقدس میں یا حضور کے بعد دوسرا نبی تجویز کرنا معنی متواتر ختم نبوت کے خلاف، اور اس میں ضرور خلل انداز، اور جو اس کا منکر وہ ضروریات دین کا منکر ہو کر کافر ہوا یا نہیں؟۔

سوال ششم

ختم زمانی کا انکار کفر ہے یا نہیں؟۔ اگر ہے تو اسی وجہ سے کہ وہ ختم نبوت کی آیت واحادیث کے

وحدیث وکلام ائمہ سے اس کا ثبوت دیجیے۔ برتقدیر اول جو اس معنی کو خیال عوام بتا چکا اور خود وہ معنی
، کہ نبی جدید پیدا ہونا منافی ختم نبوت نہ رہا، تو کس منہ سے ختم زمانی کے منکر کو کافر کہہ سکتا ہے، اس کی
ت کفر پیدا کیجیے۔

سوال ہفتم

جب کہ اس کے معنی پر نبوت جدیدہ منافی ختم نبوت نہیں، تو ختم زمانی وہ کہاں سے ثابت کرے
اسی ختم نبوت سے جس کے وہ معنی اس نے خیال جہال ٹھہرا دیئے، یہ تو باطل ہے، اور دوسری کوئی
ں تو وہ خود بھی ختم زمانی کا حقیقۃً منکر ہوا یا نہیں؟۔ اور اس کے منکر کو کافر کہہ کر خود اپنے کفر کا مقر ہوا
۔ کیا اپنے کفر کا اقرار کافر کو کفر سے بچا لیتا ہے؟۔

سوال ہشتم

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد نبوت جدیدہ کا صرف وقوع ماننا کفر ہے، اس کی تجویز کفر نہیں، یا
ی کفر ہے۔ برتقدیر اول ائمہ کرام کے کلام سے ثبوت دیجیے۔ برتقدیر ثانی تجویز کفر ہے تو اس لیے
فی ختم نبوت ہے۔ یا اور کسی وجہ سے۔ برتقدیر ثانی اس وجہ کا بیان وثبوت۔ اور برتقدیر اول جو قائل
کافر کہے اور آپ کی تجویز نبوت جدیدہ کو خلاف ختم نبوت نہ جانے وہ کافر ہوگا یا نہیں۔ اگر دو مسئلہ
ں میں ہر ایک کا انکار کفر ہو، زید ان میں سے ایک کے منکر کو کافر کہے اور دوسرے کا خود منکر ہو تو اس
کے منکر کو کافر کہنا دوسرے کے انکار سے خود کافر ہونے کے کیا منافی ہو سکتا ہے؟۔

سوال نہم

اللہ عزوجل کے ماننے والو! اللہ انصاف، اللہ انصاف، اللہ انصاف، ایک ولید پلید کہے:
''عوام کے خیال میں تو اللہ تعالیٰ کا واحد ہونا بایں معنی ہے کہ اللہ اکیلا ہے، تنہا خدا ہے، مگر اہل فہم
، ہوگا کہ تعدد یا توحد وجود میں بالذات کچھ فضیلت نہیں، عرش بھی ایک ہی ہے، اور سب میں نیچے کی
ی ایک ہی ہے،، آدم بھی ایک ہی ہیں، ابلیس بھی ایک ہی ہے، پھر مقام حمد میں "لا الہ الا اللہ" فرمانا
کر صحیح ہو سکتا ہے، ہاں اگر اس وصف کو اوصاف حمد میں سے نہ کہیے اور اس مقام کو مقام حمد قرار نہ
و البتہ توحید باعتبار تنہائی وجود صحیح ہو سکتی ہے، مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات
نہ ہوگی، بلکہ بنائے توحید اور بات پر ہے جس سے تنہائی وجود خود بخود لازم آجاتی ہے۔ تفصیل اس
، کی یہ کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات کے آگے ختم ہو جاتا ہے، اصل کے آگے ظل کو کوئی

اور کمالات وجود سب عرضی بمعنی بالعرض ہیں، سو اسی طور خدا کی توحید کو تصور فرمائیے، یعنی وہ موصوف بوصف الوہیت بالذات ہے، اور سوا اس کے اور ہوں تو موصوف بالعرض ہوں گے، اور ان کی الوہیت اس کا فیض ہوگی، پر اس کی الوہیت کسی اور کا فیض نہیں، توحید بمعنی معروض کو تنہائی وجود لازم ہے، اگر بطور اطلاق یا عموم مجاز اس توحید کو کوئی اور مرتبی سے عام لے لیجیے تو پھر دونوں طرح کی توحید مراد ہوگی۔ پر ایک مراد ہو تو شایان شان الٰہی توحید مرتبی ہے نہ کوئی اور، مجھ سے پوچھیے تو میرے خیال ناقص میں تو وہ بات ہے کہ سامع منصف انکار ہی نہ کر سکے، وہ یہ کہ توحید وتعدد یا عددی ہوگا یا وجودی یا مرتبی، یہ تین نوعیں ہیں، باقی مفہوم توحد وتعدد ان تینوں کے حق میں جنس، اور ظاہر ہے کہ مثل چشم وچشمہ معانی عین ان تینوں میں یوں بعید نہیں، جو لفظ توحید کو مشترک کہیے جنس نہ کہیے، سو لفظ وجود کی جا پر اگر موصوف توحد بھی کوئی مفہوم عام ہی تجویز کیا جائے تو بہتر ہے، سو اگر اطلاق وعموم ہے تب تو ثبوت توحید وجودی ظاہر ہے، ورنہ تسلیم لزوم توحید کوئی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے۔ ادھر تصریحات قرآن وحدیث اس باب میں کافی، کیوں کہ یہ مضمون درجۂ تواتر کو پہنچ گیا ہے، پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا، گو الفاظ مذکورہ توحید کوئی بسند متواتر منقول نہ ہوں، جیسے تواتر اعداد رکعات فرائض ووتر وغیرہا، جیسے اس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔ غرض توحید اگر بایں معنی تجویز کی جائے جو میں نے عرض کیا تو اللہ کا واحد ہونا بندوں ہی کی نظر سے خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض ازل میں بھی کہیں اور کوئی خدا ہو جب بھی اللہ کا واحد ہونا بدستور باقی رہتا ہے، بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ بھی کوئی خدا پیدا ہو تو پھر بھی توحید الٰہی میں کچھ فرق نہ آئے گا''۔ انتہی

ولید بلید وکلام پلید ختم ہوا۔

اب استفتا ہے کہ ولید جو ازل میں یا بعد ازل بھی اور خدا پیدا ہونے کو توحید الٰہی کے کچھ منافی نہیں جانتا کافر ہوا یا نہیں؟۔ اور اس کا وہ ادعائے ریائی کہ توحید وجودی بھی متواتر اور اس کا منکر کافر ہے، اس کفر سے اسے کیا بچائے گا۔ ہاں اس نے زبانی کہا کہ جو دوسرا خدا مانے کافر ہے، اور اس سے اتنا سمجھا گیا کہ وہ دو خدا موجود نہیں مانتا مگر اس کی تجویز تو کرتا ہے اور دوسرا خدا پیدا ہونے کو توحید الٰہی کے کچھ منافی نہیں جانتا، یہ کیا کفر نہیں؟۔ تو اس کی اگلی تکفیر خود اس کے اس پچھلے کفر کو کیا اٹھائے گی، نہیں نہیں وہ ضرور قطعاً یقیناً کفر ہوگا اور شیاطین اس کی بگڑی بنانے کو اس کے سر پر جوتا ویل کا ٹوکرا دھرتے ہیں اسے تو کفر سے بچا نہیں سکتے خود اس کے ساتھ کفر کے گڑھے میں گرتے ہیں۔ کہیے یہ حق ہے یا نہیں ہے، حق ہے تو قبول کرو، نہیں تو وجہ مدلل بیان کرو۔

سوال دہم

کیا ہر ممکن ذاتی جائز الوقوع ہوتا ہے۔ آپ لوگ جو معاذ اللہ کذب باری کو ممکن ذاتی کہتے اور مسلمانان اس کے تجویز کرنے والے کو کافر کہتے ہیں، اگر چہ قطعا تجویز بلکہ وقوع کے قائل ہو جیسا کہ مستطاب "سبحن السبوح" سے ثابت ہے، تو امکان اور تجویز کا فرق خود بھی جانتے ہو، پھر "المستند شریف ص ۱۰۹" کی عبارت کریمہ کا خباثات تحذیر الناس سے فرق پوچھنا کمال وقاحت شرمی ہے یا نہیں؟۔ المعتمد المستند شریف تو بحمد اللہ تعالیٰ ایک امام معتمد کی تصنیف ہے، آج تک کسی سے جاہل مسلمان نے بھی "تحذیر الناس" کی سی یہ خباثتیں بکی ہیں کہ ختم زمانی میں کچھ فضیلت نہیں کا مراد لینا کلام اللہ کو مہمل کر دینا ہے، ختم نبوت کے یہ معنی ہیں کہ اور نبی بالعرض ہیں، نبی صلی اللہ تعالیٰ سلم کے بعد نبی جدید کی تجویز کچھ مخل خاتمیت نہیں، کہاں تو یہ کھلے کفر اور کہاں وہ صریح حق کہ نبوت ممکن الوقوع نہیں جو اسے ممکن الوقوع کہے کافر ہے، مجرد امکان ذاتی ہے، وہ بھی تعدد خاتم میں نہیں، تم النبیین ہونا محال بالذات ہے جو المعتمد المستند کے ارشادات عالیہ ہیں، یہاں فرق نہ سمجھنا تو اس ی بدتر ہے جو حضرت مولوی معنوی قدس سرہ نے فرمایا کہ..

آں چہ انسان می کند بوزینہ ہم

آں کند کز مرد بیند دم بدم

اوگماں بردہ کہ من کردم چو او

فرق را کے بیند آں ستیزہ جو

وہاں نقالی تو تھی اسے تو اتنی بھی نصیب نہیں اور فرق کی طلب۔

سوال یازدہم

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کے دھرم میں عزیز وجلیل ہیں یا نہیں؟۔

﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾

قرآن عظیم کا ارشاد ہے یا نہیں؟۔ حضور کی ذات مقدسہ پر عزت وجلالت کا حکم کرنا صحیح ہے یا؟۔

سوال دوازدہم

ہاں کہ یہ نص قطعی قرآن عظیم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلکہ ان کے بندے ان کے غلام

ممانعت فرمائی یا نہیں؟۔ اگر ہے تو اس ممانعت کی کیا وجہ ہے؟، آیا یہ کہ عزت وجلالت معاذ اللہ ذات اقدس سے مسلوب ہے اور ذات مقدسہ پر اس کا حکم کرنا صحیح نہیں؟۔ یا اس کی وجہ محض اس لفظ سے مختص ہے نہ کہ حکم کو شامل۔

سوال سیزدہم

جو اس ممانعت کی بنا پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر عزت وجلالت کا حکم کرنا ہی صحیح نہ جانے وہ فقط لفظ عزوجل کے اطلاق کو منع کرتا ہے؟۔ یا خود معنی عزت وجلالت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ثابت کرنے کو باطل وغیر صحیح مانتا ہے، ایسا ماننے والا مسلمان ہے یا کافر، سنی ہے یا بددین فی جر؟۔

سوال چہاردہم

شے پر شی کا حکم کرنا موضوع کے لیے معنی محمول کا ثابت کرنا ہے۔ یا صرف لفظ کا اطلاق کرنا؟۔ جو حکم ہی کو باطل مانتے اس کا یہ عذر کہ میں صرف اس لفظ کے اطلاق کو رد کرتا ہوں حکم صحیح مانتا ہوں، صریح مکابرہ، ہٹ دھرمی، عناد، بے شرمی ہے یا نہیں؟۔

سوال پانزدہم

ولید سے سوال ہو کہ زید اللہ عزوجل کو سید، فیاض کہتا ہے کہ فیضان کی اس سے ابتدا ہے، زید کا استدلال اور یہ عقیدہ کیسا ہے؟۔ ولید اس کے جواب میں کہے:

''اللہ عزوجل کی ذات مقدسہ پر مبدئیت فیض کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس سے مراد مبدئیت بنظر بعض اشیا ہے، یا بلحاظ کل؟۔ اگر بعض اشیا مراد ہیں تو اس میں اللہ تعالیٰ کی کیا تخصیص ہے ایسا مبدا ہونا تو ہر کسگر، ہر کمھار، اور کافروں اور جانوروں کے لیے بھی حاصل ہے، کیوں کہ ہر شخص کوئی نہ کوئی ایسی بات کرتا ہے جس کی اسی سے ابتدا ہے، کسگر، کمھار نئی نئی مورتیں مٹی سے بناتے ہیں۔ بجار سب سے پہلے عمرو بن لحی کافر نے چھوڑے۔ سنت نبویہ بدلنے کی ابتدا سب سے پہلے یزید نے کی۔ جو نئے بتانے کی ابتدا.................... سے ہے، تو چاہیے کہ ہر کمھار اور کافر اور جانور کو مبدأ فیاض کہا جائے، پھر اگر زید اس کا التزام کرے کہ ہاں میں سب کو مبدأ فیاض کہوں گا تو پھر مبدئیت فیض کو من جملہ کمالات الٰہیہ شمار کیوں کیا جاتا ہے؟۔ جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات الوہیت سے کب ہو سکتا ہے، اور اگر التزام نہ کیا جائے تو خدا و غیر خدا میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے، اور اگر تمام اشیا کی مبدئیت مراد ہے اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مذکور ہے ﴿خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ﴾(۱) یا مثل اس کے تو سمجھ لینا یہ کہ یہاں عموم واستغراق حقیقی مراد نہیں؛ کیوں کہ اس کا استحالہ اوپر دلیل نقلی وعقلی سے ثابت ہو چکا بلکہ عموم واستغراق اضافی مراد ہے، یعنی باعتبار خالقیت بعض اشیا کے کہ اس پر قدرت کمالات یہ متعلقہ بہ الوہیت سے ہے عموم فرمایا گیا، پس اس کا مقتضی صرف اس قدر ہے کہ الوہیت کے لیے جو حیثیتیں لازم وضروری ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو بتمامہا حاصل ہیں، الفاظ عموم کا عموم اضافی میں مستعمل ہونا محاورات جمیع السنہ میں بلانکیر جاری ہے، اور خود قرآن مجید میں مذکور، بلقیس کی نسبت فرمایا گیا ﴿وَأُوتِيَتْ مِن كُلِّ شَيْءٍ﴾(۲) یعنی اس کے پاس تمام چیزیں تھیں۔ یہ ظاہر ہے کہ اس کے پاس اس زمانہ کی ریل اور برقی اور لیمپ اور گیاس اور فوٹو وغیرہا ہرگز نہ تھے، وہاں بھی اشیائے ضروریہ لازمہ سلطنت کا عموم ہے، پس ایسا عموم مثبت مدعائے زید ہرگز نہیں، اجوبہ مذکورہ سے واضح ہو گیا کہ زید کا عقیدہ اور قول سراسر غلط اور خلاف نصوص شرعیہ ہے، ہرگز اس کا قبول کرنا کسی کو جائز نہیں۔ زید کو چاہیے کہ توبہ کرے اور اتباع سنت اختیار کرے“۔

تمام ہوئی ولید پلید کی تقریر کفر تخمیر۔ تو آپ ہی فرمائیے کہ اس خبیث کا یہ جواب کفر بے حجاب تنقیص شان رب الارباب عز جلالہ ہے یا نہیں؟۔

سوال شانزدہم

اس نے اس کلام ملعون میں مبدئیت کی دو قسمیں: مبدئیت کل، ومبدئیت بعض کر کے قسم اول کا بطلان دلیل عقلی ونقلی سے ثابت مانا یا نہیں؟۔ کہو مانا اور صراحۃً مانا، تو اس کے نزدیک مبدئیت الٰہی صاف صاف قسم دوم کی ہوئی یا نہیں؟۔ کہو ہوئی اور ضرور ہوئی، اب اسی قسم پر کہتا ہے کہ اس میں اللہ کی کیا تخصیص ہے، ایسا مبدأ ہونا تو ہر کس گر، ہر کمھار کے لیے بھی حاصل ہے، تو صاف صریح، بے پھیر پھار، بے گنجائش انکار، اس نے کہا یہ نہیں کہ جیسا مبدأ اشیا ہونا اللہ کے لیے ثابت ہے ایسا تو ہر کس گر، ہر کمھار کے لیے حاصل ہے۔ کیا اس میں اس نے صراحۃً اللہ واحد قہار کو گالی دی یا نہیں؟۔ بولو دی اور ضرور دی۔

سوال ہفت دہم

حفظ الایمان والی رسلیا کی تقریر بعینہ یہی تقریر ولید پلید ہے یا نہیں؟۔ کہو ہے اور ضرور ہے، اس

---

(۱) [سورۃ الأنعام:۱۰۲] (۲) [سورۃ النمل:۲۳]

کے مصنف نے بھی اس کلام ملعون میں علم متعلق بہ غیوب کی دو قسمیں: علم کل وعلم بعض، کرکے قسم اول کا بطلان دلیل عقلی ونقلی سے ثابت مانا یا نہیں؟ کہو مانا اور صراحۃً مانا، تو اس کے نزدیک علم نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صاف صاف قسم دوم کا ہوا یا نہیں؟ کہو ہوا اور ضرور ہوا، اب اسی قسم پر کہتا ہے کہ اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔ تو صاف صریح، بے پھیر پھار، بے گنجائش انکار، اس نے کہا یا نہیں کہ مغیبات کا جیسا علم نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے ثابت ہے ایسا تو ہر پاگل، ہر چوپائے کے لیے حاصل ہے، کیا اس میں اس نے صراحۃً محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو گالی دی یا نہیں؟۔ بولو دی اور ضرور دی۔

سوال ہشت دہم

رسلیا والا اپنے کفر پر پردہ ڈالنے کو ایک مکر یہ گڑھتا ہے۔

"کہ لفظ ایسا کا یہ مطلب نہیں کہ جیسا علم واقع میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حاصل ہے الخ۔ نعوذ باللہ منہا۔ بلکہ مراد اس لفظ ایسا سے ہے مطلق بعض علم گو وہ ایک ہی چیز کا ہو، اور گو وہ چیز ادنی ہی درجے کی ہو، کیوں کہ اوپر بھی مذکور ہو چکا ہے کہ بعض سے مراد عام ہے، اور عبارت آیندہ بھی اس کی دلیل ہے، ھو قولہ: کیوں کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے سے مخفی ہے۔ یوں ہی ولید پلید کہتا ہے کہ لفظ ایسا کا یہ مطلب نہیں کہ جیسے مبدأ ہونا واقع میں اللہ تعالٰی کو حاصل ہے الخ۔ نعوذ باللہ منہا۔ بلکہ مراد اس لفظ ایسا سے ہے: مطلق بعض شی کا مبدأ ہونا گو وہ ایک ہی چیز کا ہو، اور گو وہ چیز ادنی ہی درجے کی ہو، کیوں کہ اوپر بھی مذکور ہو چکا ہے کہ بعض سے مراد عام ہے، اور عبارت آیندہ بھی اس کی دلیل ہے، وھو قولہ: کیوں کہ ہر شخص کوئی نہ کوئی ایسی بات کرتا ہے جس کی اسی سے ابتدا ہے"۔

ان بلید وپلید دونوں کا یہ مکر کیسا ہے، اور دونوں مردود ہیں یا ایک مردود، دوسرا مقبول، تو وجہ فرق کیا ہے؟۔ حالاں کہ دونوں نے بعینہ ایک کلام کہا ہے۔

سوال نوازدہم

ولید پلید کے نزدیک اللہ تعالٰی کا مبدأ ہونا اور رسلیا والے کے نزدیک محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا علم واقع میں محیط کل ہے یا محیط بعض؟۔ اول کو آپ ہی تو عقلاً ونقلاً باطل بتا آیا، تو ضرور واقع میں مبدئیت خدا وعلم مصطفٰی ایسا ہی مانتا ہے جیسے کہ کہہ رہا ہے: تو ہر کس گر کمھار، ہر پاگل جانور کو حاصل ہے۔ پھر کدھر بھاگتا ہے کہ لفظ "ایسا" کا یہ مطلب نہیں کہ جیسے کہ علم واقع میں الخ۔ کیوں جناب تھانوی صاحب

سوال بستم

رسلیہ والا دوسرا فریب یہ بتاتا ہے کہ...

''پھر اس عبارت سے چند سطر بعد دوسری عبارت میں تصریح کہ نبوت کے لیے جو علم لازم ہیں وہ آپ کو بتمامہا حاصل ہو گئے تھے، انصاف شرط ہے جو شخص آپ کو جمیع علوم عالیۂ شریفہ بوت کا جامع کہہ رہا ہے کیا وہ نعوذ باللہ زید و عمرو صبی و مجنون و حیوانات کے علم کو مماثل آپ کے علم ے گا، کیا زید و عمرو وغیرہ کو یہ علوم حاصل ہیں، یہ علوم تو آپ کے مثل دوسرے انبیا علیہم السلام کو بھی ہیں''۔

یوں ہی ولید بلید کہتا ہے:

''کہ پھر اس عبارت سے چند سطر بعد دوسری عبارت میں تصریح ہے کہ الوہیت کے لیے جو ، رازم و ضروری ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو بہ تمامہا حاصل ہیں، انصاف شرط ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ کو جمیع ت عالیہ شریفہ متعلقہ الوہیت کا جامع کہہ رہا ہے کیا وہ نعوذ باللہ یزید و عمرد بن لحی اور ں کمھاروں جانوروں کی مبدئیت کو مماثل اللہ کی مبدئیت کے بتلاوے گا، کیا یزید و عمرو وغیرہ کو یہ ، حاصل ہیں، یہ مبدئیتیں تو انبیا و ملائکہ علیہم السلام کو بھی حاصل نہیں''۔

ان دونوں بلید و بلید کے اس فریب میں کیا فرق ہے؟۔

سوال بست و یکم

کیا ان دونوں بلید و بلید کے اس مکر سے ان ملعون کلموں کی شناعت اٹھ جائے گی کہ جیسی مبدئیت ہے ایسی تو ہر کنگر کمہار کو حاصل ہے، جیسا علم حضور کو ہے ایسا تو ہر پاگل ہر جانور کو حاصل ہے۔

سوال بست و دوم

رسلیا والا تیسری چال یہ چلتا ہے:

''کہ بلکہ اس شق پر جو محذور لازم کیا گیا اس میں غور کرنے سے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ مشابہت کی ئی ہے، چناں چہ بعض علوم غیبیہ کے مراد لینے پر یہ خرابی بتلائی ہے کہ اس میں حضور کی کیا تخصیص ئی اس صورت میں آپ کی تخصیص نہ رہے گی بلکہ زید و عمرو وغیرہ بھی اس صفت میں آپ کے شریک ہو جائیں گے حالاں کہ آپ کی صفات خاصہ کمالیہ میں کوئی آپ کا شریک و مشابہ نہیں ہے، اس لیے لل ہوئی''۔

''بلکہ اس شق پر جو محذور لازم کیا گیا اس میں غور کرنے سے تو معلوم ہوسکتا کہ مشابہت کی نفی کی گئی ہے، چناں چہ مبدئیت بعض اشیا مراد لینے میں یہ خرابی بتلائی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی کیا تخصیص الخ یعنی اس صورت میں اللہ کی تخصیص نہ رہے گی بلکہ زید وعمرو وغیرہ بھی اس صفت میں اس کے شریک ومشابہ ہوجائیں گے حالانکہ اس کی صفات خاصہ کمالیہ میں کوئی اس کا شریک ومشابہ نہیں ہے۔ اس لیے یہ شق باطل ہوئی''۔

ان دونوں کی اس چال میں کیا فرق ہے؟۔

سوال بست وسوم

ان دونوں بلید وپلید کی یہ چال صریح بے ایمانی ہے یا نہیں؟۔ کی تو صاف صاف نفی تخصیص کہ یہ اللہ ورسول سے خاص نہیں، ہر کنگر کمہار، پاگل جانور کو حاصل ہیں، اور بننا چاہتے ہیں طالب تخصیص، یعنی ہم نے تو یہ کہا تھا کہ ایسے ہونا چاہئیں کہ اللہ ورسول سے خاص ہوں۔ بے ایمانو! تخصیص تو وہ چاہے جو ان کو ان کی صفت جانے، تم دونوں تو اللہ ورسول پر ان کا حکم ہی صحیح نہیں مانتے، نہ کہ ان کی ان کے لیے خصوصیت چاہو۔ ع

شرم بادت از خدا واز رسول

کیوں جناب تھانوی صاحب، ان دونوں بلید وپلید کی مکاری سے بڑھ کر اور کیا مکاری ہوگی ہکیں کفر اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے اسلام بنانا چاہیں، کیوں جناب تھانوی صاحب کیا جو خود کہا اسے اس کی نقیض پر حمل کرکے ہر کافر مسلمانی کا دعوٰی نہیں کرسکتا؟۔

سوال بست وچہارم

رسلیے والا چوتھا داؤں یہ کھیلتا ہے کہ ...

''اگر بزعم معترض تشبیہ کے لیے بھی ہوتب بھی علم زید وعمرو وغیرہ کو علم رسول اللہ سے تشبیہ نہیں دی گئی بلکہ مطلق بعض علوم سے جس کا اوپر ذکر ہے'' یوں ہی ولید پلید کہتا ہے ''اگر بزعم معترض تشبیہ کے لیے بھی ہوتب بھی مبدئیت یزید وعمرو بن لحی وغیرہ کو مبدئیت خدا سے تشبیہ نہیں دی گئی بلکہ مطلق بعض مبدئیت سے جس کا ذکر اوپر ہے'' ان دونوں کے اس داؤں میں کیا فرق ہے؟۔

سوال بست وپنجم

جناب تھانوی صاحب ملاحظہ ہو کہ ایمان کے ساتھ ان دونوں بے ایمانوں کے حواس بھی جاتے

سے۔ آج تک کسی سلیم الحواس نے فرد کو مطلق سے تشبیہ دی ہے، جیسے کہیے کہ....

''تھانوی صاحب تو بالکل ایسے ہیں جیسے آدمی''۔

کیوں جناب تھانوی صاحب! ان دونوں مکاروں کا یہ کھسیانا داؤں ان کی فصد لینا چاہتا ہے یا
۔ بلکہ یقیناً ایک فرد کو دوسرے سے تشبیہ دی، اور وہ مطلق وجہ شبہ ہے کہ دونوں میں مشترک ہے، تو
نہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم ہی کو ہر پاگل جانور کے علم سے تشبیہ دی، اللہ عزوجل کی مبدئیت ہی
ر کمہار کی مبدئیت سے تشبیہ دی، اور پھر بے ایمانی محض منہ زوری سے مسلمانی پکڑا چاہتے ہیں۔ ان
ے خبیثو! دور رہو، تمہارا منہ اور مسلمانی، کیوں تھانوی صاحب یہ ٹھیک ہے یا نہیں؟۔

سوال بست و ششم:

رسلیا والا جعل یہ گانٹھتا ہے کہ....

''بلکہ بفرض محال اگر علم رسول سے بھی تشبیہ ہوتی تب بھی من کل الوجوہ نہ ہوتی، بلکہ صرف اتنے
لہ جس طرح مطلق بعض غیوب کا حصول آپ کے لیے عت ہوگیا اطلاق عالم الغیب کے لیے، اسی
للق بعض غیوب کا حصول دوسروں کے لیے علت ہو جائے گا اطلاق عالم الغیب کے لیے، اگر چہ یہ
ض متغائر ہوں''

یوں ہی ولید پلید کہتا ہے کہ....

''بلکہ بفرض محال اگر مبدئیت خدا سے بھی تشبیہ ہوتی تب بھی من کل الوجوہ نہ ہوتی بلکہ صرف
ر میں کہ جس طرح مطلق مبدئیت بعض کا حصول اللہ کے یے علت ہو گیا اطلاق مبدأ فیاض کے
طرح مطلق مبدئیت بعض کا حصول دوسروں کے یے علت ہو جائے گا اطلاق مبدا فیاض کے لیے،
یہ دونوں بعض متغائر ہوں''

ان دونوں کی اس جعل سازی میں کیا فرق ہے؟۔

سوال بست و ہفتم:

جناب تھانوی صاحب! ان دونوں بے ایمانوں کی مکاری دیکھیے: کسگر کمہار کی مبدئیت اور اللہ عزوجل
ہونا مشبہ ومشبہ بہ تھے، اور مطلق مبدئیت بعض وجہ شبہ، اور صحت اطلاق مبدأ فیاض کے لیے علت ہونا اس
ل کہ... خبیث نے یہ تشبیہ دے کر اس پر تفریع کی تھی کہ... تو چاہیے کہ ہر کمہار کو مبدأ فیاض کہا جائے، یوں ہی
، جانور کے علم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم اقدس مشبہ ومشبہ بہ تھے اور مطلق علم بعض

تفریع کی تھی کہ ۔تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے ،اب دونوں خبیث ومردک اس تفریع ہی کو وجہ شبہ کیے دیتے ہیں، کیا آپ کے نزدیک ان بدحواسوں کی مت ٹھکانے ہے؟۔

سوال بست وہشتم:

رسلیا والا چھٹا جل یہ کھیلتا ہے کہ...

''ایسی تشبیہ من بعض الوجوہ تو نص قطعی قرآنی میں موجود ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ (۱)

تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں

﴿إِن تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ﴾ (۲)

اگر تمہیں دکھ پہنچتا ہے تو انھیں بھی دکھ پہنچا جیسا تمھیں پہنچتا ہے۔

اول میں مقبول کی ایک حالت کو غیر مقبول کی ایک حالت سے۔ اور دوسری میں غیر مقبول کی ایک حالت کو مقبول کی حالت سے تشبیہ دی ہے''

بعینہ اسی طرح ولید پلید کافر کہتا ہے، ان دونوں کے اس جل میں کیا فرق ہے؟۔

سوال بست ونہم:

جناب تھانوی صاحب! آپ نے ان خبیثوں کی بے ایمانی دیکھی، کہاں تو مسلمانوں کی تسکین کو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ اگر لڑائی میں تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو ایسی ہی تکلیف کافروں کو بھی پہنچتی ہے، اوران پلید وبلید کا ایک کمال خدا ورسول کی نفی کے لیے یہ بکنا کہ جیسی مبدئیت اللہ کو ہے ایسی تو ہر کسگر کمہار کو ہے، جیسا علم غیب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر پاگل جانور کو ہے۔ کیوں جناب تھانوی صاحب! ان بے ایمانوں کو کبھی مسمانی کی ہوا بھی لگی ہے۔ اور جب ان دل کے اندھوں کو یہاں فرق نہ سوجھا تو یہ کیا سوجھے کہ مولی عزوجل اپنے بندوں کی نسبت جو فرمائے، یا محبوبان الٰہ براہ تواضع جو اپنی نسبت فرمائیں انھیں دوسرا حجت بنا کر اپنی طرف سے بکے، تو ایمان سے جائے، زبان گدی کے پیچھے سے کھینچی جائے، جہنم کی آگ میں ''ذق انک انت الاشرف الوشید'' کہہ کر چلا جائے۔

اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ﴾ (۳)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) [سورة الكهف: ۱۱۰] (۲) [سورة النساء: ۱۰٤]

((ارسلنا ابن امراۃ قرشیۃ تاکل القدید))(۱)

دوسرا تو کہہ دیکھے، جناب تھانوی آپ نے سنا ہوگا کہ کافروں نے رسولوں سے کہا:

﴿مَا أَنتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا﴾(۲)

کیا مسلمان بھی ایسا کہتے تھے؟۔

ہمسری با اولیا برداشتند انبیا را ہم چوں خود پنداشتند

کیوں جناب تھانوی صاحب! ان دونوں بلید و بلید پر کتے لاکھ تف کی جائے۔

سوال سیم:

رسلیا والا ساتواں چھل یہ چلتا ہے کہ...

''البتہ اگر کوئی صرف اس تشبیہ پر اکتفا کر کے وجوہ تفاوت و تفاضل کو بیان نہ کرے تو بے شک قبیح ن جب اس کا ساتھ ساتھ بیان ہو جیسا کہ قرآن مجید میں ﴿مثلکم﴾ کے بعد ﴿یوحی الیّ﴾ ﴿تالمون﴾ کے بعد ﴿وترجون من الله مالا یرجون﴾ ہے، اور جیسا کہ تقریر مذکور میں کہ اصق و متناسق ہے آپ کا جامع علوم لازمۂ نبوت ہونا مصرح ہے، یا طرز بیان تفاوت پر دال ہو، حت ہے؟۔ اور جب کہ تشبیہ ہی نہ ہو تب تو شبہ کا کوئی موقع ہی نہیں''

یوں ہی ولید پلید کہتا ہے کہ

''البتہ اگر کوئی صرف اس تشبیہ پر اکتفا کر کے وجوہ تفاوت و تفاضل کو بیان نہ کرے تو بے شک قبیح ن جب اس کا بھی ساتھ ساتھ بیان ہو جیسا کہ قرآن مجید میں ﴿مثلکم﴾ کے بعد ﴿یوحی الیّ﴾ ﴿تالمون﴾ کے بعد ﴿وترجون من الله مالا یرجون﴾ ہے اور جیسا کہ تقریر مذکور میں کہ اصق و متناسق ہے اللہ تعالیٰ کا جامع مبدئیات لازمۂ الوہیت ہونا مصرح ہے، یا طرز بیان تفاوت دپھر کیا قباحت ہے؟۔ اور جب کہ تشبیہ ہی نہ ہو تب تو شبہ کا کوئی موقع ہی نہیں''۔

ان دونوں کے اس چھل میں کیا بل ہے؟۔

سوال سی دیکم:

جناب تھانوی صاحب! آپ نے ان بے ایمانوں کی خباثت دیکھی، کیا اللہ و رسول کو بری

[ ]

تشبیہیں دینی اسی وقت کفر ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ ان کی کوئی خوبی نہ بیان کی جائے، اور اگر اس کے ساتھ ایک آدھ خوبی بیان کردو تو پھر اللہ ورسول کو جیسی ذلیل سے ذلیل چاہو تشبیہیں دو کچھ قباحت نہیں۔ قباحت تو جب سوجھے کہ دل میں اللہ ورسول کی عظمت ہو، ایمان ہو محبت ہو۔

سوال سی و دوم:

جناب تھانوی صاحب خفا ہونے کی بات نہیں جو اللہ ورسول کو کہہ چکے ہو اپنوں کو بھی کہو گے، یا وہاں غیظ وغضب سے بھڑکتی آگ میں رہو گے۔

آپ کی ذریات نے ایک شیطنت یہ نکالی ہے کہ آپ اور آپ کے بڑے جیسی ناپاک سی ناپاک بات چاہیں اللہ ورسول۔ جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ کی جناب میں منہ بھر کر بک جائیں وہ تو سب شیر مادر اور کمال ملائی کا جوہر۔ اس پر اہل اسلام جو ان دشنامیوں پر حکم شرع لگائیں یا آفتاب پر ان کا تھوکا ہوا ان کے منہ پر پلٹیں تو بے تہذیب ہیں، بازاری گفتگو کرتے ہیں، قابل خطاب نہیں، لائق کلام اہل حجاب نہیں، اس ڈھٹائی بے حیائی کی کچھ حد ہے، تو بات کیا ہے یہ کہ تمہاری جھوٹی عزت، ساختہ وقعت ان کی نگاہوں میں اللہ ورسول کی سچی عظمت سے بدرجہا زائد ہے، جب تو تم اللہ ورسول کو جیسی چاہو گالیاں دو، آنکھوں سکھ، کلیجے پے ٹھنڈک، اور اس پر مسلمان تمہارا نام الف کے تلے لیں تو بے تہذیب ہیں فحش کلام ہیں۔

﴿أَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾(۱)

خیر اس کا فیصلہ تو روز قیامت ہوگا۔

وہی آیت: ﴿اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾(۲)

جو آپ نے بسط البنان میں الٹی پڑھی اور تم پر حجت ہونے کے لیے اس کی لوح پر چڑھی کہ ((رب تالی القرآن والقرآن یلعنه)) وہی ان شاء اللہ العزیز روز قیامت تمہارے گلوں پر سوار ہوگی، اور جو اللہ ورسول کی گالیوں کے جواب میں تمہیں کچھ کہنا بے تہذیبی بتاتے ہیں، ان سب سے بھی سوال ہوگا۔

﴿وقفوهم انهم مسئولون﴾(۳)

انہیں ٹھہراؤ ان سے سوال ہونا ہے کہ اللہ ورسول تمہاری نگاہ میں ایسے ہلکے تھے، اور ان کے یہ بد

---

(۱) [سورة هود:۱۸]

(۲) [سورة الحج:٦٩]

تنے بھاری۔ تمھیں یا تمہارے ماں باپ کو کوئی آدھی بات کہے تو تہذیب وانسانیت سب بالائے
تے، ایک کی دس کہہ کر بھی پیچھا نہ چھوڑتے، اور اللہ ورسول کے دشنام دینے والوں کے ساتھ ایسے
بے نفس بنتے۔
﴿وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُوْنَ﴾(١)
خیر یہ تو روز قیامت کا قصہ ہے﴿اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَنَا وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِيْنَ﴾(٢)
اس وقت آپ سے ایک سادہ عرض ہے، سیدھی طرح انسان بن کر سنیے اور ہو سکے تو جواب
نہ توفیق ملے تو کلمۂ اسلام پڑھ کر توبہ کیجیے، ہاں ہاں، اور ولید و بلید تم دونوں نے اللہ ورسول کو تو وہ
جیسی مبدئیت اللہ کو حاصل ہے ہر کنگر کمہار کو حاصل ہے، جیسا علم غیب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
ایسا ہر پاگل ہر جانور کو ہے۔ اور اس پر جو خبر مسلمانوں نے تمہاری لی تو "بسط البنان" میں سات
الوں کی سوجھی، اور صاف ٹھہرالیا کہ اللہ ورسول کی جناب میں ایسا منہ کھول دینے میں کچھ قباحت
ب سوال ہے کہ اگر سعید و حمید وغیرہما کہیں کہ جیسا علم جناب گنگوہی صاحب کو تھا ایسا تو ہر کتے کو
۔ جیسا جناب نانوتوی صاحب کو تھا ایسا ہر الو کو ہوتا ہے۔ جیسا جناب تھانوی صاحب کو ہے ایسا تو
لو ہوتا ہے۔ جیسا جناب دہلوی کو تھا ایسا تو ہر سور کو ہوتا ہے۔ جناب گنگوہی صاحب کی صورت کتے
۔ جناب نانوتوی صاحب کی شکل الو کی سی تھی۔ جناب تھانوی صاحب کا چہرہ گدھے کا سا ہے۔
لوی صاحب کا منہ سور کا سا تھا۔ اور وجہ شبہ یہ بتائے کہ گنگوہی و نانوتوی و تھانوی و دہلوی صاحبان کو
علم ہے، اور کتے، الو، گدھے، سور کو بھی بعض ہے، اگر چہ جنابان مذکورین کو درسیات کا علم جتنا آج
ی کہلانے کو لازم و ضروری ہے کتے، الو، گدھے، سور سے زائد ہے۔ جنابان مذکورین کا منہ، چہرہ،
رت بھی مخلوق ہے، حادث ہے، فانی ہے۔ اور کتے، الو، گدھے، سور کے منہ بھی مخلوق و حادث
اگر چہ آدمی بچہ کہلانے کے لیے جو نقشہ لازم و ضروری ہے جنابان مذکورین کو بتمامہا حاصل ہے۔ تو
کہنا آپ حضرات پسند کریں گے؟۔ کیا اسے ان جنابوں کی توہین نہ کہیں گے؟۔ کیا جس طرح
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے لکھ کر چھاپ دیا اور اب اس پر اڑے ہوئے ہو، جھوٹے
سے اسے بنانے کے پیچھے پڑے ہو، یوں ہی لکھ کر اپنے مہر و دستخط سے یہی الفاظ گنگوہی و نانوتوی

[سورۃ الشعراء: ٢٢٧]

واسمٰعیل دہلوی کی نسبت چھاپ دو گے، جو عذر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دے کر گڑھے، کیا یہاں جاری نہیں؟ سب بعینہا جاری ہیں۔

حمید وسعید کہتے ہیں کہ...

(۱) ایسا سے مراد مطلق بعض وفانی ہے نہ کہ واقع میں جیسے جنابوں کے علم ورخ تھے۔

(۲) اس عبارت میں تصریح ہے کہ علم وشکل بہ قدر لازم مولویت وانسانیت انھیں حاصل تھے۔

(۳) بلکہ مشابہت کی نفی کی تھی کہ تخصیص چاہیے اور یہ خاص نہیں۔

(۴) گنگوہی ونانوتوی وتھانوی واسمٰعیل دہلوی صاحبان کے علم ورخ کو کتے، الو، گدھے، سور کے علم ورخ سے تشبیہ نہ دی بلکہ مطلق بعض علوم وفانی رخ سے۔

(۵) تشبیہ بھی سہی تو من کل الوجوہ نہ تھی۔

(۶) من بعض الوجوہ ناقص وکامل کی تشبیہ قرآن عظیم میں موجود ہے۔

(۷) فقط تشبیہ پر سکوت ہوتا تو ایک بات تھی ہم نے ساتھ ساتھ وجہ تفاوت بھی تو بتادی۔

تو کیا وجہ کہ آپ یہ عذرات اپنے بڑوں کے حق میں نہ سنیں، اور خود محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں گڑھیں، بلکہ آپ کو تو حمید وسعید کے عذر پیش کرنے کی بھی حاجت نہ چاہیے، آپ خود ان عذرات کے بادی ہیں۔ وہ کہتے جائیں کہ گنگوہی صاحب سور کی طرح ہیں۔ نانوتوی صاحب گدھے کی مثل تھے۔ اسمٰعیل دہلوی صاحب کتے کی مانند تھے۔ اور آپ شاباش دیتے اور آمنا صدقنا کہتے جائیں، بلکہ حمید وسعید کے کہنے پر کیوں رکھیے، خود ہی وہ لائق وبلند خطابات اپنے ان بڑوں کی نسبت لکھ کر چھاپئے، اور ہزار پانچ سو نسخے ہمیں بھیجئے کہ آپ کی "حفظ الایمان" کی طرح ملک میں شائع کریں اور آپ کا عذر مسلمانوں کو سنائیں کہ بھائیو! جناب تھانوی صاحب کو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہی خاص عداوت نہیں، ان کی بولی ہی یہ ہے، وہ اپنے بڑوں کو بھی ایسا ہی کہتے ہیں۔ کیوں تھانوی صاحب! صلاح کیسی ہے؟۔ تمہارے نفع کی کہی، ہاں ہاں وہ تو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے جن کو منہ بھر کہا اور چھاپ دیا، اپنے بڑوں کی طرف ایسا خیال کرتے کلیجہ چار چار ہاتھ اچھلے گا۔ یہ ہے تمہارا اسلام، یہ ہے تمہارا ایمان۔

﴿اَلَا لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيۡنَ﴾ (۱)

اس سے زیادہ اور بھی وضوح حق کا ذریعہ ہے؟۔

سوال سی وسوم:

جناب تھانوی صاحب! آپ پلید وبلید دونوں کی ستم بوکھلاہٹ آٹھویں عیاری ملاحظہ کریں:
نے جب ان بے ایمانوں پر قہر الٰہی اتارا کہ سرکوا تم نے دو ہی قسموں میں حصر کیا، یا تو کل کو محیط
ح کہ ایک فرد بھی خارج نہ رہے (حفظ الایمان ص ۸)۔ یا مطلق بعض ایک ہی چیز کی قدر ہو کہ
درجہ کی ہو (بسط البنان ص ۴)۔ جس کے سبب تمہارے نزدیک اللہ عزوجل کی مبدئیت بے
یزید وعمرو بن لحی اور ہر کسگر کمہار کی ذلیل مبدئیت میں کچھ فرق نہ رہا، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
کے علوم بے انتہا، اور زید وعمر اور ہر پاگل وجانور کے ذلیل علم میں کچھ تفاوت نہ رہا۔ جس کی بنا پر
پوچھنے بیٹھا کہ خدا اور کمہار میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے۔ اور رسلیا والا بلید تو پوچھنے بیٹھا کہ نبی
ے میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے۔

مردکو! یوں تو خدا کی قدرت سے بھی منکر ہو بیٹھو کہ بعض پر قدرت ہونا مراد ہے، تو اس میں اللہ
کیا تخصیص ہے ایسی قدرت تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی
ہے۔ اور اگر کل اشیا پر قدرت مراد ہے اس طرح کہ اس کا ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان
عقلی سے ثابت ہے۔ کہ اشیا میں خود ذات باری بھی ہے، اور اسے خود اپنی ذات پر قدرت نہیں۔
بیٹوں کے پیٹ میں چوہے دوڑے، اب ان دو احتمالوں کے سوا تیسرا سوجھا، اپنی عبارتوں میں تو
پتہ نہ تھا، لہذا بزور زبان نری ڈھٹائی سے اپنی ایک ہی شق کے دو ٹکڑے کر کے وہ تیسرا اس میں

۔ رسلیا والا بولتا ہے:

''ایک شق اور محتمل تھی کہ آپ کو عالم الغیب تو کہیں مگر نہ تو بنا بر جمیع علوم غیر متناہیہ کے، اور نہ بنا بر
علوم کے، تا کہ اشتراک لازم آوے، بلکہ بنا بر علوم وافرہ عظیمہ کے جو دوسروں کو حاصل نہیں، سو
صراحۃً مذکور نہیں، مگر اس کی طرف بھی مع جواب کے اس قول میں اشارہ کر دیا ہے کہ اگر التزام
ے تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضروری ہے، یعنی اگر آپ کو عالم الغیب کہنے اور دوسروں کو
نہ کہنے کا التزام کیا جائے تو شرعاً اس فرق کے معتبر ہونے پر دلیل لانا ضروری ہے، یعنی یہ ثابت
ہے کہ عالم علوم شریفہ کثیرہ پر شریعت نے عالم الغیب کو اطلاق کرنے کی اجازت دی ہے۔

یوں ہی ولید پلید کہتا ہے: ایک شق یہاں اور محتمل تھی کہ اللہ تعالیٰ کو مبدأ فیاض تو کہیں مگر نہ تو بنا بر

کے مصنف نے بھی اس کلام ملعون میں علم متعلق بہ غیوب کی دو قسمیں: علم کل وعلم بعض، کرکے قسم اول کا بطلان دلیل عقلی ونقلی سے ثابت مانا یا نہیں؟ کہو مانا اور صراحۃً مانا، تو اس کے نزدیک علم نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صاف صاف قسم دوم کا ہوا یا نہیں؟ کہو ہوا اور ضرور ہوا، اب اسی قسم پر کہتا ہے کہ اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔ تو صاف صریح، بے پھیر پھار، بے گنجائش انکار، اس نے کہا یا نہیں کہ مغیبات کا جیسا علم نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے ثابت ہے ایسا تو ہر پاگل، ہر چوپائے کے لیے حاصل ہے، کیا اس میں اس نے صراحۃً محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو گالی دی یا نہیں؟۔ بولو دی اور ضرور دی۔

سوال ہشت دہم

رسلیا والا اپنے کفر پر پردہ ڈالنے کو ایک مکر یہ گڑھتا ہے:

''کہ لفظ ایسا کا یہ مطلب نہیں کہ جیسا علم واقع میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حاصل ہے الخ۔ نعوذ باللہ منہا۔ بلکہ مراد اس لفظ ایسا سے ہے مطلق بعض علم گو وہ ایک ہی چیز کا ہو، اور گو وہ چیز ادنی ہی درجے کی ہو، کیوں کہ اوپر بھی مذکور ہو چکا ہے کہ بعض سے مراد عام ہے، اور عبارت آیندہ بھی اس کی دلیل ہے، ھو قولہ: کیوں کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے سے مخفی ہے،۔ یوں ہی ولید پلید کہتا ہے کہ لفظ ایسا کا یہ مطلب نہیں کہ جیسا مبدأ ہونا واقع میں اللہ تعالٰی کو حاصل ہے الخ۔ نعوذ باللہ منہا۔ بلکہ مراد اس لفظ ایسا سے ہے: مطلق بعض شی کا مبدأ ہونا گو وہ ایک ہی چیز کا ہو، اور گو وہ چیز ادنی ہی درجے کی ہو، کیوں کہ اوپر بھی مذکور ہو چکا ہے کہ بعض سے مراد عام ہے، اور عبارت آیندہ بھی اس کی دلیل ہے، وھو قولہ: کیوں کہ ہر شخص کوئی نہ کوئی ایسی بات کرتا ہے جس کی اسی سے ابتدا ہے''۔

ان بلید وپلید دونوں کا یہ مکر کیسا ہے، اور دونوں مردود ہیں یا ایک مردود، دوسرا مقبول، تو وجہ فرق کیا ہے؟۔ حالاں کہ دونوں نے بعینہ ایک کلام کہا ہے۔

سوال نوازدہم

ولید پلید کے نزدیک اللہ تعالٰی کا مبدأ ہونا اور رسلیا والے کے نزدیک محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا علم واقع میں محیط کل ہے یا محیط بعض؟۔ اول کو آپ ہی تو عقلاً ونقلاً باطل بتا آیا، تو ضرور واقع میں مبدئیت خدا وعلم مصطفٰی ایسا ہی مانتا ہے جیسے کہ کہہ رہا ہے: تو ہر کس گر کمھار، ہر پاگل جانور کو حاصل ہے۔ پھر کدھر بھاگتا ہے کہ لفظ ''ایسا'' کا یہ مطلب نہیں کہ جیسا کہ علم واقع میں الخ۔ کیوں جناب تھانوی صاحب

سوال بستم

رسلیا والا دوسرا فریب یہ جتاتا ہے کہ...

"پھر اس عبارت سے چند سطر بعد دوسری عبارت میں تصریح کہ نبوت کے لیے جو علم لازم ں ہیں وہ آپ کو بتمامہا حاصل ہو گئے تھے، انصاف شرط ہے جو شخص آپ کو جمیع علوم عالیہ شریفہ بوت کا جامع کہہ رہا ہے کیا وہ نعوذ باللہ زید وعمرو صبی ومجنون وحیوانات کے علم کو مماثل آپ کے علم ئے گا، کیا زید وعمرو وغیرہ کو یہ علوم حاصل ہیں، یہ علوم تو آپ کے مثل دوسرے انبیا علیہم السلام کو بھی ہیں"۔

یوں ہی ولید پلید کہتا ہے:

"کہ پھر اس عبارت سے چند سطر بعد دوسری عبارت میں تصریح ہے کہ الوہیت کے لیے جو ں لازم وضروری ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو بتمامہا حاصل ہیں، انصاف شرط ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ کو جمیع ت عالیہ شریفہ متعلقہ الوہیت کا جامع کہہ رہا ہے کیا وہ نعوذ باللہ یزید وعمرو بن لحی اور ں کمھاروں جانوروں کی مبدئیت کو مماثل اللہ کی مبدئیت کے بتلا دے گا، کیا یزید وعمرو وغیرہ کو یہ ں حاصل ہیں، یہ مبدئیتیں تو انبیا وملائکہ علیہم السلام کو بھی حاصل نہیں"۔

ان دونوں بلید وپلید کے اس فریب میں کیا فرق ہے؟۔

سوال بست ویکم

کیا ان دونوں بلید وپلید کے اس مکر سے ان ملعون کلموں کی شناعت اٹھ جائے گی کہ جیسی مبدئیت ہے ایسی تو ہر کسگر کمہار کو حاصل ہے، جیسا علم حضور کو ہے ایسا تو ہر پاگل ہر جانور کو حاصل ہے۔

سوال بست ودوم

رسلیا والا تیسری چال یہ چلتا ہے:

"کہ بلکہ اس شق پر جو محذور لازم کیا گیا اس میں غور کرنے سے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ مشابہت کی ئی ہے، چناں چہ بعض علوم غیبیہ کے مراد لینے پر یہ خرابی بتلائی ہے کہ اس میں حضور کی کیا تخصیص بنی اس صورت میں آپ کی تخصیص نہ رہے گی بلکہ زید وعمرو وغیرہ بھی اس صفت میں آپ کے شریک ہو جائیں گے حالاں کہ آپ کی صفات خاصہ کمالیہ میں کوئی آپ کا شریک ومشابہ نہیں ہے، اس لیے طل ہوئی"۔

"بلکہ اس شق پر جو محذور لازم کیا گیا اس میں غور کرنے سے تو معلوم ہو سکتا کہ مشابہت کی نفی کی گئی ہے، چناں چہ مبدئیت بعض اشیا مراد لینے میں یہ خرابی بتلائی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی کیا تخصیص الخ یعنی اس صورت میں اللہ کی تخصیص نہ رہے گی بلکہ زید وعمرو وغیرہ بھی اس صفت میں اس کے شریک ومشابہ ہو جائیں گے حالانکہ اس کی صفات خاصہ کمالیہ میں کوئی اس کا شریک ومشابہ نہیں ہے۔ اس لیے یہ شق باطل ہوئی"۔

ان دونوں کی اس چال میں کیا فرق ہے؟۔

سوال بست وسوم

ان دونوں بلید وپلید کی یہ چال صریح بے ایمانی ہے یا نہیں؟۔ کی تو صاف صاف نفی تخصیص کہ یہ اللہ ورسول سے خاص نہیں، ہر کسگر کمہار، پاگل جانور کو حاصل ہیں، اور بننا چاہتے ہیں طالب تخصیص، یعنی ہم نے تو یہ کہا تھا کہ ایسے ہونا چاہئیں کہ اللہ ورسول سے خاص ہوں۔ بے ایمانو! تخصیص تو وہ چاہے جو ان کو ان کی صفت جانے، تم دونوں تو اللہ ورسول پر ان کا حکم ہی صحیح نہیں مانتے، نہ کہ ان کی ان کے لیے خصوصیت چاہو۔ ع

شرم بادت از خدا واز رسول

کیوں جناب تھانوی صاحب، ان دونوں بلید وپلید کی مکاری سے بڑھ کر اور کیا مکاری ہوگی بکیں کفر اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے اسلام بنانا چاہیں، کیوں جناب تھانوی صاحب کیا جو خود کہا اسے اس کی نقیض پر حمل کر کے ہر کافر مسلمانی کا دعویٰ نہیں کر سکتا؟۔

سوال بست وچہارم

رسلیا والا چوتھا داؤں یہ کھیلتا ہے کہ...

"اگر بزعم معترض تشبیہ کے لیے بھی ہو تب بھی علم زید وعمرو وغیرہ کو علم رسول اللہ سے تشبیہ نہیں دی گئی بلکہ مطلق بعض علوم سے جس کا اوپر ذکر ہے" یوں ہی ولید پلید کہتا ہے "اگر بزعم معترض تشبیہ کے لیے بھی ہو تب بھی مبدئیت یزید وعمرو بن لحی وغیرہ کو مبدئیت خدا سے تشبیہ نہیں دی گئی بلکہ مطلق بعض مبدئیت سے جس کا ذکر اوپر ہے" ان دونوں کے اس داؤں میں کیا فرق ہے؟۔

سوال بست وپنجم

جناب تھانوی صاحب ملاحظہ ہو کہ ایمان کے ساتھ ان دونوں بے ایمانوں کے حواس بھی جاتے

؍ سے۔ آج تک کسی سلیم الحواس نے فرد کو مطلق سے تشبیہ دی ہے، جیسے کہیے کہ۔۔۔
''تھانوی صاحب تو بالکل ایسے ہیں جیسے آدمی''۔

کیوں جناب تھانوی صاحب! ان دونوں مکاروں کا یہ کھسیانا داؤں ان کی فصد لینا چاہتا ہے یا
۔ بلکہ یقیناً ایک فرد کو دوسرے سے تشبیہ دی، اور وہ مطلق وجہ شبہ ہے کہ دونوں میں مشترک ہے، تو
ند صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم ہی کو ہر پاگل جانور کے علم سے تشبیہ دی، اللہ عزوجل کی مبدئیت ہی
رکمہار کی مبدئیت سے تشبیہ دی، اور پھر بے ایمانی محض منہ زوری سے مسلمانی پکڑا چاہتے ہیں۔ ان
؍ خبیثو! دور رہو، تمہارا منہ اور مسلمانی، کیوں تھانوی صاحب یہ ٹھیک ہے یا نہیں؟۔

سوال بست وششم:

رسلیا والا جعل یہ گانٹھتا ہے کہ۔۔۔
''بلکہ بفرض محال اگر علم رسول سے بھی تشبیہ ہوتی تب بھی من کل الوجوہ نہ ہوتی، بلکہ صرف اتنے
کہ جس طرح مطلق بعض غیوب کا حصول آپ کے لیے علت ہو گیا اطلاق عالم الغیب کے لیے، اسی
طلق بعض غیوب کا حصول دوسروں کے لیے علت ہو جائے گا اطلاق عالم الغیب کے لیے، اگرچہ یہ
ض متغائر ہوں''

یوں ہی ولید پلید کہتا ہے کہ۔۔۔
''بلکہ بفرض محال اگر مبدئیت خدا سے بھی تشبیہ ہوتی تب بھی من کل الوجوہ نہ ہوتی بلکہ صرف
ر میں کہ جس طرح مطلق مبدئیت بعض کا حصول اللہ کے لیے علت ہو گیا اطلاق مبدأ فیاض کے
؍ طرح مطلق مبدئیت بعض کا حصول دوسروں کے لیے علت ہو جائے گا اطلاق مبدا فیاض کے لیے،
یہ دونوں بعض متغائر ہوں''

ان دونوں کی اس جعل سازی میں کیا فرق ہے؟۔

سوال بست وہفتم:

جناب تھانوی صاحب! ان دونوں بے ایمانوں کی مکاری دیکھیے: کسگر کمہار کی مبدئیت اور اللہ عزوجل
ہونا مشبہ ومشبہ بہ تھے، اور مطلق مبدئیت بعض وجہ شبہ، اور صحت اطلاق مبدأ فیاض کے لیے علت ہونا اس
ع کہ۔۔۔ خبیث نے یہ تشبیہ دے کر اس پر تفریع کی تھی کہ۔۔۔ تو چاہیے کہ ہر کمہار کو مبدأ فیاض کہا جائے، یوں ہی
؍ جانور کے علم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم اقدس مشبہ ومشبہ بہ تھے اور مطلق علم بعض

تفریع کی تھی کہ تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے، اب دونوں خبیث و مردک اس تفریع ہی کو وجہ شبہ کیے دیتے ہیں، کیا آپ کے نزدیک ان بدحواسوں کی مت ٹھکانے ہے؟۔

سوال بست وہشتم:

رسلیا والا چھٹا جل یہ کھیلتا ہے کہ...

"ایسی تشبیہ من بعض الوجوہ تو نص قطعی قرآنی میں موجود ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾(۱)

تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں

﴿إِن تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ﴾(۲)

اگر تمہیں دکھ پہنچتا ہے تو انھیں بھی دکھ پہنچا جیسا تمھیں پہنچتا ہے۔

اول میں مقبول کی ایک حالت کو غیر مقبول کی ایک حالت سے۔ اور دوسری میں غیر مقبول کی ایک حالت کو مقبول کی حالت سے تشبیہ دی ہے"

بعینہ اسی طرح ولید پلید کافر کہتا ہے، ان دونوں کے اس جل میں کیا فرق ہے؟۔

سوال بست ونہم:

جناب تھانوی صاحب! آپ نے ان خبیثوں کی بے ایمانی دیکھی، کہاں تو مسلمانوں کی تسکین کو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ اگر لڑائی میں تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو ایسی ہی تکلیف کافروں کو بھی پہنچتی ہے، اور ان پلید و بلید کا ایک کمال خدا و رسول کی نفی کے لیے یہ بکنا کہ جیسی مبدئیت اللہ کو ہے ایسی تو ہر کسگر کمہار کو ہے، جیسا علم غیب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر پاگل جانور کو ہے۔ کیوں جناب تھانوی صاحب! ان بے ایمانوں کو کبھی مسلمانی کی ہوا بھی لگی ہے۔ اور جب ان دل کے اندھوں کو یہاں فرق نہ سوجھا تو یہ کیا سوجھے کہ مولیٰ عزوجل اپنے بندوں کی نسبت جو فرمائے، یا محبوبان الٰہ براہ تواضع جو اپنی نسبت فرمائیں انھیں دوسرا جت بنا کر اپنی طرف سے بکے، تو ایمان سے جائے، زبان گدی کے پیچھے سے کھینچی جائے، جہنم کی آگ میں "ذق انک انت الاشرف الوشید" کہہ کر چلا جائے۔

اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ﴾(۳)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) [سورۃ الکھف: ۱۱۰] (۲) [سورۃ النساء: ۱۰۴]

((ارسلنا ابن امراۃ قرشیۃ تاکل القدید))(۱)
دوسرا تو کہہ دیکھے، جناب تھانوی آپ نے سنا ہوگا کہ کافروں نے رسولوں سے کہا:
﴿مَا أَنتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا﴾(۲)
کیا مسلمان بھی ایسا کہتے تھے؟۔

ہمسری با اولیا برداشتند　　　　انبیا را ہم چوں خود پنداشتند

کیوں جناب تھانوی صاحب! ان دونوں پلید وبلید پر کئے لاکھ تف کی جائے۔

سوال سیم:

رسلیا والا ساتواں چھل یہ چلتا ہے کہ...
"البتہ اگر کوئی صرف اس تشبیہ پر اکتفا کرکے وجوہ تفاوت وتفاضل کو بیان نہ کرے تو بے شک قبیح ن جب اس کا ساتھ ساتھ بیان ہو جیسا کہ قرآن مجید میں ﴿مثلکم﴾ کے بعد ﴿یوحی الیّ﴾ .﴿تالمون﴾ کے بعد ﴿وترجون من اللہ مالا یرجون﴾ ہے، اور جیسا کہ تقریر مذکور میں کہ اصق ومتناسق ہے آپ کا جامع علوم لازمۂ نبوت ہونا مصرح ہے، یا طرز بیان تفاوت پر دال ہو، احت ہے؟۔ اور جب کہ تشبیہ ہی نہ ہو تب تو شبہ کا کوئی موقع ہی نہیں"
یوں ہی ولید بلید کہتا ہے کہ
"البتہ اگر کوئی صرف اس تشبیہ پر اکتفا کرکے وجوہ تفاوت وتفاضل کو بیان نہ کرے تو بے شک قبیح ن جب اس کا بھی ساتھ ساتھ بیان ہو جیسا کہ قرآن مجید میں ﴿مثلکم﴾ کے بعد ﴿یوحی الیّ﴾ ﴿تالمون﴾ کے بعد ﴿وترجون من اللہ مالا یرجون﴾ ہے اور جیسا کہ تقریر مذکور میں کہ اصق ومتناسق ہے اللہ تعالیٰ کا جامع مبدئیات لازمۂ الوہیت ہونا مصرح ہے، یا طرز بیان تفاوت دپھر کیا قباحت ہے؟۔ اور جب کہ تشبیہ ہی نہ ہو تب تو شبہ کا کوئی موقع ہی نہیں"۔
ان دونوں کے اس چھل میں کیا بل ہے؟۔

سوال سی ویکم:

جناب تھانوی صاحب! آپ نے ان بے ایمانوں کی خباثت دیکھی، کیا اللہ ورسول کو بری

تشبیہیں دینی اسی وقت کفر ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ ان کی کوئی خوبی نہ بیان کی جائے، اور اگر اس کے ساتھ ایک آدھ خوبی بیان کردو تو پھر اللہ و رسول کو جیسی ذلیل سے ذلیل چاہو تشبیہیں دو کچھ قباحت نہیں۔ قباحت تو جب سوجھے کہ دل میں اللہ و رسول کی عظمت ہو، ایمان ہو محبت ہو۔

سوال سی ودوم:

جناب تھانوی صاحب خفا ہونے کی بات نہیں جو اللہ و رسول کو کہہ چکے ہو اپنوں کو بھی کہو گے، یا وہاں غیظ وغضب سے بھڑکتی آگ میں رہو گے۔

آپ کی ذریات نے ایک شیطنت یہ نکالی ہے کہ آپ اور آپ کے بڑے جیسی ناپاک سی ناپاک بات چاہیں اللہ و رسول۔ جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ کی جناب میں منہ بھر کر بک جائیں وہ تو سب شیر مادر اور کمال ملائی کا جوہر۔ اس پر اہل اسلام جو ان دشنامیوں پر حکم شرع لگائیں یا آفتاب پر ان کا تھوکا ہوا ان کے منہ پر پلٹیں تو بے تہذیب ہیں، بازاری گفتگو کرتے ہیں، قابل خطاب نہیں، لائق کلام اہل حجاب نہیں، اس ڈھٹائی بے حیائی کی کچھ حد ہے، تو بات کیا ہے یہ کہ تمہاری جھوٹی عزت، ساختہ وقعت ان کی نگاہوں میں اللہ و رسول کی سچی عظمت سے بدرجہا زائد ہے، جب تو تم اللہ و رسول کو جیسی چاہو گالیاں دو، آنکھوں سکھ، کلیجے پے ٹھنڈک، اور اس پر مسلمان تمہارا نام الف کے تلے لیں تو بے تہذیب ہیں فحش کلام ہیں۔

﴿أَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾(۱)

خیر اس کا فیصلہ تو روز قیامت ہوگا۔

وہی آیت: ﴿اللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾(۲)

جو آپ نے بسط البنان میں الٹی پڑھی اور تم پر حجت ہونے کے لیے اس کی لوح پر چڑھی کہ ((رب تالی القرآن والقرآن یلعنه)) وہی ان شاء اللہ العزیز روز قیامت تمہارے گلوں پر سوار ہوگی، اور جو اللہ و رسول کی گالیوں کے جواب میں تمہیں کچھ کہنا بے تہذیبی بتاتے ہیں، ان سب سے بھی سوال ہوگا۔

﴿وقفوهم انهم مسئولون﴾(۳)

انہیں ٹھہراؤ ان سے سوال ہونا ہے کہ اللہ و رسول تمہاری نگاہ میں ایسے ہلکے تھے، اور ان کے یہ بد

---

(۱) [سورۃ ھود:۱۸]

(۲) [سورۃ الحج:۶۹]

تنے بھاری۔ تمھیں یا تمہارے ماں باپ کو کوئی آدھی بات کہے تو تہذیب وانسانیت سب بالائے
تے، ایک کی دس کہہ کر بھی پیچھا نہ چھوڑتے، اور اللہ ورسول کے دشنام دینے والوں کے ساتھ ایسے
بے نفس بنتے۔

﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُوْنَ﴾ (۱)

خیر یہ تو روز قیامت کا قصہ ہے ﴿اللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَنَا وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِيْنَ﴾ (۲)

اس وقت آپ سے ایک سادہ عرض ہے، سیدھی طرح انسان بن کر سنیے اور ہو سکے تو جواب
نہ توفیق ملے تو کلمۂ اسلام پڑھ کر توبہ کیجیے، ہاں ہاں، اور ولید وبلید تم دونوں نے اللہ ورسول کو تو وہ
جیسی مبدئیت اللہ کو حاصل ہے ہر کنکر کمہار کو حاصل ہے، جیسا علم غیب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
، ایسا ہر پاگل ہر جانور کو ہے۔ اور اس پر جو خبر مسلمانوں نے تمہاری لی تو "بسط البنان" میں سات
الوں کی سوجھی، اور صاف ٹھہرالیا کہ اللہ ورسول کی جناب میں ایسا منہ کھول دینے میں کچھ قباحت
ب سوال ہے کہ اگر سعید وحمید وغیرہما کہیں کہ جیسا علم جناب گنگوہی صاحب کو تھا ایسا تو ہر کتے کو
۔ جیسا جناب نانوتوی صاحب کو تھا ایسا ہر الو کو ہوتا ہے۔ جیسا جناب تھانوی صاحب کو ہے ایسا تو
لو ہوتا ہے۔ جیسا جناب دہلوی کو تھا ایسا تو ہر سور کو ہوتا ہے۔ جناب گنگوہی صاحب کی صورت کتے
۔ جناب نانوتوی صاحب کی شکل الو کی سی تھی۔ جناب تھانوی صاحب کا چہرہ گدھے کا سا ہے۔
وی صاحب کا منہ سور کا سا تھا۔ اور وجہ شبہ یہ بتائے کہ گنگوہی ونانوتوی وتھانوی ودہلوی صاحبان کو
علم ہے، اور کتے، الو، گدھے، سور کو بھی بعض ہے، اگرچہ جنابان مذکورین کو درسیات کا علم جتنا آج
ں کہلانے کو لازم وضروری ہے کتے، الو، گدھے، سور سے زائد ہے۔ جنابان مذکورین کا منہ، چہرہ،
رت بھی مخلوق ہے، حادث ہے، فانی ہے۔ اور کتے، الو، گدھے، سور کے منہ بھی مخلوق وحادث
، اگرچہ آدمی بچہ کہلانے کے لیے جو نقشہ لازم وضروری ہے جنابان مذکورین کو بتمامہا حاصل ہے۔ تو
ہنا آپ حضرات پسند کریں گے؟۔ کیا اسے ان جنابوں کی توہین نہ کہیں گے؟۔ کیا جس طرح
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے لکھ کر چھاپ دیا اور اب اس پر اڑے ہوئے ہو، جھوٹے
سے اسے بنانے کے پیچھے پڑے ہو، یوں ہی لکھ کر اپنے مہر ودستخط سے یہی الفاظ گنگوہی ونانوتوی

[سورۃ الشعراء: ۲۲۷]

واسمٰعیل دہلوی کی نسبت چھاپ دوگے، جو عذر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو گالی دے کر گڑھے، کیا یہاں جاری نہیں؟ سب بعینہا جاری ہیں۔

حمید وسعید کہتے ہیں کہ...

(۱) ایسا سے مراد مطلق بعض وفانی ہے نہ کہ واقع میں جیسے جنابوں کے علم ورخ تھے۔

(۲) اس عبارت میں تصریح ہے کہ علم وشکل بہ قدر لازم مولویت وانسانیت انھیں حاصل تھے۔

(۳) بلکہ مشابہت کی نفی کی تھی کہ تخصیص چاہیے اور یہ خاص نہیں۔

(۴) گنگوہی ونانوتوی وتھانوی واسمٰعیل دہلوی صاحبان کے علم ورخ کو کتے، الو، گدھے، سور کے علم ورخ سے تشبیہ نہ دی بلکہ مطلق بعض علوم وفانی رخ سے۔

(۵) تشبیہ بھی سہی تو من کل الوجوہ نہ تھی۔

(۶) من بعض الوجوہ ناقص وکامل کی تشبیہ قرآن عظیم میں موجود ہے۔

(۷) فقط تشبیہ پر سکوت ہوتا تو ایک بات تھی ہم نے ساتھ ساتھ وجہ تفاوت بھی تو بتادی۔

تو کیا وجہ کہ آپ یہ عذرات اپنے بڑوں کے حق میں نہ سنیں، اور خود محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارے میں گڑھیں، بلکہ آپ کو تو حمید وسعید کے عذر پیش کرنے کی بھی حاجت نہ چاہیے، آپ خود ان عذرات کے بادی ہیں۔ وہ کہتے جائیں کہ گنگوہی صاحب سور کی طرح ہیں۔ نانوتوی صاحب گدھے کی مثل تھے۔ اسمٰعیل دہلوی صاحب کتے کی مانند تھے۔ اور آپ شاباش دیتے اور آمنا صدقنا کہتے جائیں، بلکہ حمید وسعید کے کہنے پر کیوں رکھیے، خود ہی وہ لائق وبلند خطابات اپنے ان بڑوں کی نسبت لکھ کر چھاپئے، اور ہزار پانچ سو نسخے ہمیں بھیجئے کہ آپ کی "حفظ الایمان" کی طرح ملک میں شائع کریں اور آپ کا عذر مسلمانوں کو سنائیں کہ بھائیو! جناب تھانوی صاحب کو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہی خاص عداوت نہیں، ان کی بولی ہی یہ ہے، وہ اپنے بڑوں کو بھی ایسا ہی کہتے ہیں۔ کیوں تھانوی صاحب! صلاح کیسی ہے؟۔ تمہارے نفع کی کہی، ہاں ہاں وہ تو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تھے جن کو منہ بھر کہا اور چھاپ دیا، اپنے بڑوں کی طرف، بیا خیال کرتے کلیجہ چار چار ہاتھ اچھلے گا۔ یہ ہے تمہارا اسلام، یہ ہے تمہارا ایمان۔

﴿اَلَا لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيۡنَ﴾ (۱)

ں سے زیادہ اور بھی وضوح حق کا ذریعہ ہے؟۔

سوال سی وسوم:

جناب تھانوی صاحب! آپ پلید و بلید دونوں کی ستم بوکھلاہٹ آٹھویں عیاری ملاحظہ کریں:

ے نے جب ان بے ایمانوں پر قہر الٰہی اتارا کہ مردکو! تم نے دو ہی قسموں میں حصر کیا، یا تو کل کو محیط

ح کہ ایک فرد بھی خارج نہ رہے (حفظ الایمان ص ۸)۔ یا مطلق بعض ایک ہی چیز کی قدر ہو کہ

ں درجہ کی ہو (بسط البنان ص ۴)۔ جس کے سبب تمہارے نزدیک اللہ عزوجل کی مبدئیت بے

یزید و عمرو بن لحی اور ہر کسگر کمہار کی ذلیل مبدئیت میں کچھ فرق نہ رہا، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

کے علوم بے انتہا، اور زید و عمر اور ہر پاگل و جانور کے ذلیل علم میں کچھ تفاوت نہ رہا۔ جس کی بنا پر

پوچھنے بیٹھا کہ خدا اور کمہار میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے۔ اور رسلیا والا بلید تو پوچھنے بیٹھا کہ نبی

ے میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے۔

مردکو! یوں تو خدا کی قدرت سے بھی منکر ہو بیٹھو کہ بعض پر قدرت ہونا مراد ہے، تو اس میں اللہ

ں کیا تخصیص ہے ایسی قدرت تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی

ے۔ اور اگر کل اشیا پر قدرت مراد ہے اس طرح کہ اس کا ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان

عقلی سے ثابت ہے۔ کہ اشیا میں خود ذات باری بھی ہے، اور اسے خود اپنی ذات پر قدرت نہیں۔

یٹوں کے پیٹ میں چوہے دوڑے، اب ان دو احتمالوں کے سوا تیسرا سوجھا، اپنی عبارتوں میں تو

ں پتہ نہ تھا، لہذا بزور زبان تری ڈھٹائی سے اپنی ایک ہی شق کے دو ٹکڑے کر کے وہ تیسرا اس میں

۔ رسلیا والا بولتا ہے:

''ایک شق اور محتمل تھی کہ آپ کو عالم الغیب تو کہیں مگر نہ تو بنا بر جمیع علوم غیر متناہیہ کے، اور نہ بنا بر

ں علوم کے، تا کہ اشتراک لازم آوے، بلکہ بنا بر علوم وافرہ عظیمہ کے جو دوسروں کو حاصل نہیں، سو

ں صراحۃً مذکور نہیں، مگر اس کی طرف بھی مع جواب کے اس قول میں اشارہ کر دیا ہے کہ اگر التزام

ے تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضروری ہے، یعنی اگر آپ کو عالم الغیب کہنے اور دوسروں کو

ے نہ کہنے کا التزام کیا جائے تو شرعاً اس فرق کے معتبر ہونے پر دلیل لانا ضروری ہے، یعنی یہ ثابت

ہے کہ عالم علوم شریفہ کثیرہ پر شریعت نے عالم الغیب کو اطلاق کرنے کی اجازت دی ہے۔

یوں ہی ولید پلید کہتا ہے: ایک شق یہاں اور محتمل تھی کہ اللہ تعالیٰ کو مبدأ فیاض تو کہیں مگر نہ تو بنا بر

، بلکہ بنا بر مبدئیات وافرہ عظیمہ کے جو دوسروں کو حاصل نہیں، سو یہ شق یہاں صراحۃً مذکور نہیں مگر اس کی طرف بھی مع جواب کے اس قول میں اشارہ کر دیا ہے کہ اگر التزام نہ کیا جاوے تو خدا وغیر خدا میں وجہ فرق بیان کرنا ضروری ہے، یعنی اگر اللہ تعالٰی کو مبدأ فیاض کہنے اور دوسروں کو مبدأ فیاض نہ کہنے کا التزام کیا جائے تو شرعاً اس فرق کے معتبر ہونے پر دلیل لانا ضروری ہے، یعنی ثابت کرنا چاہیے کہ مبدئیت اشیائے شریفہ کثیرہ پر شریعت نے مبدأ فیاض اطلاق کرنے کی اجازت دی ہے"۔

جناب تھانوی صاحب! ذرا ان دونوں مردکوں کی عقل کے ناخن تو لیجیے، کیا کسی ذی عقل مسلمان کے وہم میں بھی یہ شقیں گزرنے کی تھیں، کہ ذلیل سی ذلیل اور ادنٰی سی ادنٰی صفت جو ہر کسگر کمہار، ہر پاگل چوپائے میں پائی جائے ہم اس سے اللہ ورسول کو موصوف کر کے ان کی یہ تعریفیں کرتے ہیں۔ یا یہ کہ جب تک اللہ خود اپنی ذات کا مبدأ نہ ہو جائے، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جمیع علوم الٰہیہ کو محیط نہ ہو جائیں، ہم ان کی یہ تعریفیں نہ کریں گے، بلکہ قطعاً یقیناً تعریفوں کا منشا وہی شق تھی جسے یہ خبثاً دانستہ چھوڑ گئے، تو اس بے ایمانی کی کچھ حد ہے کہ خصم کے مقابل دو صریح باطل شقیں جو ہرگز نہ اس کی مقول، نہ اس کو مقبول، نہ کسی عاقل کے نزدیک معقول، ان کا بطلان بیان کر دیجیے۔ اور شق صحیح کہ یقیناً وہی ان کے خصم کی مراد، اور ہر عاقل کا ذہن اسی کی طرف جائے، یوں چھوڑ جائیے۔ یا بفرض غلط اشارہ کے گھونگھٹ میں چھپایئے، جسے آپ سمجھیں یا آپ کا پیٹ۔

کیوں تھانوی صاحب! پاگل کے سوا کوئی بھی ایسی پلید حرکت کرے گا۔ کیوں تھانوی صاحب ! اصل مقصود کو پردے میں چھپا جانا، جھانولی بتا جانا، اور دو صریح مہمل باتیں کہ کسی کے وہم میں بھی نہ ہوں ان کو یوں چمک چمک کر طویل بیان میں لانا، پاگل کے سوا کس کا کام ہے۔ کیا آپ ان خبیثوں سے نہ پوچھیں گے کہ مردکو! یہ کس نے کہی تھیں کہ تم ان کو رد کرتے ہو، اور جو صریح واضح مراد تھی اسے چھوڑ کر چپت بنتے ہو، آخر پاگل تو ہو نہیں، بلکہ تکفیر سے بچنے کے لیے دانستہ بنتے ہو، کیوں تھانوی صاحب کیسی کہی۔

سوال سی و چہارم:

اصل مقصود یوں بچا کر دو مہمل باتوں پر گر ماننا، جو کسی طرح ان کے خصم کیا کسی کے وہم میں نہ تھیں، اور اس پر وہ ناپاکیاں گانا کہ جیسا علم غیب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر پاگل، ہر چوپائے کو ہے۔ جیسا مبدأ فیض خدا ہے ایسا تو ہر کسگر کمہار کو ہوتا ہے۔

جناب تھانوی صاحب! آپ اس قصدی تبدیلی بحث کا کچھ اور فائدہ بتا سکتے ہیں سوا اس کے کہ

نا ملعون لفظوں کی کب گنجائش ملتی، دوسرا کوئی ملعون بات کہے تو اس کی شناعت ظاہر کرنی مجبوری
وہ بات کہ نہ دوسرے نے کہی، نہ اس کے خواب وخیال اور وہم وگمان میں، نہ کسی عاقل کے نزدیک
اصلا گنجائش تھی، وہ اپنے دل سے تراش کر لا کھڑی کرنی اور عظمت والی بارگاہوں پر یوں گالیاں
، سوا اس خبیث بد باطن کے کس کا کام ہے جسے مقصود ہی اللہ ورسول کی جناب میں گالیاں لکھنا تھا۔

کیوں جناب تھانوی صاحب! کیا آپ کسی مسلمان عاقل سے اس کی نظیر پیش کر سکتے ہیں، میں
ں آپ بے مثال نہ سمجھیں گے، اللہ ورسول کی جناب میں آپ بک چکے ہیں، ہم تفہیم کے لیے
ش کریں تو معاف فرمانا، حاشا ہم خود نہیں کہتے ہیں بلکہ بات یہ ہے کہ اللہ ورسول کی جناب میں
) آپ صاحبوں نے کی اور ہلکی سمجھی، اور اسے بنانے کی رات دن فکر رکھی، تو یہ دکھانا ہے کہ اگر اسی
کلام کوئی بے باک تمھیں اور تمہارے بڑوں کو کہے تو تمہیں کتنا برا لگے، جس سے تم سمجھ جاؤ کہ ہاں
سے گستاخی ہوئی، اور تم نہ سمجھو تو مسلمان تو سمجھ لیں، جو انداز تقریر اپنے لیے اتنا برا لگا خدا اور رسول
ھڑک بکا، ایمان کا حال معلوم ہو گیا۔

لہذا اور دریافت ہے کہ زید کہے: حضرت اسماعیل دہلوی وجناب گنگوہی وجناب نانوتوی
، تھانوی صاحبان ہر ایک صاحب بے نظیر ہیں، اس پر اگر کوئی بے باک بول اٹھے کہ...

"اگر بے نظیر سے یہ مراد کہ یہ لوگ۔ معاذ اللہ۔ اللہ کی طرح وحدہ لاشریك له ہیں، جب تو
طلان دلیل عقلی نقلی سے ظاہر، اور اگر یہ مراد کہ ان میں ہر ایک کے پیچھے دفع نجاست کا ایک راستہ
س میں ان کی کیا تخصیص یہ سوراخ تو ہر کتے سور کے ہوتا ہے، تو چاہیے سب کو بے نظیر کہا جائے، پھر
اس کا التزام کرے کہ ہاں میں ہر کتے سور کو بھی بے نظیر کہوں گا، تو بے نظیر کہنے میں ان صاحبوں کا کیا
سوا جس میں کتے سور تک شریک ہیں۔ اور اگر التزام نہ کیا جائے تو جناب اسماعیل دہلوی، گنگوہی،
، تھانوی، اور کتے سور میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے"۔

تو اللہ کو ایک جان کر کہنا. کیا اسے ان صاحبوں کی توہین کرنے والا نہ جانو گے، ضرور جانو گے، اور
ہیں گے کہ اس نے بہت بے ہودہ بات کہی، بے تہذیبی برتی۔ اس سوراخ پر بے نظیر کس نے کہ
س کا یہاں کیا احتمال تھا۔ یا اس طرف کس کا ذہن جا سکتا تھا۔ کچھ بھی نہیں، بلکہ اس بے باک کو ان
ن کے سوراخ بکھانا تھے، اس لیے بحث بدل کر اصل مقصود چھوڑ کر ان کے سوراخ لے کر چلا۔

ایمان سے کہنا: بعینہ یہی حالت ان دونوں بلید وپلید کی ہے یا نہیں؟۔ ہر کسگر کمہار جتنی نئی بات
سے، ہر ماگر جو ملا جو ایک آدھ بات دوسرے سے مخفی جانتا ہے۔ اس پر صد افواج ہے ...

یا غیوب جاننے کا حکم کس نے کیا تھا۔ یا اس کا یہاں کیا احتمال تھا۔ یا اس طرف کس کا ذہن جا سکتا تھا۔ کچھ بھی نہیں، بلکہ ان ناپاکوں کو منظور ہی یہ تھا کہ اللہ ورسول کی جناب میں ایسے ذلیل وشرم ناک الفاظ بکیں، اس لیے بحث بدل کر، اصل مقصود چھوڑ کر، مطلق بعض علم ومبدئیت لے کر چلے۔ ہاں فرق اتنا ہے کہ اس شخص کو عقلا صرف بے تہذیب کہیں گے، اور اس ولید پلید اور رسلیا والے بلید کو کافر مرتد، کہ اس کی بے با کی اسماعیل وگنگوہی ونانوتوی وتھانوی کے ساتھ تھی، اور ان پلید وبلید کی گستاخی اللہ واحد قہار اور حضور سید الابرار کی بارگاہ میں۔ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُوْنَ﴾ (۱)

سوال سی و پنجم:

جناب تھانوی صاحب! ملاحظہ ہو ان دونوں پلید وبلید کا صاف صریح حاصل تقریر یہ ہے کہ اس حکم کی صحت کا منشا۔ یا مطلق بعض علم ومبدئیت ہے۔ یا علم ومبدئیت محیط کل۔ ثانی باطل ہے، اور اول میں اللہ ورسول کی کیا تخصیص ایسے علم ومبدئیت تو ہر پاگل، ہر جانور، ہر کمہار، ہر کسگر کو حاصل ہیں۔ تو ان سب پر یہ حکم صحیح ہونا چاہیے، یہاں تک بزعم خود ثابت کرلیا کہ یہ منشا سب میں مشترک ہے اور باہم کچھ فرق نہیں، اسی بنائے فاسد پر یہ چنائی چنی کہ اب دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو التزام کرلو کہ ہاں ہم سب کے لیے یہ اوصاف ثابت مانیں گے، تو اس میں اللہ ورسول کا کیا کمال ہوا، جس میں جانور تک شریک ہیں۔ اور اگر کہو کہ نہیں نہیں بلکہ اللہ ورسول کے لیے مانیں گے اوروں کے لیے نہ مانیں گے، تو اللہ اور کسگر کمہار اور نبی اور پاگل جانور میں وجہ فرق بتاؤ، علت کہ مطلق علم ومبدئیت کا حصول تھا سب میں مشترک ہے، پھر حکم اللہ ورسول کے ساتھ خاص اور کمہار، کسگر، پاگل، جانور سے منتفی ہونا کیا معنی؟۔ یہ صاف صریح ان کی تقریر کا منطوق ہے۔ اس میں تیسری شق کدھر سے آگئی، ابتدائے کلام ان لفظوں سے تھی کہ...

''اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے'' الخ

''اللہ کی کیا تخصیص ہے'' الخ

جس کا صاف مطلب نفی فرق تھا، یعنی اتنی بات میں سب برابر ہیں کہ سب میں مشترک ہے، کسی کی خصوصیت نہیں۔ اور انتہائے کلام ان لفظوں پر ہوئی کہ...

''نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے''۔

''خدا و غیر خدا میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے''۔
یہ بھی وہی بات ہوئی کہ اس امر میں نبی و غیر نبی میں کچھ فرق نہیں۔ خدا و غیر خدا میں کچھ فرق نہیں
اوُ کیا فرق ہے۔ تو اول تا آخر مسلسل متلاصق متناسق کلام کا آدھا الگ توڑ کر محض زبان زوری سے
تمال داخل کیے لیتے ہیں جو اس تقریر کے بالکل خلاف ہے۔ یہاں تو نفی فرق ہو رہی ہے، اور اس
ء احتمال پر فرق تسلیم کیا ہے، وہ بھی اتنا عظیم کہ آسمان و زمین کے فرق کو اس سے کچھ نسبت نہیں، یعنی
خدا کی مبدئیت، کہاں کسگر کمہار کی۔ کہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم غیب، کہاں
نور کے۔
کیوں تھانوی صاحب! نفی فرق کی شق کو تسلیم فرق کی شق بنانا، ان بلید و بلید کی کیسی کھلی بے ایمانی
انوی صاحب! مطلب تو مطلب لفظوں ہی کو دیکھیے، کہاں تو یہ کہ..
''وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے''۔
یعنی کوئی وجہ فرق نہیں جو مدعی ہو بیان کرے، جس میں صاف انکار فرق ہے۔
اور کہاں یہ کہ...
''شرعاً اس فرق کے معتبر ہوتے پر دلیل لانا ضرور ہے''۔
جس میں صاف اقرار فرق ہے۔ کیوں تھانوی صاحب! انکار کو اقرار ٹھہرا کر کونسا کافر مسلمان
ہ سکتا؟۔
سوال سی و ششم:
جناب تھانوی صاحب! ملاحظہ ہو کہ رسلیا والے کو خود اس ''بسط البنان'' میں بھی تسلیم ہے کہ اس
پر مستقل دلیل ہے۔ ص ۲ پر کہتا ہے:
''میں نے اس دعوے پر دو دلیلیں قائم کی ہیں، وہ عبارت دوسری دلیل کی ہے جو اس لفظ سے
وئی ہے:
''پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر الخ''
اب اگر اس کی دو شقی میں وہ تیسرا احتمال داخل نہ کریں جب تو بے شک یہ دلیل رہتی ہے اور وہ
اگر چہ یہ دلیل اسے جہنم کی طرف دلیل ہو کہ دو شقیں کر کے دونوں باطل کر دیں، مگر یہ اپنی دو شقی
سرا داخل کر کے ''وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے'' کہ یہ معنی گڑھتا ہے کہ...
''اس فرق کے معتبر ہونے پر دلیل لانا ضرور ہے''۔

یہ دلیل نہ ہوئی بلکہ طلب دلیل ہوئی، اور یہ قائل مستدل نہ رہا بلکہ مانع ہو گیا، مگر خود اسے اب تک تسلیم ہے کہ وہ مستدل ہے مانع نہیں، اس کی یہ تقریر دلیل ہے سوال نہیں، تو اسی کے منہ واضح ہوا کہ اس کی دو شقی میں اس تیسری کا دخول ''حفظ الایمان'' تو ''خفض الایمان'' اس ''بسط البنان'' کے ص ۴ لکھنے تک بھی اس کے ذہن میں نہ تھا، اب خصم کی مار بچانے کو یہ جھوٹا شاخسہ نہ چھیڑا اور خود اپنے اوپر بھی بہتان جوڑا ہے۔

سوال سی و ہفتم:

- جناب تھانوی صاحب! ان دونوں پلید و بلید کی نویں غداری دیکھیے!

اولاً: سائل کا سوال کہ وہ بھی انہی کا خانہ ساز تھا اس کی عبارت ملاحظہ ہو جس میں صراحۃً یہ الفاظ موجود کہ...

زید کا یہ عقیدہ کیسا ہے؟۔

نہ یہ کہ صرف لفظ کو پوچھتا ہو اگر چہ معنی صحیح ہوں، اسے یہ رسلیا والا یوں بناتا ہے کہ...

''سوال میں مقصود اصل مسئلہ کی تحقیق نہیں ہے بلکہ عالم الغیب کے اطلاق کو پوچھا ہے''۔

تھانوی صاحب دیکھیے! یہ بلید کیسا کذاب و دزد بکف چراغ ہے، سائل تو صاف صاف عقیدہ کو پوچھتا ہے، یہ نرے اطلاق لفظ پر ڈھالتا ہے۔

ثانیاً: جواب کے لفظ دیکھیے:

''آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے''

ملاحظہ ہو! نفس حکم کو صحیح نہیں مانتا، نہ کہ صرف اطلاق لفظ کو۔

ثالثاً: دلیل ذلیل جو پیش کی اگر ٹھیک پڑتی تو یہ بھی نفس حکم کا ابطال کر رہی ہے، نہ کہ صرف اطلاق لفظ کا، اگر چہ حکم صحیح اور منشا ثابت ہو، اور وہ اس تیسری شق پر منشائے حکم کو خود تسلیم کرتا اور انکار کو صرف اطلاق لفظ کی طرف پھیرتا ہے کہ...

''یہ ثابت کرنا چاہیے کہ عالم علوم شریفہ کثیرہ پر شریعت نے عالم الغیب کو اطلاق کرنے کی اجازت دی ہے''

ملاحظہ ہو! اس شق سوم پر منشائے حکم عالم علوم شریفہ کثیرہ ہوتا تھا، اسے تسلیم کرتا اور صرف اجازت اطلاق لفظ کا ثبوت مانگتا ہے، تو خود اسی کے منہ روشن طور پر واضح ہوا یا نہیں کہ اس کی دو شقی تقریر میں یہ تیسرا کسی طرح داخل نہیں ہو سکتا۔ اس سے تو سائل نے صراحۃً حکم و عقیدہ کا سوال کیا، اور اس نے صاف

صرف اطلاق لفظ میں کلام کرتا ہے کیوں کر داخل ہو سکتا ہے۔

تھانوی صاحب! کیا آپ نہ کہیں گے کہ یہ عیار غدار پکے بے ایمان کیا دین:

﴿یحرفون الکلم عن مواضعہ﴾(۱) میں یہود کے بھی استاد ہیں۔

سوال سی و ہشتم:

جناب تھانوی صاحب! اگر ہم ان دونوں پلید و بلید کی مان بھی لیں، تو ذرا غور سے بتائیے کہ اس میں رسیا والا بلید بڑھ کر رہا۔ یا ولید پلید؟۔ ہم تو جانیں ولید پلید رسلیا والے پر چڑھ کر رہا، اس لیے فریبی بناوٹ پر دونوں پلید و بلید کا حاصل تقریر وہاں تک تو مشترک رہا، آگے ولید کو دوراہیں ہیں:

اولاً، وہ کہہ سکتا ہے کہ زید مستدل تھا اور میں مانع ہوں، مجھے اتنا کہنا کافی ہے کہ صحت اطلاق کے فرق کے شرعاً معتبر ہونے پر دلیل لانا ضروری ہے۔

ثانیاً: مستدل بنے تو یہ کہہ سکتا ہے کہ اللہ عزوجل کے نام توقیفی ہیں، صحت اطلاق کے لیے صرف معنی کافی نہیں، اور قرآن وحدیث سے نہ لفظ مبدأ ثابت ہے نہ لفظ فیاض۔ فرق ہزاروں قسم کے سہی اطلاق نہیں۔ مگر بلید بے چارے نے اپنی دونوں گلیاں بند کرلیں، پہلی تو اس لیے کہ وہ اپنی مسماۃ'' بنان'' کے منہ اقرار کر بیٹھا کہ میں مستدل ہوں نہ کہ مانع۔ اور پچھلی اس لیے کہ بے چارہ ولید کی سی دلیل بھی پیش نہیں کرسکتا۔ لے دے کر اگر کہے تو وہی جو دلیل اول میں کہہ چکا ہے کہ اس میں ایہام بذا جائز نہیں۔ اس تقدیر پر یہ وہی دلیل اول ہو جائے گی کہ جب صرف اطلاق لفظ میں بحث ہے تو سے اسی قدر متعلق، اور یہ عین دلیل اول ہے، باقی ہزلیات لغو وخارج از بحث ہیں، حالاں کہ وہ اسی ''بسط البنان'' کے منہ اقرار کر چکا ہے کہ میں نے اس پر دو دلیلیں قائم کی ہیں، دوسری دلیل اس لفظ روع ہے:

''پھر آپ کی ذات مقدسہ پر الخ''

بے چارے کی دونوں گلیاں بند ہیں، کہیے ولید پلید رسلیا والے پر چڑھ کر رہا یا نہیں۔ غرض جناب صاحب ملاحظہ ہو! بے چارے رسلیے والے نے کفر کا ٹوکرا سر سے ٹالنے کے لیے اپنی دوشقی میں احتمال داخل کرنے کے لیے ساتوں کرم کیے، انکار فرق کو اقرار فرق بنایا، سوال عقیدہ کو سوال لفظ بنایا کو تصحیح حکم بنایا، ابطال منشا کو تسلیم منشا بنایا، دلیل ابطال معنی کو دلیل ممانعت لفظ بنایا، خود مستدل سے مانع

بنا۔غرض گرگٹ کے سے رنگ بدلا، کونسا روپ تھا کہ نہ بھرا، اعلانیہ پیٹ بھر کر کھایا، مگر کال نہ کٹا۔

کیوں جناب تھانوی صاحب! یوں ''نہ'' کو ''ہاں'' ۔ ''ہاں'' کو ''نہ''، بنا کر کون سے مجنوں کا کلام صحیح نہیں ہوسکتا۔کون سے کافر کا کفر اسلام نہیں ہوسکتا۔اسی پر کہتے تھے کہ...

مصنف حسام الحرمین اور تمام علمائے کرام حرمین شریفین رسلیا والے کا مطلب نہ سمجھے، بے شک ایسا مطلب وہی سمجھے جس سے دونوں جہاں میں خدا سمجھے۔تھانوی صاحب بناوٹ کا مزہ چکھا:

''ذق انك انت الاشرف الرشید.''

سوال سی ونہم:

جناب تھانوی صاحب! اب کہ رسلیا والے کا گھونگھٹ کھل گیا، اور سب نے دیکھ لیا کہ کلام معنی میں ہے نہ صرف اطلاق لفظ میں، اگر چہ یہ بکمال بے حیائی اپنی دوشقی میں وہ تیسرا احتمال داخل بھی کر لے تو اب اس کی اس پچھلی کیا دی کا حاصل یہ ہوگا کہ اگر چہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب کے علوم کثیرہ جلیلہ شریفہ وافرہ حاصل ہیں، اور پاگل یا جانور کو ایک آدھ ذلیل بات کا علم غیب، یہ فرق ہے تو بے شک ''مگر شرعا اس فرق کے معتبر ہونے پر دلیل لانا ضرور ہے''۔یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بے حد وپایاں علوم غیب کی شرع نے کچھ قدر کی ہو، اور اسے حضور کے لیے توصیف ومدح کا سبب جانا ہو، ایسا نہیں بلکہ شرع کی نگاہ میں مورث مدح نہ ہونے میں حضور کے علوم اور ہر پاگل جانور کا علم یکساں ہے، اس لیے کہ شرع نے اس فرق کا کچھ اعتبار نہیں کیا ہے۔

کیوں جناب تھانوی صاحب!

یہ کیا کھلا کفر نہیں؟۔یہ کیا توہین شان محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہیں؟۔

یہ کیا صریح ابطال قرآن وحدیث واجماع امت نہیں؟۔

(۱) اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ﴾ (۱)

ہمارا محبوب غیب کے بتانے میں بخیل نہیں۔ہمارا محبوب غیب کی تعلیم میں متہم نہیں۔

کہیے آپ کے کسی پاگل یا جانور کی بھی ایسی مدح فرمائی۔کہیے شرع نے فرق معتبر مانا یا نہیں۔

(۲) اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهِ أَحَداً إِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِن رَّسُولٍ﴾(۱)

اللہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں فرماتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو۔

کہیے آپ کے کسی پاگل یا جانور کا بھی استثنا فرمایا۔

(۳) اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِن رُّسُلِهِ مَن يَشَاء﴾(۲)

اللہ اس لیے نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں اپنے غیب پر مطلع فرمادے ہاں اللہ اپنے رسولوں میں جسے ہے چن لیتا ہے۔

کہیے آپ کے کسی پاگل یا جانور کو بھی "ہاں" فرمایا۔ کیا آپ کے پاگل اور جانور "عام" میں داخل نہیں

(۴) اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللّٰهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ﴾(۱)

اگر تم ان سے پوچھو تو وہ ضرور کہیں گے کہ ہم تو یوں ہی مشغلے اور کھیل میں تھے تم فرمادو کیا اللہ اور ں آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔

ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ امام بخاری و مسلم اپنے مصنف، اور ابن جریر و ابن منذر و ابن ابی حاتم و ابو اپنی اپنی تفاسیر میں امام اجل سیدنا مجاہد تلمیذ خاص عالم القرآن حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی:

"انہ قال: فی قولہ تعالیٰ: ﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ ب﴾[أيضاً: ٦٥] قال رجل من المنافقين يحدثنا "محمد ان ناقة فلان بوادی ا وكذا وما يدريه بالغيب".

یعنی اس آیت کریمہ کی شان نزول یہ ہے کہ ایک منافق نے کہا تھا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں یتے ہیں کہ فلاں شخص کا ناقہ فلاں جنگل میں ہے، محمد کو غیب کا کیا علم۔ اس پر اللہ عزوجل نے فرمایا: کیا رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو، تم اس کلام کے کہنے سے کافر ہو گئے،

[سورۃ الجن: ۲۷] (۲) [سورۃ آل عمران: ۱۷۹]

[illegible]

دیکھو تفسیر امام ابن جریر مطبع مصر جلد ا ص ۱۰۵!
اور تفسیر در منثور امام جلال الدین سیوطی مطبع مصر جلد ۳ ص ۲۵۱!
تھانوی صاحب اور سب دیوبندی صاحبو اور سب وہابی صاحبو! جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یوں کہا کہ ان کو غیب کا کیا علم، رسول کو کیا خبر، اس پر اللہ واحد قہار کا فتوائے تکفیر مبارک۔ کبھی آپ کے کسی پاگل یا جانور کو ایسا کہنے پر بھی کافر تو کافر کچھ بھی برا کہا۔ کہیے شرع مطہر نے اس فرق جلیل کا کتنا عظیم اعتبار فرمایا۔ رسلیا والا پہلے تو فرق ہی نہ مانتا تھا، اب ہارے درجے مانا تو اسے بے اعتبار کر دیا، ہر طرح رہا کافر کا کافر۔ کیوں تھانوی صاحب کتنا ٹھیک ہے۔
فائدہ: ذرا یہ بھی یاد رہے کہ بعینہ یہی لفظ "ما یدریہ بالغیب" یعنی رسول کو کیا خبر، آپ کے امام جی اسماعیل دہلوی صاحب نے اپنی ''تقویت الایمان'' میں لکھے ہیں، ان پر بھی اللہ عزوجل کا یہ فتوائے کفر نازل ہوا یا نہیں

(۵) اللہ عزوجل فرماتا ہے:
﴿وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا﴾ (۱)
خضر کو ہم نے اپنے پاس سے ایک علم دیا۔
تفسیر بیضاوی میں ہے: وهو علم الغيوب.
وہ علم کہ اللہ تعالیٰ نے خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمایا وہ غیبوں کا علم ہے۔
(۶) اللہ عزوجل فرماتا ہے:
﴿قَالَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا﴾ (۲)
خضر نے موسیٰ سے کہا: آپ میرے کاموں پر صبر نہ کر سکیں گے۔
تفسیر ابن جریر میں اس آیت کے تحت میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:
((كان رجلا يعلم علم الغيب قد علم ذلك)) (۳)
خضر علم غیب جانتے تھے ان کو یہ علم دیا گیا تھا۔

---

(۱) [سورۃ الکھف: ٦٥]
(۲) [سورۃ الکھف: ٦٧]

۷)اسی حدیث میں ہے،ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:خضر علیہ الصلوۃ والسلام نے
لام سے فرمایا:
لم تحط من علم الغیب بما اعلم))(۱)
غیب میں جانتاہوں آپ کاعلم اسے محیط نہیں۔
۸)مرقاۃ شرح مشکاۃ شریف میں ''کتاب عقائد'' حضرت شیخ عبداللہ شیرازی سے ہے:
عتقد ان العبد ینقل فی الاحوال حتی یصیر الی نعت الروحانیة فیعلم الغیب"(۲)
راعقیدہ ہے کہ بندہ ترقی مقامات پاکر صفت روحانی تک پہنچتا ہے،اس وقت اسے علم غیب
ہے۔
۹)اسی میں اسی ''کتاب عقائد'' سے ہے:
یطلع العبد علی حقائق الاشیاء وتجلی له الغیب وغیب الغیب."(۳)
رایمان کی قوت بڑھ کر بندہ حقائق اشیاء پر مطلع ہوتا ہے اور اس پر غیب تو غیب،غیب کا بھی غیب
اہے۔
۱۰)امام شعرانی کتاب ''الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر'' میں فرماتے ہیں:
لمجتهدین القدم الراسخ فی علوم الغیب".
م غیب میں ائمہ مجتہدین کا قدم مضبوط ہے۔
کہیے علم غیب کا حکم صحیح ہوا یا نہیں؟۔کہیے فرق معتبر ہوا یا نہیں؟۔کہیے خود قرآن عظیم نے آپ پر
یا یا نہیں؟۔کہیے اللہ واحد قہار کا فتویٰ بھی آپ کو قبول ہے یا نہیں؟۔کیا اللہ عزوجل کو بھی کہہ
سام الحرمین کے مفتیوں کی طرح وہ بھی ہمارا مطلب نہ سمجھا،اور ناحق کفر کا فتویٰ جڑ دیا۔
نبیہ:تھانوی صاحب!یہ مباحث جلیلہ جو یہاں طے ہولیے کہ بحث خود حکم میں ہے نہ کہ صرف
یں،اور یہ کہ اطلاق لفظ سے منع ہو تو صرف بربنائے ایہام،وہ یہ دلیل نہیں دلیل اول ہے،یہ
منشا حکم کر رہی ہے نہ کہ ایک لفظی حکم کا بیان،اور یہ کہ خفض الایمان کی دوشقی میں تیسرا احتمال کسی

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح: کتاب الایمان، ۱/۶۲]

طرح نہیں سماتا، بلکہ اس کا صریح مخالف ہے، اور یہ کہ بفرض باطل اگر وہ تیسرا بھی لیجیے تو اس کا حاصل یہ کہ علوم عظیمہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا ہوئے شرعاً محض بے قدر ہیں، اس قابل نہیں کہ ان کے سبب علم غیب کا حکم ذات مقدسہ پر صحیح ہو۔ یہ سب مباحث یاد رکھنا کہ ان بلید و پلید کی دسویں کیا دی میں پھر ان کے اعادہ کی حاجت نہ ہو۔ ذی روحوں میں سے سب سے ارذل جانور ہیں، اور جانوروں میں ایک نہایت رذیل وہ مسکین بار بر ہے جو حماقت میں ضرب المثل ہے، پھر بھی جب کسی بدخصلت پر بہت سے ڈنڈے کھالیتا ہے انھیں یاد رکھتا اور اسے چھوڑ دیتا ہے، ان بلید و پلید سے کہیے کہ آدمی صورت ہو کر ایک گدھے سے بدتر حالت میں نہ ہوں، اگرچہ ہے یہی کہ ﴿بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ (۱)

تنبیہ: اس کے بعد مسماۃ بسط البنان نے مسئلہ غیب کی نسبت چند سطروں میں کچھ ریز کی ہے، اس کا جواب باذن الوہاب مستقل رسالہ سے سنیے گا، مجھے تو یہاں رسلیا والے کے کفر سے بحث ہے۔

سوال چہلم:

جناب تھانوی صاحب! اس تمام خرابی بسیار کے بعد ان دونوں پلید و بلید کی سب سے پچھلی، سب سے بدتر دسویں کیا دی، بربادی، ہٹ دھرمی، شوخ چشمی، ڈھٹائی، بے حیائی ملاحظہ کیجیے کہ...

خبثاً اپنے کفر میں اگلے دو ایک علما کو بھی سانا چاہتے بلکہ سانتے ہیں، کافر کفر و اسلام کا فرق کیا جانیں، مسلمانوں کو بھی اپنا سا جانتے ہیں۔ رسلیا والے کی مسماۃ ''بسط البنان'' اپنی بڑھتی بہار میں یوں کھلکھلاتی ہے۔

شرح مواقف کے موقف سادس، مرصد اول، مقصد اول، میں فلاسفہ کے جواب میں ہے:

''قلنا: ماذكرتم مردود بوجوه؛ اذ الاطلاع على جميع المغيبات لايجب للنبي اتفاقا منا ومنكم، ولهذا قال سيد الانبياء۔

﴿وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ﴾ (۲)

والبعض أي الاطلاع على البعض لايختص به أي بالنبي۔ (۳)

انصاف درکار ہے، کیا ''لایختص'' کا وہی مفہوم نہیں جو عبارت ''حفظ الایمان'' کا ہے۔ اور

---

(۱) [سورۃ الفرقان: ٤٤]

(۲) [سورۃ الاعراف: ۱۸۸]

ہ پر بولتی ہے:

اس عبارت سے بھی اصرح واشبہ "مطالع الانظار شرح طوالع الانوار" للبیضاوی
ہ الله تعالی کی عبارت ذیل جو صفحہ ۴۰۸ طبع استانبول وصفحہ ۱۹۹ طبع مصر میں ہے:

فمذهب الحكماء الىٰ أن النبي من كان مختصا بخواص ثلث : الاولى أن
ون مطلعاً على الغيب بصفاء جوهر نفسه وشدة اتصاله بالمبادي العالية من
سابقة كسب وتعليم وتعلم (الى قوله) وقد أورد على هذا بأنهم ان أرادوا
طلاع الاطلاع على جميع الغائبات فهو ليس بشرط في كون الشخص نبياً
نفاق ، وان أردوا به الاطلاع على بعضها فلايكون ذلك خاصة لنبي ؛ اذما
د الا و يجوز أن يطلع على بعض الغائبات من دون سابقة تعليم وتعلم . وأيضا
س البشرية كلها متحدة بالنوع فلاتختلف حقيقتها بالصفاء والكدر فما جاز
س جاز أن يكون لبعض آخر، فلايكون الاطلاع خاصة للنبي اه".

بعینہ اسی طرح ولید پلید کہتا ہے، فقط ''خفض الایمان'' کی جگہ اس کی بہن اپنی رسلیا ''خبط
ان'' کا نام لیتا ہے۔

کیوں جناب تھانوی صاحب! جس طرح بلید خفض الایمان والا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
کے علم اقدس کو پاگل چوپائے کے علم سے ملانے والا عبارتوں کو محض منہ زوری سے اپنی سند بناتا اور اپنا
ان دو عالموں پر تھوپا چاہتا ہے، اسی طرح ولید ''خبط الشیطان'' والا اللہ عزوجل کی مبدئیت کو ہر کنکر کمہار
بدئیت سے ملانے والا۔ کیا ان دونوں کتابوں کو یوں ہی بزور زبان اپنی سند بتا کر اپنا کفران پر نہیں
پ سکتا۔ دونوں میں وجہ فرق کیا ہے؟۔

سوال چہل ویکم:

جناب تھانوی صاحب! ہم آپ سے بعض مسائل شرعیہ دریافت کریں، ذرا آنکھیں کھول کر
میں آکر ان کو جواب دیجیے۔ اہل علم پر تو بعون اللہ العزیز المقتدر اسی قدر سے ان دونوں پلید و بلید کی
ری بربادی واضح ہوجائے گی، اس کے بعد بحولہ تعالیٰ مسماۃ ''بسط البنان'' کے خاص مغالطہ کھولنے پر
ں، تمام اہل فہم ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے سمجھ لیں گے کہ مسماۃ ملعونہ نے کیسی ڈھٹائی برتی، اسی ضمن میں
ہ تعالیٰ رسلیا والے کی تحریف وتبدیل عبارتوں میں قطع وبرید ظاہر کریں جس سے بعونہ تعالیٰ ہر بچہ پلکہ

ایمان۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ المستعان

ہاں جناب!

(۱) اللہ عزوجل پر لفظ ''معبود'' کا اطلاق قرآن عظیم یا حدیث متواتر یا مشہور میں کہیں آیا ہے؟۔

(۲) اگر حدیث احاد میں کہیں ہے تو وہ حدیث صحیح یا ضعیف یا کیسی ہے؟۔

(۳) اللہ عزوجل کے اسما توقیفی ہیں یا نہیں؟۔

(۴) عَبَد بالتحریک بمعنی غضب وانکار ہے یا نہیں؟۔ قاموس دیکھ کر بولیے تو عابد بمعنی غضب وانکار کنندہ اور معبود بمعنی مغضوب ومنکر ہوا یا نہیں؟۔

(۵) اگر بزعم خود ان وجوہ پر کوئی شخص اس کا اطلاق ممنوع مانے حالانکہ اللہ عزوجل کے الٰہ حق ہونے پر قطعی ایمان رکھتا ہے، تو کیا وہ صرف اس لفظی فرعی بحث کے باعث کافر یا توہین کنندہ رب العزت یا بددین ہوجائے گا؟۔ اس پر جواعتراض ہوگا وہ علمی بحث ہوگی، جیسی کسی عالمانہ غلطی یا لغزش پر ہوتی ہے ۔ یا نوبت تا بحکم کفر وبددینی پہنچے گی، حالانکہ اس کا کلام بوجہ عدم توقیف۔ یا ایہام معنی سخیف صرف اطلاق لفظ میں ایک فقہی طرز پر ہے، حقیقت معنی کا قطعا معتقد ومقر ہے۔ کیا فقہا میں اختلاف نہیں ہوتے؟ کیا ان میں ایک فریق کی تکفیر وتضلیل کی جاتی ہے؟۔

سوال چہل ودوم:

لیکن ولید پلید اگر اس پر یوں انکار کرے کہ اللہ کی ذات مقدسہ پر معبودیت کا حکم کیا جانا اگر بقول حمید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس سے مراد معبود کل ہے، یعنی ہر شخص جس کی عبادت کرتا ہو۔ تو یہ تو بداہۃ نہیں، کروڑوں آدمی اور جن اسے نہیں پوجتے۔

﴿وَلَا أَنتُمْ عَٰبِدُونَ مَآ أَعْبُدُ﴾(۱)

بلکہ ہزاروں وہ ہیں کہ پوجنا تو درکنار اسے مانتے ہی نہیں۔ اور معبود بعض مراد ہے کہ کوئی شخص جسے پوجتا ہو، تو اس میں ''اللہ کی کیا تخصیص ایسا معبود تو ہر بت اور پتھر اور پیڑ یہاں تک کہ مہادیو کا لنگ بھی ہے، ان میں اور اللہ میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے''

تو اس ولید ملعون نے اللہ عزوجل کی توہین کی یا نہیں؟۔ کھلا کفر بکا یا نہیں؟۔

(۲) اس کی ناپاک تقریر سرے سے معبودیت اللہ تعالٰی کی نفی کرتی ہے۔ یا فقط اطلاق میں ایہام

ہے۔
(۳) اس کا یہ عذر کہ میری بحث تو صرف اطلاق لفظ میں ہے، صریح بے ایمانی ہے یا نہیں؟۔
(۴) اطلاق لفظ پر بحث میں عدم توقیف یا ایہام کا ذکر ہوتا، اس تقریر کی اس میں کیا گنجائش تھی،
سے اس پر ڈھالنا، اس تمام تقریر کو اڑا دینا، اور گفتہ کو ناگفتہ ٹھہرا دینا ہے یا نہیں۔ یوں ہر کافر اپنے آپ
سلمان گڑھ سکتا ہے یا نہیں۔
(۵) یہ تو نفس عبارت و مطلب کی صریح مباینت ہے، جس کے باعث اس تقریر کفر تخمیر کو اس
ق لفظ کی بحث فقہی بتایا، کسی کچے پاگل، یا پکے مکار، بے ایمان کے سوا دوسرے سے معقول نہ تھا، مگر
۔ کہ وہ اطلاق لفظ کی بحث پہلے لکھ کر یہ تقریر جدا لکھے اور خود مقر ہو کہ یہ میری دوسری دلیل ہے، اس کے
سے پہلی کی طرف ڈھالے، تو آپ اس کے لیے پاگل یا مکار بے ایمان سے بڑھ کر کوئی خطاب تجویز
ئیں گے یا اسی قدر پر قناعت کریں گے؟۔
(۶) اسی کا دوسرا پہلو: خیر یہ تو ولید پلید کے کوتک تھے، اب اس کا بڑا اچھا شرید شریر کہ اصل مناط
دیت یعنی وجوب وجود و خالقیت کل کا منکر ہے، یوں کہے کہ لوگ جس کی عبادت کرلیں وہی خدا ہے،
پر حمید کہے کذاب تو جھوٹا ہے، خدا کے یہ ہر گز معنی نہیں، سب لوگوں کا عبادت پر متفق ہونا تو بالاطلاق
الوہیت نہیں، اور بعض تو ہر بت اور پتھر اور پیڑ اور لنگ تک کو پوجتے ہیں، تو تیرے طور پر یہ سب خدا ہو
یں گے۔ اس صورت میں حمید نے حق کہا یا نہیں؟۔ اور معاذ اللہ حمید نے توہین کی یا شرید شریر نے جو
ن کی تھی اس کا رد کیا؟۔
(۷) اگر مسلمانوں کے ڈر سے حق بول دو کہ ہاں پہلی صورت میں ولید نے توہین الٰہ کی اور کافر
، اور دوسری صورت میں حمید نے حق کہا اور توہین کا رد کیا، تو اب وجہ فرق بتانا ضرور ہے۔ ولید و حمید
ں کی بات اندھوں کو ایسی ہی ایک معلوم ہوگی جیسی "حفظ الایمان" اور شروح مواقف و مطالع کی کہ
ں نے عبادت کل کی نفی کی، اور عبادت بعض کو اللہ سے نہ جانا، تو آپ کے لیے دونوں ایک ہی بات کہہ
ہے ہیں، "لا یختص" کا مفہوم دونوں میں مشترک ہے۔
سوال چہل وسوم:
آپ اپنی مبلغ علم دنیا ہی میں دیکھیے! بادشاہ وقت کہ ملک چند اقلیم و مالک متعدد تخت سیم ہو، کئی
نتیں اس کے زیر حکم ہوں، رعایا اسے سلطان قاہر کے لقب سے تعبیر کرے۔
(۱) اس پر طاغی کہے "اس سے مراد کل عالم پر تسلط ہے، تو یہ بداہۃً غلط ہے۔ کل زمین اس کی

سلطنت میں نہیں۔اور بعض حصۂ زمین پر تسلط مراد تو اس میں بادشاہ وقت کی کیا تخصیص ہے، ایسا تسلط تو ہر نواب، راجہ، بلکہ ہر چھوٹے سے زمیندار، بلکہ اپنے گھر پر ہر بھنگی چمار، کو ہوتا ہے۔اس بادشاہ اور بھنگی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے۔وہ بادشاہ کی سلطنت قاہرہ کا منکر اور ہر بھنگی چمار سے اسے ملا کر اس کی توہین کرنے والا ہوا یا نہیں؟۔

(۲) باغی کہ اصل مناط یعنی مالکیت تاج وتخت وفوج ونگین وخود مختارانہ حکم نافذ بہ قہر مبین سے منکر ہے، یوں کہے کہ جو کوئی بھی زمین میں تسلط رکھتے ہوں سب سلطان قاہر ہیں، اس لقب وخطاب کے لیے اسی قدر درکار ہے، اس پر کوئی نائب سلطنت کہے کہ بے ادب تو جھوٹا ہے، زمین میں نرے تسلط سے کیا کام چلتا ہے۔کل زمین پر تسلط تو بالاتفاق مراد نہیں، اور بعض پر تسلط میں بادشاہ کی کیا تخصیص ہے، یہ تو ہر نواب، راجہ، بلکہ ہر زمین دار، بلکہ اپنے گھر پر ہر بھنگی چمار، کو ہے، تو تیرے طور پر سب سلطان قاہر کہلانے کے لائق ہو جائیں گے۔کیا اس صورت میں نائب سلطنت نے بادشاہ کی توہین کی یا اس کی عظمت جتائی اور باغی نے جو اس کی سلطنت قاہرہ کی بے قدری کی تھی اس کی تقبیح وتہجین کی؟۔

(۳) اگر بادشاہ وقت کے ڈر سے حق بول دو کہ بے شک پہلی صورت میں اس طاغی نے توہین بادشاہ کی، اور دوسری میں نائب سلطنت نے حق کہا، اور باغی نے جو توہین کی تھی اس کا رد کیا، تو دونوں کے کلام میں فرق بتائیے۔آپ کے طور پر تو اس طاغی اور نائب سلطنت دونوں کی بات ایک سی ہے، دونوں نے تسلط کل زمین کی نفی کی اور تسلط بعض حصہ زمین کی بادشاہ سے خصوصیت نہ مانی۔پھر کیا وجہ کہ طاغی تو بادشاہ کی توہین کرنے والا ٹھہرا، اور نائب سلطنت اس کی توہین کا رد کرنے اور عظمت کا قائم رکھنے والا ہوا؟۔

تھانوی صاحب! اب بھی آپ کو دن میں سورج سوجھا یا نہیں، جو فرق ان مثالوں میں بتاؤ گے وہی ظاہر کردے گا کہ یوں "حفظ الایمان" والا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عظمت عظیمہ سے طاغی اور حضور کی صریح شدید قطعی یقینی توہین کرنے والا ہوا، اور شارحان مواقف وطوالع نائبان سلطنت نے نبوت کی اس کم قدری کو کہ باغی فلاسفہ نے کی تھی رد کیا اور اس کی عظمت جلیلہ کا ثبوت دیا۔

سوال چہل وچہارم:

میں جانتا ہوں کہ جناب کو اتنی عقل بھی نہ دی گئی کہ واضح وروشن مثالوں کے بعد بھی مطلب سمجھ سکو جب تک اصل منشائے غلط پر صریح تنبیہات سے نفس مقام پر اس کی تطبیق دکھا کر ہندی کی چندی نہ کردی جائے، پھر بھی جناب کا سمجھ لینا اگرچہ از قبیل خرق عادت ضرور ہے مگر ایک احتمال بعید عقلی تو ہے لہذا بتائیے کہ...

نی معرَّف مذکور'' کہ عبارات آئندہ میں لفظ تعریف سے ہم اسی کو مراد لیں گے'' معرَّف کا
لازم ہے یا نہیں، معرف اس پر اور وہ معرف پر مقصور ہوتا ہے یا نہیں، جہاں وہ پایا جائے معرف
وہاں موجود ہوگا یا نہیں؟۔
۲) معرف سے اس کا اجلیٰ واظہر ہونا ضرور ہے یا نہیں؟۔
۳) وہ تمیز کے لیے ہوتا ہے یا ابہام کے لیے؟۔
۴) معنیٰ مبہم نا متعین کا اس میں ارادہ باطل ہے یا نہیں؟۔
وال چہل و پنجم:
طلق کی دونوں طرفین ادنیٰ واعلیٰ خود متعین، اور اوساط مبہم ومحتمل ہیں یا نہیں؟۔
) مثلاً علم یا اطلاع اگر اس سے مطلق علم مراد لیجیے، یعنی کسی شے کا علم اگر چہ ایک ہی کا ہو اگر چہ
رجہ کی ہو تو یہ سب سے کم تر درجہ ہے۔ اور اگر علم مطلق مراد ہو، یعنی جمیع معلومات کا علم اس طرح
اس سے خارج نہ رہے تو یہ سب سے برتر درجہ ہے۔ یہ تو دونوں متعین ہیں، مگر وسط یعنی کم تر
برتر سے کم اس میں ہزاروں لاکھوں بلکہ غیر متناہی مراتب ہیں کہ دو چیز کا علم ہو۔ دس کا، سو کا،
، الیٰ غیر ذلک، تمام مراتب اعداد یہاں محتمل ہیں، آیا ایسا ہے یا نہیں؟۔
۲) علمانے جا بجا مطلق کو ادنیٰ یا اعلیٰ پر حمل کے سوا اوساط پر حمل کو اسی عدم تعین کی بنا پر کہ ترجیح
م آئے گی، رد فرمایا ہے یا نہیں؟۔
وال چہل و ششم:
) کیا وصف مدح کے لیے اسی قدر بس ہے کہ فی نفسہ ایک شرف والی بات ہو اگر چہ عام مبتذل
کس کو شامل ہو۔
ثلاً تھانوی صاحب کی کوئی یہ مدح کرے کہ...

دندان تو جملہ در دہا نند	چشمان تو زیر ابروانند
نے دم بسرین نہ شاخ برسر	نے جبہ مو چو خرس در بر

کیا مدح سمجھا جائے گا، یا تمسخر واستہزا؟۔ حالاں کہ بجائے خود ضرور یہ اوصاف حسن ہیں کہ...
﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِيْ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ﴾(۱)

سورۃ التین: ۴

کی خبر دیتے ہیں۔

(۲) یا یہ لازم کہ وہ ممدوح ہی سے خاص ہو، اس کے غیر میں اصلا نہ پایا جائے۔ قرآن کریم نے ہمارے حضور پر نور سید عالم ﷺ کی نسبت فرمایا:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾(۱)

اور فرمایا:

﴿ یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ﴾(۲)

اور سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی نسبت فرمایا:

﴿وَلَقَدِ اصْطَفَیْنٰهُ فِی الدُّنْیَا وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ﴾(۳)

کیا رسالت صرف ہمارے حضور اور صلاح صرف سیدنا ابراہیم کے ساتھ خاص ہے، ان کے سوا نہ کوئی رسول، نہ صالح۔

(۳) وہ ممدوح پر مقصور نہ سہی، کیا یہ ضرور ہے کہ ممدوح اس پر مقصور ہو، یعنی اس کے سوا ممدوح میں کوئی وصف کمال ہو ہی نہیں، کیا کسی معظم کی ثنا دو وصفوں سے ممکن نہیں، کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سوائے رسالت اور ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم میں سوائے صلاح کوئی خوبی نہیں؟۔

(۴) قصر جانبین سے نہ سہی، کیا یہ ضرور ہے کہ وہ جامع جملہ اوصاف ممدوح ہو، ایک اسی کے کہنے میں جملہ صفات ممدوح آجاتے ہوں، کیا وصف رسالت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جملہ کمالات اور وصف صلاح سیدنا خلیل علیہ الصلاۃ والسلام کے جملہ فضائل کو شامل ہے؟۔ ایسا ہو تو جتنے رسول ہیں سب جملہ کمالات محمدیہ ۔علی صاحبھا افضل الصلاۃ والتحیۃ۔ سے متصف ہوں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے کوئی فضیلت خاصہ نہ رہے، جتنے صالحین ہیں سب تمام فضائل خلیل الرحمٰن صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ سے موصوف ہوں۔ کیا یہ آپ کے نزدیک حق ہے؟۔

(۵) کیا اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت کہے کہ جو خوبیاں اور کمالات اللہ نے ان کو بخشے ہیں وہ سب رسول کہہ دینے میں آجاتے ہیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام خصائص جلیلہ کا منکر ہوگا یا نہیں؟۔ کیا وہ خصوص آیات قرآنیہ واحادیث متواترۃ المعنی واجماع ائمہ سلف

---

(۱) [سورۃ الفتح:۲۹] (۲) [سورۃ یٰسین:۳]

لف کا مخالف ہوگا یا نہیں؟۔کیا آپ اسے گمراہ بددین ضال مضل نہ کہیں گے؟۔

(۶) اور اگر وہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد اور حضور کی مراد یہی بتائے کہ جو
بیاں اور کمالات اللہ نے مجھ کو بخشے ہیں وہ سب رسول کہہ دینے میں آجاتے ہیں۔اس نے محمد رسول اللہ
لی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترا کیا یا نہیں؟۔وہ حدیث متواتر ((من کذب علی متعمدا فلیتبوء مقعده
ن النار))(۱)

مورد ہوکر مستحق عذاب نار وغضب جبار ہوا یا نہیں؟۔

(۷) شمول جملہ اوصاف ممدوح بھی نہ سہی، کیا اس کا اعظم اوصاف ممدوح ہونا ضرور ہے کہ اور
نے اوصاف ہیں سب اس سے نیچے ہوں۔کیا اوصاف مدح میں عظیم و اعظم نہیں ہوتے۔کیا عظیم سے بھی
ح جائز ہے یا صرف اعظم سے۔کیا کسی معظم کی ثنا میں دو وصفوں کا ذکر کرنا ممکن ہے۔کیا وصف صلاح
یدنا خلیل علیہ الصلاۃ والسلام کا اعظم اوصاف ہے۔صدیق ہونا، نبی مرسل صاحب شریعت ہونا، مرسلین
رام خمسہ اولوالعزم سے ہونا، خلیل الرحمٰن عز جلالہ ہونا۔اب وصف صلاح ان سب سے اعظم ہے؟۔

(۸) قرآن عظیم نے جو منعم علیہم کے چار گروہ بیان فرمائے:

﴿مِّنَ النَّبِيِّنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ﴾

ان میں ایک وصف دوسرے سے اعظم ہے یا نہیں۔ہے تو اسی ترتیب پر کہ قرآن عظیم نے
مایا۔یا اس کے خلاف؟۔

(۹) کیا ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سب سے اعظم وصف صرف رسالت ہے؟۔

(۱۰) اگر کوئی شخص مدعی ہو کہ بشر کے حق میں رسالت سے بڑا کوئی مرتبہ نہیں، وہ حضور سید المرسلین
لی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاص تر اوصاف عظیمہ کا منکر ہوگا یا نہیں؟۔

(۱۱) کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہیں ایسا فرمایا ہے۔اگر فرمایا ہو نشان دیجیے، ورنہ
ضور کی طرف اس کی نسبت کرنا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترا اور بحکم حدیث مذکور استحقاق نار
ضب خدا ہے یا نہیں؟۔

(۱۲) یہ بھی نہ سہی، کیا یہ ضرور ہے کہ وہ وصف اپنی غایت اقصیٰ، نہایت اعلیٰ پر ممدوح میں پایا

---

(۱) [مقدمه صحيح مسلم،باب في التحذير من الكذب على رسول الله ﷺ،حديث:٤،١/٣٤]

(۲) [سورة النساء:٦٩]

جائے، اگر اس سے زیادت ممکن ہوئی تو اس کی مدح اس سے نہ کرسکیں گے۔ کیا اللہ عزوجل نے علم وسمع وبصر وقدرت سے اپنے عباد مرسلین کی مدح نہ فرمائی۔ کیا اللہ عزوجل کے علم وسمع وبصر وقدرت ان سے زائد نہیں؟۔

(۱۳) تناہی فی المقدار ضرور نہ سہی کیا یہ لازم ہے کہ جس وصف سے ہم مدح کریں اس کی مقدار ہم کو معلوم ہو، ورنہ مدح نہ ہوسکے گی۔ کیا ابہام مدح کے لیے بھی ایسا ہی مضر ہے جیسا تعریف فلسفی کے لیے۔ کیا بلغا نہایت مدح میں خود قصداً ابہام نہیں کرتے اور اسے ابلغ وادخل فی المدح نہیں جانتے۔ کیا رب عزوجل کا مدح حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارے میں فرمانا:

﴿فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ﴾(۱)

کمال مدح نہیں؟۔

کیا اس کا مدح والے ارشاد: ﴿وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾(۲)

میں خلق کو نکرہ لانا مفید تعظیم نہیں؟۔

(۱۴) مسماۃ "بسط البنان" نے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو "جمیع علوم عالیہ شریفہ متعلقہ نبوت کا جامع" اور حضور کے علوم غیب کو کہا ہے "وافرہ عظیمہ جو دوسروں کو حاصل نہیں" یہ اقرارات دل سے ہیں یا صرف مسلمانوں کے دکھاوے کو۔

﴿يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ﴾(۳)

(۱۵) اگر خدا کا دھرا سر پر یہ اقرارات دل سے بتائیے تو آیا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے یہ علوم عالیہ شریفہ وافرہ عظیمہ خاصہ قابل مدح ہیں یا نہیں؟۔ ان سے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مدح وثنا کرسکتے ہیں یا نہیں؟۔

(۱۶) اگر قابل مدح ہیں اور ان سے حضور کی مدح صحیح وحق ہے تو کیا آپ ان کی مقدار معین کرسکتے ہیں کہ کتنے علوم غیب حضور اقدس کو ہیں؟۔

(۱۷) ائمہ کرام مثل امام قاضی عیاض وامام احمد قسطلانی وغیرہما اکابر قدست اسرارہم نے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علوم غیب کی نسبت فرمایا:

---

(۱) [سورہ النجم: ۱۰] (۲) [سورۃ القلم: ٤]

"البحر لا يدری قعره" (۱)

ایک سمندر ہے جس کی تھاہ معلوم نہیں۔

اورعلی قاری نے فرمایا:

"انما یکون سطراً من سطور علمه ونهراً من بحور علمه"

تمام لوح وقلم کے علم جن میں سب کان ومایکون میں داخل ہے حضوراقدس صلی اللہ تعالی علیہ
و ب علم سے ایک سطراور علم حضور کے سمندروں سے ایک نہر ہیں۔

اوراس قسم کے صدہا کلمات علمائے کرام ہیں، یہ واقعی ہیں یا آپ کے دھرم میں یوں ہی خوشامد
یے ہیں۔ اگر واقعی ہیں تو یہ ابہام عظیم اور داخل فی المدح ہے کہ اس فضل عظیم کی مقدار تک عقول
ا رسائی نہیں۔ یا ابہام نافی ومنافی مدح؟۔

تنبیہ: پھر سوجھائی دیتا ہوں کہ ان سوالات میں متعدد نمبر خصوصاً ۴۶ رمیں ایک ایک نمبر کے تحت
نمبر ہیں۔ جناب تھانوی صاحب براہ عنایت فرمائی ہر سوال و ہر نمبر کا جدا جدا جواب دیں۔ اڑ ان
بیں بدی۔

سوال چہل وہفتم:

ہر کلام کی صحت کا جو مناط ہو جو اسے صحیح نہ مانے وہ اس مناط کا منکر ہو گا یا مناط صحت مان کر صحت
برتقدیر اول منکر کا انکار اسی مناط کا انکار بتائے گا یا کسی دوسرے مناط کا؟۔ ذرا سمجھ کر بولنا۔

سوال چہل وہفتم: بارگاہ سلطانی میں قرب خاص کا ایک مرتبہ جلیلہ عظیمہ ہو کہ کوئی شخص اپنی کسی جد
سبب اس تک نہ پہنچ سکے، اس کا حصول محض فضل وعطائے سلطان پر موقوف ہو، سلطان جلیل
نے بعض محبوبان خاص ارا کین سلطنت، معظمان مملکت کو اپنے فضل سے اس رتبہ جلیلہ پر ممتاز
حض بے ادب باغی کہ فضل وعطائے سلطانی سے منکر ہیں، اس مرتبہ جلیلہ کو اس سے بہت کم درجہ
ف پر ڈھالیں اور تصریح کریں کہ وہ مرتبہ بس ان اوصاف نازلہ کا نام ہے، تاکہ ان معظمین کا
زائل اور سلطان کا فضل خاص منفی و باطل ہو، اور وہ اوصاف ایسے ہوں جنھیں خود کہتے ہوں کہ
یس افراد میں بھی پائے جاتے ہیں، اور ان معظمین کرام کے لیے ان میں بھی کوئی حد امتیاز
شرکت اراذل کی نہ باندھ سکیں، بلکہ یوں ہی مہمل و مجمل چھوڑیں جو ان ذلیلوں کو بھی شامل

ہو سکے۔ تو آیا انھوں نے اس مرتبہ جلیلہ عظیمہ کی صریح توہین کی یا نہیں؟۔

(۲) مرتبہ عظیمہ خاصہ ممتازہ ناقابل شرکت اغیار کو اس سے کم درجہ کے اوصاف مشترک پر ڈھالنا اس مرتبہ کی تنقیص ہے یا نہیں؟۔

(۳) یہی تنقیص درکنار خود ان اوصاف میں ہر کس وناکس کی شرکت مان کر اس فضل جلیل کو متبذل وذلیل کر دیا یا نہیں؟۔

(۴) کیا خادمان سلطنت ان سے نہ کہیں گے کہ گستاخ مسخر و، جب تم نے وہ مرتبہ جلیلہ فقط اوصاف کا نام رکھا اور اس کے اصل مناط یعنی فضل واختصاص بارگاہ سلطانی سے انکار کر دیا، اور خود کہتے ہو کہ یہ اوصاف ناقصوں قاصروں بلکہ ذلیلوں کمینوں میں بھی پائے جاتے ہیں، تو تمہارے طور پر یہ سب ذلیل بھی اس فضل جلیل سے متصف ٹھہرے، اور معاذ اللہ ان میں اور ان معظمین کرام میں کوئی وجہ امتیاز نہ رہی۔ کہیے ان مسخروں بے ادبوں پر یہ اعتراض حق ہے یا نہیں؟۔

(۵) کہیے اس مرتبہ جلیلہ کی توہین ان بے ادب گستاخوں نے کی یا ان خدام سلطنت نے جنھوں نے ان کے کلام گستاخی کی شناعت ظاہر کی۔ گستاخی کی گستاخی جتانے والا معاذ اللہ خود گستاخی کرتا ہے یا گستاخی کا رد؟۔

سوال چہل ونہم:

معظمین کرام اراکین سلطنت کے بعض اوصاف عظیمہ ایسے ہوں کہ ان کی طرف اعلیٰ حضرت سلطانی سے خاص ہے اور طرف ادنیٰ ہر کس وناکس میں موجود، مگر یہ معظمین اس کی ایسی جلیل عظیم مقدار سے متصف ومخصوص ہوں جس کے سبب وہ اوصاف بھی ان کے دامن فضائل کے طراز اور نظر رعایا وخود نگاہ سلطانی میں ان کے لیے وجہ امتیاز ہوں، خدام سلطنت، اراکین کرام کی ان اوصاف سے مدح کریں، یہ مدح صحیح وبرمحل ہے یا نہیں؟۔

(۲) طرف اعلیٰ کو تو رعیت سلطانی کا ہر متنفس جانتا ہے کہ خاص بہ حضرت سلطان ہے، اس کا ارادہ درکنار مدح اراکین میں اس کی طرف ذہن اسی کا جائے گا جو حقیقۃً سلطان سے باغی اور اس کی سلطنت میں اوروں کو شریک کرنے کی دھن میں ہو۔ رہی طرف ادنیٰ کے ہر کس وناکس میں موجود وہ کسی نکے بے خبر کچے پاگل کے سوا مقام مدح اکابر میں ملحوظ نہیں ہو سکتی۔ اب اگر کوئی بے ادب بدلگام، دریدہ دہن نمک حرام، اس مدح اکابر کرام پر یوں منہ آئے کہ یہ مدح غلط وباطل ہے، اس وصف کا حکم ان اکابر پر

،ایسا تو ہر ذلیل وخسیس میں موجود ہے،ان میں اور ان کمینوں میں فرق کیا ہے، کیا یہ سرکش،
ا اور عداوت اراکین سلطنت کا داغی ہوا یا نہیں؟۔
(٣) اراکین کرام کی اس مدح جلیل کا باطل کرنے والا ہوا یا نہیں۔ان پر اس فضیلت کے حکم کو
صحیح کہہ کر نفس فضیلت کا ابطال کیا یا نہیں؟۔
(٤) خدام سلطنت کا کلام مدح تھا،اور مدح میں ہرگز کوئی ایسا متبذل وصف مراد نہیں ہوسکتا،تو
ں ان کے کلام میں تھا۔ یا اس نے قصداً تحریف کر کے اس وصف جلیل کو اس متبذل ذلیل پر

(٥) معظمین کے وصف جلیل کو صفت ذلیل پر ڈھالنے والا اس وصف اور ان معظمین کی توہین
نہیں؟۔
سوال پنجاہم:
تھانوی صاحب پلید وبلید کا ایمان تو معلوم،مگر آخر کوئی دھرم رکھتے ہیں،ان سے اسی دھرم سے
کہ صورت اولیٰ مذکورہ سوال ٤٨ میں خدام سلطنت نے ان باغیوں کی گستاخی رد کی یا نہیں؟۔کہ
ؤں کے کلام میں توہین تھی۔اور صورت ثانیہ میں جو اس سوال ٣٩ میں ہے،کلام خدام سلطنت
بن تھا یا نہیں۔اس باغی منکر نے اس مدح جلیل کو وصف ذلیل پر ڈھال کر خود گستاخی کی یا نہیں
دب داں مداحوں کے کلام میں توہین نہ تھی اس نے اپنی طرف سے توہین ایجاد کی۔
(٢) ان سے کہیے دھرم سے کہیں:صورت اولیٰ میں ان خدام سلطنت کا دہ رد توہین فرمانا کہ بے
ارے طور پر اراکین کرام کی کچھ خصوصیت نہ رہی،وجہ امتیاز نہ رہی،صورت ثانیہ کے اس باغی
لیے سند ہوسکتا ہے جو عظیم جلیل تخصیص ماننے والے مداحوں کا رد کر کے خود کہتا ہے کہ..."اس میں
ن کی کیا تخصیص ایسا تو ہر ذلیل میں موجود ہے" اراکین اور کمینوں میں وجہ فرق بیان کرنا

(٣) کیا اس طاغی کا کہنا کہ انکار تخصیص دونوں کے کلام میں ہے،اس کی صریح حرام زدگی
نوی صاحب!بلید وپلید جہنم میں جائیں،کیا ملا بن کر آپ بھی اس طاغی سے نہ کہیے گا کہ او
خود منکر تخصیص نہیں بلکہ ان بے ادب باغیوں پر رد کرتے ہیں،کہ مردکو!تمہارے طور پر تخصیص نہ
تو خود منکر تخصیص ہوا،اور قائلان تخصیص یعنی مداحین اراکین کا رد کیا،اور اکابر عظام کو ذلیلان

گندی، کیسے خبیث دیو کی بندی، کہ تو اسلام کو کفر کیا چاہتا ہے، مسلمانوں پر اپنا کفر تھوپا چاہتا ہے: "اخسأیا کلب الشیطان، فمالك حظ في الایمان" کیوں تھانوی صاحب یہ حق ہے یا نہیں؟۔

تھانوی دین میں کہہ بھاگ خدا لگتی کچھ
مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

سوال پنجاہ ویکم:

جناب تھانوی صاحب کہیے! اب بھی یہ ناپاک ولید پلید اور رسلیا والا بلید کچھ چیتے یا نہیں؟۔اس سے بڑھ کر اور کیا ہندی کی چندی چاہیں گے، ان احمقوں سے فرمایئے کہ مردکو! آؤ تطبیق کرالو (دیکھو سوال ۴۸)

وہ سلطان جلیل البرہان رب العزت جل جلالہ ہے۔ اور وہ مرتبۂ جلیلہ کہ محض فضل وعطائے سلطانی ہے رسالت ونبوت۔ اور وہ اراکین سلطنت معظمان مملکت جن کو سلطان نے اپنے فضل خاص سے اس مرتبۂ جلیلہ پر ممتاز فرمایا، حضرات انبیا علیہم افضل الصلاۃ والثنا۔ اور وہ بے ادب باغی کہ فضل وعطائے سلطانی سے منکر ہو کر اس مرتبہ جلیلہ کو اوصاف نازلہ پر ڈھالتے ہیں، فلاسفہ ہیں۔ اور وہ خادمان سلطنت کہ ان بے ادبوں کی ان گستاخیوں کو ان پر مار رہے ہیں یہ علما ہیں۔

کیوں تھانوی صاحب! پلید وبلید بہ جہنم، ان جاہلوں کے کیا منہ لگیں، آپ تو پڑھے لکھے ہیں، ایک آدھ عالم کی کچھ صحبت اٹھائے ہوئے ہیں۔

دیکھیے تو اسی شرح مواقف میں اسی موقف اسی مرصد اسی مقصد، ہاں ہاں اسی بحث میں جس میں سے ایک ٹکڑا یہ مسماۃ "بسط البنان" نقل کرلائی اور باقی اپنی مخفی جیب میں چھپائی۔

(۱) شروع بحث مذکور میں یہ عبارت تو نہ تھی:

"النبي عند أهل الحق من الأشاعرة وغيرهم من المليين من قال له الله تعالیٰ ﴿ممن اصطفاه من عباده ارسلتك﴾ اوبلغهم عني اونحوه، ولا يشترط فيه شرط من الاحوال المكتسبة بالرياضات والمجاهدات ولا استعداد ذاتي كما تزعمه الحكما، بل الله سبحنه يختص برحمته من يشاء من عباده، فالنبوة رحمة موهبة متعلقة بمشيئة فقط، وهذا الذي ذهب اليه اهل الحق بناء على القول بالقادر المختار الذي يفعل مايشاء ويختار مايريد".(۱)

کیوں تھانوی صاحب اس عبارت سے مسلمانوں اور فلسفیوں کا اصل منشائے نزاع کیسا واضح تھا
یہ مرتبۂ جلیلہ ہمارے نزدیک محض فضل وعطا ووہب کبریا ہے، جسے کوئی کسب وجہد سے کسی طرح
ل نہیں کرسکتا بخلاف فلاسفہ کہ وہ خبیث اس سے منکر ہیں۔ کیا اس میں صاف تصریح نہ تھی کہ ہمارے
کے اختلاف کا مبنی یہ ہے کہ اللہ عزوجل ہمارے نزدیک قادر مختار ہے جو چاہے کرے، اور فلاسفہ اس
، کافر ہیں۔

کیوں تھانوی صاحب! مسماۃ یہ سارا کلام کیسا ہضم کرگئی جس سے کھلتا کہ فلاسفہ اصل مناط نبوت اور
کے اختصاص بہ انبیائے حق کے منکر اور اسے کسبی مانتے ہیں کہ ریاضت وغیرہ سے حاصل ہوسکتی ہے۔

(۲) اسی کے متصل تھا:

"امالفلاسفة فقالوا: النبي من اجتمع فيه خواص ثلاث" (۱)

جس سے روشن تھا کہ یہاں فلاسفہ علوم غیب سے حضرات انبیائے کرام علیہم افضل الصلاۃ والسلام
مدح نہیں کررہے ہیں، بلکہ نبی کی تعریف فلسفی جامع مانع بتانا چاہتے ہیں جس سے ثابت کہ جس میں یہ
ن باتیں پائی جائیں وہی نبی ہے کسے باشد۔ کیوں تھانوی صاحب! مسماۃ یہ دوسرا جملہ بھی کیسا ہضم کرگئی
فرق مبحث نہ کھلنے پائے۔

(۳) اسی کے متصل ان تینوں باتوں سے جن کا اجتماع فلاسفہ کے نزدیک نبی ہوجانے کو بس
، پہلی بات کے بیان میں خود متن مواقف میں تھا۔

"أحدها أن يكون له اطلاع على المغيبات"(۲)

جس میں لفظ "اطلاع" نکرہ تھا کہ قلیل وکثیر سب کو شامل، جسے ایک ایک بات بھی گزشتہ وآئندہ
وجود کی معلوم ہوجائے اس پر صادق ہے۔

"له اطلاع على المغيبات الكائنة والماضية والآتية"(۳)

کیوں تھانوی صاحب! مقام تعریف ہے اور تعریف منافی ابہام، اور مطلق اطلاع واطلاع
لق کے اندر اوساط غیر متناہی، جن میں خاص مقدار کی تعیین پر نہ عبارت دال نہ اصلا کوئی دلیل۔ کیا

) [كتاب المواقف المقصد الأول- المرصد الأول في النبوات: ۳۳۲/۳]

) [كتاب المواقف المقصد الأول في النبوات: ۳۲۹/۳]

فلاسفہ یا ان کی طرف سے آپ برہان دے سکتے ہیں کہ دس، یا سو، یا ہزار، یا لاکھ، کتنی تعداد کے غیب جاننا نبی کو لازم، اور اس کے غیر کو محال، اور جب تعیین ناممکن اور بہ فرض غلط ہوتی بھی تو ہرگز الفاظ تعریف میں اس سے تعرض نہیں، یا تو محمل ممکن نہ رہا مگر طرف ادنیٰ کہ مطلقاً بعض غیب پر اطلاع اگرچہ ایک ہی پر ہو۔ یا طرف اعلیٰ کہ جمیع غیوب کا احاطۂ تامہ جس سے کچھ باہر نہ رہے۔ اور ثانی خود فلاسفہ کے نزدیک نبی کے لیے ضرور نہیں، تو قطعاً اول متعین رہا، اور قول فلسفی کا حاصل یہ ٹھہرا کہ ایک غیب پر بھی اطلاع ہو جانا خاصۂ نبی ہے کہ جس میں یہ بات پائی جائے وہ ضرور نبی ہے۔

تھانوی صاحب! مساۃ یہ تیسرا بھی کیسا ہضم کر گئی جس سے فلاسفہ پر اعتراض علما کا منشا کھلتا۔

(۴) اسی کے متصل خود فلاسفۂ حمقا سے اسی امر اول کے بیان میں منقول تھا:

"وكيف يستنكر ذلك الاطلاع في حق النبي وقد يوجد ذلك فيمن قلّت شواغله لرياضة اومرض او نوم، فان هؤلاء قد يطلعون على مغيبات ويخبرون عنها كما يشهد به التسامع والتجارب بحيث لاتبقى فيه شبهة للمنصفين"(۱)

جس سے ظاہر تھا کہ ان احمقوں نے اطلاع علی الغیب کو انبیا سے خاص مان کر خود ہی یہ بھی کہہ دیا کہ غیر انبیا ریاضت والے اور بیمار اور سوتے آدمی بھی غیبوں پر مطلع ہو جاتے اور غیب بتاتے ہیں جس پر تجربے ایسے گواہ ہیں کہ انصاف والوں کو اس میں شبہ کی گنجائش نہیں۔

تھانوی صاحب! مساۃ یہ چوتھا بھی ہضم کر گئی جو خاص منع الزام فلاسفہ و اعتراض علما تھا، تھانوی صاحب اس حرافہ کے یہ قطع برید وں کے طور مار دیکھتے جائیے۔

(۵) اسی کے متصل وہ عبارت تھی کہ... "قلنا ماذكرتم مردود"

جو اس مردودہ نے نقل کی، اور اس میں بھی "أي بالنبي" تک۔

مگر یہ جملہ "كما اقررتم به حيث جوزتموه للمرتاضين والمرضى والنائمين فلايتميزبه النبي عن غيره"(۲)

ہضم کر گئی، جس سے واضح تھا کہ یہ نبی و غیر نبی میں امتیاز نہ رہنا فلاسفہ کے اس قول خبیث کی خباثت ہے جو الزاماً ان پر وارد کی گئی ہے، نہ کہ معاذ اللہ "حفظ الایمان" والے کی طرح علما خود نبی و غیر نبی

(۱) [كتاب المواقف المرصد الأول في النبوات: ۳/۳۳۳]

ن کے منکر ہوئے ہوں۔ مسماۃ یہ پانچواں بھی نکل گئی۔

(۶) اسی کے متصل فلاسفہ پر دوسرا اعتراض تھا کہ...

"احالة ذلك الاطلاع على اختلاف النفوس مع اتحادها بالنوع كما هو مذهبهم مشكل ؛ لان المساواة في الماهية توجب الاشتراك في الاحكام والصفات، والاختلاف الى احوال البدن مبنى في القول بالموجب بالذات".(۱)

مسماۃ چھٹا بھی صاف اڑا گئی جس سے اور بھی صریح روشن تر تھا کہ ان خبیثوں کی خباثت بروجہ ان کے منہ پر ماری جارہی ہے۔

کیوں تھانوی صاحب! یہاں بھی کہہ دینا کہ علما بطور خود کہہ رہے ہیں کہ جب نبی وغیر نبی کی ایک ہے، تو نبی اور ہر کافر کا سب صفتوں میں شریک ہونا واجب۔

کیوں تھانوی صاحب! رسلیا والاشرہ یا تو نہ ہوگا۔ شرمائے تو جب کہ ایمان ہو، جب ایمان نہیں تو کیا۔

(۷) تھانوی صاحب! رسلیا کی اوندھی کھوپڑی کی شامت دیکھیے: شرح مواقف کی عبارت پر دوسرا اعتراض الگ چٹ کرگئی مگر حاشیہ پر شرح طوالع کی عبارت لاتے وقت وہ اپنا چرتر بھول گئی، دوسرا اعتراض بھی نقل کرلائی کہ...

"وايضا النفوس البشرية كلها متحدة بالنوع فماجاز لبعض جاز لاخر فلا يكون الاطلاع خاصة للنبي"

وہ تو اس پر مگن ہوگئی کہ آہا نبی کا خاصہ اڑایا جاتا ہے، تو "حفظ الایمان" کے گھاؤ میں بتی ہو جائے گا "لا یختص" کا وہی مفہوم نہیں جو عبارت حفظ الایمان کا ہے؟۔ اور یہ سمجھ نصیب دشمنان کہ علما خاصہ انبیا نہیں اڑاتے بلکہ فلاسفہ حمقا کو ان کے مذہب ناپاک پر نیچا دکھاتے ہیں، اور خفض خود نبی کا خاصہ اڑاتی ہے۔ علما تو فلسفی توہین کا رد کر رہے ہیں اور خفض الایمان آپ توہین بک رہی ہے یہ بات تو آئندہ کہنے کی تھی جہاں سوال ۳۹ کی تطبیق کی جائے گی، مگر سلسلہ سخن اس تک پہنچا اور حق الحق پر واضح ہو ہی گیا ہے، حال و استقبال یکساں ہے۔ وللہ الحمد

(۸) تھانوی صاحب! حسام الحرمین شریف نے جو "خفض الایمان" اور اس کی ماں "براہین

قاطعہ'' اوراس کی خالہ ''تحذیر الناس'' کی عبارات کفریہ کو ذکر کیا، اور ساری کتابیں اٹھا کر نہ دھریں، اس پر آپ کے اذناب وحواری نے کیا کیا عوعو کا جھوٹا غوغا ناواقف عوام کو دھوکے دینے کے لیے مچایا، دیوبند کی سرزمین سر پر اٹھا کر قریٰ قوم لوط علیہ الصلاۃ والسلام کی طرح آسمان تک پہنچانی چاہی کہ.... ہے ہے آدھی لکھی۔ ہے ہے پوری نہ لی، حالانکہ جتنی عبارت سے کفر متعلق ہے قطعہ پوری لے لی تھی، ساری کتاب نقل کر دینی کیا ضروری تھی، خیر اس کی تفصیل تو" القمع القاصم للداسم القاسم" میں ملاحظہ ہو۔ مگر رسلیا کی فرمایئے کتنی پکی حرافہ بے ایمان ہے کہ خاص مقام سے بیان کے بیان ہضم، اور بیچ میں سے تین حرف کا جملہ پکڑ لیا۔ کیا آپ ان ناپاک حرکتوں پر رسلیا پر نہ تھوکیں گے۔ کیا اس سے نہ کہیے گا کہ.... ع

شرم بادت از خدا واز رسول

مگر کیا فائدہ کہ رسلیا والا خدا اور رسول کو مانتا ہی نہیں۔ جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(۹) مسماۃ نے قطع برید یں اپنے اسی چھکے میں نہ کیں۔

شرح مواقف میں اسی کے متصل دوسرے خاصہ خرق عادات کے رد میں فرمایا:

"ظهور الامور العجيبة الخارقة للعادة لايختص بالنبى كمااعترفتم به فكيف تميزه عن غيره"(۱)

یہاں بھی فلاسفہ کے اعتراف سے ان پر ضرب تھی۔ کیوں تھانوی صاحب! کیا علمائے سنت خود اپنے طور پر کہہ رہے ہیں کہ انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کے معجزات اور چلہ کشوں کے عجیب واقعات میں کچھ فرق نہیں۔ رسلیا یہ ساتواں بھی ہضم کر گئی۔

(۱۰) اسی کے متصل سب سے بڑھ کر کلام تیسرے خاصہ وحی پر تھا کہ..

"مآل ماذكره الى تخيل مالا وجودله فى الحقيقة كما للمرضى والمجانين على ماصرحوا به ، فكيف يكون نبيا من كان امره ونهيه من قبيل مايرجع الى تخيلات لا اصل لها قطعاً ، وربما خالف مادعا اليه المعقول ايضاً".(۲)

کیوں تھانوی صاحب! یہاں بھی کہہ دینا کہ شارحان مواقف وطوالع انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کی وحی کو محض بے اصل سرسامیوں اور پاگلوں کا سا ہذیان بتا رہے ہیں۔

---

(۱) [كتاب الموقف المرصد الأول في النبوات: ۳۳۵/۳]

ع   شرم بادت از خدا و از رسول

سوال پنجاہ و دوم:

تھانوی صاحب! خبیث مرتد نیچری کہ حقیقت وحی کا منکر اور قرآن مجید کو ایک جوشیلے آدمی کی
ا ہے کہ جوش کے وقت بے خودانہ اس کے منہ سے نکلتی ہیں، کیا وہ مسماۃ ''بسط البنان'' کی طرح
ت ''شرح مواقف'' کو اپنی سند نہیں بتا سکتا، بلکہ مسماۃ بے چاری کو تو اتنا ہی نصیب ہوا کہ...
درکار ہے، کیا ''لا یختص'' کا وہی مفہوم نہیں جو عبارت ''حفظ الایمان'' کا ہے۔
وہ تو اس سے بڑھ کر بڑی تعلی سے کہہ سکتا ہے کہ... ''انصاف درکار ہے، میں نے تو وحی کو فقط
ی کی باتیں کہا تھا، شارح مواقف تو اسے پاگلوں کی بک، سرسامیوں کی جھک بنا رہے ہیں''
تو کیا اس کا یہ سند لانا آپ صحیح بتائیں گے، ایسا ہے تو قسمت کا لکھا کفر مبارک، اور نہ مانیے تو وجہ
ے یہ عبارت اس کی سند نہیں ہو سکتی حالاں کہ اس میں تو وحی کو اس سے بھی بدتر درجہ میں پھینکا
کہیے گا کہ نیچری مرتد دیوانہ ہے، صاحب مواقف و شارح ''رحمہما اللہ تعالیٰ'' نے
پنی طرف سے تو ایسا نہیں کہا، بلکہ فلاسفہ کے قول پر اس کا الزام دیا ہے۔ جی تو رسلیا کے داؤں کو یہ
وجھی وہ ''لا یختص'' بھی انھوں نے اپنی طرف سے نہ کہا، انھیں خبیثوں کو الزام دیا ہے، نیچری
ہہ گئے، کہن چری کو بگلی کیوں نہیں کہتے۔ اگر کہیے یہاں تو خود ماتن نے صاف کہہ دیا ہے ''علی
وا بہ'' یعنی یہ فلاسفہ کی تصریح ہے۔ جی تو وہاں کیا انھوں نے صاف نہ فرما دیا تھا ''کما اقررتم
بفلاسفہ کا اقرار ہے، بلکہ وہاں تصریح فلاسفہ اس امر کے متعلق بتائی ہے کہ دیوانے غیر موجود اشیا کو
ا۔ عبارت یہ ہے:

''کما للمرضی والمجانین وانھم یشاھدون مالا وجود له فی الخارج علی
حوا به وقرر واما هو السبب فیه ، ولاشك ان ذلك انمایكون علی سبیل
دون المشاھدۃ التحقیقیۃ''(۱)

اور یہاں خود ''لا یختص'' کو اقرار فلاسفہ بتاتا ہے کہ ''لا یختص بالنبی کما اقررتم به''
ر اور بھی واضح تھا مگر

ع   جب آنکھ ہی نہ ہو تو کھلا دن بھی رات ہے

کیوں تھانوی صاحب کیسی کہی

ع   شرم بادت از خدا و از رسول

مگر میرا یہ کہنا ہی فضول ہے، جب ایمان نہیں شرم کیوں کر معقول۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

تھانوی صاحب! اب تو کھلا کہ یہ سب خباثتیں فلاسفہ کے مذہب میں تھیں جن کو علما آشکار فرما رہے ہیں کہ بے ایمانو! تم نے نبی کو اتنی قدر کر دی۔ نہ کہ جو توہین نبوت ان کے کلام و مذہب میں نہ تھی بلکہ اس کا اصلا احتمال کسی عاقل کو نہ ہوتا، وہ یہ علما معاذ اللہ "حفظ الایمان" کی طرح خود بک رہے ہیں۔ مگر ہے یہ کہ تف بروئے بے دینی، بھلے مانس کی صورت! شیطان معون کی ٹانگ تلے آ کر کفر زبان سے نکال دیا، تو ابھی در تو یہ کھلا ہے، یا عمر بھر ابلیس ہی کا ساتھ دینا ہے۔ وہ دیکھو وہ دور سے ٹھٹھے لگا کر کہہ رہا ہے:

﴿إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ﴾ (۱)

للہ اپنی عاقبت پر رحم کرو، اور اس کے آگے سرکار واحد قہار سے جو حکم نافذ ہوا ہے اس سے ڈرو۔ وہ یہ کہ...

﴿فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَا أَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيهَا وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ﴾ (۲)

والعیاذ باللہ رب العلمین

نہ سہی اپنی ڈھلی بگڑی تم جانو، اپنے ساتھ علما کو کیوں سانو۔ انصاف درکار ہے، وہ تو ایسے ہی کفر کا رد کر رہے ہیں جیسا تم نے بکا، پھر اپنے رد کو اپنی سند بنائے لیتے ہو، مگر یہ بھی ابلیسی چال اور عوام کو اپنے کفر میں پھانسنے کا جال ہے، لیکن الحمد للہ مسلمانوں کا حافظ اللہ ہے، وہ دیکھیے آپ کی پھانسی آپ ہی کے گلے میں پڑی۔ والحمد للہ رب العلمین

سوال پنجاہ و سوم:

تھانوی صاحب! ارسلیا والا بھی کیا یاد کرے گا کہ کسی کرّے سے پالا پڑا تھا، یہاں تک تو خبث ئے فلاسفہ پر انطباق دکھایا تھا، اب وہ کھولوں جس سے مخالف چوندھیا کر پٹ ہو جائے اور آنکھ کھولے تو چوپٹ ہو جائے۔

---

(۱) [سورۃ الحشر: ۱٦]

تھانوی صاحب! آپ نے یہ بھی دیکھا کہ سوال ۴۸ رفلاسفہ ہی پر منطبق نہیں بلکہ یہ پلید وبلید
کفار عنید سے طابق الحوت بالحوت ہیں۔ بعینہ یہ کفار انھیں کفار کی راہ چلے ہیں، علما نے جو
کا رد کیا وہی ان کافروں پر ''حسام الحرمین'' نے وارد کیا۔
تھانوی صاحب! ان بے ایمانوں کی ڈھٹائی تو دیکھیے، اپنے رد کو اپنی سند بنائے لیتے ہیں، اس
ت اوپر بھی گزرے مگر کام تو ان سے ہے جن کو بدیہیات بھی مجہول مطلق ہیں۔ لہذا پورا انطباق
ھاؤں، ابھی نہ سوجھی تو میں سجھ دوں۔
سبدئیت جس سے زید نے رب عزوجل کا وصف کیا، اس کا مناط وجوب وجود ہے کہ اس سے مراد
د ہے، جو واجب الوجود نہیں، اپنی حد ذات میں خود ہالک و نا مقتضی وجود ہے، دوسرے کے لیے
وجود و مفید ہستی ہوگا۔ ولید پلید اسے اس مناط حق پر رکھتا تو اسے کسی شق، کسی صورت میں کنکر
کے برابر نہ سوجھتے، مگر اس بے یمان نے اسے مناط حق سے پھیر کر صرف ظاہری تبدیل ہیأت
ھالا اور ایسے وصف عظیم، کو یوں بے قدر کر دیا، اسی طرح علم غیب، جس سے زید نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا
س کا مناط مثل مناط رسالت صرف اختصاص ووہب ربانی تھا جس پر آیہ کریمہ:
﴿وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ﴾ (۱)
شاہد، یعنی وہ بات جسے جان لینے کی طرف عقل وحواس کو راہ نہ ہو رب عزوجل محض اپنے فضل سے
اس کے علم کی راہ دے، اس پر اسے تسلط بخشے، جیسا کہ خود اس نے قرآن عظیم میں ارشاد فرمایا:
﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ أَحَداً إِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ.﴾ (۲)
رسلیا والا بلید مرید اس مناط حق پر رہتا تو اسے کسی شق، کسی صورت میں ہر پاگل، ہر چوپایہ نبی
ہ سوجھتا، مگر اس مردود نے اسے مناط حق سے توڑ کر صرف اتنی بات پر لاڈھالا کہ کوئی بات ایسی
دوسرے پر چھپی ہو، جس سے پاگل چوپائے کو اس صفت جلیلہ میں معاذ اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ
علم کا شریک کر سکے، اور پھر براہ عیاری حفظ الایمان میں ''کسی نہ کسی بات'' کہا اور مساۃ اس پر
بڑھاتی ہے کہ گویا وہ ایک ہی چیز ہو، حالاں کہ یوں تو ہر پاگل ہر چوپائے کو روزانہ لاکھوں علم

(۱) سورہ ال عمران: ۱۷۹]
(۲) سورۃ الجن: ۲۶، ۲۷، ۲۸]

مثلاً: دیوبند میں جو دیوانہ ہوا اس کے سامنے وہاں کے مکان کی ایک ایک اینٹ، زمین کا ایک ایک ذرہ، گھر کے مرد عورتوں بچوں کا ایک ایک بال، گھر کی ایک ایک مکھی بھنگا وغیرہ وغیرہ لاکھوں چیزیں ہیں۔ اور تھانہ بھون میں جو چوپایا ہو اس سے وہ سب مخفی ہیں۔ یوں ہی تھانہ بھون کا چوپایہ وہاں کی لاکھوں اشیاء دیکھ رہا ہے، جو دیوبند کے دیوانے سے چھپی ہیں۔ کیا جناب تھانوی صاحب باستثنائے منقطع کے سوا کوئی عاقل اسے علم غیب کہے گا۔

مسلمانو! دیکھا، اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کیسی صفت جلیل عظیم اختصاصی کو کیسی ذلیل متبذل بے قدری بات پر لا ڈھالا، تو یہ ان کفار فلاسفہ کا پورا فضلہ خوار ہوا، وہی نفی مناط ہے، وہی اختصاص الٰہی و وہب ربانی سے عدول ہے، وہی صفت جلیلہ کی توہین و تذلیل ہے، وہی کسی نہ کسی بات کا اطلاق و شمول ہے۔ ہاں فرق اتنا ہے کہ وہاں للو فلاسفہ نے نبی کا خاصہ کہہ کر وہ بکی کہ ہر کس و ناکس کو شامل ہوگئی، اور علما نے ان احمقوں کو الزام دیا کہ اب نبی و غیر نبی میں کیا تمیز ہے۔ اور یہاں یہ ان کا کاسہ لیس ان سے بھی پانچ جوتیاں بڑھا ہوا خود اپنے منہ نفی خاصہ کر رہا ہے کہ...

''اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے''۔

اور حفظ الایمان صفحہ ۷ پر خود اپنے منہ نبی و غیر نبی میں فرق کا انکار کر رہا ہے کہ...

''نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے'' (حفظ الایمان ص ۸)

تھانوی صاحب! ملاحظہ ہو وہ فلاسفہ بدتر کافر۔ یا یہ رسلیا والا فاجر؟۔

شرح مواقف و شرح طوالع کی عبارتیں ان کافروں کا زیادہ رد ہیں جو نہ نفی خاصہ کے خود قائل ہوئے، نہ نفی امتیاز کے، بلکہ ان کے قول سے اوپر الزام آئے۔ یا اس مرتد پر زیادہ قہر ہیں جو اپنے منہ ان نفیوں کے کفر بک رہا ہے؟۔

تھانوی صاحب! ان بلید و بلید کی کمال منہ زوری بے ایمانی دیکھی، کیسا اپنے قاہر رد کو الٹی اپنی سند بنایا چاہتے ہیں۔

ضربت مرداں دیدی نعمت رحمٰن چشیدی

فائدہ: تھانوی صاحب! اس دسویں کیا دی پر اعتراضات میں ہمارے اگلے تین پر پھر نظر ڈالیے، دیکھیے وہ رسلیا والے پر کیسے ٹھیک اتر گئے، کیا اتنی ضربات عظیم کے بعد بھی نہ سوجھی ہوگی۔ ولید و شرید و فلاسفہ و عنید و بلید و بلید سب خبیثوں کو ایک ہی آزار۔ ہر ایک ہی کفر کا بیمار۔ سب پر ابلیس ایک ہی طرح سوار۔ یعنی اوصاف جلیلہ کے سچے مناط سے انکار۔ ذلیل و بے قدر احوال پر اوتار۔ توہین نبی و واحد

عقبی الکفرین النار۔ یوں ہی طاغی و باغی پر بھی یہی پھٹکار۔ اور وہ دونوں بھی ایسے ہی کفار۔
ن مثلاً سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام کی سلطنت پر وہ انکار۔ اس تقدیر پر گمان ہوسکتا تھا کہ یہ سات قسم
ہیں اور جہنم کے بھی سات دروازے ہیں، بحکم ﴿لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِّكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ
(۱)﴾.
ہر ایک کو جدا دروازے سے داخل کریں، مگر نہیں وہ ساتوں ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے اور جہنم
ہی دروازے سے ڈھکیلے جانے کے قابل ہیں۔ والعیاذ باللہ رب العلمین.

سوال پنجاہ و چہارم:

تھانوی صاحب میری درازنفسی معاف فرمایئے، میرا کلام طویل ہوا، پہلے حل کا نام سن کر آپ کا
رھتا ہوگا کہ دوسرا اور مساۃ کی گرہیں کھولنے اترتا ہے، انصاف کیجیے تو ایک ہی نے کیا لگی رکھی کہ
مانگے، مگر ہاں اس کی اس ہٹ کی ناز برداری ضرور ہمیں کرنی رہی کہ یہ تو تم نے علم غیب کے معنی
عقل کے طور پر لے کر فلاسفہ اور رسلیا کو جہنم کے ایک ہی کوئیں میں ڈھکیل دیا۔ وہ کہتی ہے میں
مانتی، میری گہرائی پر اترو جس میں ہر پاگل، ہر چوپائے کو علم غیب ہو، دیکھوں تو اس میں تم میری
ہ کیسے کھولے لیتے ہو۔ رسلیا کی یہ تریاہٹ اگرچہ نری جنون کی بوکھلاہٹ، کوئی پاگل کہے کہ تم نے
مسلمات پر میری بکواس رد کی، پاگلوں کے مسلمات پر تو رد کردو، اس کا جواب اتنا ہی بس ہے کہ
مگر مجھے رسلیا کی تو ہر طرح ناز برداری منظور، لہذا جس طرح سوال ۴۸ کا انطباق دکھایا سوال
ی دکھادوں کہ اس کی آنکھیں پھٹ کر رہ جائیں۔ چل کہاں تک چلتی ہے۔

چہ قدر بدشت تو سن بہ پیش دوانده ام من

چہ قدر رمیدہ است او چہ قدر رماندہ ام من

ہاں تھانوی صاحب! کہیے تو زید مسلمان جو اپنے رب، اپنے نبی، اپنے ائمہ، اپنے علما۔ جل جلالہ
تعالیٰ علیہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہم ورحمہم۔ سے سیکھ کر (جیسا کہ سوال ۳۹ میں اس کا ایک مختصر نمونہ
اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر علم غیب کا حکم کرتا ہے، اسے حضور کی مدح کریم
ہے۔ یا کچھ اور؟۔

(ا) بولو کہ ہاں، وہ اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح ہی کرتا ہے اور یہی اس کی مراد ہے۔

[سورۃ الحجر: ٤٤]

(۲) اب بولو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں یہ وصف جلیل تمام عالم سے ارفع واعلیٰ درجہ پر ہے یا نہیں؟۔ کہو ہے اور ضرور ہے، اور کیوں نہ کہو گے کہ خدا کا دھرا سر پر، یہی بسط البنان اس کی مقر ہوچکی ہے۔

(۳) اب کہو کہ اس کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اس درجہ وفور وکثرت پر ہونا کہ شمار لاکھ لاکھ بار تھک رہے اور اس کی مقدار کا لاکھواں حصہ نہ گن سکے، کچھ تعریف فلسفی کی طرح بوجہ ابہام منافی مدح ہے یا اور زیادہ مؤید مدح؟۔ کہو کہ ہرگز منافی نہیں بلکہ کمال مؤید۔

(۴) اب بولو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں یہ وصف عظیم جلیل کریم قابل مدح ہے یا نہیں؟۔ مسلمانی کا نام پیارا جانتے ہو تو کہو کہ ہاں ضرور عظیم مدح کے قابل ہے، جس سے قرآن عظیم نے ان کی مدح فرمائی، خود انھوں نے اپنی صحیح حدیثوں میں اپنے رب کی یہ جلیل نعمت اپنے لیے جتائی، صحابہ وتابعین وائمہ دین میں قرناً فقرناً ان کی یہ ثنا ہوتی آئی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

"قدر مااعطاه من الغيوب وعلّم"

زیادہ تسکین چاہو تو خالص الاعتقاد سے اپنا علاج کراؤ۔

(۵) اب سوالات سابقہ دیکھ کر بولو کہ مناط مدح کیا ہے، مدح کو کتنی بات ضرور، کیا جب تک کسی صفت میں اللہ عزوجل کی برابری نہ ہو اس سے مدح نہیں ہوسکتی؟۔ کیا کوئی کافر سا کافر ایسا کہہ سکتا ہے بشرطے کہ دھرم کا گنگوہی انیٹھوی نہ ہو۔

(۶) کیا مدح کسی عام ذلیل مبتذل وصف سے ہوگی، کیا کوئی احمق سا احمق، کودن سا کودن ایسا گمان کرسکتا ہے بشرطے کہ امت کا تھانوی دیوبندی نہ ہو۔ سبحان اللہ! مدح اور وہ بھی کس کی اعظم الحمد وحیین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی، اور اس میں مراد ایک ایسا وصف ہو جو ہر پاگل جانور حتی کہ ہر وہابی کے اندر پایا جاتا ہے، کہو کہ نہیں ہرگز نہیں، کسی عاقل کو اس کا گمان بھی نہیں ہوسکتا۔

(۷) اب بولو کہ جب شق اول قطعاً منتفی ومخصوص بہ حضرت عزت جل جلالہ تھی، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مناط مدح علوم غیب وافرہ کثیرہ عظیمہ، تمام جہان سے فزوں تر، حد شمار واحصا سے باہر، قطعاً موجود کہ بسط البنان بے چاری کو بھی مسلمانوں کا جی رکھنے کے لیے اس کا ظاہری اظہار واقرار مقصود، تو اسے چھوڑ کر شق دوم ذلیل مبتذل پر ڈھالنا کہ یقیناً ہرگز نہ اس کا احتمال، نہ کسی عاقل کے لائق وہم وخیال۔ صراحۃً محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح عظیم کو بگاڑنا اور اس وصف کریم پر
[illegible]

نہ بھول جانا۔

(۸) اب کہو یہ توہین کہ کلام زید میں معاذ اللہ اس کی بو در کنار، زنہار زنہار اصلاً ہرگز اس کا احتمال حفظ الایمان والا خود ہی اس کا بادی ہوا، وصف عظیم کو ایسی ذلیل بات پر ڈھال کر آپ ہی رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دینے کا فسادی ہوا، یا شارحان مواقف وصوالع کی طرح اس توہین کا کہ کلام میں تھی مظہر ومناوی ہوا؟۔ کہو کہ نہیں نہیں، بلکہ یہ دشنامی خود ہی بادی فسادی ارتدادی ہوا۔

(۹) آگے چلو حفظ الایمان کی بے ہنگم تقریر کی مدح بشیر ونذیر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رد میں دمناط مدح کا انکار کرے گی یا کچھ اور۔ (دیکھو سوال ۷،۴) کہو کہ ہاں اس نے مناط ہی کا انکار کیا اور یص شان حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرتکب ہوا۔

(۱۰) اب بولو کہ حفظ الایمان والے نے اس مدح کا حکم ذات مقدسہ پر صحیح نہ مان کر حضور لی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت کو باطل کر دیا یا نہیں؟۔ کہو ہاں ضرور باطل کیا، اور واحد قہار کا غضب یا۔

تھانوی صاحب! اب سمجھے کہ وہ معظم کریم، رکن اعظم سلطنت الٰہی مملکت ربانی کے دولہا، محمد للہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، اور وہ وصف عظیم علم غیب جس کی طرفِ اعلیٰ رب العزت عز جلالہ سے ور طرفِ ادنیٰ حفظ الایمان کے دھرم پر ہر پاگل چوپائے کو حاصل، اور اوساط میں بسط البنان کے وری سے سب سے ارفع واعلیٰ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصف کامل، اور زید مسلمان وہ لنت کہ اپنے آقائے کریم کی مدح کر رہا ہے، اور وہ بے ادب بدلگام، منہ پھٹ نمک حرام، وہ رسلیا ام کہ اس پر منہ آتا، اور اس مدح عظیم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو باطل کرتا، اور اس کا حکم غیر صحیح بتاتا، اور حضور کی صفت کو پاگل جانور کے حال سے ملاتا، اور حضور اور ان ذلیلوں میں وجہ چھتا، اور حضور کی مدح جلیل کو ایسی ذلیل بات پر ڈھالتا، اور اس صفت کریم اور خود موصوف عظیم علیہ صلاۃ والتسلیم کی شدید اشد توہین کرتا ہے۔

﴿وَسَيَعۡلَمُ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَىَّ مُنۡقَلَبٍ يَّنۡقَلِبُوۡنَ﴾ (۱)

جناب تھانوی صاحب! سمجھے خاک، خاک سمجھے، خدا کو مان کر ایک دفعہ تو سر ہلا دو، اگرچہ بڑا کی طرح، مگر توبہ، تم اور حق کا اقرار، وہ تو ہمارا رب عزوجل فرما چکا:

[سورة الأنعام]

﴿لَا يَزَالُ بُنيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ إِلَّا أَن تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾(۱)

اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرما چکے:

((یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ ثم لایعودون))(۲)

ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سوال پنجاہ و پنجم:

تھانوی صاحب اب تو آپ کو "لایختص" کا فرق بھی سوجھ گیا کہ لفظ و مفہوم وہی ہیں، فقط کفر واسلام کا فرق ہے، عبارت علما میں "لایختص" مقال کفار کا اظہار، اور پلید و بلید رسلیا والے کی عبارتوں میں خود ان کی بواس کفریار، علما مسلمان ہیں اور یہ دونوں کفار، ادھر سوال ۴۸ رفلاسفہ اور ۴۹ واں رسلیا والے پر ٹھیک اتر گیا۔ اب پچاسواں آپ خود اتار لیجیے، اور اپنے ایسے عظیم رد کو اپنی سند بنانے پر ولید پلید اور سلیا والے بلید دونوں کی چاند پوری مار لیجیے، اور اس سے بھی کڑا چاہیے تو وہ پہلا عظیم حل دیکھیے جس نے ایک ہی سوال ۴۸ رفلاسفہ اور رسلیا والے دونوں پر اتار کر دکھا دیا، جس نے دونوں کا ایک رنگ کے کافر ہونا بتایا، یا جس نے آفتاب سے زیادہ روشن ثابت کر دیا کہ شرح مواقف وطوالع کی عبارتیں جس طرح فلاسفہ کی رد ہیں، بعینہ ایسے ہی حفظ الایمان والے کے رد اشد ہیں، بلکہ ثابت کر دیا کہ وہ عبارتیں حفظ الایمان والے پر کفار فلاسفہ سے بھی بڑھ کر غضب وقہر اللہ الاحد ہیں، جس نے بتا دیا کہ رسلیا والے کی چاند پوری کھجائی، کہ اسے ان عبارات علما سے استناد کی سوجھائی، مسلمانوں نے دیکھ لیا کہ اس کا یہ استناد اسی شامت کی ماری بکری کی مثال ہوا: جسے اس کا مالک جنگل میں ذبح کرنا چاہتا تھا اور چھری نہ تھی، بکری نے حسب عادت کھر سے زمین کھرچنی شروع کی، حسن اتفاق کہ کہیں دبا ہوا پٹھان کا چھرا نکل آیا، مالک نے بکری کو گھٹنے تلے دبایا، اور وہی چھرا اس کے گلے پر پھیر دیا، اب پڑی خرخر کر رہی ہے، خون کے فوارے چھلک رہے ہیں، تھوڑی دیر پاؤں پھٹپھٹا کر دم توڑ گئی، اور عرب کے لیے "کالباحث عن حتفہ بظلفہ" مثل چھوڑ گئی۔

---

(۱) [سورۃالتوبۃ: ۱۱۰]

(۲) [صحیح البخاري، کتاب الصلاۃ،المجلد الأول]

(۳) [نهاية الأدب في فنون الأدب: ذكر خلافة القاهر بالله، ۲۳/۱۰۶]

افسوس کہ ایمان سے کفر کر گئی بکری
آنکھیں تو نہ تھیں پہلے ہی اب مر گئی بکری

واقف نہ تھی اس شرح مواقف کے چھرے سے
گلے کے گلے جس کے تلے دھر گئی بکری

چوپائی نے اس غیب کا علم آہ نہ پایا
خود کھود کے اپنا ہی گلا چر گئی بکری

طالع میں مگر شرح طوالع کا اسد تھا
یوں جس کے سبب زیرِ غضنفر گئی بکری

تھی یاد کس اشرف کی غضب ہار گلے کا
مرتے ہوئے کرتی ہوئی خرخر گئی بکری

یہ تو رسلیا کی دسویں کیادی کی گت ہوئی، خدا کو ایک جان کر کہنا: کبھی خواب میں بھی شروح
۔ وطوالع کے یہ جلیل مطلب سوجھے تھے۔ آپ تو آپ، دھرم سے کہنا اپنے کسی بڑے کسی استاد سے
ن مطلب کا ایسا عظیم وبسیط قاہر وباہر بیان سنا تھا، افسوس کہ کسی پاگل، کسی چوپائے نے اتنا علم غیب نہ
لہ ان عبارتوں کا نام لینا گلے پر الٹی چھری ہو جائے گا، جن کا سہارا پکڑتے ہیں، ان میں تیز خنجر بھرے
زوبتے کے بھاگ کمل کا باگ ہو جائے گا، ادھر وہ نومکر، جعل، فریب: یوں تیرہ تین بارہ باٹ ہو
سالہا سال آپ کی خاموشی، آپ کی بے ہوشی، پر پردہ ڈالے ہوئے تھی، بھرم بنا تھا، آپ کے اذناب
ر مچاتے تھے، کہ ہرگز ہرگز حفظ الایمان کا یہ مطلب نہیں جو ''حسام الحرمین'' اور ''المعتمد المستند''
عا، اور علمائے کرام حرمین محترمین نے سمجھا، بے چارے جاہلوں کو احتمال ہوتا تھا کہ ہاں شاید کوئی ایسا
ملب جناب کے شکم میں حول کیے ہو جو مکہ ومدینہ تک اکابر علما نہ سمجھے، اور جو شاید حفظ الایمان کا گلا
سے بچالے۔ اب کہ آپ کے حواریوں نے ابھارا، بھار کر، کونچیں مار مار کر دس برس بعد آپ کا دہن
۔ کھلوا ہی چھوڑا، اور خود جناب نے اپنے شکمی مطالب وعذرات کا بھانڈا پھوڑا، کھل گیا کہ وہ حق نری
رتین کانے تھے، بس یہی مطلب نامراد تھا، جو یقینی کفر وارتداد تھا، جو عذر گڑھا، اس کا وبال آپ ہی
ر پر پڑا، جو تاویل جھاڑی، اس نے آپ کی بگڑی اور بگاڑی۔

کھل گیا سب پہ ترا بھید غضب تو نے کیا
کیوں تیرے مونھ کا کھلا چھید غضب تو نے کیا

خیر یہ تو مناظرانہ وار تھے، اب خیر خواہانہ معروض

آپ شروع بسط البنان میں فرماتے ہیں:

''میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا''

الحمد للہ کہ مضمون کو آپ خبیث مان چکے، اور یہ ہم نے آپ کو دکھا دیا کہ وہ آپ ہی نے لکھا اور اپنی حفظ الایمان میں لکھا۔

آپ فرماتے ہیں:

''لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گزرا''

اور ہم نے آپ کو دکھا دیا کہ یہ خبیث مضمون آپ ہی کے دل و زبان و قلم کا ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

''میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا، چناں چہ اخیر میں عرض کروں گا''

اور ہم نے آپ کو دکھا دیا کہ نرا لزوم نہیں حفظ الایمان میں یقیناً اسی کا التزام ہے۔ رہی آپ کی اخیر کی، چناں چہ اس نے آپ کے کفر پر اور جسٹری کر دی، ایک بھی بنائے نہ بنی۔

مریض کفر پر لعنت خدا کی
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

﴿فِی قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضاً﴾(۱)

آپ فرماتے ہیں:

''جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں''۔

جی! اور مضمون والے کو کیسا؟۔

آپ فرماتے ہیں:

''اور میرے دل میں کبھی اس کا خطرہ نہیں گزرا''

کہ یوں الٹی آفتیں گلے پڑیں گی جیسا کہ اوپر معروض ہوا، اور بیانات قاہرہ سے ہم نے ثابت کر دیا۔

آپ فرماتے ہیں:

''تو میری مراد کیسے ہو سکتا ہے''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دینے والا ہمیشہ نامراد ہے، نامرادوں کو مراد کہاں، اور رہی
، جو زبانی ہلڑ کی تھی مراد آباد کی ہزیمت اس پر بالکل پانی پھیر گئی۔
خیر یہاں تک تو نرے مکر کے ساتھ دن کے سورج سے مکرنا تھا، آگے حسام الحرمین کا کرا و اران
، کہلواتا اور خود آپ کا کفر آپ کے منہ قبولواتا ہے۔
آپ فرماتے ہیں:
''جو شخص ایسا اعتقاد رکھے۔ یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے، میں اس شخص کو خارج از
ام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ
لیٰ علیہ وسلم کی''۔
خدا کے لیے ''حسام الحرمین'' نے اور کیا زہر گھول دیا تھا جس پر آپ کے طائفہ نے وہ زمین سر پر
ئی تھی کہ ہائے کافر کہہ دیا، کافر کہہ دیا۔ جناب آپ تو خود حفظ الایمان والے کو کافر کہہ رہے ہیں، کیا
ج از اسلام اور کافر میں آپ کچھ فرق سمجھتے ہیں۔ بلکہ للہ انصاف! حسام الحرمین نے تو اتنا فرمایا بھی نہ تھا
جو اعتقاد بھی نہ رکھے اور اس کے کلام میں اس کی صراحت بھی نہ ہو صرف اشارہ ہی نکلے وہ بھی کافر ہے،
پ نے خود اپنے لیے اضافہ کیا، یعنی مسلمانی پر آئے تو پوری ہی گائے کھائیں۔ الحمد للہ حسام الحرمین کا سحر
ل آپ کے سر چڑھ کر بولا، خود آپ نے اپنی ڈبل تکفیر پر منہ کھولا، رہا یہ کہ ہمارا یہ مطلب نہ تھا، اسے ہر
ل پہلے ہی جانتا تھا، آپ اردو بولے تھے نہ کہ گوروں کی انگریزی کہ اوروں کی سمجھ میں نہ آتی تھی۔
اب بفضلہ تعالیٰ ''وقعات السنان'' نے آپ ہی کی سندوں سے آپ کا وہی مطلب ثابت کر دیا
ے آپ خود مان رہے ہیں کہ بے شک کفر ہے، بے شک توہین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے،
قبول کفر میں کیوں دیر ہے، اشاعت توبہ وایمان میں کیا ہیر پھیر ہے، ورنہ آپ کے اذناب کہ آپ کے
سے بندھے ہیں ان کے کفر کا وبال بھی آپ ہی کے سر ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((فان علیك اثم الأریسیین)) (۱)
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
﴿لِيَحْمِلُوٓا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضِلُّونَهُم بِغَيْرِ عِلْمٍ أَلَا سَآءَ مَا يَزِرُونَ﴾ (۲)

---

(۱) [عمدة القاري شرح صحيح البخاري: باب تقضي الحائض المناسك، ۳/۲۷٤]

والعیاذ باللّٰہ رب العلمین ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

الحمد للہ بسط البنان کے تمام عذرات بردہ کو گھر پہنچا دیا، ایک حرف باقی نہ رہا، اب چلتے وقت کی اس کی پچھلی کچھ شکایتیں باقی ہیں، وہ قابل توجہ بھی نہ تھیں، مگران میں تازے کفر کیے ہیں، ان کی خاطر چند سوال اور سہی کہ باذنہ تعالیٰ ساٹھ کا عدد کامل ہو جائے، وباللہ التوفیق۔

سوال پنجاہ وششم:

(۱) رسلیا بولتی ہے: ''میں نے سنا ہے''

جی آپ کو دیکھنا کہاں نصیب۔ اُف رے تیرا بھولا بننا، سالہا سال سے ''المعتمد المستند'' کا نعرہ ''حسام الحرمین'' کی جھنکار شرق سے غرب تک، عجم سے عرب تک گونج رہی ہے، اور خود رسلیا اور رسلیا کے اکابر کی گردن تیغ تکفیر سے اڑ رہی ہے، مگر رسلیا کا وہ گہرا پردہ کہ اس نے آج تک کچھ نہ دیکھا، سو میں سے ایک ضرب کی اڑتی ہوئی بھنک کہیں کان میں پہنچ گئی، اس کا جواب دینے اٹھی۔

تھانوی صاحب! کیا آپ حلف سے کہہ سکتے ہیں کہ رسلیا والے نے المعتمد المستند، تمہید ایمان، حسام الحرمین، تینوں میں سے کوئی نہ دیکھی، یہ کہیے کہ سب دیکھیں اور سخت سے سخت پا کر آنکھیں میچ لیں۔

سورداسوں کا گلہ کیا ان کو دن بھی رات ہے
دیکھ کر بنتے ہیں گنگوہی یہ کیسی بات ہے

(۲) فرض کردم کہ رسلیا کی دونوں بند ہیں، مگر حلف سے کہیے کہ تمام قاہر اعتراضوں میں ایک یہی اس کے کان تک پہنچا کہ جواب کے لیے خاص اسی پر منہ مارا۔ ہاں یہ کہیے کہ سنے سب مگر اپنے زعم باطل میں اسی پر کچھ ریز کی سکت پائی۔

(۳) جی ہاں کیا سنا ہے:

''یہ کہ میری دلیل کے مقدمات پر نقض کیا گیا ہے''۔

تھانوی صاحب! وہ دیکھیے: دروغ گورا حافظہ نباشد، وہ تقریر زدلیل جسے رسلیا کے ص ۴ پر صاف صاف دلیل مانا تھا کہ ''وہ عبارت دوسری دلیل کی ہے'' خصم کا وار بے پناہ دیکھ کر ص ۵ پر اسے منع وطلب دلیل گڑھ لیا کہ ''دلیل لانا ضرور ہے'' یعنی یہ ثابت کرنا چاہیے، جب من ہی من میں ٹھہرائی کہ اس قہر کا وقت گزر گیا، تمیں ہی سطر بعد ص ۷ پر وہی اگلی ہانک پھر نکل گئی کہ ''میری دلیل'' تھانوی صاحب! رسلیا کی بوکھلاہٹ دیکھتے جائیے۔

لیہ وسلم کو "عالم بھی نہ کہیں، مگر مجھ کو حیرت ہے کہ اتنا صریح فرق معترض کے خیال میں نہ آیا، یہ نقص
ت ہوتا کہ آپ کو عالم مطلق بعض علوم کی بنا پر کہا جاتا، آپ کو تو عالم خاص علوم عظیمہ مختصہ کی بنا پر کہا
ہے"۔

تھانوی صاحب! اس بد ذات رسلیا کی چوری اور سرزوری دیکھی۔ آپ تو مدح محمد رسول اللہ
ہد تعالیٰ علیہ وسلم کے رد کے لیے حضور کے علوم عظیمہ جلیلہ مختصہ بے حد شمار کو اڑا کر مناط مدح صرف
بل بات پر ڈھالا کہ...

"کسی نہ کسی بات کا علم جو دوسرے سے مخفی ہے" (حفظ الایمان ص ۸)

"گو وہ ایک ہی چیز ہو گو ادنیٰ ہی درجہ کی ہو" (بسط البنان ص ۴)

اور اس پر جو اس کے خصم نے نقض کیا تو الٹا اسی پر تھوپتی ہے کہ

"اتنا صریح فرق خیال میں نہ آیا"

کیا آپ اس سے نہ فرمائیں گے کہ مسخری! خیال میں تو تیرے نہ آیا، تیرے خصم نے تجھے سکھایا
لیھ حسام الحرمین ص ۲۳ پر

"اس کا قول کہ خیال کرو، اس نے یعنی رسلیا والے نے کیوں کر ایک دو حرف جاننے اور ان
، میں جن کے لیے حد نہ شمار کچھ فرق نہ جانا، تو اس کے نزدیک فضیلت اس میں منحصر ہو گئی کہ پورا
ہو، اور فضیلت کا سلب واجب ہوا ہر اس کمال سے جس میں کچھ بھی باقی رہ جائے تو غیب وشہادت کی
یص نہ رہی، مطلق علم کی فضیلت کا سلب انبیا علیہم الصلاۃ والسلام سے واجب ہوا" بے ایمان
، یہ نقض تھا کہ فرق بتا کر تیرے فرق نہ کرنے ہی پر اوتارا، اب اتنا تو اس فرق نہ کرنے کو اپنے خصم ہی
پتی ہے۔ ہندی مثل تو یہاں اور تھی مگر یہی سہی کہ "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے"۔

(۵) رسلیا کہتی ہے: "اور اس میں یہ مقدمات جاری نہیں"

مت کٹی! کیوں نہیں جاری؟ تو نے علم کی دو ہی قسمیں تو کیں، اور یہ یقیناً قسم اول محیط کل نہیں، تو
سی قسم دوم علم بعض میں داخل، جسے تو کہتی ہے کہ...

"بعض مراد تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ایسا علم غیب تو ہر مجنون بلکہ جمیع بہائم کے لیے بھی
ہے" دیکھو سوال ۱۷، ۱۹، ۳۲ وغیرہا۔

(۶) ساڑھے چار صفحہ کی رسلیا ہے ضرور بڑی پاپنچ آپی، سمجھی کہ یہ وہی مصیبت ہے جو رسلیا والے

تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح سن کر حضور کے علوم عظیمہ جلیلہ مختصہ بے شمار کیوں بھلا کر وہ کھلا ملعون کفر بک بیٹھی ہتو اس زخم نا مندمل کے بھرنے کو پھر اپنی آٹھویں عیاری یاد کرتی ہے کہ

''اس جواب کا بطلان اوپر شق مذکور میں اشارۃً گزر چکا ہے''

جی :اور اس پر سوال ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۲، ۴۳، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰ وغیرہا میں جو بے بھاؤ کی بے گنتی بے شمار پڑیں وہ بھی یاد ہیں یا نہیں؟۔ اف ری رسلیا تیرا بھولا پن خون پو چھتی جا اور کہہ خدا جھوٹ کرے۔

سوال پنجاہ وہفتم:

رسلیا آگے کہتی ہے:

''دوسرے اس جواب سے بھی قطع نظر کی جائے تب بھی غایت مافی الباب ایک علمی سوال ہوگا، جس کا اہل علم سے تعجب نہیں''

تھانوی صاحب! آپ اس کافرہ فاجرہ کی کفر شنیع پر جرأت بے باکی ڈھٹائی ملاحظہ کریں، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسی شدید ناپاک گالی دینے کو کیسا ہلکا ٹھہراتی ہے کہ

''ایک علمی سوال ہے جس کا اہل علم سے کچھ تعجب نہیں''

اے سبحان اللہ! وہ فرق جو خدا کا دھرا سر پر سوجھانے سے سوجھا تھا، کہ کہاں پاگلوں چوپاؤں کا ایک آدھ ذلیل بات جان لینا، اور کہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم عظیمہ جلیلہ مختصہ بے حد و بے شمار۔ اب اس سے خود قطع نظر کر گئی، تو علم اقدس اور ہر پاگل ہر چوپائے کے علم میں اب سوا مساوات کے کیا رہا، وہ بکنا کہ...

''اس میں حضور کی کیا تخصیص ایسا علم غیب تو ہر مجنون بلکہ جمیع بہائم کے لیے ہے''۔

اب اسی کے منہ صاف وہی بات ہوگئی یا نہیں جو دربھنگی صاحب نے آپ سے پوچھی کہ...

''آپ نے حفظ الایمان میں اس کی تصریح کی کہ غیب کی باتوں کا علم جیسا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے ایسا ہر بچے پاگل بلکہ ہر جانور ہر چوپائے کو ہے''۔

(۲) اب آپ کی وہ جھوٹی توبہ، تلا کہ...

''میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا، میرے قلب میں بھی اس کا خطرہ نہ گزرا، میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم میں نہیں آتا''

(۳) اب آپ کا وہ مجبوری کا حکم کہ...

''جو ایسا اعتقاد کرے یا بلا اعتقاد اشارۃً کہے اس کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں، وہ تنقیص کرتا ہے ورسرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی''۔

آپ ہی کے صاف اقرار سے آپ پر پورا اتر گیا یا نہیں؟۔

تھانوی صاحب! قسمت کا کفر کہاں جائے ،بے گناہ زید وعمرو کا خون سر چڑھ کر بولتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو گالی دینا کہ کروڑوں بے گناہوں کے قتل سے کروڑوں درجہ بدتر ،،کیوں کر آپ کے سر چڑھ کر نہ بولتا۔

کہیے اب تو آپ کے ہر عذر معمولی کی گلی بند ہوئی، اس کفر کا اقرار ص کر لیا۔ قائل کے کافر نے کا اقرار ص ۳ پر دے چکے۔ اب کیا خود اقراری کافر مرتد ہونے کے لیے اس کے منتظر ہو کہ کسی دن یہ بدو کہ...

''اشرفعلی ولد فلاں پسر فلاں تھانہ بھون کا رہنے والا کافر مرتد ہے''

یوں تو آج تک ابلیس نے بھی نہیں قبولا ہے۔

تھانوی صاحب! حسام الحرمین کی بحمد اللہ تعالٰی زندہ کرامت دیکھی، کیسا آپ کا گلا دبا کر، آپ ہر گلی بند کر کے، مجبورانہ آپ کے منہ سے قبولوا دیا کہ...

''بے شک بے شک اشرفعلی تھانوی کافر''

تھانوی صاحب! کیا اب بھی ایمان نہ لاؤ گے؟۔ کہاں ہیں تھانوی صاحب کے حمایتی کہ انہیں رسے بچانے کو اپنا پیٹ پھاڑے مرے جاتے تھے، اب اپنا سر پھوڑ کر مریں، کہ تھانوی صاحب اویل بے پھیر پھار اپنے آپ کو کافر مان چکے ہیں، اب مدعی ست گواہ چست کی نہیں بدی، تم سب بھی نوی صاحب کے کفر کا کلمہ پڑھو، اور صاحب حسام الحرمین کے دست حق پرست پر بیعت کر کے ایمان ،الٰہی توفیق دے۔

(۴) تھانوی صاحب! وہ اقراری کفر تو الگ رہا، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ایسی بدگالی کو جسے خود لکھ رہے ہو کہ...

''تنقیص ہے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی''

ایسا ہلکا سمجھنا کہ ایک علمی سوال ہے جس کا اہل علم سے کچھ تعجب نہیں، خود کیا دوسرا ڈبل کفر نہیں؟۔

(۵) آگے رسلیا کف افسوس ملتی ہے کہ...

''اہل علم کی یہ سنت مستمرہ ہے کہ علمی گفتگو کی جائے، افسوس تو جاہلانہ وسوقیانہ سب وشتم اور رمی بالکفر اور کھینچ تان کر بہتان باندھنے کا ہے''۔

تھانوی صاحب تیسرا کفر مبارک، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یوں ٹھنڈے دل سے گالیاں دو جن کو خود بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین اور ان کے قائل کو اسلام سے خارج قبول کرو۔ وہ تو عالمانہ مہذب گفتگو ہوئی، اور گالی دینے والے شقی کافر کو مسلمان برا کہیں تو یہ جاہلانہ بازاری گفتگو ہے۔

(۶) تھانوی صاحب! جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دینے والے پر حکم کفر باطل ماننا، اور اسے رمی بالکفر و بہتان سے تعبیر کرنا (یعنی مسلمانوں نے اس گالی دینے والے پر ناحق جھوٹ کفر پھینک مارا، وہ تو ہٹا کٹا مسلمان ہے) کیا یہ آپ کا چوتھا کفر نہیں۔

(۷) جانے دو، جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دی، جس کا توہین شان اقدس ہونا تمہیں خود مسلم، وہ تمہارے دھرم میں مسمان ہے یا کافر؟۔ اگر مسلمان ہے تو تم اسے خارج از اسلام کہہ کر مسلمان رہے یا کافر ہوئے؟۔ اور اگر کافر ہے تو تم اس کی تکفیر کو ناحق بہتان ورمی بالکفر کہہ کر مسلمان رہے یا کافر ہوئے؟۔

(۸) یہیں آپ نے اسے ''جاہلانہ ومعاندانہ'' جدال کہا ہے، کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دینے پر جو مسلمان تکفیر کرے وہ جاہل ہٹ دھرم ہے؟۔ یہ آپ کا پانچواں کفر ہے۔

(۹) یہیں ''اس کا انتظام خدا کے سپرد'' کر کے یہ ٹھہرایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو گالی دینے والے سے راضی ہے، اور جو گالی دینے والے ملعون کو برا کہے اس پر غضب کرتا، اسے عذاب دیتا ہے۔ یہ آپ کا چھٹا کفر ہے۔

(۱۰) یہیں آپ نے دشنامی خبیث کی تکفیر کو لغویات کہا ہے، یہ آپ کا ساتواں کفر ہے۔

(۱۱) یہیں آپ ایک مصرع می سرایندع

با خدا داریم کار و با خلائق کار نیست

مسلمان تو یہاں اور معنی لیتے ہیں جسے میں ثابت کر دوں گا کہ وہابیہ کو منظور نہیں، آپ کے یہاں واقعی عموم اپنے ظاہر پر ہے، اور خلائق میں انبیا وسید الانبیا علیہم افضل الصلاۃ والثنا بھی داخل، واقعی حضور

م ہے، گنگوہی صاحب نے اسے کاذب کہا، آپ انہیں امام جانیں، یہ آپ کا اٹھواں کفر ہے۔

(۱۲) گنگوہی صاحب نے ابلیس کو اللہ کا شریک مانا، آپ انہیں پیشوا مانیں، یہ آپ کا نواں کفر ہے۔

(۱۳) اسمٰعیل دہلوی صاحب نے مکان وزمان وجہت سے اس کی تنزیہ کے اعتقاد کو گمراہی

بعت بتایا اور دہلوی صاحب کے اس قول پر گنگوہی صاحب نے جب تک یہ نہ جانا تھا کہ یہ امام الطائفہ کا

ں ہے صاف حکم "یہ کفر ہے" لگایا، اور اسی تکفیر اسمٰعیل پر آپ نے بھی "الجواب صحیح" جمایا۔ جب معلوم ہوا

ہائے یہ تو ایذاء الحق من الطائفہ کا قول ہے، اسی اپنے اقراری کافر کے ساتھ ہو لیے اور خدا کو چھوڑ دیا،

پ کا دسواں کفر ہے۔

ان تین میں اگلے دو کا بیان حسام الحرمین شریفین میں آپ دیکھ چکے، او ے کے بیان میں تو

نقل رسالہ "دیوبندی مولویوں کا ایمان" طبع ہوئے تیسرا سال ہے، اور آج تک لاجواب ہے، اور

نہ تعالٰی ہمیشہ لاجواب رہے گا، یہ آپ کو خدا سے کام ہے۔ "تفو بادا ے چرخ گرداں تفو" نصیحت۔

تھانوی صاحب! آپ نے دیکھا کفر کی مدد کرنے والا اور بڑھ کر کفر در کفر بر کفر میں پڑتا ہے۔

نوی صاحب ابھی آپ کی سانس کا ڈورا چل رہا ہے، اپنے کلام کو کفر مان چکے، اپنے آپ کو کافر مان

ے، اب ایمان لانے، مسلمان ہونے، اپنے جدید اسلام کا اعلان کرنے، پھر زوجہ شریفہ راضی ہوں تو ان

ے جدید نکاح کرنے، میں کیا عذر ہے۔ ہم تمہارے بھلے کی کہتے ہیں:

﴿وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (۱)

لطیفہ: ہم کہیں گے انصاف کی، تھانوی صاحب نے تو یہ رسلیا اپنی تکفیر میں لکھی ہے۔ ص ۷ پر بلا

یل اپنا کفر مان لیا۔ ص ۳ پر بلا شبہ اپنے آپ کو خارج از اسلام کہہ لیا۔ پھر کیا یہیں اس اقراری ڈبل کفر کو

ام بنا کر کفر پر اتنے کفر اور اوڑھیں گے۔ تھانوی صاحب کو کیا پاگل سمجھ لیا ہے۔ نہیں نہیں بلکہ ان کی

روں کا مدعا ہی اور ہے۔ وہ تو ان کا کلام ایسا ہی دقیق ہوتا ہے۔ حفظ الایمان کی چند سطری واضح بات کا

لب تمام حرمین شریفین کے علمائے کرام نہ سمجھے۔ بسط ابنان کی ان بستہ پہیلیوں کا مطلب سمجھ لینا کیا

سان ہے۔ ہاں ہم سے شرح سنیے، اپنے ڈبل کفر پر رجسٹری کرکے فرماتے ہیں:

"اہل علم کی یہ سنت مستمرہ ہے کہ علمی گفتگو کی جائے"

یعنی: جس خبیث نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو گالی دی ہو اس کی تکفیر کی جائے،

جیسے حسام الحرمین وعلمائے حرمین نے کی۔

گالی دینے والا جب جواب سے عاجز آئے، اور اپنا کفر سمجھ لے، اقرار کردے، جیسے مجھ تھانوی نے ٹھنڈے جی تسلیم کرلیا۔

اس کا کیا افسوس ہوتا، یہ تو خوشی کی بات ہے کہ حق قبول کیا، اور اس کا بھی چنداں افسوس نہیں کہ دس برس کامل ضربات کھاتا اور چپکا رہا کہ یہ سال سمجھنے میں گزرے،

ع نکو گوا گر دیر گوئی چہ غم

''ہاں افسوس تو اس جاہلانہ اور سوقیانہ سبّ وشتم کا ہے'' جو نا شدنی حفظ الایمان میں اللہ واحد قہار کے حبیب مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں مجھ تھانوی بدنصیب کے قلم سے نکلی۔

افسوس تو تلفظ اور رمی بالکفر کا ہے، کہ کیوں اس ناپاک زبان سے ایسا ملعون کفری بول پھینک مارا، رمی ولفظ مترادف ہیں۔

اور پھر بڑا افسوس اپنی ہٹ دھرمی، اور کہہ مکرنی، اور ناحق کھینچ تان کہ خود اپنے اوپر بہتان باندھنے، چٹے جوڑنے، جیتی مکھیاں نگلنے، کا ہے، کہ صراحۃً تو حفظ الایمان میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہ یقینی قطعی سڑی گالی دی، اور اپنے یار سے ملی بھگت کا سوال کرا کے وہ بہتان اپنے ہی اوپر باندھے کہ...

''میں نے یہ خبیث مضمون نہ لکھا، میرے قلب میں اس کا خطرہ نہ گزرا، میری کسی عبارت سے لازم بھی نہیں آتا'' میں تھانوی رہ رہ کر اپنے ملعون کو تلون پر پچھتاتا ہوں کہ آپ ڈوبا ہی تھا اپنے اذناب کو بھی گہرے میں ڈبویا، دونوں جہاں سے کھویا، خیر صبح کا بھولا شام کو آیا۔

اور اب خود اپنے کفر کا اقرار کرکے اپنے اذناب کو ہدایت کرتا ہوں کہ حفظ الایمان کی اب ہرگز حمایت نہ کریں، وہ کفر ہے اس کی حمایت سے تم بھی کافر ہوئے، لہذا چلتے وقت یہ چند کلمات بطور وصیت نامہ لکھ دیے کہ شاید تمہارا کفر دفع ہو، مقصود اس مقام پر اسی کا دفع کرنا ہے جو بحمد اللہ میرے اقراروں سے بوجہ احسن حاصل ہوگیا۔ اور اس پر بھی اگر مجھ تھانوی کے اذناب کو حفظ الایمان جیسے کفرنامہ کی حمایت سے زبان اور قلم کو روکنا پسند نہ ہوگا، میں تھانوی صاحب کہ کفر سے نکلنے پر آیا ہوں، پھر حفظ الایمانی کفر میں اذناب کا مجھے سانا پسند نہ ہوگا، تو اس کا انتقام خدا کے سپرد، وہی مجھ تھانوی کے اذناب کی دم کاٹے، جو مجھ نکلے ہوئے کو پھر گھسیٹے دیتے ہیں، میں تھانوی بہت دنوں سے ان اقراروں کا قصد رکھتا تھا، مگر میرے

ت کو دیکھتے ہوئے مجھ تھانوی کا کلیجہ دہلتا تھا، کہ ایک تو اللہ کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
، اوپر سے چوری اور سرزوری، جو پاکیزہ کلام اور ان کا غلام ان کی شان اقدس کی حمایت کرے
گالیاں برسیں، اس لیے اب تک میں نے ایسی لغویات، اذناب مخذولین کے جواب کی طرف
کیا، کیوں کہ مجھ تھانوی کے اذناب پکے ہٹ دھرم بے ایمان ہیں، مجھے یہ امر تجربہ سے معلوم
ن کارات دن کا ساتھ ہے، اس پر کوئی معتد بہ نفع مرتب نہ ہونے کی وجہ سے ان کو ہدایت نہ کی،
ن اضاعت وقت سمجھتا ہوں۔ اب جو آپ دربھنگی صاحب مجھ تھانوی کے یار غار، میری بے کسی
ڈھال نامددگار، بے میری توکیل کے میرے وکیل، بے اختیار نے اپنی اس ناپاک فحش بے
سے عدول کر کے بھلے مانسوں کے طریقہ کے موافق حسام الحرمین شریف اور میرے سچے ہادی
ر اعلیٰ حضرت مجدد المائۃ الحاضرہ کا نام پاک ادب سے لے کر مجھ سے پوچھا، میں نے اپنے
ظاہر کر دیے، کہ واقعی حفظ الایمان میں یقینی قطعی کفر ہے، اور اس کا مصنف بے شک خارج از
، بلکہ جو حفظ الایمان میں صراحۃً اعتقاداً ہے اگر کوئی بلا اعتقاد و بلا تصریح اشارۃً بھی ایسا کہے وہ
ہے۔ رہا یہ کہ مجھ تھانوی سے کہیے کہ پھر تم مسلمان کیوں نہیں ہوتے، اس کا جواب کا فرشیخ کی
، مومن خان دے گیے ہیں کہ..

عمر ساری تو کٹی عشق بتاں میں مومن
آخری وقت میں کیا خاک مسلماں ہوں گے

غرض یہ کہ... ع من نکردم شما حذر بکنید

تھانوی صاحب! دھرم سے کہنا آپ کی ان سطور کی یہ کیا پاکیزہ شرح ہے جس سے بہت سے کفر
ے اٹھ گئے، بہت سے تناقض مٹ گئے، آپ کی اگلی پچھلی مطابق ہوگئی، اس نفیس تاویل کا احسان
گا۔

تمہارے سر پہ جو تاویل کا یہ ٹوپ رکھا ہے
نہ پھیکو اس کو چھیں کہہ کے اگر مانو اچھا ہے

سوال پنجاہ و ششم:

تھانوی صاحب! رسلیا کی کلابازیاں ملاحظہ ہوں، خصم کے کڑے وار کی گھبراہٹ میں سب کچھ تو
گئی، اپنی کھلی تکفیر پر منہ کھول گئی، اب پیٹ میں چوہے دوڑے کہ ہے ہے لوگ کہیں گے: ہاری
[illegible]

کہ اب تک کیوں نہیں لکھا، شاید اب رجوع کرلیا ہو۔

تھانوی صاحب! آپ نے دیکھا کہ جو کچھ حفظ الایمان میں لکھا تھا اسے صاف کہہ دیا: کفر ہے۔ اس کے قائل کو صاف لکھ دیا: اسلام سے خارج ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی رجوع متصور ہے؟۔ ہاں یہ کہیے کہ ﴿هُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ﴾ (۱)

امر دیگر ہے، مانیں اور مکریں:

﴿وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ﴾ (۲)

میں تو دل وزبان مختلف تھے، یہاں سانپ کی سی زبانیں ہی دو ہیں، ایک سے اقرار، ایک سے انکار۔

خلاصہ یہ کہ ایمان لانا کسی طرح منظور نہیں، تو اتنی بات کے لیے یہ تکلیف کیوں فرمائی، یہ تو پہلے ہی سے معلوم تھا کہ ((ثم لا یعودون)) صادق مصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماچکے ہیں کہ دین سے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ سے، پھر لوٹ کر نہ آئیں گے، رجوع نہ کریں گے۔

یہود کو فرمادیا:

﴿وَلَا يَتَمَنَّوْنَهُ أَبَداً بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ﴾ (۳)

کبھی موت کی تمنا نہ کریں گے۔

یہودی کو کاٹ ڈالو ہرگز آرزوئے مرگ نہ کرے گا۔ آپ حضرات کو فرمادیا ہے:

((ثم لا یعودون)) پھر رجوع نہ کریں گے

وہی دیکھیے سب کچھ کہہ کہلا کر پھر آپ کو رجوع سے انکار ہے، العزۃ للہ۔ ارشاد اقدس میں کہیں فرق پڑسکتا ہے، کیوں تھانوی صاحب ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم غیب کیسے سچے ہیں :﴿آمَنَّا بِهِ﴾ (۱) والحمد للہ رب العلمین

سوال پنجاہ ونہم:

رسلیا کہتی ہے: "سوجھ نہ لکھنے کی یہی تھی کہ کسی نے بھلے مانسوں کی طرح پوچھا ہی نہ تھا"۔

(۱) تھانوی صاحب! بھلے مانس تو کاشی پور میں بستے ہیں، یا تھانہ بھون میں۔ دربھنگی بھی بھلے مانس نہیں کہ انہوں نے بھلے مانسوں کی طرح پوچھا نہ کہ خود بھلے مانس ہوں۔ خیر یہ تو آپ جانیں یا وہ،

---

(۱) [سورة الأنعام:۲۶] (۲) [سورة النحل:۱٤]

لی باتوں میں ہمیں کیا دخل، مگر خدا کو ایک جان کر یہ تو فرمایئے کہ آٹھ سال ہونے آئے، جمادی
اھ کو جو معززین شہر بیس سوال آپ کی خدمت میں لے کر گئے اور آپ نے ایک نہ ہزار نہ
معاف کیجیے میں اس فن میں جاہل ہوں اور میرے اساتذہ بھی جاہل ہیں، جو شخص تم سے
ے اسے ہدایت کرو، طبیب کا کام نسخہ لکھ دینا ہے، یہ نہیں کہ مریض کی گردن پر چھری رکھ دے
اپنی امت میں سب کو داخل کرلو، میں جو کہہ چکا وہی کہوں گا، مجھے مقتول معقول بھی کر دیجیے
جاؤں گا، مجھے معاف کیجیے آپ جیتے اور میں ہارا''۔
نخت اضطراب کے کلمات کہہ کر پیچھا چھڑایا، دوبارہ رجسٹری کر کے آپ کو بھیجے، آپ نے منکر ہو
یے، سہ ماہ رسالہ ''ظفر الدین الجید'' میں چھاپ کر حاضر کیے، آٹھ برس سے لاجواب ہیں، خدا
کر دھرم دھرم سے بتایئے کہ ان میں کون سا لفظ کڑا۔ یا آپ کی ساختہ تہذیب کے خلاف تھا۔
پ نہ بتائیں تو بطش غیب (۱۳۲۳ھ) طبع ہو کر آٹھ سال سے شائع ہے، اور مکرر طبع ہوا،
میں سوالات مذکورہ کی نقل ملاحظہ فرمائیں کہ ان میں کون سا حرف، کون سا لفظ تھانوی صاحب
بتا لگا تا تھا، جسے فرماتے ہیں: کسی نے بھلے مانسوں کی طرح پوچھا ہی نہ تھا۔
انوی صاحب! ایسے عالم آشکار واقعہ میں اتنا سفید جھوٹ، کیا یہ آپ کو اچھا لگتا ہے۔ یا آپ کی
ت میں روا ہے؟۔ یہ کیوں نہیں کہتے کہ جی بھر کر کفر بکا تھا، منہ بھر کر اللہ و رسول کو بے نقط سنائی
و مسلمانوں نے آڑے ہاتھوں لیا، چھکے چھوٹ گئے، سینے ٹوٹ گئے، تیور پھٹ گئے، دم الٹ
، کیجیے، معاف کیجیے، آپ جیتے میں ہارا''۔

ع لب نازک سے صدا آنے لگی بس بس کی

۲) ہم آپ کی مان لیں یوں ہی سہی کہ دنیا کے پردہ پر نہ وہ سوالات پیدا ہوئے، نہ معززین نے
تھ میں دیئے، نہ پھر رجسٹری ہو کر گئے، نہ پھر طبع ہو کر شائع ہوئے۔ یا یوں سہی کہ وہ بھی آپ
کے اصطلاحی بھلے مانسوں کی طرح نہ تھے، کہ ان میں آپ کی در بھنگی دو ورقیوں کی طرح نٹنیوں
کے مہذب بول تھے، نہ آپ کی اجودھیا باشی شہاب ثاقب کی طرح رنڈیوں بھٹیاریوں کے
آپ کی لال کتبیا ''سیف النقی'' کی طرح غلیظ فحش، ابلیسی فحش، قانونی فحش تھے، یہ سب
ہ کر، اور جو چاہو ٹھہرالو۔ ذرا کسی غیرت دار باحیا سے پوچھیے کہ ایک ملا کہلانے والے کی چاند پر
ل ڈبل تکفیر والا ہر وقت برسے، شرق سے غرب تک، عجم سے عرب تک اس کے کفر کفر کا چرچا
[illegible]

پوچھے تو اپنے اوپر سے کفر اٹھائیں، مسلمانوں کو ایک اچھوتی اسلام ورزی پر الزام کفر کے گناہ عظیم سے بچائیں، نہ اپنے ایمان کا غم، نہ اپنی چاند کی فکر، نہ مسلمانوں کو اس عظیم کبیرہ میں پڑے سے روکنے کی ضرورت، یہ سب اوڑھے پڑے ہیں، اس لیے کہ کسی نے بھلے مانسوں کی طرح نہ پوچھا۔

اُف ری تیری سمائی، اس سے لاکھ درجے ہلکا الزام کسی دنیوی یا خانگی بات پر گرتا تو چیخ پڑتا، کچہری تک پہنچتا، یہاں کچھ جان ہوتی تو یہی سکوت برتا جاتا۔

ع نطق کا حوصلہ معلوم ہے بس جانے دو

(۳) یہ بھی جانے دو، بھلی منسی کی پوچھنے والے تو تمہارے گھر یلو پلتو تھے، جیسے اب دس برس کی کمیٹی میں یہ سوا دو ورقی نکالنے کو در بھنگی سے پوچھوائی، دس برس پہلے پوچھوا لیتے تو کیا تھا۔

معلوم ہوا کہ سب جھوٹی ملعون بناوٹیں ہیں، دس برس تک تمام طائفہ بھر کی سمجھ میں کچھ آیا ہی نہیں، ناچار اوپر کا سانس اوپر، نیچے کا نیچے، اب دس برس بعد کچھ سوجھی تو اپنے اصطلاحی بھلے مانسوں سے پوچھوا کر سوا دو ورقی چمکی، جو یوں گلے پر الٹی چھری ہوئی۔ وللہ الحمد

کیوں تھانوی صاحب! دھرم سے کہنا یہ کتنا ٹھیک ہے۔

سوال ششم:

تھانوی صاحب! رسلیا کی چک پھیریاں تو گو ہر کو بھی مات کر گئیں، اب مسلمانوں کے چھلنے کو پھر کاواکاٹی ہے کہ...

(۱) "میرا اور میرے سب بزرگوں کا عقیدہ ہمیشہ سے آپ کے افضل المخلوقات فی جمیع الکمالات العلمیۃ والعملیۃ ہونے کے باب میں یہ ہے:

ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

تھانوی صاحب! وہ خفض الایمان والے پاگل اور چوپائے کہاں گنوائے جن سب کو معاذ اللہ علم غیب میں (دشمنان) بندگان حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ہم سر کر دیا تھا، بسط البنان نے اپنے جواب آخر میں علوم عظیمہ مختصہ کا فرق بھی قطع نظر کی گردش چشم میں اڑا دیا تھا۔

(۲) وہ آپ کے بزرگ گنگوہی والا شیطان کیا انہیں کے ساتھ دفن کر دیا جسے فرمایا تھا:

"شیطان کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے"

خیر اس کا تو یہ جواب دے بھی سکتے ہو کہ گنگوہی صاحب نے اسی عبارت میں ابلیس کو خدا کا

کا بڑھ جانا موجب اعتراض نہیں بلکہ ضرور ہے، مگر آپ پاگل، چوپائے، بچے سب کو برابر کر
جواب کیا ہوگا؟ کیا یہ سب بھی آپ کے یہاں خدا ہیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی
حمد للہ
سماۃ ''بسط البنان'' کی سب نزاکتوں کی کامل ناز برداری ہوگئی، بفضلہ تعالیٰ اول تا آخر کوئی
سوا ان چند سطروں کے جن میں مسئلہ علم غیب پر کچھ ریز کی ہے کہ اس پر مستقل رسالہ بعونہ تعالیٰ
ن ہوگا۔ وباللہ التوفیق
تنبیہ:
بظاہر ساٹھ اور معنیً ایک سو بتیس (۱۳۲) سوال: اور حقیقۃً سراشرف جناب تھانوی صاحب پر
ایک سو بتیس (۱۳۲) جبال ہیں کہ اخیر کے بیس سوالوں میں اکثر متعدد نمبروں پر مشتمل زائد
فہرست یہ ہے، سوال ۴۱، زیادت ۴۔ سوال ۴۲، زیادت ۶۔ تو یہ بیس حقیقۃً بانوے ہیں، اور اگلے
ر ایک سو بتیس پہلے سوالات میں بھی بعض جگہ متعدد نمبر ہیں مگر یہ خاص اہتمام سماۃ کی دسویں
کرایا کہ اسی پر اس کے حواری جواری خواری کو بڑا ناز تھا پہلا عشرہ ''تحذیر الناس'' کا
اس پر مستقل حشر کتاب مستطاب ''اشد الباس علی عابد الخناس'' ۱۳۲۸ھ۔ پھر
جواب ''القثم القاصم للداسم القاسم'' (۱۳۳۰ھ) میں ہے، یہاں استطراداً سے مختصر
کہ مدرسہ دیوبند کی آئی تحریر جو اس رسالہ مبارکہ ''وقعات السنان الی حلق المسماۃ بسط
(۱۳۳۰ھ) کی محرک ہوئی اس میں ''تحذیر الناس'' کو بھی ذکر کیا تھا، یا یوں سمجھیے کہ وہ عشرہ
ود کی بسم اللہ سے پہلے اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم کی جگہ ہے۔ نہیں نہیں بلکہ بسط
ن انجاس گونا گوں ہے، اس میں دخول سے پہلے ''اعوذ باللہ من الخبث والخبائث'' کہنا
ہے۔ بہر حال خاص بسط البنان پر دو اوپر تین اربعین یعنی ایک سو بائیس (۱۲۲) شدید ومتین۔
للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی خاتم النبیین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین
حمد للہ رب العالمین

سچا قطعی فیصلہ اور جناب تھانوی صاحب کو آخری بلاوا

جناب وسیع الالقاب غصہ جانے دیں، اگر کوئی لفظ ہمارا آپ کو برا لگا ہو معاف کریں، یہ خوب سمجھ
ب آپ کی خاموشی کا پردہ چاک ہوگیا، پہلے تو جاہلوں کے نزدیک آپ کی چپ کا بھرم بنا تھا کہ

البنان لکھ کر بول دیے، اپنے دھڑ تک کے سب پردے کھول دیے، معلوم ہو گیا کہ آپ کے پاس کچھ جواب نہیں، سوا اس کے کہ اپنے کفر پر اور رجسٹری کر دی، اپنے خارج از اسلام ہونے کی قبولیت لکھ دی، بلکہ ایک کفر پر چھ اور بڑھا کر اپنے کفر کے یکہ میں اپنا چھکڑا جتوا کر اپنے بچاؤ کی گلی اور تنگ کر لی۔

اب آپ کی خاموشی کو کوئی جاہل بھی تغافل کی گدی نہ مانے گا، بلکہ صراحۃً آپ کے عجز کے منہ میں بھاری پتھر کی ڈاٹ جانے گا، کہیے یہ بہتر یا حق کا قبول، جو خلق کو پسند خالق کو مقبول، لہٰذا اس ایمانی معاہدہ کی طرف آپ کو دعوت ہے جس کی ابتدا ہم خود کریں، ہم سچے دل سے اقرار کرتے ہیں کہ اگر آپ نے ان سب سوالوں کا جدا جدا معقول جواب لکھ دیا جس میں نہ اڑان گھاتی ہو، نہ نمبر کترانا نہ مکابرہ ڈھٹائی ہو، نہ دھوکے دے کر عوام کو چندرانا، تو ہم صاف اعلان کر دیں گے کہ حفظ الایمان پر تکفیر غلط تھی، اور اگر آپ ایمانا سمجھیں کہ الزام لاجواب ہے، تو خدا کو مان کر انصافاً قبول دیں کہ واقعی حفظ الایمان میں آپ نے کفر لکھا، اور اب مسلمان ہوتے ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں: اس میں آپ کی کچھ بھد نہ ہو گی بلکہ ہر عاقل کے نزدیک وقعت آپ کی بڑھ جائے گی۔

بس اسی پر مناظرہ حفظ الایمان کا خاتمہ ہے

اور یہ بارہا معروض ہو چکا کہ علمائے کرام حرمین شریفین نے آپ پر حکم کفر فرمایا ہے، کفر واسلام میں وکالت نہیں، آپ خود بولیں کہ ان سوالات کے حکم سے آپ کافر ثابت ہوئے یا نہیں؟۔ ہوئے تو قبول دو، اعلان کے ساتھ توبہ چھاپو۔ نہیں ہوئے تو جواب دو، ڈر کاہے کا ہے بے حجاب دو، اور اگر حسب عادت قدیمہ سکوت ہی کی ٹھہرائی، اگرچہ حواری حواری نے چیخ پکار مچائی، اور بے شک آپ کے لچھن یہی کہہ رہے ہیں جس کی گلی یعنی اپنی ابدی ہزیمت کی عزیمت آپ نے پہلے ہی جتادی ہے کہ ''اس پر بھی قلم روکنا نہ ہو گا تو اس کا انتقام خدا کے سپرد کر کے کہوں گا۔

با خدا داریم کار و با خلائق کار نیست''

جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ دو برس کی ضربوں پر طائفہ بھر کے سہارا دیے سے یہ سواد دو ورقی اچھلی، اس پر ضربیں پڑیں تو میں بیک بینی و دو گوش در خواب خرگوش، مدہوش و خاموش شہر خموشاں کو گنگوہی صاحب کی پائینتی چل بسوں گا۔ ع

بعد از سر من کن فیکون شد شدہ باشد

غرض سکوت مبہوت کا عزم بالجزم خود ظاہر کر چکے ہو، تو حضرت اس کے لیے ایک میعاد ضرور، ہم

ں جواب کے اگر روز ارسال سے ۴۵ر دن کے اندر آپ نے جواب معقول نہ دیا تو اپنا ڈبل
ن میں صاف صاف قبول ہی کر چکے ہو صرف اپنا نام لے کر کافر کہنا باقی رہا تھا، اب یہ باقی
ں داخل ہوگا اور یہ ٹھہرے گا کہ آپ نے یوں لکھ دیا کہ بے شک بے شک اشرفعلی ولد فلاں
رتد ہے۔ فرمائیے اس سے زیادہ اور میں کیا کر سکتا ہوں، اللہ ہی آپ کی چپ توڑے اور قبول
ں بخشے، آمین۔ والحمد لله رب العالمين وافضل الصلاة والسلام على سيد
سيدنا ومولانا محمد واله وصحبه وابنه وحزبه اجمعين، آمين

موافقوں مخالفوں سب کلمہ گویوں سے اسی کلمہ طیبہ کا واسطہ دے کر معروض
۔ کے لیے ایک عظیم دینی نزاع کا یہ نہایت سہل و آسان مختصر فیصلہ سچے انصاف کی نگاہ سے اول
، ہو، بعض نئی تہذیب کے خیالات جن کے نزدیک اللہ و رسول کی جناب میں کوئی کیسی ہی
بک جائے بے تہذیب نہیں، مگر جو مسلمان اسے "آپ" کی جگہ "تم" کہے وہ پکا نامہذب
ے گزارش کہ اگر کسی مہذب و نامہذب ہی میں ایک عظیم نزاع امر دین میں ہوا اور ایک نظر
ں کا سہل فیصلہ ہوتا ہو تو اسے دیکھنا کون سی عقل یا ایمان کے خلاف ہے، نامہذب ہی سمجھ کر
ا پر تو نظر فرمائیے، اگر جناب تھانوی صاحب کی اسی بسط البنان میں خود انہیں کے اقراروں،
ں سے ہر جگہ حسام الحرمین کا دعویٰ ثابت نہ ہوا ہو تو شکایت کیجیے، ورنہ اقراروں کے بعد پھر
ہے۔ ذرا خدا کو مان کر دیکھیے تو کہ جناب تھانوی صاحب اسی بسط البنان میں خود اپنے اوپر کس
ار رہے ہیں کہ اتنا تو حسام الحرمین نے بھی نہ فرمایا تھا۔ ولله الحمد
نوی صاحب کو ۴۵ر دن کی مہلت کا اعلان بھی لکھ دیا ہے اور وہ ہمت فرما کر ان تمام سوالوں
واب دیں تو اسی پر مناظرہ خفض الایمان کا خاتمہ رکھ دیا ہے، پھر فیصلہ کر لینے میں دیر کیا ہے
ہ ونعم الوكيل۔

مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کی کتاب بسط البنان کا دوسرا رد

ادخال السنان

الی

حنك الحلقی بسط البنان

۱۳۳۱ھ



ادخال السنان.........ایک مطالعہ

مولانا عبدالسلام رضوی
مدرس جامعہ نوریہ رضویہ، باقر گنج، بریلی شریف

مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی دل آزار اور بدنام زمانہ کتاب ''حفظ الایمان'' کی تصنیف کے دس
بعد یعنی ھ میں ایک چند صفحاتی کتابچہ بنام ''بسط البنان'' تصنیف کیا۔ جس کو حفظ الایمان کے ساتھ ہی چھپوایا
ز بچہ مولوی مرتضیٰ حسن دیوبندی کے چند استفسارات کے جواب میں لکھا گیا۔
بسط البنان دو بحثوں پر مشتمل ہے۔ بحثِ اول میں تھانوی صاحب نے ''حفظ الایمان'' کی کفری معنی
ریح و متبین بل کہ متعین عبارت کو درست و صواب ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ ان
ں کوشش نے ان کو کوئی فائدہ نہیں پہونچایا۔ البتہ ان کے حق میں فتوائے کفر پر مہر تصدیق ضرور ثبت کردی

اس لیے حرمین شریفین کے تینتیس اور متحدہ ہندوستان کے دوسو اڑسٹھ علمائے کرام اور مفتیان عظام نے
تِ حفظ الایمان کو جس کفری معنیٰ میں صریح و متعین اور ناقابلِ تاویل ٹھہرایا اور اس پر کفر کا فتویٰ دے کر
د فرمایا۔ مَنْ شَكَّ فِي كُفْرِهٖ وَعَذَابِهٖ فَقَدْ كَفَرَ یعنی جو قائل کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔
فری معنی کو خود تھانوی صاحب نے کفر وارتداد ہی قرار دیا ہے۔ چنان چہ لکھتے ہیں۔
جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے۔ میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا
ں۔ کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی
(بسط البنان ص۲۰، نشر کردہ، مسعود پبلشنگ ہاوس، دیوبند)
اور دوسری بحث حضور اعلم المخلوقات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم ما کان وما یکون کی نفی و انکار پر مشتمل
۔ راقم کے پاس ''بسط البنان'' کا جو نسخہ ہے وہ مسعود پبلشنگ ہاوس دیوبند کا نشر یہ ہے۔ اس نسخہ کے مطابق یہ

تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان نے بسط البنان کے ردو ابطال میں دو عظیم الشان اور معرکۃ الآ را کتابیں تصنیف فرمائیں۔ اول ''وقعات السنان فی حلق المسماۃ بسط البنان''۔ یہ ۱۳۳۰ھ میں تصنیف کی گئی۔ دوم ''ادخال السنان الی حنک الحلقی بسط البنان''۔ اس کا سال تصنیف ۱۳۳۱ھ ہے۔ ان ہر دو کتب میں بسط البنان کا زبردست رد فرمایا ہے۔ اور تھانوی صاحب پر کثیر سوالات وایرادات قائم فرمائے ہیں۔ یہ دونوں کتابیں بذریعہ رجسٹری تھانوی صاحب کوارسال کی گئی تھیں لیکن موصوف نے ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم پر عمل کیا اور کوئی جواب نہ دے سکے۔ خود حضور مفتی اعظم فرماتے ہیں:

میرا رسالہ ''ادخال السنان'' رد دوم ''بسط البنان'' جس میں تھانوی صاحب سے ایک سو ساٹھ قاہر سوال نہیں نہیں سروہابیہ پر ایک سوساٹھ جبال ہیں۔ چھ سال ہوئے کہ تھانوی صاحب کے یہاں رجسٹری شدہ گیا ہے اور آج تک بحمد اللہ لاجواب ہے۔

(الموت الاحمر ص،۲۱ مطبوعہ مکتبۃ الحبیب، جامعہ حبیبیہ الہ آباد)

وقعات السنان میں بسط البنان کی بحث اول کا ردو ابطال ہے اور تھانوی صاحب سے ۱۳۲ قاہر سوالات کیے گئے ہیں۔ اور ادخال السنان میں بحث آخر کا رد ہے اور اس میں جیسا کہ مذکور ہوا پہاڑ جیسے ۱۶۰ سوالات ہیں۔ ادخال السنان کے سوال نمبر کا سلسلہ وقعات السنان ہی سے جوڑا گیا ہے۔ وقعات السنان سوال نمبر ۱۳۲ پر ختم ہوتی ہے اور ادخال السنان کا آغاز سوال نمبر ۱۳۳ سے ہوتا ہے۔ دراصل یہ دونوں کتابیں ایک ہی سلسلہ کی دو کڑیاں ہیں۔ وقعات السنان کو بسط البنان کے رد میں پہلا اور ادخال السنان کو دوسرا حصہ کہنا چاہیے۔ حضور مفتی اعظم ادخال السنان کے آغاز میں بسم اللہ اور حمد وصلاۃ کے بعد تھانوی صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الحمد للہ کہ آپ کی جھوٹی بسط البنان نے ادھر کا پورا سچا بسیط بیان دیکھ لیا۔ اب نہ رہیں مگر اس کی چودہ سطریں، جن میں اس نے مسئلہ علم غیب پر کچھ اپنا منہ کھولا ہے۔ یہ مسئلہ بفضلہ تعالیٰ ادھر کے رسائل میں بروجہ اعلیٰ مدت سے طے ہولیا۔ مخالفین کو ایک قرن بلکہ زائد گزرا کہ مہر سکوت برزبان، وسنگِ صموت دردہان ہیں۔ اور ان شاء اللہ العزیز تا قیام قیامت یونہی رہیں گے۔ (قُلْ جَاءَ الْحَقُّ) وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ۔ مگر یہاں جناب کی رسلیا، اپنے طائفہ بھر کی ساری عمر کی سب سے چمکتی کمائی برسرِ محفل لائی۔ اور بڑے ٹھسے سے دکھائی۔ اور ہے بھی یہ کہ اس سے بہتر ان کے کیسوں، ہمیانیوں، صندوقچوں میں کچھ بھی نہیں۔ تو اس کی دندان شکنی بقدر حاجت ضرور مناسب۔ پھر مسماۃ کی ساری ادائیں اول تا آخر فرداً فرداً ضربیں کھا چکیں۔ چھٹی کے دودھ کا مزا پا چکیں، یہ چند سطری نزاکت کیوں سسکتی چھوڑ دی جائے۔ کیوں ایں ہم پر علم کی بلندی نہ پائے۔ لہٰذا بعض سوالات اور سنئے

راقم کوعنوان کے مطابق صرف ادخال السنان سے متعلق چند کلمات عرض کرنا ہیں۔ ادخال السنان بلاشبہہ حضور مفتی اعظم کے تبحر علمی، کثرتِ مطالعہ، وسعتِ فکر، تعمق نظر، دقائق کلام پر آ گاہی، اور استحضار علمی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ کتاب کیا ہے علوم و معارف کا بیش بہا خزانہ اور علم ما کان و ما یکون کے مخالفین کے تابوت میں آخری کیل ہے۔ اس میں تھانوی صاحب کے دلائل کا ایسا ٹھوس اور مضبوط رد کیا گیا ہے کہ بے چارے اکیلے تھانوی صاحب تو کیا اگر اپنی پوری جماعت کو بھی مدد کے لیے بلا لیتے تو بھی اس کا جواب نہیں دے سکتے تھے۔

''بسط البنان'' کی یہ دوسری بحث جس کا ادخال السنان میں رد کیا گیا ہے۔ مندرجہ ذیل امور پر مشتمل ہے۔

(۱) حضور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم ما کان و ما یکون کی نفی پر آیت کریمہ سے استدلال۔

(۲) حدیث شریف سے استدلال۔

(۳) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں علم مذکور کے اعتقاد کا حکم۔

راقم کے پیش نظر ادخال السنان کا جو نسخہ ہے وہ مطبع اہل سنت و جماعت بریلی شریف کا مطبوعہ ہے حضور جیلانی میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زیر اہتمام شائع ہوا ہے۔ اس میں کل ۸۸ (اٹھاسی) صفحات ہیں۔ سات فصلوں پر مشتمل ہے۔

فصل اول میں تھانوی صاحب کے استدلال بالآیۃ کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اور بہ عنوان سوال اس کے بارہ رد کیے گئے ہیں۔ فصل دوم میں استدلال بالحدیث پر کلام کیا گیا ہے اور اس کے دس رد کیے گئے ہیں۔ تھانوی صاحب نے علم ما کان و ما یکون کے اعتقاد کو بعض صورتوں میں بدعت و معصیت اور بعض میں کفر بتایا ہے۔ باقی فصلیں اسی کے رد سے متعلق ہیں۔ ان سات فصلوں میں کل ۱۳۸ رد ہیں۔

یہ کتاب کا اجمالی ذکر تھا۔ اب کتاب کی صرف فصل اول کے مباحث مفصلاً ذکر کیے جاتے ہیں۔ لیکن پہلے علم غیب سے متعلق اہل سنت کا عقیدہ بیان کر دینا مناسب ہے۔

امام اہل سنت سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں: بے شک حضرت عزت نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمامی اولین و آخرین کا علم عطا فرمایا۔ شرق تا غرب، عرش تا فرش سب انھیں دکھایا۔ ملکوت السمٰوٰت والارض کا انھیں شاہد بنایا۔ روز اول سے روز آخر تک کا سب ما کان و ما یکون انھیں بتایا۔ اشیائے مذکورہ سے کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا۔ علم عظیم حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام والتسلیم ان سب کو محیط ہوا۔ (انباء المصطفیٰ بحال سر و اخفیٰ ص ۳، مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت سوداگران، بریلی شریف)

اس عقیدہ کی آپ نے یہ دلیل دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے بارے میں فرمایا:

یعنی ہر شی کا روشن بیان۔ اور فرمایا:

﴿وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ تَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ﴾۔(سورہ یوسف ۱۲/۱۱۱)

یعنی ہر شی کا صاف صاف جدا جدا بیان۔ جب قرآن مجید ہر شی کا روشن بیان ہے۔اور روشن بھی کس درجہ کا، مفصل۔اور اہل سنت کے نزدیک شی ہر موجود کو کہتے ہیں۔تو عرش تا فرش، تمام کائنات، جملہ موجودات، اس بیان کے احاطہ میں داخل ہوئے۔اور جملہ موجودات سے کتاب لوح محفوظ بھی ہے تو بالضرورۃ یہ بیان محیط اس کے مکتوبات کو بھی بالتفصیل شامل ہوا۔تو بحمد اللہ روشن ہوا کہ ہمارے حضور صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام موجودات، جملہ ما کان وما یکون الی یوم القیامۃ اور جمیع مندرجات لوح محفوظ کا علم دیا۔

(انباء المصطفیٰ ص ۵ ملخصاً و مسہلا (

اہل سنت کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ علم جمیع ما کان وما یکون حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یک بارگی حاصل ہو گیا۔بل کہ یہ عقیدہ ہے کہ یہ علم آپ کو بتدریج حاصل ہوا۔جیسے جیسے قرآن حکیم نازل ہوتا رہا ویسے ویسے آپ کو علم حاصل ہوتا رہا۔یہاں تک کہ جب نزول مکمل ہو گیا آپ عالم جمیع ما کان وما یکون ہو گئے۔سیدنا اعلیٰ حضرت مذکورہ بالا دلیل بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

اور جب یہ علم قرآن عظیم کے تبیانا لکل شیء ہونے نے دیا اور پھر ظاہر کہ یہ وصف تمام کلام مجید کا ہے نہ ہر آیت نہ سورت کا تو نزول جمیع قرآن سے پہلے اگر بعض انبیا کی نسبت ارشاد ہو﴿وَمِنْهُمْ مَنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ﴾ (سورہ غافر ۴۰/۷۸) یا منافقین کے باب میں فرمایا جائے ﴿وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ، لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ﴾ سورہ توبہ ۹/۱۰۱) ہرگز ان آیات کے منافی اور احاطہ علم مصطفیٰ کا نافی نہیں۔ (انباء المصطفیٰ ص ۶)

حضور مفتی اعظم ادخال السنان میں تھانوی صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں: آپ خود واقف ہیں کہ آپ کے خصم (یعنی اہل سنت) یہ علم (یعنی علم ما کان وما یکون) بتدریج مانتے ہیں کہ تمامی نزول قرآن عظیم پر جس کا اتمام ہوا۔ (ص ۳۶ مطبوعہ اہل سنت وجماعت بریلی شریف)

اہل سنت کے اس عقیدے کی مخالفت میں تھانوی صاحب نے جیسا کہ ماقبل میں مذکور ہوا دو استدلال پیش کیے ہیں۔پہلا استدلال ایک آیت کریمہ سے ہے اور دوسرا حدیث شریف سے۔

تھانوی صاحب اس خوش فہمی میں مبتلا ہوں گے کہ انھوں نے عقیدہ مذکورہ کے رد میں بڑی بھاری بھرکم دلیلیں دی ہیں۔اور ایک عظیم مہم سر کر لی ہے اور سطحی نظر رکھنے والے ان کے دلائل سے متاثر بھی ہو سکتے ہیں۔لیکن حضور مفتی اعظم نے ادخال السنان میں جو ان کا رد فرمایا ہے اس کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دلائل تار عنکبوت

ہے۔ یا پھر استدلال کرتے وقت جان بوجھ کر آنکھیں بند رکھی ہیں ان کی فکر میں سطحیت ہے۔ نظر تعمق سے
ہے اور موصوف دولتِ استحضار سے بھی تہی داماں ہیں کہ خود اپنا کہا ہوا بھی ان کو یاد نہیں رہتا۔ یہ دعوے کسی
،کا نتیجہ نہیں بل کہ مبنی بر صداقت ہیں۔ جو شخص بھی حقیقت پسندانہ نظر سے ادخال السنان کا مطالعہ کرے گا
توں کے اعتراف پر مجبور ہوگا۔

اب تھانوی صاحب کا پہلا استدلال اور اس پر حضور مفتی اعظم کے رد ذکر کیے جاتے ہیں۔ تھانوی
لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں ہے کہ آپ فرما دیجیے۔ ﴿وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا
السُّوْءُ﴾ (سورہ اعراف ۱۸۸/۷) ترجمہ :اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا کہ میں نے بہت
مع کر لی اور مجھے کوئی برائی نہ پہونچی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمیع غیوب الی یوم القیامۃ کا علم مستلزم ہے دوامِ عافیت وعدمِ مسِ ضر رکو۔ اور
ہے کہ عین وقتِ وفات تک مسِ ضرر ضرور ہوا۔ چنان چہ خود مرض بھی اس کی ایک فرد ہے۔ پس عدمِ مسِ
نک مرتفع رہا۔ تو علمِ جمیع غیوبِ مذکورہ آخر عمر تک بھی منتفی ہوا۔

(حفظ الایمان مع بسط البنان ص ۲۶، مطبوعہ مسعود پبلشنگ ہاوس، دیوبند)

حضور مفتی اعظم نے اس کے بارہ رد فرمائے ہیں۔

پہلا رد:

یہاں تھانوی صاحب نے مکر سے کام لیا ہے۔ ان کی یہ گفتگو آیت کریمہ کے لفظ الغیب میں الف
ے استغراق ماننے کی صورت میں ہے۔ دریں صورت آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ اگر مجھے جمیع غیوب کا علم
یب کا کوئی بھی فرد میرے علم سے باہر نہ ہوتا۔ تو آیت سے علمِ جمیع غیوب بلا استثنا کی نفی ہوئی نہ کہ جمیع
لی یوم القیامۃ کی۔ اور تھانوی صاحب کا مقصود آیت سے جمیع غیوب الیٰ یوم القیامۃ کا انتفا ثابت کرنا ہے
ب تھانوی صاحب نے مقصود حاصل ہوتا ہوا نہیں دیکھا تو مکر کا سہارا لے کر اپنی طرف سے الی یوم
کا پیوند لگا دیا۔ اور لکھ دیا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمیع غیوب الی یوم القیامۃ کا علم الخ

حضور مفتی اعظم فرماتے ہیں :جناب تھانیت مآب ملاحظہ ہو، رسلیا آیہ کریمہ ﴿وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ
۔۔﴾ سے استدلال کرنے چلی اور جب دیکھا کہ کلام الٰہی میں اس کی گزر نہیں تو قرآن عظیم میں اپنی طرف
مد بڑھا گئی۔ کہیے یہ کونسی حیا، کس دیانت کی ادا، کس ایمان کا تقاضا ہے؟

یہ ذرا سی فتنی سوا دو ورقی رسلیائے ملا تھانوی کی ہے ذی ہوش۔ دیکھا کہ یہاں نہ عہد ہے نہ عہد یا جنس سے
[illegible]

برائی نہ پہونچنے پاتی معقول نہیں۔مع ہٰذا جب عہد نہ ہوا تو استغراق آپ ہی متعین۔لہٰذا اسے ماننا پڑا کہ آیت میں عموم نفی نہیں یعنی یہ معنی نہیں کہ میں اصلاً علم غیب نہیں رکھتا بلکہ صرف نفی عموم ہے یعنی ایسا نہیں کہ جمیع غیوب بلا استثنا مجھے معلوم ہوں۔یہ بلا شبہ حق تھا۔اب سوجھی کہ اس کے خصم کب اس کے منکر ہیں؟ وہ تصریحیں فرما رہے ہیں کہ جمیع غیوب غیر متناہیہ بالفعل کا علم کہ اصلاً ازل سے ابداً آباد وغیر متناہی تک کی کوئی شی مخفی نہ ہو مخصوص بہ حضرت عزت ہے۔حضور سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کا علم کریم تمام مکتوباتِ لوح ومکنوناتِ قلم یعنی ما کان وما یکون من اول یوم الی آخر الایام کو محیط اور اس سے بدرجہا زائد علوم بے شمار متعلقہ بذات وصفات وآخرت پر مشتمل ہے۔نہ کہ محیطِ جمیعِ غیوب ومعاذ اللہ مساوی علم الٰہی۔تو آیت نے رسلیا کو کچھ نفع نہ دیا۔لہٰذا اس نے سنت یہود پر قائم ہو کر کلام الٰہی میں پیوند کی ٹھہرائی جمیع غیوب الی یوم القیامۃ کی قید اپنی گرہ سے بڑھائی۔ جناب تھانوی صاحب دھرم سے کہنا یہ الی یوم القیامۃ کا لفظ یہاں آیت کریمہ میں کہاں ہے؟ تھانوی صاحب یہ قرآن ہے جس میں نقص وزیادت خارج از امکان ہے۔ (ص-۳،۴ ملخصاً)

دوسرا رد :

تھانوی صاحب کی زیر بحث عبارت صفحہ کے آخر میں ہے اور صفحہ میں شرح مواقف کی ایک عبارت نقل کی ہے جس میں آیت کے لفظ الغیب کا مطلب جمیع مغیبات ہی بتایا ہے۔عبارت یہ ہے

"الاطلاع علی جمیع المغیبات لا یجب للنبی ولھذا قال سید الانبیاء ﴿وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ﴾۔

اس پر حضور مفتی اعظم فرماتے ہیں:

دیکھیے تو یہ وہی آیت ہے یا کوئی اور؟ اس میں جمیع غیوب کہے یا صرف قیامت تک کے۔آپ رسلیا والے کو دزدیکف چراغ نہ کہیں گے۔ (ص۴)

تیسرا رد :

آیت میں ایک پہلو تو یہ تھا کہ آیت میں جمیع غیوب بلا استثنا کی نفی ہے۔جس میں تھانوی صاحب نے یہ پیوند کاری کی۔دوسرا پہلو یہ ہے کہ یہاں علم ذاتی کی نفی ہے۔یعنی میں بذاتِ خود بے خدا کے بتائے غیب جان لیا کرتا تو بہت بھلائی جمع کر لیتا اور مجھے کوئی برائی نہ پہونچتی۔یہ نہایت صاف معنی تھے۔لیکن تھانوی صاحب کو اس سے انکار ہے لکھتے ہیں:

اگر کہا جائے یہ منفی علم بالذات ہے۔جواب یہ ہے کہ جو تالی اس مقدم پر مرتب کی گئی ہے وہ دلیل ہے مقدم کے عام ہونے کی۔کیوں کہ استکثارِ خیر وعدم مس سوء مطلق علم کے لوازم سے ہے نہ کہ علم بالذات کے لوازم

نے سے منکشف ہو تو مس سوء نہ ہو(ص اور) (بسط البنان میں اسی طرح مرقوم ہے لیکن یہ ضرور
غلطی ہے یہاں مسِ سوء ہو ہونا چاہیے۔

حضور مفتی اعظم نے اس کے رد میں پہلے تو تھانوی صاحب کی ایک تعبیری خامی کا ذکر کیا ہے۔ تھانوی
نے کہا ہے وہ دلیل ہے مقدم کے عام ہونے کی۔ یہاں انھیں لفظ عام نہیں بلکہ لفظ مطلق بولنا چاہیے
مفتی اعظم فرماتے ہیں :رسلیہ کو خود اپنے کہے کی سمجھ نہیں۔ مقدم کو عام لیتی ہے۔ یعنی اپنے جمیع
ذاتی وعطائی سب کو جامع۔ تو اسی کے طور پر معنی یہ ہوئے کہ اگر جمیع اقسام ذاتی وعطائی کا علم غیب مجھے
زم آتا۔ اس سے نفی عموم ہوئی نہ عموم نفی۔(یعنی اس سے تو یہ ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وعطائی جملہ اقسام کا علم نہیں۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ آپ کو علم غیب عطائی بھی نہیں یا بالعطا جمیع
یوم القیامۃ کا علم نہیں۔ تو مقدم کو عام کہنا خود تھانوی صاحب کے خلاف ہوگا۔ حضور مفتی اعظم فرماتے
یہ تو اس کی بے تمیزی ہے کہ اطلاق کی جگہ عموم بولی ہے۔

تھانوی صاحب نے اس عبارت میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ آیت میں مطلق علم کی نفی ہے نہ علم بالذات کی۔
بدی ہے کہ عدم مس سوء مطلق علم کے لوازم سے ہے نہ کہ علم بالذات کے لوازم سے۔ یعنی عدم مسِ سوء
علم بالذات کو لازم ہے اسی طرح علم بالعطاء کو بھی لازم ہے۔ اور یہ بات بداہتِ عقل کے خلاف بتائی
ئندہ کی بات کا علم ہو جائے تو مسِ سوء نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے بتانے سے ہو تو مسِ سوء ہو۔ یعنی عدمِ
کے معاملہ میں دونوں حال برابر ہیں۔

حضور مفتی اعظم نے ثابت فرمایا ہے کہ اس صورت میں بھی آیت کریمہ سے علم ذاتی ہی کی نفی ہوگی۔
تے ہیں :بعد اس تسلیم کے کہ مجرد علم غیب مستلزم عدمِ مسِ سو ہے۔ واقعی حصولِ علم پر ذاتی وعطائی دونوں
مگر وہ نصیبِ دشمناں والا نکتہ اور ہے جہاں تک رسلیا والے کی سمجھ نہیں پہونچ سکتی۔ ذاتی وعطائی میں
فرق نہ سہی۔ کیا نفسِ حصول میں زمین وآسمان کا فرق نہیں؟ کہ ذاتی کا حصول اپنی ذات سے ہے غیر
ں۔ اور عطائی کا حصول محتاج ودست نگر عطا ہے۔ دیا تو ملا ورنہ نہیں۔ تو جسے علم غیب عطا سے ملتا ہے اور
الی یوم القیامۃ ابھی منکشف نہ ہوئے اگر چہ آئندہ منکشف ہو جائیں گے، وہ یہ دعویٰ کیوں کر کر سکتا
کوئی برائی نہ پہونچے گی۔ کیا ممکن نہیں کہ بعض ضرر آنے والے ہوں کہ معطی نے ابھی ان کا علم نہ دیا
نہ جمیع غیوب عطا کر دے گا۔ اس ضرر سے بچنے کا ذریعہ کیا ہے؟ بہ خلاف اس کے جس کا علم اپنی ذات
لیا اسے کوئی حالت منتظرہ باقی ہے۔ اور رسلیا خود مانتی ہے کہ آیت ایسے ہی علم کی نفی فرماتی ہے جس پر
ور کا ترتب ہو سکے۔ نہ اس کی جس پر ترتب ہی نہ ہو۔ اب فرمایئے علم ذاتی مراد ہوا یا نہیں؟ ذرا

چوتھا رد : مذکورہ بالا رد بر سبیل تنزل تھانوی صاحب کا یہ خانہ زاد نظریہ تسلیم کرنے کی صورت میں تھا کہ استکثار خیر و عدم مس سوء مطلق علم کے لوازم سے ہے۔ اب تھانوی صاحب کے اس نظریہ کا رد فرماتے ہیں اور ثابت فرماتے ہیں کہ مذکورہ لزوم علم ذاتی ہی کے لیے ہے نہ علم عطائی کے لیے۔ اور یہ کہ آیت میں علم بالذات ہی کی نفی ہے نہ کہ مطلق علم کی۔

تھانوی صاحب نے جو دعویٰ کیا ہے کہ آیت میں مطلق علم کی نفی ہے علم بالذات کی نہیں۔ کہ استکثار خیر و عدم مس سوء مطلق علم کے لوازم سے ہے نہ علم بالذات کے۔ اس دعوے کی رو سے معاذ اللہ آیت شریفہ بالکل بے معنی و مہمل ہو جائے گی۔ اس لیے کہ اس صورت میں آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ مجھے غیب کا علم بالذات ہے نہ بالعطاء۔ اگر مجھے غیب کا علم بالذات ہوتا تو میں خیر کثیر جمع کر لیتا اور کوئی برائی مجھے نہ پہونچتی اور اگر غیب کا علم بالعطاء ہوتا تب بھی یوں ہوتا۔ حالاں کہ علم بالعطاء کی صورت میں جزاے مذکور کا ترتب نہ ہوگا جیسا کہ درج ذیل مضمون سے معلوم ہوگا۔

حضور مفتی اعظم فرماتے ہیں:

تھانوی صاحب رسلیا سے پوچھیے کسی امر کا پہلے سے جان لینا اس کے خیر کی تحصیل اور شر کے دفع کو کیوں کر مستلزم ہو گیا۔ جب تک اس تحصیل و دفع پر قدرت نہ ہو۔ اور قدرت کے ساتھ اس کے اسباب بھی مہیا ہوں۔ اور موانع بھی معدوم ہوں۔ ورنہ جانا کیجیے قدرت نہیں تو کیا کر سکتے ہو۔ قحط میں مرنے والے، روٹی پکانا کھانا اور اس طریقہ سے بھوک کا دفع کرنا سب کچھ جانتے ہیں۔ پھر یہ جاننا ان کے کیا کام آتا ہے؟ کیا اب بھی آپ نہ سمجھے کہ واقعی علم بالذات ہی وہ چیز ہے جو اس لزوم کا ضامن ہے۔ علم بالذات کو الوہیت لازم، الوہیت کو قدرت تامہ لازم، اور علم و قدرت تامہ کے اجتماع کو لزوم جزائے مذکور لازم۔ تو حاصل آیت یہ ٹھہرا کہ اے کافرو! تم جو مجھ سے تعیین وقت قیامت پوچھتے ہو، یہ غیب ہے کہ بے خدا کے بتائے میں نہیں جان سکتا۔ اگر بے خدا کے بتائے مجھے غیب کا علم ہوتا تو میری قدرت بھی ضرور تام ہوتی، اور کوئی بات میرے خلاف نہ ہو سکتی۔ حالاں کہ تم دیکھ رہے ہو کہ بعض تکالیفِ جسمانی مجھے پہونچ جاتی ہیں۔ بعض لڑائیاں میرے اصحاب کے خلاف ختم ہوتی ہیں تو ظاہر ہے کہ میں اپنے رب کے اختیار میں ہوں۔ پھر بے اس کے بتائے کیوں کر جان لوں۔ یا بے اس کے اذن کے کیوں کر بتا دوں۔ اور اس معنی پر خود اس آیت کا صدر دلالت کرتا ہے کہ ﴿قُلْ لَّا اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰهُ﴾ تم فرما دو کہ میں اپنی جان کے نفع و نقصان کا خود مالک نہیں مگر اس قدر کہ اللہ نے چاہا۔

کیوں تھانوی صاحب آیت کریمہ کے صاف معنی بدل کر معاذ اللہ اسے باطل و مہمل کر دینا کس کا کام

حضور مفتی اعظم کی جولانی فکر ورسائی ذہن کی شان دیکھیں کہ تھانوی صاحب نے جس نظریہ کی روشنی سے مطلق علم کی نفی ثابت کی تھی آپ نے اسی نظریہ کے تسلیم کرنے کی صورت میں بھی واضح طور پر یہ دیا کہ آیت میں بالذات علم غیب ہی کی نفی ہے نہ مطلق علم غیب کی۔ اور تھانوی صاحب کے فکر ونظر کا یہ کہ انھوں نے آیت کا وہ معنیٰ بتایا کہ آیت معاذ اللہ بے معنی ومہمل ہو کر رہ گئی۔ اسی لیے راقم نے کہا تھا کہ تھانوی صاحب نے زیر بحث مسئلہ میں فکری سطحیت کا مظاہرہ کیا ہے۔

پانچواں رد:

تھانوی صاحب نے آیت میں علم بالذات کی نفی کے رد میں یہ کہا کہ استکثار خیر وعدم مس سوء مطلق علم سے ہے نہ علم بالذات کے لوازم سے۔ اور اس کی یہ دلیل دی کہ یہ حکم بالکل بداہت عقل کے خلاف ہ کی بات خود معلوم ہو تو مس ضرر نہ ہو اور خدائے تعالیٰ کے بتانے سے معلوم ہو تو مس ضرر ہو۔ اس یہ نکلے گا کہ آیت مذکورہ میں علم بالذات کی نفی کا قول بداہت عقل کے خلاف ہے۔ حالاں کہ یہ قول ہے۔

حضور مفتی اعظم نسیم الریاض شرح شفاے قاضی عیاض کی ایک عبارت پیش فرماتے ہیں جس میں ن سے علم بالذات ہی کی نفی ثابت فرمائی ہے۔ یہاں ادخال السنان سے صرف ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ علم غیب یقیناً ثابت ہے۔ جس میں کسی عاقل کو انکار یا تردد کی ں۔ کہ اس میں حدیثیں بہ کثرت آئیں۔ اور ان سب سے بالاتفاق نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے بت ہوتا ہے۔ اور یہ ان آیتوں کے کچھ خلاف نہیں جو بتاتی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔ اور آیت کریمہ ﴿وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ﴾ یعنی ب جانتا تو بہت بھلائی جمع کر لیتا۔ ان آیتوں میں بلا واسطہ علم غیب کی نفی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے علم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب ملنا یقینی بات ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو کرتا سوا اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ (یہ اقتباس نقل کرنے کے بعد حضور مفتی اعظم فرماتے ہیں:)
وی صاحب یہ وہی آیت ہے یا نہیں؟ اسے علماے کرام نے علم بالذات کی نفی پر محمول کیا یا نہیں؟ علم ن بعطاے الٰہی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ثابت مانا یا نہیں؟ اس آیت میں اس کی نفی نہ ہونا بتایا یا یہ آپ کے نزدیک معاذ اللہ علما بداہتِ عقل کے مخالف ہیں یا رسلیا والا پاگل؟

چھٹا رد:

گزر چکا کہ تھانوی صاحب عدم مس سوء کو مطلق علم کے لوازم سے مانتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ حکم ت عقل کے خلاف ہے کہ آئندہ کا واقعہ خود منکشف ہو تو مس سوء نہ ہو اور خدا بتائے تو [illegible]

منکشف ہو تو اس سے مس سوء ہو۔ اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ ان کے نزدیک علم بالعطا کے لیے بھی یہ لازم ہے کہ اس کے حامل کو ضرر نہ پہونچے اور مرض کو ضرر کا ایک فرد بتایا ہے۔ اس پر حضور مفتی اعظم معارضہ قائم فرماتے ہیں:

رسلیا اسی دلیل میں ابھی ابھی تو لکھ چکی ہے کہ ظاہر ہے کہ عین وقت وفات تک مس ضرر ہوا۔ چنان چہ مرض بھی اس کی ایک فرد ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرض اقدس کو معاذ اللہ حضور کے حق میں ضرر ٹھہرا کر چنانچہ تو لکھ گئے۔ یہ بھی سمجھے کہ آپ کے نفی علم بالذات کے انکار کو مرض الموت لگ گیا۔ اے جناب یوں تو مرض کیا خود موت ہی کو ضرر نہ کہیے۔ قرآن عظیم میں ﴿اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ، اَصَابَتْکُمْ مُصِیْبَةُ الْمَوْتِ﴾ (سورہ مائدہ ۵/۱۰۶) فرمایا۔ مگر یہ تو بولیے کہ وہ کون سا علم عطائی ہے کہ خدا کے بھیجے ہوئے مرض کو نہ آنے دے، اپنے عالم کو موت سے بچالے۔ ہرگز کوئی علم عطائی ایسا نہیں ہوسکتا۔ کیا اب بھی ایمان نہ لاوگے کہ ضرور علم بالذات ہی کی نفی ہے۔ کہ وہی وہ شی ہے کہ جس کے موصوف کو نہ مرض لاحق ہو سکے نہ موت (ص) علم عطائی کے لیے بھی عدم مس سوء کو لازم قرار دینا۔ تھانوی صاحب کی سطحی فکر پر دال ہے۔

ساتواں رد:

اب حضور مفتی اعظم خود تھانوی صاحب کے بیان کردہ ایک کلیہ کی روشنی میں ثابت فرماتے ہیں کہ آیت میں علم بالذات کی ہی نفی ہے نہ کہ مطلق علم کی۔

تھانوی صاحب سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ زید کہتا ہے علم غیب کی دو قسمیں ہیں۔ بالذات، اس معنیٰ کر عالم الغیب خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہوسکتا۔ اور بالواسطہ۔ اس معنیٰ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم الغیب تھے۔ زید کا یہ استدلال وعقیدہ وعمل کیسا ہے؟ تھانوی صاحب حفظ الایمان میں جواب دیتے ہیں: مطلق غیب سے مراد اطلاقاتِ شرعیہ میں وہی غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو۔ اور اس کے ادراک کے لیے کوئی واسطہ اور سبیل نہ ہو۔ اسی بنا پر ﴿لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ﴾ (سورہ نمل ۲۷/۶۵) اور ﴿وَلَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ﴾ وغیرہ فرمایا گیا ہے۔ اور جو علم بواسطہ ہو اس پر غیب کا اطلاق محتاجِ قرینہ ہے۔ تو بلا قرینہ مخلوق پر علم غیب کا اطلاق موہم شرک ہونے کی وجہ سے ممنوع و ناجائز ہوگا۔

(حفظ الایمان مع بسط البنان ص ۱۳)

حضور مفتی اعظم فرماتے ہیں:

یہاں تو اپنی نہ بنتی بنانے کو یہ جوش وخروش کہ علم بالذات مراد لینا بداہت عقل کے خلاف ہے اور حفظ الایمان میں یوں فرما چکے مطلق غیب سے مراد اور سبیل نہ ہو کیوں تھانوی صاحب آیہ کریمہ ﴿لو کنت

یں وہی غیب مراد ہے جس کے ادراک کے لیے واسطہ نہ ہو۔ بھولی مورت، وہ جو بلا واسطہ ہو اسی کو
کہتے ہیں۔نسیم الریاض کی عبارت ابھی سن چکے اور خود حفظ الایمان میں اپنا ہی ساختہ سوال خانہ ساز
یہ علم غیب کی دو قسمیں ہیں۔ بالذات اور بواسطہ اسی کے جواب میں آپ کی وہ عبارت ہے کہ مطلق
وہی غیب ہے جس کے ادراک کے لیے کوئی واسطہ نہ ہو۔ اور اسی پر آپ کی وہ تفریع کچھ جان رکھے گی کہ
مخلوق پر علم غیب کا اطلاق موہم شرک ہونے کی وجہ سے ممنوع ہوگا۔ کہ ایہام شرک اسی تقدیر پر ہے کہ
شرعیہ میں مطلق علم غیب سے بالذات مراد ہونے میں آپ کی بات مان لی جائے۔ ورنہ ان معنی پر کہ
ائی دونوں کو شامل ہو مخلوق پر اطلاق میں ایہام شرک آپ کس گھر سے لائیں گے؟ تو قطعی طور پر روشن ہوا
حفظ الایمان میں خود ہی مان چکے ہیں کہ اطلاقاتِ شرعیہ میں مطلق علم غیب سے علم بالذات مراد ہوتا ہے
سے بداہتِ عقل کے خلاف بتا کر جنون کیسے دیتے ہیں۔ ؎

بریں عقل و دانش بباید گریست　　　　کہ خود گفتہ خود نداند کہ چیست

آٹھواں رد:

حضور مفتی اعظم فرماتے ہیں کہ اتنا ہی نہیں ہے کہ تھانوی صاحب کے بیان کردہ کلیہ کے تحت آیت
نقل کر کے اس سے علم بالذات مراد ہونا ثابت کیا۔ بلکہ تھانوی صاحب نے خود آیت مذکورہ میں علم
ی مانا ہے۔ مگر ان کو خود اپنا کہا یاد نہیں رہتا۔ فرماتے ہیں۔

تھانوی صاحب وہ دیکھیے اپنے اسی کلیہ کی چمکتی تفریع آپ کی حفظ الایمان یوں دکھاتی ہے اسی بنا
لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ ﴾ ۔اور ﴿وَلَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ﴾
یا گیا ہے۔ جناب ارسلیا والے کو اپنے گھر کی بھی خبر نہیں ۔ع

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اب وہ خود ہی ایمان لا چکا کہ آیہ کریمہ وَلَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ میں علم بالذات ہی کی نفی ہے جو بلا واسطہ
عطائی قطعاً بالواسطہ ہے۔ پھر کس منہ سے اسی حفظ الایمان کی حمایتی بہن بسط البنان میں اسے بداہتِ
ی خلاف بولتا ہے۔ یعنی کہتا ہے ایں جناب حفظ الایمان لکھنے میں نہ فقط عقل بل کہ بداہتِ عقل کے
ں۔ یعنی نہ صرف احمق بلکہ نرے پاگل ہیں۔ (ص ۱۰ ملخصا)

نواں رد:

تھانوی صاحب آپ نے یہ بھی دیکھا کہ نہ فقط اسی آیہ کریمہ بلکہ جملہ نصوصِ شرعیہ سے اس مسئلہ پر
میں رسلیہ والے نے ہمیشہ کو اپنی اور اپنے طائفہ بھر کی گلی بند کر لی۔ کہ جہاں مطلق علم غیب کی نفی ہے خود
[illegible]

ع عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد (ص ۱۰)

تھانوی صاحب کو یہ کلیہ بیان کرتے وقت یہ بھی نہ سوجھا کہ اس کلیہ سے علم غیب کی نفی کے بارے میں ہمارے استدلال کی عمارت ہی منہدم ہو جائے گی۔

دسواں رد :

حضور مفتی اعظم فرماتے ہیں کہ بعض مفسرین متاخرین نے آیت مذکورہ کے لفظ الغیب میں لام جنس مانا ہے۔ اور خیر و سوء سے خاص وہ چیزیں مراد لی ہیں کہ عادۃً ان کے جلب وسلب پر انسان ظاہری اختیار رکھتا ہے۔ اس مسئلہ کا ذکر اس لیے فرمایا کہ کہیں تھانوی صاحب جواب بنانے کو اس تفسیر کا سہارا لیں۔ حالاں کہ ان کے لیے اس کی گنجائش نہیں۔ کہ انھوں نے لام استغراق مانا ہے۔ اور سوء میں مرض الموت تک کو شامل کیا ہے جس کے دفع پر انسان ہرگز قادر نہیں۔

فرماتے ہیں : اگلے سوالات رسلیا ہی کی راہ پر ہوئے۔ مگر اس مسلک کا ذکر اس لیے کر دیا کہ رسلیا والا اپنا لکھا خود نہیں سمجھتا جس کا بارہا تجربہ ہو لیا۔ کہیں جواب بنانے کی بوکھلاہٹ میں ان بعض متاخرین کا سہارا لے۔ اور اتنی تمیز نہ ہو کہ اس کے اور ان کے مسلک میں بعد المشرقین ہے۔ (ص ۱۲ ملخصاً)

گیارہواں رد :

متاخرین کی اس تفسیر پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب آیت میں الف لام جنس کا مانیں گے تو آیت سے سلب کلی ثابت ہوگا۔ یعنی آپ کو کسی غیب کا علم نہیں۔ انھوں نے اس کے جو جوابات دیے ہیں حضور مفتی اعظم نے ان کا ذکر کیا ہے۔ اور انھیں جوابات کی روشنی میں تھانوی صاحب کا رد بھی کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ کیا آپ کو یہ بھی خبر ہے کہ خود اس مسلک والوں نے آیہ کریمہ سے کیا کیا جواب دیے ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے علم غیب کی نفی کرنے والوں کے کیا کیا علاج کیے؟ تفسیر لباب التاویل پھر تفسیر جمل میں ہے (ادخال السنان میں عربی عبارت منقول ہے یہاں صرف اس کا ترجمہ دیا جاتا ہے) اگر کسی کو اس آیت ﴿ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ ﴾ سے یہ شبہہ گزرے کہ اس میں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی ہے حالاں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بہتیرے غیب بتائے جو صحیح حدیثوں میں آئے۔ اور یہ حضور کے نہایت عظیم معجزات سے ہے تو اس میں اور آیت میں تطبیق کیا ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو آیت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نفی علم غیب میں متعین نہیں۔ ممکن ہے کہ یہ نفی حضور نے براہ تواضع وادب فرمائی ہو۔ اور معنی یہ کہ بے خدا کے بتائے مجھے علم غیب نہیں ملتا۔ (دیکھیے وہی علم ذاتی کی نفی آ گئی) ثانیاً ممکن ہے کہ اس وقت تک حضور کو علم غیب نہ ملا ہو۔ بعد کو اللہ تعالیٰ نے حضور کو علم غیب عطا فرمایا۔ جیسا کہ رب عزوجل نے فرمایا ہے : کہ اللہ

تو دونوں گلیاں بند ہیں کہ علم ذاتی لینے کو خلافِ بداہت عقل کہہ چکی اور نفی علم غیب آخر عمر اقدس تک مستمر
۔ جانے ان دو احتمالوں کے رد پر اس کے پاس کیا دلیل ہے؟ کوئی برہان رکھتی ہے تو لائے ورنہ استدلال
بیتے شرمائے۔ (ص ۱۳)

تفسیر جمل کے اس اقتباس سے ثابت کہ آیت کریمہ مذکورہ میں علم ذاتی کی نفی ہے۔ نسیم الریاض شرح
ئزرا کہ آیت میں علم ذاتی کی نفی ہے۔ حضرت پیر کرم شاہ ازہری نے اپنی تفسیر ضیاء القرآن میں تفسیر
کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہاں علم ذاتی کی نفی ہے۔ مگر پھر بھی تھانوی صاحب اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ ہی
ہے ہیں کہ آیت میں علم بالذات کی نہیں بلکہ مطلق علم کی نفی ہے اور یہ کہ آیت سے علم جمیع غیوب الی یوم
ں نفی ثابت ہوئی۔ اسی لیے راقم نے کہا تھا کہ زیر بحث مسئلہ میں تھانوی صاحب کا مطالعہ محدود ہے یا
بوجھ کر اغماض برتا ہے۔

بارہواں رد:

تھانوی صاحب نے بسط البنان میں عقل وخرد سے اس قدر بے گانگی کا ثبوت دیا ہے کہ لاشعوری
دکو کچھ مخصوص القاب کا مستحق ٹھہرالیا ہے۔ حضور مفتی اعظم فرماتے ہیں: تھانوی صاحب کیا رسلیا والے
ۂ خصم (یعنی امام احمد رضا قدس سرہ) کا کلام بھی نہ دیکھا۔ اس کے اسی برے دن کے لیے انباء
یں فرمادیا تھا کہ تاریخ تمامی نزول (قرآن) سے پہلے کی ہوگی یا بعد کی۔ برتقدیر اول مقام سے محض
ستدل نہ صرف جاہل بل کہ دیوانہ۔ برتقدیر ثانی اگر مدعاے مخالف میں نص صریح نہ ہو تو استناد محض خرط
الفین جو کچھ پیش کرتے ہیں سب انھیں اقسام کی ہیں دیکھیے اس نے (رسلیا والے نے) وہ آیت پیش
ی نزول قرآن کریم سے بہت پہلے کی ہے۔ اور پھر اس کے مدعا میں نص بھی نہیں۔ نص ہونا درکنار خود
مانہ بنا جب تک کلام اللہ میں اپنی طرف سے پیوند نہ جوڑا تو وہ دونوں مصیبتوں کی جامع ہوئی۔ افسوس کہ
کے بعد بھی نہ سوجھی۔ سوجھے تو جب کہ عقل کا نام ونشان لگا رہ گیا ہو۔ وہ ہمارے اور آپ کے اتفاق سے
لے سے سلب ہو چکی ہے۔ دیکھیے ادھر سے فرمان ہوا تھا کہ جو ایسی دلیل پیش کرے وہ نہ صرف جاہل بلکہ
ہے۔ تو ہمارے نزدیک رسلیا والا عقل سے یکسر برکنار۔ اور آپ نے خفض الایمان میں آیہ کریمہ وَلَوْ
عْلَمُ الْغَيْبَ میں علم بالذات مراد لے کر بسط البنان میں اسے نہ صرف عقل بلکہ بداہت عقل کے خلاف
آپ کے نزدیک رسلیا والے پہ جنون سوار۔ غرض اس کا مجنون ہونا دونوں فریق کا متفق علیہ ہے۔

(ص ۱۴)

یہ ادخال السنان کا اجمالی تعارف اور مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر اس کی فصل اول کے مباحث کا
[illegible]

اسی قدر سے معلوم ہوگیا کہ صاحب کتاب تاجدار اہل سنت، شہزادہ اعلیٰ حضرت سیدنا حضور مفتی اعظم کے فضل و کمال کا یہ عالم ہے کہ دیوبندی جماعت کا وہ عالم جس کو ان کے یہاں حکیم الامت کے بھاری بھرکم لقب سے یاد کیا جاتا ہے آپ کے سامنے طفلِ مکتب بلکہ مخبوط الحواس اور عقل ودانش سے بیگانہ ثابت ہورہا ہے۔

ضرورت ہے کہ ایسی عظیم و وقیع اور مفید کتاب کو کامل اہتمام کے ساتھ نئے انداز میں شائع کیا جائے۔ سرورق، کاغذ اور طباعت عمدہ ہو۔ خاص طور سے تصحیح کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔

کتاب کا پورا نام ادخال السنان الی حنک الحلقی بسط البنان ہے۔ یعنی سرمنڈی منحوس و موذی بسط البنان کے جبڑے میں نیزہ داخل کرنا۔ یہ تاریخی نام ہے۔ جس سے سال تصنیف ھ نکلتا ہے۔

بعض حضرات نے کتاب کا نام ادخال السنان الی حنک الحلق بسط البنان اور سنِ تصنیف ھ لکھا ہے۔ یہ دونوں باتیں غیر درست ہیں اب میں اس مضمون کو دو اشعار پر ختم کرتا ہوں جو بارگاہِ تاجدار اہل سنت میں بڑا جامع نذرانہ عقیدت ہیں۔

حق نما، حق بین و حق گو، حق پرست و حق پسند
مردِ حق، مشتاقِ حق، حق کی ضیا کا آئینہ

جس کا نصب العین تھا، اعلانِ حق، تبلیغِ حق
زندگی جس کی تھی شرحِ مصطفیٰ کا آئینہ

☆☆☆☆☆

مولوی اشرف علی تھانوی وہابی کی

کتاب "بسط البنان" کا دوسرا رد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

بخدمت گرامی منش سراپا دانش وسیع المناقب جناب اشرف علی تھانوی صاحب

الحمد للہ کہ آپ کی چھوٹی بسط البنان نے ادھر کا پورا سچا بسیط بیان دیکھ لیا، اب نہ رہیں مگر اس کی ۱۴
ن جن میں اس نے مسئلہ علم غیب پر اپنا منھ کھولا ہے، یہ مسئلہ بفضلہٖ تعالیٰ ادھر کے رسائل میں بروجہ اعلیٰ
سے طے ہولیا، مخالفین کو ایک قرن پورا بلکہ زائد گزرا کہ مہر سکوت بر زبان و سنگ صموت در دہان۔ اور
للہ العزیز تا قیام قیامت یوں ہی رہیں گے ﴿وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ﴾ (۱)

مگر یہاں جناب کی رسلیا اپنے طائفے بھر کی ساری عمر کی سب سے چمکتی کمائی بر سر محفل لائی، اور
ٹھسے سے دکھائی، اور ہے بھی یہ کہ اس سے بہتر ان کے کیسوں، ہمیانیوں، صندوقچیوں میں کچھ بھی
تو اس کی دنداں شکنی بقدر حاجت ضرور مناسب، پھر مسماۃ کی ساری ادائیں اول تا آخر فرداً فرداً
ں کھا چکیں، چھٹی کے دودھ کا مزہ پا چکیں، یہ چند سطری نزاکت کیوں سسکتی چھوڑ دی جائے، کیوں ہم
ں بلندی نہ پائے، لہٰذا بعض سوالات اور سنتے جائیے، وقعات السنان میں ۱۳۲ سوال تھے، آگے
و باللہ التوفیق۔

فصل اول: دربارِ الٰہی سے تھانوی صاحب کی محرومی

سوال ۱۳۳ جناب تھانیت مآب ملاحظہ ہو، رسلیا آیہ کریمہ:

﴿وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾ (۲)

سے استدلال کرنے چلی، اور جب دیکھا کہ کلام الٰہی میں اس کا گزر نہیں تو قرآن عظیم میں اپنی
سے پیوند (۱) بڑھا گئی، کہیے یہ کون سی حیا، کس دیانت کی ادا، کس ایمان کا تقاضا، یہ ذرا سی فتنی سوا

دوورقی رسلیائے ملا تھانوی ہے، ذی ہوش۔

دیکھا: کہ یہاں نہ عہد ہے نہ عہد یا جنس سے کام چلتا ہے، کہ کسی غیب خاص یا مطلق کوئی سا غیب جاننے پر اس جزا کا ترتب کہ بہت بھلائی جمع کر لیتا، اور کوئی برائی نہ پہنچنے پاتی معقول نہیں، لہذا جب عہد نہ ہوا تو استغراق آپ ہی متعین، لہذا خدا کا دھرا سر پر اسے ماننا پڑا، کہ آیت میں عموم نفی نہیں، یعنی یہ معنی نہیں کہ میں اصلا علم غیب نہیں رکھتا، بلکہ صرف نفی عموم ہے، یعنی ایسا نہیں کہ جمیع غیوب بلا استثنا مجھے معلوم ہوں۔ یہ بلاشبہ حق تھا، اب سوجھی کہ اس کے خصم کب اس کے منکر ہیں، وہ تصریحیں فرما رہے ہیں کہ جمیع غیوب غیر متناہیہ بالفعل کا علم کہ اصلاً ازل سے ابدالآباد غیر متنا ہی کی کوئی شے مخفی نہ ہو مخصوص بحضرت عزت ہے، حضور سید الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام کا علم کریم تمام مکتوبات لوح ومکنونات قلم یعنی ما کان وما یکون من اول یوم الی آخر الایام کو محیط، اور اس سے بدرجہا زائد علوم بے شمار متعلقہ بذات وصفات وآخرت پر مشتمل ہے نہ کہ محیط جمیع غیوب ومعاذ اللہ مساوی علم الہی۔ تو آیت نے رسلیا کو کچھ نفع نہ دیا، لہذا اس نے سنت یہود پر قائم ہو کر کلام الٰہی میں پیوبند کی ٹھہرائی، جمیع غیوب میں الی یوم القیامه کی قید اپنی گرہ سے بڑھائی، جناب تھانوی صاحب ذرا دھرم سے کہنا: یہ الی یوم القیامه کا لفظ یہاں آیت کریمہ میں کہاں ہے۔ تھانوی صاحب یہ قرآن ہے، جس میں نقص وزیادت خارج از امکان ہے۔

﴿لا يأتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه تنزيل من حكيم حميد﴾(۱)

---

(۱) رسلیا کی عبارت یہ ہے: آیت لکھ کر کہتی ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمیع غیوب الی یوم القیامۃ کا علم مستلزم ہے دوام عافیت وعدم مس ضرر کو، اور ظاہر ہے عین وقت وفات تک مس ضرور ہوا چنانچہ خود مرض بھی اس کی ایک فرد ہے، پس عدم مس آخر عمر تک مرتفع رہا تو علم جمیع غیوب آخر عمر تک بھی منتفی ہوا، اگر کہا جائے کہ یہ منتفی علم بالذات ہے۔ جواب یہ ہے کہ تالی الخ۔ بقیہ عبارت صفحہ چار میں آتی ہے۔

تھانوی صاحب رافضی بھی قرآن کریم میں صرف کمی مانتے ہیں، زیادت وہ بھی محال جانتے ہیں، رسلیا تو اس میں زیادت کرنے چلی، افسوس کہ نہ حفاظ کے سینے اس کے اختیار میں ہیں، نہ کاتبوں کے قلم، ورنہ ضرور آیت میں الی یوم القیمۃ بڑھوا لیتی۔

سوال: (۱۳۴) تھانوی صاحب آپ نے رسلیا والے کا اندھا پن بھی دیکھا، خود ہی اسی رسلیا، ہاں ہاں اسی سواد دوورقی میں اس عبارت سے یوں ہی صفحہ بعد شرح مواقف سے نقل کیا کہ

"الإطلاع علی جمیع المغیبات لا یجب للنبي ولهذا قال سید الأنبیاء:
﴿ولو کنت أعلم الغیب لأستکثرت من الخیر وما مسني السوء﴾(۱)
دیکھیے تو یہ وہی آیت ہے یا کوئی اور۔ اس میں جمیع غیوب کہے، یا صرف قیامت تک کے، کیا
رسلیا والے کو دزد بکف چراغ نہ کہیں گے۔

سوال (۱۳۵) آیت میں ایک پہلو تو یہ تھا، جسے رسلیا نے پیوندکاری کرکے بچایا۔ دوسرا پہلو علم
کی نفی ہے، یعنی میں بذات خود بے خدا کے بتائے غیب جان لیا کرتا، تو بہت بھلائی جمع کرلیتا، اور مجھے
برائی نہ پہونچتی، یہ نہایت صاف معنی تھے، رسلیا اسے یوں اڑانا چاہتی ہے کہ:
جو تالی اس مقدم پر مرتب کی گئی ہے وہ دلیل ہے مقدم کے عام ہونے کی، کیوں کہ استکثار خیر وعدم
سوء مطلق علم کے لوازم سے ہے، نہ کہ علم بالذات کے، یہ حکم بداہت عقل کے خلاف ہے کہ اگر آئندہ کا
خود منکشف ہو تب تو مس سوء نہ ہو، اور جو خدائے تعالیٰ کے بتلانے سے منکشف ہو تو مس سوء ہو۔
جناب تھانوی صاحب رسلیا والا عقل کا نام ناحق لے، اس سے اور عقل سے تو قدیم دشمنی ہے، وہ
اکے لکھے بفضلہ تعالیٰ نصیب دشمنان ہے، رسلیا کو خود اپنے کہے کی سمجھ نہیں، مقدم کو عام لیتی ہے، یعنی
جمیع متناولات ذاتی وعطائی سب کو جامع تو اسی کے طور پر معنی یہ ہوئے کہ:
اگر جمیع اقسام ذاتی وعطائی کا علم غیب مجھے ہوتا تو یہ لازم آتا، اس سے نفی عموم ہوئی نہ عموم نفی، خیر
س کی بے تمیزی ہے، اطلاق کی جگہ عموم بولی ہے، اب اس سے کہیے کہ: بعد اس تسلیم کے کہ مجرد علم غیب
م عدم مس سوء ہے، واقعی حصول علم پر ذاتی وعطائی دونوں کا یہی حکم، مگر وہ نصیب دشمنان والا نکتہ اور
۔ جہاں تک رسلیا والے کی سمجھ نہیں پہونچ سکتی، ذاتی وعطائی بعد الحصول میں فرق نہ سہی، کیا نفس
ل میں زمین آسمان کا فرق نہیں؟ کیا آپ نہیں جانتے کہ ذاتی کا حصول اپنی ذات سے ہے غیر کا
نہیں، اور عطائی کا حصول محتاج دست نگر عطا ہے، دیا تو ملا ورنہ نہیں۔ تو جسے علم غیب عطا سے
ہے، اور جمیع غیوب الی یوم القیامۃ بالفعل ابھی منکشف نہ ہوئے، اگرچہ آئندہ منکشف ہوجائیں گے،
دعویٰ کیوں کر کرسکتا ہے کہ: مجھے کوئی برائی نہ پہونچے گی، کیا ممکن نہیں کہ بعض ضرر آنے والے ہوں کہ
نے ابھی ان کا علم نہ دیا، اگرچہ آئندہ جمیع غیوب عطا کردے گا۔ اس ضرر سے بچنے کا ذریعہ کیا
بخلاف اس کے جس کا علم اپنی ذات سے ہے، کیا اسے کوئی حالت منتظرہ باقی ہے۔ اور رسلیا خود مانتی

ہے کہ آیت ایسے ہی علم کی نفی فرماتی ہے جس پر جزائے مذکور کا ترتب ہوسکے، نہ اس کی جس پر ترتب ہی نہ ہو، اب فرمائیے: علم ذاتی مراد ہوا یا نہیں، ذرا ڈھونڈ ھیے تو وہ رسلیا کی بداہت عقل گھر کے کس کونے میں گھس گئی۔ شاید رسلیا ہی کے امثال کو کہا ہے کہ: عقولھن فی........ ھن۔

سوال (۱۳۶) رسلیا کی بداہت بلادت، سب بالائے طاق یہ بھی آپ نے دیکھا کہ: رسیا آیۂ کریمہ کو بالکل باطل و بے معنی کیے دیتی ہے، کہ استکثار خیر و عدم مس سوء مطلق علم کے لوازم سے ہے۔

تھانوی صاحب! اس سے پوچھیے تو کاہے سے کھائی تھی، فقط کسی امر کا پہلے سے جان لینا اس کے خیر کی تحصیل اور شر کے دفع کو کیوں مستلزم ہوگیا، جب تک اس تحصیل و دفع پر قدرت نہ ہو، اور قدرت کے ساتھ اس کے اسباب بھی مہیا ہوں، اور موانع بھی معدوم ہوں، ورنہ جانا کیجیے، قدرت نہیں تو کیا کرسکتے ہو، قحط میں مرنے والے روٹی پکانا، کھانا اور اس طریقہ سے بھوک کا دفع کرنا، سب کچھ جانتے ہیں، پھر یہ جاننا ان کے کیا کام آتا ہے، حفظ الایمان نے جس وقت حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان اقدس میں یہ شدید گالی "پاگل، چوپائے" والی لکھی تھی خوب جانتی تھی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے غلام اپنے مولٰی پر ایسی دشنام دیکھ کر ہرگز خاموش نہ رہیں گے، ضرور رسلیا والے کی تکفیر کریں گے، پھر اس جاننے نے اس کو کیا نجات دی، شدنی تکفیر اور عرب سے عجم تک تفضیح و تشہیر ہوکر رہی، اب عموم مقدم کی خبر لیں۔ کہیے کیا اب بھی آپ نہ سمجھے کہ واقعی علم (۱) بالذات ہی وہ چیز ہے جو اس لزوم کا ضامن ہے، علم بالذات کو الوہیت لازم، الوہیت کو قدرت تامہ، اور علم و قدرت تامہ کے اجتماع کو لزوم جزائے مذکور لازم، تو حاصل آیت یہ ٹھہرا کہ اے کافرو! تم جو مجھ سے تعیین وقت قیامت پوچھتے ہو یہ غیب ہے کہ بے خدا کے بتائے میں نہیں جان سکتا، اگر بے خدا کے بتائے مجھے غیب کا علم ہوتا تو میری قدرت بھی ضرور تام ہوتی، اور کوئی بات میرے خلاف نہ ہوسکتی، حالاں کہ تم دیکھ رہے ہو کہ بعض تکالیف جسمانی مجھے پہنچ جاتی ہیں، بعض لڑائیاں میرے اصحاب کے خلاف ختم ہوتی ہیں، تو ظاہر ہے کہ میں اپنے رب کے اختیار میں ہوں، پھر بے اس کے بتائے کیوں کر جان لوں، یا بے اس کے اذن کے کیوں کر بتادوں، اور اس معنی پر خود اس آیت کا صدر دلالت فرماتا ہے۔ کہ:

---

(۱) اسی طرح علم محیط مطلق کہ جمیع غیوب غیر متناہیہ کو تفصیلاً محیط با حاطہ حقیقیہ تامہ ہو خاصۂ الوہیت ہے تو اسے

﴿قُل لَّآ أَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعاً وَلَا ضَرّاً إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ﴾(۱)
تم فرمادو کہ: میں اپنی جان کے نفع ونقصان کا خود مالک نہیں، مگر اس قدر کا کہ اللہ نے چاہا۔
کیوں تھانوی صاحب! آیہ کریمہ کے صاف معنی بدل کر معاذ اللہ اسے باطل و مہمل کر دینا کس کا ہے۔

سوال (۱۳۷) تھانوی صاحب! آپ نے کبھی شفائے امام قاضی عیاض اور اس کی شرح نسیم کا بھی نام سنا ہے، اس میں فرماتے ہیں: ''(هذه المعجزة) في اطلاعه۔صلى الله تعالىٰ وسلم۔على الغيب(معلومة على القطع)بحيث لا يمكن الانكار، أو التردد فيها من العقلاء(لكثرة رواتها واتفاق معانيها على الإطلاع على الغيب)وهذا لا ينافي الدالة على أنه لا يعلم الغيب إلا الله .وقوله:﴿ولو كنت أعلم الغيب لأستكثرت خير﴾(۲)

فإن المنفي علمه من غير واسطة ، وإما إطلاعه۔۔صلى الله تعالى عليه م۔ بإعلام اللّٰه تعالىٰ له فأمر محقق لقوله تعالىٰ:﴿فلا يظهر على غيبه أحداً ارتضى من رسول﴾(۳)
یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزۂ علم غیب یقیناً ثابت ہے، جس میں کسی عاقل کو انکار یا گنجائش نہیں، کہ اس میں حدیثیں بکثرت آئیں، اور ان سب سے بالاتفاق نبی۔صلی اللہ تعالیٰ علیہ کے لیے علم غیب ثابت ہے، اور یہ ان آیتوں کے کچھ خلاف نہیں جو بتاتی ہیں کہ: اللہ کے سوا کوئی ں جانتا۔
اور اسی طرح آیت:﴿وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ﴾(۴)

[سورة الأعراف:۱۸۸]
[نسيم الرياض في شرح شفاء القاضي عياض الباب الرابع ۔ الفصل الرابع والعشرون عليه من الغيوب ومايكون. ۳/۱۵۰ ناشر: مركز اهل السنة بركات رضا فور بندر]
[نسيم الرياض في شرح شفاء القاضي عياض الباب الرابع ۔ الفصل الرابع والعشرون عليه من الغيوب ومايكون. ۳/۱۵۰ ناشر: مركز اهل السنة بركات رضا فور بندر]
[سورة الأعراف:۱۸۸]

میں اگر غیب جانتا تو بہت بھلائی جمع کر لیتا۔
ان آیتوں میں بلا واسطہ علم غیب کی نفی ہے، اور اللہ تعالیٰ کے علم دینے سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب ملنا تو یقینی بات ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: وہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوا اپنے پسندیدہ رسول کے۔ انتہی

ترجمہ:

کیوں تھانوی صاحب! یہ وہی آیت ہے یا نہیں، اسے علمائے کرام نے علم بالذات کی نفی پر محمول کیا یا نہیں؟ علم غیب بالواسطہ یعنی بہ عطائے الٰہی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ثابت مانا یا نہیں؟، اس آیت میں اس کی نفی نہ ہونا بتاتا ہے یا نہیں؟، کہیے آپ کے نزدیک معاذ اللہ علما بداہت عقل کے مخالف ہیں۔ یا رسلیا والا پاگل۔

سوال (۱۴۸) تھانوی صاحب! اوروں کا ذکر جانے دیجیے، آپ بیتی لائیے، رسلیا والا قرآن عظیم کو ناحق تکلیف دے، قرآن کی سمجھ اس کے بڑوں کو تو نصیب نہیں۔ اسمٰعیل دہلوی صاحب کی دیکھیے، تقویت الایمان میں آیتوں کی کیا کیا کایا پلٹ کی ہے، قرآن کریم تو قرآن کریم رسلیا تو خود اپنا لکھا تو سمجھتی ہی نہیں، اسی دلیل کی گڑھت میں ابھی ابھی تو لکھ چکی ہے کہ: ظاہر ہے کہ عین وقت وفات تک مس ضرر ہوا، چنانچہ مرض بھی اس کی ایک فرد ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرض اقدس کو معاذ اللہ حضور کے حق میں ضرر ٹھہرا کر "چنانچہ" تو لکھ گئے، یہ بھی سمجھے کہ آپ کی نفی علم بالذات کے انکار کو مرض الموت لگ گیا۔ اے جناب یوں تو مرض کیا خود موت ہی کو نہ ضرر کہیے۔

قرآن عظیم میں فرمایا:

﴿فَأَصَابَتْكُم مُّصِيبَةُ الْمَوْتِ﴾ (۱)

مگر یہ تو بولیے کہ وہ کون سا علم عطائی ہے کہ خدا کے بھیجے ہوئے مرض کو نہ آنے دے، اپنے عالم کو موت سے بچالے، ہرگز کوئی علم عطائی ایسا نہیں ہو سکتا، کیا اب بھی ایمان نہ لاؤ گے کہ ضرور علم بالذات ہی کی نفی ہے، کہ وہی وہ شے ہے جس کے موصوف کو نہ مرض لاحق ہو سکے نہ موت۔

تھانوی صاحب! مدرسۂ اہل سنت کے کسی طالب علم سے دس بارہ برس کچھ پڑھ لو پھر قرآن عظیم سے استدلال کا نام لینا، اور یہ خیال نہ کرنا کہ بوڑھے ہوتے کیا پڑھیں، یا لوگ ہنسیں گے۔

ع: ہنسنے دو، ہنستے ہی گھر بستے ہیں

سوال (۱۳۹) تھانوی صاحب! رسلیہ والے نے یہ بے چاری ''بسط البنان'' اس دکھیاری
ِ الایمان'' کی مرہم پٹی کو لکھی ہے، یا اس کی سسکتی جان پر اور تیز چھری پھیر دینے کو؟۔ یہاں تو اپنی
نانے کو یہ جوش وخروش کہ علم بالذات مراد لینا بداہت عقل کے خلاف ہے، اور حفظ الایمان میں
ما چکے:

مطلق غیب سے مراد اطلاقات شرعیہ ہیں، وہی غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو، اور اس کے
ـ کے لیے کوئی واسطہ اور سبیل نہ ہو۔

کیوں تھانوی صاحب! آیۂ کریمہ: ﴿وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ﴾(۱)
اطلاق شرعی ہے یا نہیں؟۔ یہاں غیب مطلق ہے یا نہیں؟۔ ضرور ہے۔

رسلیا والا اب اپنے حصر کو روئے کہ..

اس میں وہی غیب مراد ہے جس کے ادراک کے لیے واسطہ نہ ہو۔

بھولی صورت! وہ جو بلا واسطہ ہو اسی کو بالذات کہتے ہیں۔

نسیم الریاض کی عبارت ابھی سن چکے، اور خود حفظ الایمان میں اپنا ہی ساختہ سوال خانہ ساز
لہ...

علم غیب کی دو قسمیں ہیں: بالذات اور بالواسطہ۔ اسی کے جواب میں آپ کی وہ عبارت ہے کہ
سے مراد وہی غیب ہے جس کے ادراک کے لیے کوئی واسطہ نہ ہو، اور اسی پر آپ کی وہ تفریع کچھ
کھے گی کہ..

تو بلا قرینہ مخلوق پر علم غیب کا اطلاق موہم شرک ہونے کی وجہ سے ممنوع ہوگا،

کہ ایہام شرک اسی تقدیر پر ہے کہ اطلاقات شرعیہ میں مطلق علم غیب سے بالذات مراد ہونے
پ کی مان لی جائے، ورنہ ان معنی پر کہ ذاتی وعطائی دونوں کو شامل ہوں مخلوق پر اطلاق میں ایہام
، آپ کس گھر سے لائیں گے، یوں تو کسی کو رشید کہنا بھی ایہام شرک ہوگا کہ رشید اللہ عزوجل کا نام
ہے، اور رشید ذاتی اسی سے خاص، مگر علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ: ایسا اطلاق جائز ہے، اللہ
ِ کے حق میں ان کے معنی اس کی شان کے لائق لیے جائیں گے، اور مخلوق کے لیے اس کے قابل۔

درمختار میں ہے:" جاز التسمية بعلي ورشيد وغيرهما من الأسماء المشتركة ويراد في حقنا غيرما يراد في حق الله تعالى "(۱)

تو قطعی طور پر روشن ہوا کہ آپ حفظ الایمان میں خود ہی مان چکے ہیں، کہ: اطلاقات شرعیہ میں مطلق علم غیب سے علم بالذات مراد ہوتا ہے، اب اسے بداہت عقل کے خلاف بتا کے جنون کیے دیتے ہیں۔

بریں عقل و دانش بباید گریست که خود گفتهٔ خود نداند که چیست

سوال (۱۴۰) تھانوی صاحب! آپ نے غنیمت جانا ہوگا کہ آیت مذکورہ میں علم بالذات مراد ہونا، میں نے حفظ الایمان کے ایک کلیہ کے نیچے داخل کیا جس میں شاید براہ مکابرہ کوئی حرکت مذبوحی کر سکو، مگر رسلیا والا خوش نہ ہو، اس کے یہاں کے کلیات جزئیات سب ہمارے زیر نظر ہیں، وہ دیکھیے اپنے اسی کلیہ کی چمکتی تفریع آپ کی حفظ الایمان یوں دکھاتی ہے۔

اسی بنا پر ﴿ لا يعلم من في السموات والأرض الغيب إلا الله ﴾ اور ﴿وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ﴾ وغیرہ فرمایا گیا ہے،

جناب رسلیا والے کو اپنے گھر کی بھی خبر نہیں۔ ع

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اب وہ خود ہی ایمان لا چکا کہ آیہ کریمہ:

﴿وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ﴾(۲)

میں علم بالذات ہی کی نفی ہے جو بلا واسطہ ہو کہ علم عطائی قطعاً بالواسطہ ہے، پھر کس منہ سے اسی حفظ الایمان کی حمایتی بہن بسط البنان میں (كفرتم بعد ايمانكم) پر عمل کے لیے اس ایمان سے کفر کر کے اسے بداہت عقل کے خلاف بولتا ہے۔

یعنی کہتا ہے: کہ ایں جانب حفظ الایمان لکھنے میں نہ فقط عقل بلکہ بداہت عقل کے مخالف ہیں، یعنی نہ صرف احمق بلکہ نرے پاگل ہیں۔

کیوں تھانوی صاحب! کیسی کہی، قسمت کی بدی قسمت میں بدی کہ... بے چاری حفظ الایمان کو تفریع میں بھی خود یہ آیت گنانی پڑی، اگر اور کوئی آیت لکھتی، یا پہلی ہی ایک پر قناعت کرتی تو شامت کی

---

(۱) [درالمختار على تنوير الأبصار: فرع يكره اعطاء سائل المسجد، ٦/٤١٧]

البنان کو یہ برادن تو پیش نہ آتا کہ خود اسی کے منہ اس کے خصم کا دعوی ثابت، اور اس کی بکواس قط۔ مگر کیا کرے ایام کی گردش کا کیا علاج۔

﴿كذلك العذاب ولعذاب الآخرة أكبر لو كانوا يعلمون﴾(١)

سوال (۱۴۱) تھانوی صاحب! آپ نے یہ بھی دیکھا کہ نہ فقط اسی آیۂ کریمہ بلکہ جملہ نصوص ے اس مسئلہ پر استدلال میں رسلیاوالے نے ہمیشہ کو اپنی اور اپنے طائفہ بھر کی گلی بند کرلی کہ جہاں م غیب کی نفی ہے، خود اس کے منہ وہاں علم بلا واسطہ ہی کی نفی ہے، یہ اس کے خصم کا عین مدعا لله الحمد۔ ع

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

سوال (۱۴۲) اگلے سوالات رسیا والے کی راہ پر تھے، جو اس نے خود مارلی، آیت میں تیسرا ہے، جو کچھ مفسر ملت آخر چلے کہ کلام خطابی اور استلزام جزئی عادی، اور الغیب میں لام جنس کے ، اور خیر وسوء سے خاص، وہ مراد کہ عادۃً انسان جن کے جلب وسلب پر ظاہری اختیار رکھتا ہے۔

عنایۃ القاضی میں ہے: "يكفي مثله في الأمور المسلمة من الخطابات كما به قوله بعده ﴿ولو كنت أعلم الغيب﴾"(٢)

اسی میں ہے: "فإن قيل: العلم بالشيء لا يلزم منه القدرة عليه كما لا يخفى تلزام الشرط للجزاء لا يلزم أن يكون عقلياً وكلياً، بل يكفي أن يكون عادياً ض كما مر"۔(٣)

تفسیر ابوالسعود میں ہے: ﴿وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ﴾(۴)

أي: جنس الغيب الذي من جملته مابين الأشياء من المناسبات المصححة عادةً والمسببية من المبانيات المستبعة للممانعة والمدافعة ﴿لاستكثرت من الخير﴾(٥)

[سورة القلم: ٣٣]

[عناية القاضي وكفاية الراضي على تفسير البيضاوي: ٢٤٢، سورة الأعراف]

[عناية القاضي وكفاية الراضي على تفسير البيضاوي: ٢٤٢، سورة الأعراف]

[سورة الأعراف: ١٨٨]

أي: لحصلت كثيراً من الخير الذي نيط تحصيله بالأفعال الاختيارية للبشر بترتيب أسبابه ودفع موانعه ﴿وما مسنى السوء﴾(۱)

أي: السوء الذي يمكن التفصي عنه بالتوقي عن موجباته والمدافعة لموانعه، لا سوء ما؛ فإن منه ما لا مدفع له"(۲)

ظاہر ہے کہ رسلیا کی گلی اس مسلک سے الگ چلی کہ اس نے لام استغراق لیا نہ جنس، اور سوء میں مرض الموت تک شامل کیا جس کے دفع پر انسان ہرگز قادر نہیں، اور بدیہی ہے کہ یہ استلزام عادی نہیں، لا جرم استلزام عقلی لیا۔ اور واقعی ہم کو بھی یہی روش پسند ہے، کلام الٰہی عزوجل کو برہانی سے خطابی کی طرف ڈھالنا ہمارے مذاق کے خلاف ہے۔ کریمۂ تمانع میں علامہ تفتازانی پر جو مطارحات ہوئے معلوم ہیں، لہٰذا اگلے سوالات رسلیا ہی کی راہ پر ہوئے، مگر اس مسلک کا ذکر اس لیے کردیا کہ رسلیا والا اپنا لکھا خود نہیں سمجھتا، جس کا بارہا تجربہ ہولیا، کہیں جواب بنانے کی بوکھلاہٹ میں ان بعض متاخرین کا سہارا پکڑے، اور اتنی تمیز نہ ہو کہ اس کے اور اُن کے مسلک میں بعد المشرقین ہے، مرض الموت کی دلیل کس گھر سے لائے گا، اور جانے دو، جب لام جنس ٹھہرا تو نفی جنس سلب کلی کرے گی، یہ اولاً بدیہی البطلان۔ ثانیاً خلاف ایمان۔ ثالثاً: خفض الایمان کے تو ساتوں کرم کردے گا۔ رسلیا والا پاگل جانور بچے سب کے تو علم غیب کا قائل ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سلب کلی کرکے کیا پہلے سے بھی اونچی اڑان اڑے گا، خبر شرط ست۔ اگر کہیے: پھر یہ علما نفی جنس کیسے مان گئے، جی! اس کے جواب خود وہی علماء دے لیں گے جو رسلیا کے استدلال کو دریا برد کرد کھائیں گے، رسلیا ذرا چھری تلے دم لے۔

سوال (۱۴۴) کیا آپ کو یہ بھی خبر ہے کہ خود اس مسلک والوں نے آیۂ کریمہ سے کیا کیا جواب دیے، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے علم غیب کی نفی کرنے والوں کے کیا کیا علاج کیے۔

تفسیر لباب التاویل، پھر تفسیر جمل میں ہے:

" فإن قلت قد أخبر ـصلى الله تعالىٰ عليه وسلم ـ عن المغيبات، وقد جاءت أحاديث في الصحاح بذلك، وهو من أعظم معجزاته ـصلى الله تعالىٰ عليه وسلم ـ فكيف الجمع بينه وبين قوله:

---

(۱) [تفسير أبي السعود: ۳/۳۰۲]

﴿وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ﴾(۱)

ـلـت: يـحتـمـل أن يكون قاله على سبيل التواضع والأدب، والمعنى: لا
ـب إلا أن يطلعني الله عليه ويقدره لي ـ ويحمل أن يكون قال ذلك قبل
ـعـه الله عـز وجـل عـلـى عـلـم الغيب، فلما اطلعه الله تعالى أخبره كما
﴿ يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ﴾(۲)

ـنی اگر کسی کو اس آیت سے یہ شبہ گزرے کہ اس میں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے علم
ہے، حالاں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھتیرے غیب بتائے جو صحیح حدیثوں میں
یہ حضور کے نہایت عظیم معجزات سے ہے، تو اس میں اور آیت میں توفیق کیا ہو، اس کا جواب یہ
ں تو آیت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نفی علم غیب میں متعین نہیں، ممکن کہ یہ نفی حضور
ضع وادب فرمائی ہو، اور معنی یہ کہ بے خدا کے بتائے مجھے علم غیب نہیں ملتا (دیکھیے وہی علم ذاتی کی

انیاً: آیت میں ہے تو اس وقت تک کی نفی ہے نہ کہ ہمیشہ کی (یہ آیت مکیہ ہے کہ ہجرت شریفہ
پہلے ابتدائے اسلام میں اتری) ممکن کہ اس وقت تک حضور کو علم غیب نہ ملا ہو، بعد کو اللہ تعالیٰ نے
یب عطا فرمایا، جیسا کہ رب عزوجل نے فرمایا ہے کہ:
خدا اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو۔
ھانوی صاحب! آپ نے علما کے جواب دیکھے۔ اور رسلیا کی تو دونوں گلیاں بند ہیں کہ علم ذاتی
ـ بداہت عقل کہہ چکی، اور نفی علم غیب آخر عمر اقدس تک مستمر مان گئی۔ جانے ان دو احتمالوں کے
ے پاس کیا دلیل ہے؟، کوئی برہان رکھتی ہے تو لائے، ورنہ استدلال کا نام لیتے شرمائے۔
سوال (۱۴۴) تھانوی صاحب! کیا رسلیا والے نے اپنے خصم کا کلام بھی نہ دیکھا، اس کے
ن کے لیے ''انباء المصطفی'' میں فرما دیا کہ: تاریخ تمامی نزول سے پہلے کی ہوگی یا بعد کی، بر
نقام سے محض بے گانہ، اور مستدل نہ صرف جاہل بلکہ دیوانہ۔ بر تقدیر ثانی: اگر مدعائے مخالف
بح نہ ہو تو استثنا محض خرط القتاد۔ مخالفین جو کچھ پیش کرتے ہیں سب انہی اقسام کی ہیں، دیکھیے

سورۃ الاعراف: ۱۸۸]

تفسیر الخازن، لباب التاویل فی المعانی التنزیل، ج ۲، ص ۲۸۰، سورۃ الاعراف ۱۸۸

اس نے وہ آیت پیش کی کہ: تمامی نزول قرآن کریم سے بہت پہلے کی اور پھر اس کے مدعا میں نص بھی نہیں، نص ہونا در کنار خود اس کا مدعا اس میں نہ بنا جب تک کلام اللہ میں اپنی طرف سے پیوند نہ جوڑا، تو دونوں مصیبتوں کی جامع ہوئی، افسوس کہ جتا دینے کے بعد بھی نہ سوجھی۔ سوجھے تو جب کہ عقل کا نام ونشان لگا رہ گیا ہو، وہ ہمارے اور آپ کے اتفاق سے رسلیا والے سے سلب ہو چکی ہے، دیکھیے ادھر سے فرمان ہوا تھا: جو ایسی دلیل پیش کرے وہ نہ صرف جاہل بلکہ دیوانہ ہے، تو ہمارے نزدیک رسلیا والا عقل سے یکسر بر کنار اور اپنی حفظ الایمان میں آیۂ کریمہ: ﴿لو کنت أعلم الغیب﴾ میں علم بالذات مراد لے کر بسط البنان میں اسے نہ صرف عقل بلکہ بداہت عقل کے خلاف بتایا، تو خود آپ کے نزدیک رسلیا والے پہ جنون سوار، غرض اس کا مجنون ہونا دونوں فریق کا متفق علیہ ہے، پھر بھی کیا گیا ہے، غیب داں تو رہا کہ اس کے نزدیک ہر پاگل غیب داں ہے۔ **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔**

جناب تھانوی صاحب! آیت کریمہ سے آپ کے استدلال کو بارہ باٹ تیرہ تین کرنے کے لیے یہ بارہ رد ہیں۔ کیا اس قدر رسلیا کی ہوس کا منہ بھرنے کو آپ کے نزدیک کافی ہوگا۔

چہ قدر بدشت توسن بہ پیش دوانده ام من　　　چہ قدر رمیدہ است او چہ قدر رماندہ ام من

فصل دوم

دربار رسالت سے تھانوی صاحب کی نامرادی

رسلیا اب آیت سے گزر کر ایک حدیث سے سند چاہتی ہے، اس میں بھی بعونہ تعالیٰ اس کی خبر لیتا ہوں۔

اللہ عزوجل کے دربار سے تو محروم پھری تھی، وہ دیکھیے نبی کی سرکار سے بھی نامراد واپس ہوتی ہے۔ **وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ نبیہ وآلہ وبارک وسلم. وباللہ التوفیق۔**

سوال (۱۴۵) تھانوی صاحب فرماتے ہیں: حدیث میں ہے کہ: بعض امتیوں کی نسبت قیامت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا جائے گا: ((انک لا تدري ما أحدثوا بعدک))(۱)

معلوم ہوا کہ قیامت کے بعض ازمنہ تک بھی آپ پر بعض کونیات ظاہر نہیں ہوئے، بالذات نہ بالعطا۔

تھانوی صاحب! کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ حدیث کس کی ہے، اس کی خبر دینے والے کون

---

(۱) [صحیح البخاری: باب فی الحوض، ۸/۱۲۰]

ضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو فرما رہے ہیں کہ: جو حوض کوثر پر میرے حضور حاضر
ے گا، اور جو پیے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا، اور کچھ لوگ آئیں گے جنھیں میں پہچانوں گا، اور وہ مجھے
گے، پھر مجھ تک پہونچنے سے روک دیے جائیں گے، میں فرماؤں گا: یہ بھی مجھ سے تعلق رکھتے
پر عرض کیا جائے گا: حضور کو خبر نہیں کہ انہوں نے حضور کے بعد کیا کیا۔ میں فرماؤں گا: دور ہو، دور
ںنے میرے بعد تبدیلی کردی۔ انتھی

جب خود حضور ہی اس واقعہ کی آج اطلاع دے رہے ہیں تو علم نہ ہونا کیا معنی، بلکہ قطعاً علم
وز قیامت کی اس عظیم مشغولی میں ذہول فرمانا ہوگا، تو حدیث تمہاری مخالف ہے نہ کہ مؤید، اگر
کہ یہ اجمالی علم دیا گیا ہو کہ بعض لوگوں کے ساتھ ایسا واقع ہوگا، اور تفصیلی نہ بتایا گیا ہو کہ وہ فلاں
ہوں گے، ولہذا اس احتمال پر کہ جو منع کیے جارہے ہیں شاید ان کے غیر ہوں جن کی ہم کو خبر دی
کے روکنے پر انکار فرمائیں گے۔

اقول: بھٹکنے کی نہیں بدی۔ آپ مستدل ہیں، آپ کو ممکن و محتمل و عسی و لعل کافی نہیں، جیسا یہ ممکن
ن نہیں کہ تفصیلی علم عطا ہوا، اور اس مشغولی عظیم میں یاد نہ رہا، تو آپ یہ کس گھر سے لاسکتے ہیں کہ
کہ آپ پر بعض کونیات ظاہر نہ ہوئے، نہ بالذات نہ بالعطا۔ ہاں یوں کہیے کہ معلوم ہوا کہ حضور کو
ت بعض معلومات سے ذہول روا ہے، پھر یہ ہمارے کیا خلاف، اگر کہیے ذہول خلاف ظاہر ہے۔

اقول: اگر تمہیں عرصات محشر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عظیم بے شمار کاموں کی
ہانو کہ اصلاً ذہول نہ ہونا ہی خلاف ظاہر، اور اس کا دعویٰ محض بے اصل و خاسر ہے، مجموعہ "حسام
شریفین اور خلاصہ فوائد فتویٰ ص: ۷۱ و ۷۲ میں قیامت کا بیان دیکھو تو اس دن حضور اقدس صلی اللہ
وسلم کی عظیم مشغولی کے کروڑوں حصوں سے ایک شمہ معلوم ہو۔

العظمۃ للہ۔ اگر اس کے کروڑوں حصے کا کروڑواں حصہ کسی عظیم العقل پر وارد ہو تو اس کے آئے
نیں، ایں و آں در کنار خود گم ہو جائے، یہ تو انہی کا ظرف اعلیٰ ہے کہ باوصف ان بے شمار عظیم
ں کے تمام جہان کی خبر گیری فرمائیں گے، سنکھوں مہا سنکھوں سے بھی بہت زائد ازدحام اور
زل کروڑوں کوسوں کے فاصلوں پر مقام، اور ہر جگہ بے شمار مختلف کام، اور اس سرے سے اس
ایک تنہا وہی خبر گیراں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ابھی صراط پر ہیں، گزر کرا رہے ہیں۔ ابھی حوض پر
ں کو بجھا رہے ہیں۔ ابھی میزان پر ہیں، اعمال تلوا رہے ہیں۔ کروڑوں طرف سے یا رسول اللہ
اللہ کی دردناک صدائیں آرہی ہیں، اور انہیں ہر ایک اس سے زیادہ پیارا جیسے ماں کو اکلوتا

بچہ۔ دوسرا کیسا ہی اعلیٰ درجہ کا عقل وحواس والا ہو اس بہت ہلکی سی ہلکی حالت میں سب بھول جاتا ہے۔

اولاً: امام احمد مسند میں امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال اقدس ہوا، غم کے سبب بعض صحابہ کے حواس بجا نہ رہے، اور انہیں میں میں تھا، میں بیٹھا ہوا تھا، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گزرے اور سلام کیا، مجھے خبر بھی نہ ہوئی، فاروق اعظم نے صدیق اکبر سے اس کی شکایت کی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ اب دونوں حضرات کرام نے تشریف لا کر مجھے سلام کیا ، اور صدیق نے فرمایا: ''**مالک ان لا ترد علیٰ اخیک عمر سلامہ**'' کیا سبب ہوا کہ تم نے اپنے بھائی عمر کے سلام کا جواب نہ دیا، میں نے کہا: ''**ما فعلت**'' میں نے تو ایسا نہ کیا۔ فاروق نے فرمایا: ''**بلیٰ واللہ لقد فعلت**'' ہاں ہاں خدا کی قسم تم نے ایسا کیا۔ میں نے کہا: ''**واللہ ما شعرت انک مررت ولا سلمت**'' خدا کی قسم مجھے نہ تمہارے آنے کی خبر، نہ سلام کرنے کی۔ صدیق نے فرمایا: ''**صدق عثمان قد شغلک عن ذلک امر**'' عثمان سچے ہیں، کسی عظیم مشغولی کے باعث تمہیں خبر نہ ہوئی۔ پھر عثمان غنی نے اپنی فکر بیان کی کہ میں اس وقت اس سوچ میں تھا۔

دیکھیے ہزاروں برس پہلے کی سنی ہوئی بات درکنار، آنکھوں کے سامنے آدمی آئے اور سلام کرے، اور متفکر انسان نہ اسے دیکھے نہ اس کا سلام سنے۔

ثانیاً: عرصات محشر میں اولین وآخرین، صحابہ وتابعین، علما ومحدثین، رواۃ ومخرجین سبھی ہوں گے، کون سے کان نے حدیث شفاعت نہ سنی کہ لوگ درجہ بدرجہ آدم ونوح وابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ۔ علیہم الصلاۃ والسلام۔ کے حضور حاضر ہوں گے، اور محروم پھریں گے، نفسی نفسی سنیں گے، اخیر میں جب بحضور ختم رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ باریاب ہوں گے، مراد پائیں گے: ''انا لھا انا لھا'' کا مژدۂ جان بخش سنیں گے، کہ میں ہوں شفاعت کے لیے، میں ہوں شفاعت کے لیے۔ کروڑوں سننے سنانے، پڑھنے پڑھانے، روایت کرنے، کتابوں میں لکھنے، وعظوں میں بیان کرنے والوں سے کسی کو یاد نہ آئے گا کہ وہی واقعہ تو ہے جسے ہمارا بچہ بچہ جانتا ہے، اس سخت مصیبت کے وقت کیوں بھٹکتے پھریں، سرے سے وہیں نہ حاضر ہوں جہاں سائل کو مراد ملتی ہے، خیر اس وقت بھولے ہوئے تھے۔ آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے جواب سن کر تو یاد آتا کہ یہ وہی واقعہ ہے، یہاں بھی یاد نہ آیا تو نوح علیہ الصلاۃ والسلام سے مایوس پھر کر یاد آتا، یوں ہی درجہ بدرجہ کہیں تو کسی کو یاد آتا کہ پے درپے جو واقعات گزر رہے ہیں سب جانے پہچانے ہیں، برسوں ان کے درسوں میں مشغول رہے ہیں، اس قدر عظیم وکثیر یاد دہانیوں پر بھی کروڑوں میں ایک کو

مان ہے، کہ یوں ہوگا، اس میں فرق پڑنا محال ہے، یوں ہی یہاں بھی خبر نبی ارشاد فرمارہے ہیں: کہ
بعض لوگ یوں روکے جائیں گے، میں یوں فرماؤں گا، ملائکہ یوں عرض کریں گے، تو واجب ہے
د بتایا ہوا، خود فرمایا ہوا واقعہ اس وقت ذہن اقدس سے اتر جائے، کہ یاد آنے پر ہرگز انکار نہ
نہ ملائکہ وہ جواب دیتے، واقعہ واقع نہ ہوتا، اور خبر کا خلاف محال ہے، تو ذہول واجب ہے۔

﴿لیقضی اللّٰہ أمراً کان مفعولاً﴾(۱)

ثالثاً: انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام سے زائد کس کی عقل ہوگی، قیامت میں رب عزوجل ان
ے گا: ﴿ماذا أجبتم﴾(۲)

تم جو ہدایت کے لیے گئے تھے تمہیں کیا جواب ملا؟ عرض کریں گے: ﴿لا علم لنا﴾(۳)
ہمیں کچھ خبر نہیں۔ علم القرآن سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور امام مجاہد و امام حسن
ید بن اسلم، مولائے امیر المؤمنین فاروق اعظم وسدی کبیر ائمہ تابعین نے فرمایا: کہ ہیبت کے سبب
صلاۃ والسلام کو ذہول ہو جائے گا، یہ تمام ماجرا کہ عمر بھر کفار نابکار کے ساتھ انہیں گزرا اصلاً یاد نہ رہے
رض کریں گے: ہمیں کچھ خبر نہیں، پھر جب حواس بر جا حال ہوں گے ان پر شہادت دیں گے۔

ابن ابی حاتم وابو الشیخ حضرت عالم القرآن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں راوی:

"قال: فرقاً تذهل عقولهم إليهم فيكونون هم الذين يسألون"(٤)

خطیب اسی جناب رفیع سے راوی:

"ينادي كل آدمي يومئذ يارب! نفسي نفسي، لا أسألك غيرها حتى إن إبرهيم
ساق العرش ينادي: يا رب! نفسي نفسي لا أسألك غيرها، ونبيكم ﷺ يقول
أمتي أمتي، لاهمّ له غيركم، فعند ذلك يدعى بالأنبياء والرسل فيقال لهم: ماذا
قالوا: لا علم لنا طاشت الاعلام وذهلت العقول، فإذا رجعت القلوب إلى
نزعنا من كل أمة شهيداً، فقلنا هاتوا برهانكم، فعلموا إن الحق لله"(٥)

[سورة الأنفال: ٤٢]
[سورة المائدة: ١٠٩]
[سورة المائدة: ١٠٩]
[الدر المنثور في التفسير: ٢٢٧/٣]

فریابی وعبدالرزاق وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابوالشیخ حضرت مجاہد سے راوی:

((يفزعون فيقول: ما ذا أجبتم ؟- فيقولون لا علم لنا ، فيرد إليهم أفئدتهم فيعلمون))(١)

ابوالشیخ زید بن اسلم سے راوی:

" يأتي على الخلق ساعة يذهل فيها عقل كل ذي عقل ، ثم قرأ: ﴿يوم يجمع الله الرسل﴾(٢)

ابن ابی حاتم وابوالشیخ حضرت حسن بصری سے اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں راوی:

"قالوا لا علم لنا قال: من هول ذلك اليوم "(٣)

ابن جریر وابن ابی حاتم وابوالشیخ سدی سے کریمہ مذکورہ کی تفسیر میں راوی:

"قال ذلك إنهم نزلوا منزلاً ذهلت فيه العقول ، فلما سئلوا قالوا :لا علم لنا ثم نزلوا منزلاً آخر فشهدوا على قومهم"(٤)

ان تمام احادیث وتفاسیر صحابہ وتابعین۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ کا خلاصہ یہ ہے کہ: قیامت کے دن ہر شخص اپنی ہی فکر میں غلطاں وپیچاں ہوگا، یہاں تک کہ شیخ الانبیا خلیل کبریا سیدنا ابرہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم ساق عرش سے لپٹ کر عرض کریں گے: اے میرے رب میری اپنی جان، میری اپنی جان، میں اس کے سوا تجھ سے اور کچھ نہیں مانگتا۔ ہاں ایک وہ پیارا، وہ نبی ہمارا، وہ بے کسوں کا سہارا، وہ بے یاروں کا یارا، وہ شفاعت کی آنکھ کا تارا، وہ محبوب محشر آرا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ عرض کرتا ہوگا: اے میرے رب! میری امت، میری امت، انہیں امت کے سوا اور فکر نہ ہوگی، ایسے وقت میں اللہ عز وجل رسولوں سے پوچھے گا: تمہیں کافروں نے کیا جواب دیا، دہشت وہیبت کے سبب کچھ یاد نہ آئے گا، عرض کریں گے: ہمیں کچھ علم نہیں، پھر جب دل ٹھکانے آئیں گے، ہر نبی اپنی قوم پر شہادت دے گا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم۔

للہ انصاف! ایسے عظیم وقت میں اگر سنکھوں مہاسنکھوں میں سے چند اشخاص کے بعض احوال

---

(١) [فتح البيان في مقاصد القرآن: ٨١/٤]

(٢) [الدر المنثور في التفسير : ٢٢٧/٣]

(٣) [الدر المنثور في التفسير : ٢٢٧/٣]

قدس سے اتر جائیں تو اس کا عجب ہے، یا اصلاً کوئی بات ذہن سے نہ اترنا ہی تعجب وخلاف ظاہر لحق الحق۔ کروڑہا کروڑ علوم کریمہ ان اشغال جلیلہ عظیمہ میں مستحضر رہنا حضور اقدس صلی اللہ یہ وسلم کا معجزہ اور ایک عظیم خرق عادت بشری ہے، تو نادراً اس کے خلاف یعنی موافقت عادت کو ظاہر کہنا کیسے احمق جاہل یا ہٹ دھرم معاند کا کام ہے، ان کے غلام اہل اسلام اپنے آقائے کریم علی الصلاۃ والتسلیم۔ کا یہ کرم عظیم تو دیکھیں، دو چار جزئیات سے یہ نادر ذہول بھی ہوا، تو رحمت ہی ب ہوا، ذہن سے اترے تو ان کے بدکام ہی اترے، وہ خود یاد ہی رہے کہ: ''یارب منی ومن اے میرے رب یہ تو میرے ہیں میری امت سے ہیں۔

کمر بستن بکار است خود ایں چنیں باید

بہیں در نام او گنجید ن میم مشدد را

ایسی بندھی نصیب کھلے مشکلیں کھلیں   دونوں جہاں میں دھوم تمہاری کمر کی ہے

صلی اللہ تعالیٰ وسلم وبارک علیہ وعلیٰ آلہ قدر نعمہ وافضالہ وجودہ ونوالہ ، وجلالہ وحسنہ وجمالہ وعزہ وکمالہ آمین۔

تنبیہ: یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ نفی علم جس طرح بحال عدم اصلی ہوسکتی ہے یوں ہی بحال زوال بھی، کہ حضرات مرسلین کرام علیہم الصلاۃ والسلام۔ نفی ہی فرمائیں گے۔ ''لاعلم لنا'' ہمیں کچھ

سوال (۱۴۶) تھانوی صاحب! یہ تو رسلیا کی کانچ کی کلھیا، یعنی بودے پوچ بے معنی استدلال ں بلکہ ظہور ذہول کا غلہ تھا، اس کے توڑنے کو یہی بہت تھا، آگے بجیل کے بھاری پتھروں کا مینھ یک دوسرے سے بڑھ کر گراں وکلاں تر وباللہ التوفیق۔

تھانوی صاحب! احتمال درکنار، آپ یہ تو بتائیے کہ خود رسلیا والے کو یہاں وقوع ذہول ماننے مرمفر بحال ذہول تو انکار فرمانا ضرور معقول، مگر جب یاد ہے کہ کچھ لوگ اپنی بدی کے باعث بحکم ں سے قطعاً روکے جائیں گے، جن کے لیے اس باب میں شفاعت بھی قبول نہ ہوگی، بلکہ شفیع ان کا ہ کر خود انہیں دور دور فرمائے گا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ ثم برسولہ ﷺ

تو اگرچہ ان کی تفصیل معلوم نہ ہونا ہی فرض کرلیں، حکم مسلم الوقوع پر انکار کے کیا معنی، اور خلاف ہی شفاعت پر اقدام حضور سے کب متصور، انھیں روکتے ہی خیال اقدس میں آجانا لازم کہ یہ وہ ں جن کا روکا جانا اللہ عزوجل کی تقدیر نافذ وقضائے مبرم ناممکن الرد ہے، جس کی خبر خود ہم نے ارشاد

فرمائی تھی۔ اس کے لیے بالتفصیل انہیں نام بنام جاننے کی کیا ضرورت، اور اس احتمال کا کیا منشا کہ اگرچہ اللہ عزوجل نے ہمیں خبر تو ایسوں کے روکنے کی دی ہے، مگر یہ شاید اور ہوں، غایت یہ کہ اگر دریافت فرماتے بھی تو یوں فرماتے: کیا یہ وہی لوگ ہیں، جواب ہوجاتا: ہاں وہی ہیں، قصہ ختم شد۔ نہ کہ شفاعت پر اقدام فرماتے کہ: "یا رب مني ومن أمتي" الٰہی یہ میرے ہیں اور میری امت، اگر بفرض غلط اور لوگ ہونے کا احتمال ضعیف خیال انور میں گزرتا بھی تو ظاہر پہلو پر شفاعت خلاف مرضی تھی، اور ایک احتمال پر شاید مرضی، اور رسول کی شان نہیں کہ ایسے امر پر اقدام فرمائے جس میں غالب پہلو نا مرضی الٰہی کا ہے، بلکہ رسول کے غلاموں کی شان ہے کہ ہر اس امر سے دوری جس میں ضعیف پہلو نا مرضی خدا کا ہو۔ "دع ما يريبك إلى ما لا يريبك" تو بلاشبہ ثابت کہ یہ خود ارشاد فرمائی ہوئی حدیث اس وقت ذہن اقدس میں نہ ہوگی، ورنہ ہرگز ان کے روکنے پر انکار نہ فرماتے، اور جب اجمال سے ذہول ثابت و محقق جس کے ماننے سے رسلیا بے چاری کو بھی مفر نہیں تو تفصیل سے ذہول بدرجہ اولیٰ ثابت کہ: وہ اجمال مع شی زائد ہے۔

تھانوی صاحب! اب استدلال کی خبریں کہیے اب رسلیا کی عقلیا کے ناخن لیجیے، کیسی دلیل علم کو عدم علم کی دلیل بنائے لیتی ہے۔

تھانوی صاحب! ذہول منافی علم ہے یا مقتضی علم۔ رسلیا والے سے کہیے: عقل دیوبند، گنگوہ، نانوتہ، انبیٹھہ، تھانہ بھون کے نجدیوں سے تو پکی دشمنی رکھتی ہے۔ ع

یہی بس ہے کہ وطن آپ کا انبیٹھہ ہے

کسی اور گاؤں میں کچھ داموں کو یا تھوڑی دیر مانگے کو ملے تو چوپٹ آنکھوں سے سوجھے اور اپنے گلے پر تیز چھری پھیرنے والی حدیث کو اپنی حمایتی نہ سمجھے۔ مگر رسلیا تو اسی اوندھی مت پر قائم ہے، کہ شارحان مواقف وطوالع تو اس کی تکفیر کریں، اور وہ ان کے کلام کو اپنی سند جانے۔ كذلك يطبع الله على كل قلب متكبر جبار۔

سوال (۱۴۷) تھانوی صاحب! ہمیں حکم ہے: "إذا ذبحتم فأحسنوا الذبحة" جب ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو۔ میں رسلیا کو یوں سسکتی بلکتی نہ چھوڑوں گا، بلکہ پٹھان کا چھرا جب تک اسے ٹھنڈا نہ کردے ہاتھ نہ روکوں گا۔ میں ثابت کردوں گا کہ اجمالی درکنار بلاشبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان لوگوں کا تفصیلی علم اس واقعہ سے بہت پہلے عطا ہولیا، اور رسلیا کا بکنا کہ:

محض کذب وافترا وتکذیب احادیث سید الانبیا۔ علیه وعلیهم الصلاۃ والثنا۔

بزار مسند میں بسند صحیح جید حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی: رسول اللہ صلی
[ت]عالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((حياتي خيرلكم ومماتي خيرلكم، تعرض عليّ أعمالكم، فما كان من
[م]ن حمدت الله عنيه، وما كان من سيء إستغفرت الله لكم))(١)

میری زندگی تمہارے لیے بہتر، اور میری وفات بھی تمہارے لیے بہتر۔ تمہارے اعمال مجھ پر
[پیش] کیے جائیں گے، میں بھلائی پر حمد الٰہی بجالاؤں گا، اور برائی پر اللہ تعالیٰ سے تمہاری بخشش چاہوں گا۔

مسند حارث میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((إذا أنامتّ كانت وفاتي خيرا لكم تعرض عليّ أعمالكم))(٢)

جب میں انتقال فرماؤں گا تو میری وفات تمہارے لیے خیر ہوگی، تمہارے اعمال میرے حضور
[پیش] کیے جائیں گے، میں نیکیوں پر حمد اور بری بات پر تمہارے لیے استغفار فرماؤں گا۔

ابن سعد طبقات اور حارث مسند میں اور قاضی اسمٰعیل بسند صحیح بکر بن عبد اللہ مزنی سے اس کے
[مثل] راوی:

امام ترمذی محمد بن علی ولد عبد العزیز سے راوی:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((تعرض الأعمال يوم الإثنين والخميس على الله تعالى وتعرض على
[الأن]بياء وعلى الأباء والأمهات يوم الجمعة))(٣)

ہر دوشنبہ و پنج شنبہ کو اعمال اللہ عزوجل کے حضور پیش ہوتے ہیں، اور ہر جمعہ کو انبیا اور ماں باپ کے آگے۔

ابونعیم حلیۃ الاولیا میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((إن أعمال أمتي تعرض عليّ في كل يوم الحمعة۔))(٤)

---

(١) [مسند البزار: رذان عن عبدالله، ٣٠٨/٥]

(٢) [مسند الحارث باب في حياته ووفاته: ٨٨٤/٢]

(٣) [مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: باب مانهي عنه من التهاجر، ٣١٥٠/٨]

بے شک ہر جمعہ کے دن میری امت کے اعمال مجھ پر پیش ہوں گے۔

امام اجل عبداللہ بن مبارک سیدنا سعید بن المسیب بن حزن رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی:

((ليس من يوم إلا وتعرض على النبي ﷺ اعمال أمته غدوة وعشياً فيعرفهم بسيما هم وأعمالهم))(۱)

کوئی دن ایسا نہیں جس میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ان کی امت کے اعمال صبح وشام دو وقت پیش نہ ہوتے ہوں، تو حضور ان کو ان کی پیشانی سے بھی پہچانتے ہیں، اور ان کے اعمال سے بھی۔

تیسیر شرح جامع صغیر میں ہے:

"وذلك كل يوم كما ذكره المؤلف وعده من خصوصياته ﷺ وتعرض عليه أيضاً مع الأنبياء والأباء يوم الإثنين والخميس"(۲)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور یہ پیشی تو ہر روز ہے، جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی نے ذکر فرمایا، اور اسے حضور کے خصائص سے گنا، اور ہر دوشنبہ و پنج شنبہ کو بھی حضور پر اعمال امت انبیا و آبا کے ساتھ پیش ہوتے ہیں۔

ان احادیث سے روشن ہوا کہ: امت کا ہر عمل بارگاہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں تین بار عرض کیا جاتا ہے۔ ہر رات کے عمل صبح کو، اور ہر دن کے شام کو۔ پھر جمعرات سے اتوار تک کے اعمال پیر کو، اور پیر سے بدھ تک کے جمعرات کو۔ پھر ہفتہ بھر کے اعمال جمعہ کو۔ تو جو لوگ اپنی بد اعمالیوں کے باعث حوض سے روکے جائیں گے، ان کے وہ اعمال کم از کم تین بار حضور پر پیش ہو لیے، پھر قیامت تک ظاہر نہ ہونا، کیسا صریح جھوٹ، اور حدیثوں کی تکذیب ہے۔

تھانوی صاحب کیا یہ احادیث صحیحہ دوسری دلیل روشن نہیں جو رسلیا والے کو قبول ذہول پر مجبور کریں گی، اور اس کے استدلال کو مردود مقہور۔ ﴿ومن لم يجعل الله له نوراً فما له من نور﴾(۳)

سوال (۱۴۸) تھانوی صاحب! ذرا رسلیا کو تھپک کر رکھیے، چھری کے تلے دم لے، تسمہ لگا رہے تو گلہ کرے، میں یہ بھی ثابت کر دوں گا کہ نہ فقط برزخ میں پیش از قیامت بلکہ دنیا ہی میں حضور کو ان کے

(۱) [الزهد والرقائق لابن المبارك: باب في عرض عمل الأحياء على الاموات، ۲/۴۲]

(۲) [التيسير بشرح الجامع الصغير: حرف الحاء، ۱/۵۰۲]

کا مفصل علم دے دیا گیا۔

صحیح مسلم ومسند امام احمد وسنن ابن ماجہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے: رسول اللہ
للہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((عرضت عليّ أمتي بأعمالها حسنها وقبيحها))(١)

مجھ پر میری تمام امت مع اپنے سب اچھے برے اعمال کے پیش کی گئی۔

سنن ابی داؤد وجامع ترمذی میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
تے ہیں:

((عرضت عليّ أجور أمتي حتىٰ القذاة يخرجها الرجل من المسجد،
ضت عليّ ذنوب أمتي فلم أرى ذنباً أعظم من سورة من القرآن أو آية أوتيها
ثم نسيها))(٢)

مجھ پر میری امت کے ثواب کے کام پیش کیے گئے یہاں تک کہ تنکا جسے آدمی مسجد سے نکالے
ہ پر میری امت کے گناہ پیش ہوئے تو میں نے کوئی گناہ اس سے برا نہ دیکھا کہ کسی شخص کو قرآن عظیم
سورت یا آیت دی جائے وہ اسے بھلادے۔

طبرانی معجم کبیر اور ضیائے مقدسی مختارہ میں بہ سند صحیح حذیفہ بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((عرضت عليّ أمتي البارحة لدى هذه الحجرة حتى لأنا أعرف بالرجل
من أحدكم بصاحبه))(٣)

رات اس حجرہ کے پاس میری امت مجھ پر پیش کی گئی یہاں تک کہ میں ان میں ہر شخص کو اس سے
پہچانتا ہوں جیسا تم میں کوئی اپنے یار کو۔

تھانوی صاحب! اب حضور پر بعض کو نیات ظاہر نہ ہونے کی خبریں کہیے، کیا آپ نہ کہیں گے کہ
کتنی بڑی بدذات بے باک اور احادیث مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب میں چالاک، اور

[صحيح مسلم : باب النهي عن البصاق في المسجد في الصلاة وغرها، ١/٣٩٠]

[سنن الترمذی : ٢٨/٥]

اسے نفی فضائل مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کیسی خوئے ناپاک ہے۔﴿فإنها لا تعمى الأبصار ولكن تعمى القلوب التي في الصدور﴾.(۱)

سوال(۱۴۹) تھانوی صاحب! رسلیا سے کہیے: چلی کہاں، تھوڑا اور لیتی جا کہ دنیا ہی میں خاص یہ واقعہ بھی اور وہ لوگ اور ان کے حال سب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ فقط بتانا بلکہ آنکھوں دکھا دیے گئے۔

صحیح بخاری شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((بينا أنا نائم فإذاً زمرة حتى إذا عرفتهم خرج رجل من بيني وبينهم فقال: هلم ، قلت: اين ؟-قال: إلى النار والله ، قلت : وما شانهم قال: إنهم إرتدوا بعدك على أدبارهم القهقرى))(۲)

میں سورہا تھا ناگاہ ایک گروہ گزرا یہاں تک کہ جب میں نے انہیں پہچان لیا، ایک شخص نے میرے اور ان کے بیچ میں سے نکل کر ان سے کہا: آؤ میں نے فرمایا: کہاں؟ کہا: خدا کی قسم دوزخ کی طرف ،میں نے فرمایا: ان کا کیا حال ہے، عرض کی: یہ حضور کے بعد الٹے پاؤں اپنے پیچھے پلٹ گئے تھے۔ اکثر کی روایت "نائم" ہے، اور روایت بعض "قائم" اس کے منافی نہیں، اور اس کی توجیہ روشن ہے کہ:

"إنه رأى في المنام ماسيقع له في الآخرة كما في العمدة والفتح وغيرهما"

یعنی جو واقعہ آخرت میں ہونے والا ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہلے ہی خواب میں دکھایا گیا۔

اور انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والثنا کا خواب بھی وحی ہے، تو روایت اکثر کی نفی ناممکن، اور عمدہ وغیرہ کا قاف کو اوجہ کہنا نون کا انکار نہیں، نہ اس کے وحی ہونے کے منافی، بلکہ انصافاً اسے اوجہ کہنا خود محل نظر محتاج وجہ ہے۔

تھانوی صاحب! کہیے اب تو تمام عمومات واحتمالات سمٹ کر اخص الخصاص نفس واقعہ کے وقوع پر آگئے، اب رسلیا کی نبض دیکھیے، موت کے بعد کی گرمی بھی بے یادہ بھی رخصت ہوئی۔

---

(۱) [سورة الحج: ٤٦]

تھانوی صاحب! ڈوبتا سوار پکڑے اور سوج کالجبال کے متواتر تمانچے جو آنے والے ہیں، ان میچ لے تو کیا "إنهم مغرقون" سے بچ جائے گا، مگر آپ رسلیا کی پیٹھ "مقامع من لوہے کہ گرزوں سے ٹھوکیے کہ اتنی سی جان اور شیروں کا میدان اور اس میں اس کے کرشموں کی یہ شان، شاباش تیرے جگرے کو۔

سوال (۱۵۰) تھانوی صاحب! اب رسلیا کو دوسری کروٹ لٹایئے۔

یہی حدیث صحیح مسلم شریف میں حضرت اسما بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عالیٰ عنہما کی روایت سے لہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((سيؤخذ أناس دوني فأقول :يا رب! مني ومن أمتي ، فيقال: أما ما عملوا بعدك))(١)

کچھ لوگ مجھ تک پہونچنے سے پہلے پکڑ لیے جائیں گے، میں عرض کروں گا: اے میرے رب ہیں، اور میرے امتی، اس پر کہا جائے گا: کیا حضور کو معلوم نہیں کہ انہوں نے حضور کے بعد کیا کیا۔

اس کے صاف معنی یہی ہیں کہ: حضور کو معلوم ہے، یہ استفہام انکاری ہے، اور نفی کی نفی اثبات۔

تفسیر اتقان میں ہے:

"إنه إستفهام والإنكار نفي ، وقد دخل على النفى ونفي النفي إثبات ، ومن أمثلته.(٢)

﴿أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ﴾(٣)

﴿أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ﴾(٤)

اور دوسری حدیث صحیح مسلم بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ں:

((فيجيئني ملك فيقول :وهل تدري ما أحدثوا بعدك))(٥)

[صحيح مسلم : باب اثبات حوض نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم، ٤/١٧٩٤]

[الاتفاق في علوم القرآن :النوع السابع والخمسون في الخبر والانشاء: ٣/٢٧٠]

[سورة الزمر:٣٦]

[سورة الاعراف:١٧٢]

بھی بلاوقف اس کے موافق ہے، کہ کلمہ "ہل" اثبات میں بکثرت اخبار وتقریر کے لیے آتا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ:

﴿هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ﴾(۱)

وقال اللہ تعالیٰ:

﴿ هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئاً مَّذْكُوراً ﴾(۲)

وقال تعالیٰ: ﴿هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ﴾(۳)

یہی حدیث اسماء صحیح بخاری میں بلفظ: ((هل شعرت ما عملوا بعد))(۴)

ہے، معلوم ہوا کہ یہاں "ہل" کا وہی معنی ہے، جو استفہام انکاری "أما شعرت" کا، یعنی اثبات علم، یوں ہی صحیح بخاری میں احادیث انس وابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما ((فيقول لا تدري ما أحدثوا بعدک))(۵)

کہ تقدیر ہمزہ شائع وذائع ہے۔

قال تعالیٰ: ﴿قَالَ هٰذَا رَبِّيْ﴾(۶)

تین جگہ أي: أهذا ربي۔

وقال تعالیٰ: ﴿وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا﴾(۷)

اور قرأت ابن محیص میں ہے: ﴿سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَنْذَرْتَهُمْ﴾(۱)

أي أو تلک۔

---

(۱) [سورۃ المطففین: ۳۶]

(۲) [سورۃ الدھر: ۱]

(۳) [سورۃ الفجر: ۵]

(٤) [صحيح البخاري: باب في الحوض، ۱۲۱/۸]

(۵) [صحيح البخاري: باب في الحوض، ۱۲۱/۸]

(٦) [سورۃ الأنعام: ۸٦]

(۷) [سورۃ الشعراء: ۲۲]

بلکہ علامہ طیبی شارح مشکوٰۃ نے حدیث: ''الھر سبع'' کو بخلاف ہمزۂ استفہام انکاری پر محمول
ں کہ ایک روایت: ''إن الھر'' ہے، اور شک نہیں کہ تحقیق منافی استفہام انکاری نہیں۔

قال تعالیٰ:

﴿ءَ إِذَا مِتْنَا كُنَّا عِظَاماً وَرُفَاتاً ءَ إِنَّا لَمَبْعُوثُونَ﴾(۱)

دوہری تاکیدوں کے ساتھ ہمزہ انکار آیا۔

معالم میں ہے: ''قالو اذلک علی طریق الإنکار والتعجب''(۲)

یوں تمام حدیثیں متطابق اور اثبات علم پر متفق ہو جائیں گی، اب سب حدیثوں کا مطلب یہ ہو گیا
عرض کرے گا: حضور کو تو خود معلوم ہے کہ: انہوں نے حضور کے بعد کیا کیا۔

تھانوی صاحب! اب حضور پر ظاہر نہ ہونے کی خبریں کہیے۔ تھانوی صاحب! حدیث حضرت اسما
پر منیر واسمٰی کی خبر تھی۔ تھانوی صاحب! اس کا کیا جواب ہے۔

سوال (۱۵۱) جانے دیجیے تطابق نہ سہی، بعض حدیثیں اثبات علم کریں گی اور بعض نفی، اب تطبیق
وہ دیکھو ذہول اس کا کافی ضامن۔ علم حاصل اور اس وقت اس سے ذہن ذاہل بنظر اول اثبات
ر ثانی نفی۔ اب استدلال کی نبض دیکھیے۔

تھانوی صاحب! رسلیا سے کہیے: نازک نازنینوں کو معرکۂ مرداں میں آنا کس نے مانا۔

ترا کہ گفت کہ اے نازنیں زپردہ برآ ۔۔۔۔۔ بہ غمزہ بر صف مردان شیر افگن زن

سوال (۱۵۲) آپ نے دیدۂ ودانستہ رسلیا والے کی کوری دیکھی، وہ گنگوہی بن گیا تو آپ کی تو
کیا آپ نے بھی رسلیا کو نہ سوجھائی کہ ہیے کی پھوٹی وہ دیکھ تیرا خصم اکبر آج سے بارہ برس پہلے
طفی'' میں فرما چکا ہے کہ:

ہاں ہاں تمام نجدیہ دہلوی و گنگوہی و جنگلی و کوہی سب کو دعوت عام ہے۔ اجمعوا شرکاء
ہوئے بڑے سب اکٹھے ہو کر ایک آیت قطعی الدلالۃ۔ یا ایک حدیث متواتر یقینی الافادۃ چھانٹ
ں سے صاف وصریح طور پر ثابت ہو کہ تمامی نزول قرآن عظیم کے بعد بھی اشیائے مذکورہ ما کان
ں سے فلاں امر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مخفی رہا، جس کا علم حضور کو دیا ہی نہ گیا۔

[سورۃ الاسراء: ۴۹]

﴿فَإِن لَّمْ تَفْعَلُواْ وَلَن تَفْعَلُواْ﴾(۱)

﴿لَمْ أَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَأَنَّ اللّهَ لاَ يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ﴾(۲)

اگرایسا نص نہ لاسکو، اور ہم کہے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ لاسکو گے، تو خوب جان لو کہ اللہ راہ نہیں دیتا دغا بازوں کے مکر کو" والحمد للہ رب العلمین " کچھ سمجھے کہ یہ جملہ جس کا علم حضور کو دیا ہی نہ گیا، تمہارے ایسے ہی وہموں کی دارو کو بڑھا دیا تھا، کہ ذہول خود علم دیا جانا چاہتا ہے، نہ کہ علم دیا ہی نہ گیا۔ کیوں تھانوی صاحب ! اتنے شدید کوڑے کے بعد بھی رسلیا ہی اونڈھی لائے، اور کیوں نہ ہوتا کہ وہ تو فرما دیا تھا: ہم کہے دیتے ہیں کہ: نہ لاسکو گے۔ اللہ عزوجل اپنے ایمان والے بندوں کا قول سچا کرتا ہے۔

﴿يُثَبِّتُ اللّهُ الَّذِينَ آمَنُواْ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الآخِرَةِ﴾(۳)

والحمد للہ رب العلمین

سوال (۱۵۳) تھانوی صاحب سب جانے دو،" انباء المصطفیٰ "میں قرآن عظیم کی آیات قطعیۃ الدلالات سے روشن ثبوت دیا کہ: روز اول سے روز آخر تک کے تمام ما کان و مایکون کا مفصل وروشن وواضح علم اللہ عزوجل نے اپنے حبیب اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا کیا، پھر فرمایا: نہ حدیث احاد اگرچہ کیسے ہی اعلیٰ درجہ کی صحیح ہو عموم قرآن کی تخصیص کر سکے بلکہ اس کے حضور مضمحل ہو جائے گی، پھر اور کھول کر دکھا دیا کہ: مخالفین ان آیات کے خلاف پر اصلاً ایک دلیل صحیح صریح قطعی الافادہ نہیں دکھا سکتے، اور اگر بفرض غلط تسلیم ہی کر لیں تو ایک یہی جواب کافی کہ عموم آیات قطعیہ قرآنیہ کی مخالفت میں اخبار آحاد سے استناد محض ہرزہ بافی، پھر اس پر تین تصریحیں تمہارے پیر مغاں گنگوہی جی کی سنادی تھیں کہ...

(۱) خبر واحد یہاں مفید نہیں۔

(۲) قطعیات کا اعتبار ہے نہ ظنیات صحاح کا۔

(۳) آحاد صحاح معتبر نہیں۔

پھر تمہارے طائفہ بھر کو دعوت عام میں صاف سنا دیا تھا، کہ ایک حدیث متواتر یقینی الافادہ

---

(۱) [سورۃ البقرۃ:۲٤]

(۲) [سورۃ یوسف:۵۲]

ئیں اور رسلیا اس قدر تنبیہات قاہرہ کے بعد بھی وہی ایک حدیث آحاد لے کر چلی، اف رے
انوی صاحب دھرم دھرم سے کہیے، رسلیا اندھی ہے یا پگلی، یا مکارہ، ناواقفوں کو چھلنے کے لیے
تہ اندھی، پگلی بن کر نکلی، آدمی کو صورت کبھی بن کر کچھ بول دو، جی کڑا کر کے آنکھیں بند کر کے
ٹی کھول دو، تمہاری چپ نے تمہارے حواری جواری خواری پواری کی اور بھی راہ ماری۔ مجھے تو
قیہ بھی یاد نہیں کہ چپ کا بھوت تمہارے سر سے اتار دوں۔

تھانوی صاحب!

آنکھیں تو ملاؤ دم کہاں ہے ہت تری خاموشی کی

حصم کا قول نہ مانا ہوتا اپنے بزرگ گنگوہی جی کے تینوں قول تو دیکھے ہوتے، یا وہ بھی تینوں ہضم
جب وہ صاف لفظوں میں بار بار بتا گئے کہ یہاں حدیث آحاد اگر چہ کیسی ہی صحیح ہو ہرگز قابل
تو قرآن عظیم کے رد میں اپنی اوندھی سمجھ سے یہ حدیث آحاد کس منہ سے لے کر چلے۔ ہمیں تو
ب دینا ہی نہ تھا، وہی گنگوہی تثلیث کے ثلاثہ پیش کر دیئے تھے، مگر الحمد للہ ہم اس سے پہلے
اب جہنم سات جواب کا کامل عذاب اتار چکے، اس کے بعد آٹھواں یہ بھی دکھا دیا کہ رسلیا جو
ٹھ کیست ہے اس کی ہر گانٹھ کھول دی جائے، مگر ہاں مجھی کو سہو ہوا، مثل مشہور ہے: ماں بیٹی کی لڑائی
ئی، آپ نے حضرت گنگوہیت مآب کا جو خلاف کیا، انھیں کی سنت پر قائم ہو کر کیا، وہ جناب
ب اپنی اسی براہین میں، ہاں ہاں اسی بحث میں جہاں قول اول لکھ کر احادیث علم محمد رسول
تعالیٰ علیہ وسلم کو باطل و بے کار کر دیا تھا، اگر چہ صحاح بخاری و مسلم سے بھی اعلیٰ درجہ کی ہوں
اسی منہ میں جب علم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نفی پر آئے ایک حکایت بے اصل نقل

ہ:

شیخ عبد الحق روایت کرتے ہیں کہ: مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں،

ب صحاح آحاد بالائے طاق ایک بے اصل حکایت پر اوقات رہ گئی، اور وہ بھی اس ڈھٹائی سے
حق روایت کرتے ہیں، حالاں کہ شیخ قدس سرہ تو یہ فرماتے ہیں کہ: ایں سخن اصلے ندارد۔
گنگوہی صاحب کی داد نہ فریاد، اور انھیں کی سنت پر تمہیں اعتماد، بلکہ انصافا تم ان پر چڑھ کر رہے کہ:
ولاً: حدیث صحیح تو ہے، نہ ان کی سی بے اصل حکایت اگر چہ آحاد ہونے کے باعث قرآن عظیم
ر و مضمحل۔

سر اس کی سند باندھ دی، مگر خوش نہ ہونا ٹھیرے ٹھیرے بدلائی ہے، یوں ہی دو طرح وہ بھی تم پر چڑھ کر رہے:

اولاً: گنگوہی جو روایت لائے ظاہراً نفی علم تو کرتی ہے۔ اور آپ کی لائی ہوئی تو اور اثبات علم فرما رہی ہے، جس کا بیان ابھی کر چکا۔

ثانیاً: گنگوہی صاحب نے کاٹی تو اپنی ہی بات کاٹی، اور رسلیا نے تو اپنے خصم کے اتنے صریح ڈنڈوں کو بھلا کر پھر وہی خاک چاٹی۔ "براہین" اگر اپنی ناقضہ ہے تو "بسط البنان" اپنے خصم سے ناشزہ۔ آپ نے سنا ہوگا: "العروس تحتفل وتختضب وتكتحل وكل شيء تفتعل غير أن لا تعصي الرجل "(۱)

سوال (۱۵۴) آپ کو تو نہ سوجھی مگر آپ کے کسی رڑکی والے کو سوجھی کہ قرآن عظیم واحادیث جلیلہ ناطق عموم ماکان وما یکون ہیں، ان سے جان کیوں کر بچے گی، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علم عظیم کو گھٹانے کی راہ کیسے کھلے گی، لہذا رڑکی والے نے آپ سے پوچھا اور آپ نے جواب میں خط لکھایا شاید آپ خود ہی سائل ومجیب ہوں۔ ع

ان لم تجد عارما تعترم(۲)

بہر حال وہ خطائی خط سراپا خطا ہمہ تن غلط، اس مقام کے حاشیہ میں رسلیا پر چڑھا، اس میں آپ نے طویلے کی بلا بے چاری خفض الایمان کے سر ڈالی ہے کہ اس کا جواب خود حفظ الایمان میں کافی طور پر موجود ہے، اسی کو پشت پر نقل کیے دیتا ہوں۔ موقع تو تھا کہ یہیں خفض الایمان کی ان پسینہ نزاکتوں کے پرخچے کر دکھاتا، مگر اس مبحث خفض الایمان کے رد میں بفضلہٖ عزوجل مستقل رسالہ "الحسم الشانوی لـكـلية التانوی" موجود، اب قصد کرتا ہوں مولیٰ عزوجل اپنے کرم سے راست لائے کہ اسے انہیں سلسلہ سوالات میں مسلسل کروں اور جو مضامین آچکے اختصار کر دوں کہ آپ کو ضرب مکرر کی شکایت نہ ہو، اور اس انتخاب کا نام باذنہ تعالیٰ "انهاء السنان الیٰ طرة اُخيّة بسط البنان" رکھوں، خفض الایمانی کرشموں کی ناز برداری تو ان شاء اللہ الواحد القہار اس میں دیکھیے، یہاں جو آپ نے ایک تازی اور اس پر زیادہ کی اسی کو موت کا مزہ چکھاؤں۔ عذاب برگردن رڑکوی راوی، اگر یہ خطائی خط آپ ہی کا ہے

---

(۱) [حیاة الحیوان الکبریٰ للدمیری: فوائد، ۲/۵۰۲]

جہ نہیں کہ آپ کانہ ہو آپ اس میں فرماتے ہیں:

اس پر اتنا اضافہ اور مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جواب مذکور (خفض الایمان) کی ضرورت ان
ں میں ہے جو قواعد شرعیہ سے حجت ہیں، اور جو عبارات حجت نہیں وہ نصوص نافیہ علم محیط کے ساتھ خود
، ہیں کہ شرائط تعارض سے تساوی فی القوۃ ہے، پس جواب میں اتنا کافی ہے کہ راجح کے سامنے
ساقط و متروک ہے۔

جناب علم محیط غیر خدا کے لیے آپ کے خصم بھی نہیں مانتے، نہ ہرگز ان کا کوئی استدلال اس کے
ہے کہ آپ کا معارضہ لے کر چلیں، ہاں خدا کا شکر کہ چلتے چلاتے آپ کے منہ سے پھر حق نکل گیا، کہ
م محیط کی نفی فرماتے ہیں۔ اب اپنی وہ ''إلی یوم القیامۃ '' ساختہ قید خود بھول گئے، حق برزباں
رد۔

خیر یہ تو آپ کے زعمی بہشتی زیور میں عمر گنوانے کا نتیجہ ہے، ایسوں کی بحث صاف اپنے ہی خلاف
ہے: ﴿أَوَمَن يُنَشَّأُ فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ﴾ (۱)
انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد قتادہ نے اسی آیت کریمہ کے تحت میں کہا: ''قل ما تتكلم
ريد أن تتكلم بحجتها إلا تكلمت بالحجة عليها'' (۲)

مگر غرض یہ ہے کہ ''انباء المصطفیٰ'' کے اقوال بالائے سر، گنگوہی صاحب کی تصریحات فی النار
یہ تو رسلیا والے کی خود اپنی جائی اپنی گائی ہے، اس سے کیوں آنکھ چرائی ہے، اس سے پوچھیے کہ
دھرم میں قرآن عظیم کی آیات قطعیۃ الدلالات راجح ہیں۔ یا حدیث آحاد ظنی الروایہ ظنی الدرایہ
ں منہ سے اپنے زعم باطل میں قرآن عظیم کے رد کے لیے اس کو پیش کرتا ہے، جو روایۃً بھی مرجوح
ں مرجوح۔ روایت تجھے نہ سوجھی تو روایت کی مرجوحیت تو بدیہی تھی۔ پھر آیات قرآنیہ کو کیوں رد کیا
ح کو ساقط و متروک کیوں نہ کیا، ہاں یہ کہیے کہ:

یہ قاعدہ تو فضائل محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رد کے لیے ہے، جو نصوص حضور اقدس
ہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل علیہ کا اثبات کرتے ہوں وہی ساقط و متروک ہیں، اگرچہ آیات صریحہ
ظیم ہوں۔ اور اپنے زعم شیطانی میں جو روایت رد فضائل میں مل جائے، وہ معمول و ماخوذ ہے اگرچہ

[سورۃ الزخرف: ۱۸]

روایۃً ودرایۃً ہر طرح مرجوح ہو۔

گنگوہی جی کی نہ دیکھی کہ رد فضائل اقدس کے لیے کیسی بے اصل حکایت پر ایمان لائے، اور اثبات فضائل علیہ میں صحیح بخاری وصحیح مسلم کے نصوص مردود ٹھہرائے، یہ دھرم ہے یہ ملائی ہے۔" **قاتلھم اللہ انیٰ یؤفکون"**

سوال (۱۵۵) اس کے بعد آپ کا خطائی خط کہتا ہے: اور ادب یہ ہے کہ مرجوح میں تاویل مناسب کی جائے سو اس کی ذمہ داری میں سب برابر ہیں، صرف ہماری ہی ذمہ داری نہیں۔ اشرف علی از تھانہ بھون

جناب آپ ہی کے منہ کھل گیا کہ اگر حدیث میں وہ دلائل قاہرہ اثبات ذہول کہ ہم نے آپ پر القا فرمائے، نہ بھی ہوتے جب بھی براہ ادب اس میں بھی مناسب تاویل فرض وواجب تھی، پھر کس منہ سے اسے قرآن عظیم کے رد کے لیے لے دوڑے۔ مگر یہ کہیے کہ یہ تو ادب کی بات ہے، اور رسلیا والا ادب سے محروم ازلی، ولہذا اگر وہ بے ادباں میں سب سے اشرف وعلی، جناب یہ آیت سے استدلال کے بارہ رد اور حدیث سے تمسک کے دس رد ہیں: کیا رسلیا والے کی ہوس خبیث پر عذاب بیس کو یہ بائیس کافی سمجھتے ہیں، ارقام بینات میں بائیس الب ہے، اور کب اوندھانا اس الب سے رسلیا کا کب نہ ہوا، تو کب ہونا چاہیے گا۔

فصل سوم

علم ماکان ومایکون پر حکم کفر وبدعت لگانے میں خبر تھانوی صاحب کی لینی

سوال (۱۵۶) تھانوی صاحب ملاحظہ ہو، یہ تھی آپ کے طائفہ بھر کی سب سے چمکتی کمائی جو یوں اوندھی گری یوں منہ کی کھائی اور اس پر رسلیا کو یہ جوش بے حیائی کہ آگے یہ راگ لے کر آئی:

رہا یہ کہ اس کا اعتقاد بطلان کے کس درجہ میں ہے سو مقام اس کی تفصیل کا متحمل نہیں [کچھ نہ بنتی دیکھے تو یوں ہی ٹال جا] مجمل یہ ہے کہ: اس اعتقاد کی صورتیں مختلف ہیں، بعض درجۂ بدعت ومعصیت میں ہیں جن میں انکار قطعی کا نہیں، اور بعض درجۂ کفر میں ہیں جن میں انکار قطعی کا ہے۔

تھانوی صاحب! ذرا بھی تو کلمہ گوئی کے نام اور ملا مولوی شاہ جی کہلانے کی شرم کرکے سچ بھی بول دو، انباء المصطفیٰ نے تمام (ماکان ومایکون میں اول یوم الی الیوم الآخر) کا علم حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا ہونا عمومات قطعیہ آیات قرآن عظیم سے ثابت کردیا یا نہیں؟، کہو ہاں

یااورضرور کردیا۔اس کے آپ منکر ہوئے یانہیں؟۔کہو ہوئے،اور بے شک ہوئے۔اس پر ہم نے تو
تھ،مگر آپ اپنے منہ کہتے ہیں کہ قطعی کا انکار مطلق کفر ہے،تو اپنے منہ خود کافر ہوئے یانہیں؟۔کہو
ۓ اور بھرپیٹ ہوئے۔

سوال(۱۵۷)تھانوی صاحب! رسلیا آپ تو کوئی دلیل نہ لاسکی جو دکھائے،اس پر بائیس
ے کرّ ے کرّ ے کھ کرا وندھی ہوجائے،اور اپنے کفر وبدعت کی ملا اپنے خصموں کو پہنانے لائے،کہو
دھرم ہے۔

سوال(۱۵۸)تھانوی صاحب! آپ کافر مبتدع عاصی کا ہے پر کہہ رہے ہیں،اس پر کہ جمیع
ث الی یوم القیامۃ کا علم حضور عالم ماکان وما یکون صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو عطا ہونا مانا جائے،بعطائے
کان وما یکون معنی مذکور کا علم حضور کے لیے ثابت جانا جائے،آپ رسلیا کے انہیں جملوں میں جابجا
عتقاد میں لفظ''اس کا'' مشارالیہ تلاش کرلیجیے،تحریف آیت پر نتیجہ دیتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
بوب کونیہ الی یوم القیامۃ کا علم منتفی۔تحریف حدیث پر نتیجہ لاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ قیامت تک
آخر عمر سے متاخر ہے،آپ پر بعض کونیات ظاہر نہ ہوئے نہ بالذات نہ بالعطا۔پھر دونوں ملا کر تو اُم
عاتی ہے،دونوں سے معلوم ہوا کہ آخر عمر تک بھی بعض کونیات آپ پر مخفی رہیں،پھر اپنی پچھلی''پس''
ں کرتی ہے،مخالف کا دعویٰ کہ آپ کو آخر عمر میں تمام واقعات الی یوم الآخرہ میں سے کسی قسم کا علم مخفی
منتفی ہوگیا،اس پر وہ راگ گاتی ہے،کہ اس کا اعتقاد بطلان کے کس درجہ میں ہے الخ۔
انباء المصطفیٰ وخالص الاعتقاد برسوں سے شائع ہیں،اور آپ خوب جانتے ہیں کہ آپ کے خصم
قدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا علم بعطائے الٰہی مانتے ہیں نہ کہ معاذ اللہ بالذات۔خود حفظ الایمان
پ کا خانہ ساز سوال یہ تھا کہ:

زید کہتا ہے علم غیب دو قسم ہے،بالذات،اس معنی کر عالم الغیب خدا کے سوا کوئی نہیں ہوسکتا۔
اور اس رسیا میں بھی اپنے خصم کی طرف سے سوال وارد کیا کہ اگر کہا جائے،یہ منتفی علم بالذات
بز انباء المصطفیٰ وخالص الاعتقاد وغیرہما شاہد امر،آپ خود واقف کہ آپ کے خصم یہ علم بتدریج مانتے
نامی نزول قرآن عظیم پر جس کا اتمام ہوا،وبہذا خود آپ نے اپنی ان عبارات میں جن کو ہم ابھی ذکر
ۓ جابجا آخر عمر کی تصریح کی،اور صراحۃ اپنے مخالف کے دعویٰ میں آخر عمر کا لفظ لائے،اب یہ تینوں
دانتوں سے تھامے رہو۔

(۱)احاطہ صرف علم حوادث الی یوم القیامۃ کا

(٢) وہ بھی بالعطا۔

(٣) وہ بھی بتدریج۔

یہ تو تمہارے خصم کا دعویٰ ہے، جو ان کی تصانیف میں روشن طرح پر مبین، اور خود تمہاری عبارتیں ان کے چھلکتے فواروں سے قطرہ زن، آگے چلیے، رسلیا نے اگر چہ اپنی تفصیل نہ سنائی اور مجمل کے گھونگھٹ میں نہایت گول مول دکھائی، مگر اس کی انگلیوں کے گھونگھٹ کھل چکے ہیں، اپنی سب سے بڑی تفویت الایمان کی سنیے جس میں گروئے طائفہ اسماعیل جی یوں بول چکے ہیں:

پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے، خواہ اللہ کے دینے سے، غرض اس عقیدہ سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے،

نئی رسیا کب اس پرانی سے جدا ہوگی، آخر اسی کی نسل ہے:

"وهل انت الا من غوية اذ غوت غويت ولو ترشد غوية ترشدی."(٢،١)

تھانوی صاحب! کیا آپ کوئی برہان دے سکتے ہیں کہ علم مذکور بعطائے الٰہی ماننے میں کون سے قطعی کا انکار ہے، ورنہ مانو کہ اللہ کے دینے سے ماننے کو شرک کہنے والا خود ہی مشرک مردود نابکار ہے۔

سوال (١٥٩) جانے دو تم کا فرمبتدع کوئی سالو، ان عالی کلاموں پر نظر ڈالو، اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿قُل لَّآ أَقُولُ لَكُمۡ عِندِي خَزَآئِنُ ٱللَّهِ وَلَآ أَعۡلَمُ ٱلۡغَيۡبَ﴾(١)

اے نبی تم ان کافروں سے فرما دو کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، اور نہ یہ کہ میں غیب جانتا ہوں۔

علامہ نظام الدین حسن نیشا پوری تفسیر "رغائب الفرقان" میں اس آیہ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں:

﴿قُل لَّآ أَقُولُ لَكُمۡ﴾(١)

لم يقل ليس عندي خزائن الله ليعلم أن خزائن الله وهي العلم بحقائق الأشياء وماهياتها عنده صلى الله تعالىٰ عليه وسلم۔ ولكنه يكلم الناس على قدر عقولهم، ولا

---

(١) [جمهرة الأمثال: التفسير، ١/١٩٥]

(٢) [شرح ديوان الحماسة: ١/٥٧٧]

(٣) [سورة الأنعام: ٥٠]

م الغيب أي: لا أقول لكم هذا ، مع أنه كان يخبرهم عما مضى وعماسيكون
ـلام الحق .وقد قال: ـصلى الله تعالىٰ عليه وسلم-:في قصة ليلة المعراج
ت ماكان وما سيكون"(۱)

یعنی اللہ عزوجل نے حکم دیا کہ اے نبی فرمادو کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے
، یہ نہیں فرمایا کہ اللہ کے خزانے میرے پاس نہیں، بلکہ یہ فرمایا کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس
تا کہ معلوم ہوجائے کہ اللہ کے خزانے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ہیں، مگر حضور لوگوں
ان کی سمجھ کے قابل باتیں بیان فرماتے ہیں، اور وہ خزانے تمام چیزوں کی حقیقت وماہیت کا علم
پھر فرمایا:

اور نہ یہ کہ میں غیب جانتا ہوں یعنی میں تم سے نہیں کہتا کہ مجھے غیب کا علم ہے، ورنہ حضور اقدس
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو خود فرماتے ہیں کہ جو کچھ ہوگزرا، اور جو کچھ ہونے والا ہے سب کا علم مجھے ملا۔

(۱۶۰) صحیح بخاری شریف میں امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

((قام فينا النبي-صلى الله تعالىٰ عليه وسلم- مقاماً فأخبرنا عن بدء الخلق
ى دخل أهل الجنة منازلهم وأهل النار منازلهم))(۲)

ایک بار سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہوکر ابتدائے آفرینش سے لے کر
وں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ جانے تک کا حال ہم سے بیان فرمادیا۔

سوال(۱۶۱) امام اجل محمود عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

"فيه دلالة على أنه أخبر في المجلس الواحد بجميع أحوال المخلوقات
ى إبتدائها إلى إنتهائها ـ وفي إيراد ذلك كله في مجلس واحد أمر عظيم من
ارق العادة "(۳)

یہ حدیث دلیل ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں اول سے آخر تک کی
مخلوقات کے تمام احوال بیان فرمادیے، اور اس سب بیان کا ایک مجلس میں فرمادینا نہایت عظیم معجزہ ہے۔

) [تفسیر غائب الفرقان:۳/۸۳]

) [صحيح البخاري كتاب بدء الخلق،حديث:۳۱۹۲-۲/۷۸۳،۷۸٤]

سوال (۱۶۲) حافظ الحدیث عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اسی حدیث کے تحت میں فرماتے ہیں:

"دل ذلك على أنه أخبر في المجلس الواحد بجميع أحوال المخلوقات منذ إبتدئت إلى أن تفنى إلى أن تبعث فشمل ذلك الاخبار عن المبدأ والمعاش والمعاد، وفي تيسير ذلك كله في مجلس واحد من خوارق العادة أمر عظيم"(۱)

یہ حدیث دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں تمام مخلوقات کے احوال جب سے خلقت شروع ہوئی جب تک فنا ہوگی جب تک اٹھائی جائے گی، سب بیان فرمادیے، تو یہ بیان اقدس شروع آفرینش و دنیا و محشر سب کو محیط تھا۔ اور یہ سب کا ایک مجلس میں بیان فرمادینا نہایت عظیم معجزہ ہے۔

سوال (۱۶۳) امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری اور:

سوال (۱۶۴) علامہ طیبی شرح مشکاۃ میں اسی حدیث میں فرماتے ہیں:

"أي أخبرنا مبتدئاً من بدء الخلق حتى إنتهى إلى دخول أهل الجنة الجنة دل ذلك على أنه ـ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ـ أخبر بجميع أحوال المخلوقات منذ ابدئت إلى أن تفنى إلى أن تبعث وهذا من خوارق العادات ففيه تيسير القول الكثير في الزمن القليل"(۱)

یہ حدیث دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام مخلوقات کے احوال جب سے خلقت پیدا ہوئی جب تک فنا ہوگی جب تک پھر زندہ کی جائے گی سب بیان فرمادیے، اور یہ معجزہ ہے کہ اللہ عزوجل نے حضور کے لیے اتنا کثیر کلام اتنے قلیل زمانے میں آسان فرمادیا۔ وللہ الحمد۔

سوال (۱۶۵) اسی طرح علامہ علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکاۃ میں فرمایا:

سوال (۱۶۶) صحیح مسلم شریف میں ابوزید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

((صلى بنا رسول الله ـ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ـ الفجر وصعد المنبر

---

(۱) [فتح الباري بدء الخلق باب جاء في قول الله تعالىٰ ۳۰/۴۳۱]

(۲)[ارشاد الساري كتاب بدء الخلق: ۱۲/۷]

لبنا حتى حضرت الظهر ، فنزل فصلى ، ثم صعد المنبر فخطبنا حتى حضرت
صر ، ثم نزل فصلى ، ثم صعد المنبر فخطبنا حتى غربت الشمس ، فأخبرنا
كان وبما هو كائن فاعلمنا أحفظنا))(۱)

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز صبح پڑھا کر منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ فرماتے
ہے یہاں تک کہ ظہر کا وقت آ گیا، اتر کر نماز پڑھی، پھر منبر پر تشریف لے گئے، اور خطبہ فرماتے رہے
ں تک کہ عصر کا وقت آ گیا، اتر کر نماز پڑھی، پھر منبر پر تشریف لے گئے، اور خطبہ فرماتے رہے یہاں
ـ کہ آفتاب ڈوب گیا۔ اس دن حضور نے ما کان وما یکون بتا دیا، ہم میں زیادہ علم اسے ہے جسے زیادہ یاد
ـ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سوال (۱۶۷) امام محمد بوصیری قصیدہ بردہ شریف میں عرض کرتے ہیں۔

فإن من جودك الدنيا وضرتها ومن علومك علم اللوح والقلم

یا رسول اللہ! دنیا و آخرت دونوں حضور کی بخشش سے ایک حصہ ہیں اور لوح وقلم کا علم (جس
ں تمام ما کان وما یکون ہے) حضور کے علوم سے ایک ٹکڑا ہے۔

سوال (۱۶۸) ملا علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

"علمهما إنما يكون سطر من سطور علمه ثم مع هذا من بركته وجوده
صلى الله تعالىٰ عليه وسلم۔"(۲)

لوح وقلم کا تمام علم (جس میں ما کان وما یکون سب بالتفصیل مندرج ہے) حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے دفتر علم سے ایک سطر ہی تو ہے، پھر بایں ہمہ وہ حضور ہی کی برکت سے ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم۔

سوال (۱۶۹) ام القریٰ شریف میں فرمایا:

"وسع العلمين علماً وحلماً"(۳)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم تمام جہان کو محیط ہے۔

(۱) [صحيح مسلم كتاب الفتن باب اخبار النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بما يكون من الفتن، ۷۰ ۸۳ـ۴/۵۴۷]

(۲) [شرح القصيدة]

(۳) [ام القرى]

سوال(۱۷۰)امام ابن حجر مکی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

"لأن الله تعالى أطلعه على العالم فعلم علم الأولين والآخرين ما كان ومايكون"(۱)

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو تمام ماسوی اللہ پر اطلاع دی، تو اولین وآخرین ما کان و ما یکون سب کا علم حضور کو حاصل ہوا۔

سوال(۱۷۱)امام زین الدین عراقی استاذ امام حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی شرح مہذب اور

سوال(۱۷۲)علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

"إنه ﷺ عرضت عليه الخلائق من لدن آدم ۔ عليه الصلاة والسلام ۔ إلى قيام الساعة فعرفهم كلهم كما علم آدم الأسماء"(۲)

اللہ عزوجل کی جتنی مخلوق ہے آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے لے کر قیام قیامت تک سب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پیش کی گئی، تو حضور نے سب کو پہچان لیا، جس طرح آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو تمام نام تعلیم ہوئے تھے۔

سوال(۱۷۳)مدارج شریف میں ہے:

"ہر چہ در دنیا است از زمان آدم تا اوان نفخۂ اولیٰ بروے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منکشف ساختند تا ہمہ احوال او را از اول تا آخر معلوم گردید یاران خود را نیز از بعضے از ان احوال خبر داد"

سوال(۱۷۴)نیز فرماتے ہیں، قدس سرہ:"هو بكل شيء عليم وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دانا است ہمہ چیز از شیونات واحکام الٰہی واحکام صفات حق واسماء وافعال وآثار بجمیع علوم ظاہر و باطن واول وآخر احاطہ نمودہ ومصداق فوق كل ذي علم عليم شدہ۔ عليه من الصلوات أفضلها ومن التحيات أتمها وأكملها"(۳)

سوال(۱۷۵)تفسیر نیشاپوری میں ہے:

﴿مَن ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ﴾(۴)

هذا الاستثناء راجع إلى النبي ۔ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ۔ كأنه قيل: من ذا

---

(۱) [شرح القصيدة] (۲) [نسيم الرياض:]

. يشفع عنده يوم القيامة إلا عبده محمد۔ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم۔ يعلم
مد۔صلى الله تعالىٰ عليه وسلم۔ ما بين أيديهم من أوليات الأمر قبل خلق
ئق وما خلفهم من أحوال القيامة "(۱)

کون ہے جو اللہ عزوجل کے حضور شفاعت کرے، مگر اس کے اذن سے۔ یہ استثناء رسول اللہ صلی
ٰ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے، گویا ارشاد ہوتا ہے کہ: کون ہے کہ قیامت میں اس کے حضور شفاعت
، سوا اس کے بندے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے۔ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانتے ہیں جو کچھ ان
گے ہے، ان ابتدائی باتوں سے جو پیدائش مخلوقات سے بھی پہلے تھیں، اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے
قیامت سے۔

تفسیر کی پوری عبارت طابع مصر جلد سوم صفحہ ۲۴ میں دیکھیے اور اس کی نفیس و جاں فزا و ایمان افروز
سوز شرح کتاب مستطاب "الفيوض الملكية لمحب الدولة المكية" میں ملاحظہ
ور ایمان سنبھالنے کی توفیق نہ ملے تو پٹ ہو کر چوپٹ ہو جائیے۔

سوال (۱۷۶) تفسیر روح البیان میں ہے:

"ما أنت بنعمة ربك بمجنون بمستور عما كان من الأزل وما سيكون إلى
. ؛لأن الجن هو الستر وما سمي الجن جناً إلا لاستتاره من الانس بل أنت
بما كان خبير بما سيكون"(۲)

یعنی رب عزوجل اپنے حبیب اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتا ہے: کہ روز ازل سے جو کچھ
روز آخر تک جو کچھ ہوگا تمہارے رب کے فضل سے تم پر کچھ پوشیدہ نہیں تم ما کان وما یکون کے عالم ہو۔

تھانوی صاحب علم ما کان وما یکون کے ثبوت میں فی الحال اتنے ہی اقوال پر بس کروں۔

یہاں اس سے بحث نہیں کہ آپ ان پر ایمان لائیں یا ان سے کفر کریں۔

قرآن عظیم نے صاف فرمایا:

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾(۳)

[تفسير النيسابوري: ۱۹/۲]

[روح البيان، ۱۰/۱۰٤]

اے محبوب ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا ہر شی کا روشن بیان کردینے کو۔
محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صراحۃً فرمایا:

((عسمت مابين المسرق والمغرب))(۱)

((علمت مافي السموات والأرض))(۲)

((تجلى لي كل شيء وعرفت))(۳)

میں نے جان لیا جو کچھ مشرق سے مغرب تک ہے،
مجھے معلوم ہوگیا جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے،
ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی، اور میں نے پہچان لی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
اللہ ورسول کی تو آپ نے مانی نہیں، اور وہی گائی کہ اس اعتقاد کی صورتیں بعض درجۂ بدعت میں ہیں، بعض درجۂ کفر میں، پھر آپ صحابہ وائمہ سے کیا ڈرے جاتے ہیں، ان کے ارشادات کو آپ پہلے ہی ''حجت نہیں'' کا حکم سناتے ہیں، یہاں اس سے بحث نہیں آپ صحابہ وائمہ کو حجت مانیں یا نہیں، کلام اس میں ہے کہ ان صحابہ وائمہ واولیاوعلما کو آپ کافر ومبتدع، کیا فرماتے ہیں۔ بینوا توجروا

فصل چہارم

اب فقط ما یکون کے علم میں پوری خبر تھانوی کی لیتا ہوں۔ وباللہ التوفیق
کیوں جناب تھانوی صاحب! آپ نے یہاں جمیع غیوب کونیہ الی یوم القیامۃ کا لفظ محض اس بنا پر لکھا کہ آپ کا خصم اکبر کا یہی مدعا ہے، نہ یہ کہ آپ کے کفر و بدعت کے احکام اس مجموع کے ماننے پر مقصور ہوں، یا واقع میں آپ کے دھرم میں کفر و بدعت ومعصیت اسی پر مقتصر، اس کا احاطہ تامہ نہ مانے تو اسلام وسنت دجواز ہے۔ احتمال ثانی آپ کو کیوں منظور ہوگا، بھلا کس دل سے صرف دو ایک بات کے استثنا سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم اقدس روز ازل سے روز آخر تک کے ایک ایک ذرہ کو محیط مان سکتے ہو۔ ع

---

(۱) [سنن الترمذی : باب ومن سورة ص، ۵/۲۲۰]

(۲) [سنن الدارمي : باب في روية الرب تعالىٰ في النوم، ۲/۱۳۶۵]

(۳) [التوحيد لابن خزيمه: اخبار عبد الله ابن مسعود، ۲/۵۴۳]

نگاہیں صاف کہتی ہیں کہ دیکھو یوں مکرتے ہیں

اور اگر خصم کی قوت اور آپ کی بے بسی آپ کو منوا بھی چھوڑے تو آپ کی برادری کی مدد آپ کو نہ نے دے۔

﴿وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّونَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُونَ﴾(۱)

وہ دیکھیے گنگوہی صاحب لکھ رہے ہیں کہ:

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (کے بدگویوں) کو دیوار پیچھے کا بھی علم نہیں،

اور اگر نہ مانو تو جی کڑا کر کے لکھ دو کہ ہاں ہاں جو شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے سے روز آخر تک جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا سب کے ذرے ذرے کا تفصیلی علم مانے، صرف دو ایک عین وقت قیامت کا استثنا کرے وہ مسلمان سنی صحیح العقیدہ متقی ہے، اس کے ذمے کفر و بدعت کچھ نہیں، یہ بھی جانے دو، صرف اتنا لکھ بھا گو کہ فقط حضور کو جملہ ما یکون الی آخر الایام کا علم محیط تھا س مقدار کا کوئی (۱) ساتواں ہی حصہ رہ گیا، دیکھیے تو ابھی ابھی دیوبند، گنگوہ، انبیٹھ، نانوتہ، ب وغیرہ وغیرہ کی کوا گہار برادری میں کیا کیا کاؤں کاؤں مچتی، اور ان سب بستیوں اور خود آپ کی بھون میں آپ کی کیا کیا گت بنتی، کیسی کیسی درگت ہوتی ہے، حکیم الامت النجدیہ سے مریض لکفر یہ لقب ہو جائے تو سہی۔ لاجرم اگلا احتمال لو گے اور صرف علم ما یکون ماننے پر بھی وہی اپنے ت کے احکام لے کر چلو گے، اب کان پھٹپھٹا کر یہ سوالات سن لیجیے، اور زبان کی فصد کھلوا کر بجیے۔

سوال (۱۷۷) صحیحین بخاری و مسلم میں صاحب سر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا اللہ عالیٰ عنہ سے ہے:

((قام فينا رسول الله۔ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم۔ مقاماً ما ترك شيئا يكون ذلك إلى قيام الساعة إلا حدث به، حفظه من حفظه، ونسيه من نسيه))(۲)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بار ہم میں کھڑے ہو کر اس وقت سے قیامت تک جو والا تھا سب بیان فرما دیا، جسے یاد رہا یاد رہا، جو بھول گیا بھول گیا۔

سورۃ الأعراف: ۲۰۲]

صحيح مسلم كتاب الفتن باب اخبار النبي بما يكون من الفتن، ۸۳۶٦ـ۲۵۴٦/٤

سوال (۱۷۸) جامع ترمذی شریف میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

((صلی بنا رسول اللّٰہ ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ یوما صلاۃ العصر بنہار ثم قام خطیبا فلم یدع شیئا یکون إلی قیام الساعۃ ألا أخبرنا بہ حفظہ من حفظہ ونسیہ من نسیہ))(۱)

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عصر کی نماز دن سے پڑھی، یعنی خوب اول وقت۔ پھر خطبہ فرمانے کھڑے ہوئے، تو جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اس میں سے کوئی چیز بیان سے نہ چھوڑی۔ یادرکھا جس نے یادرکھا، اور بھولا جو بھولا۔

سوال (۱۷۹) امام احمد "مسند" اور بخاری "تاریخ" اور طبرانی "معجم کبیر" میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں:

((قال: قام فینا رسول اللّٰہ ۔صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔ مقاماً فأخبرنا بما یکون في أمتہ إلی یوم القیامۃ ، وعاہ من وعاہ ، ونسیہ من نسیہ))(۲)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک بار ہم میں کھڑے ہو کر ان کی امت میں قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے سب بتادیا، یادرہا جسے یادرہا۔ اور بھول گیا جو بھول گیا۔

سوال (۱۸۰) حدیث ابوسعید رضی اللہ تعالٰی عنہ امام ترمذی نے فرمایا:

"ھذا حدیث حسن وفي الباب عن المغیرۃ بن شعبۃ وأبي زید بن أخطب وحذیفۃ وأبي مریم ذکروا أن النبي ۔صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ حدثھم بما ھو کائن إلی أن تقوم الساعۃ"(۳)

یہ حدیث حسن ہے، اور اس باب میں اور حدیثیں ہیں، مغیرہ بن شعبہ اور ابوزید بن اخطب اور حذیفہ اور ابومریم ۔رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ سے ۔ ان سب صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم نے فرمایا کہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے ان سے بیان فرمادیا۔

سوال (۱۸۱) طبرانی "معجم کبیر" اور نعیم بن حماد استاذ امام بخاری "کتاب الفتن" اور ابونعیم

---

(۱) [سنن الترمذی : باب ماجاء اخبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : ۵۳/۴]

(۲) [مسند أحمد : حدیث المغیرہ بن شعبۃ، ۱۶۲/۳۰]

ولیا" میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ب:

"إن الله قد رفع لي الدنيا فأنا أنظر إليها وإلى ما هو كائن فيها إلى يوم القيامة
ظر إلى كفي هذه، حليانا من أمر الله جلاه لنبيه كما جلى للنبيين قبله"(١)

بے شک اللہ عزوجل نے میرے سامنے دنیا اٹھالی ہے، تو میں اسے اور جو کچھ قیامت تک اس
ء والا ہے سب کو ایسا دیکھ رہا ہوں جیسا اپنی اس ہتھیلی کو۔ اس روشنی کے سبب جو اللہ نے اپنے نبی
وشن کی، جیسی مجھ سے پہلے انبیا کے لیے روشن کی تھی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم۔

یہ حدیث اجلۂ ائمہ کرام مثل امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی مصنف خصائص کبریٰ،
سطلانی صاحب مواہب لدنیہ، وامام ابن حجر مکی صاحب افضل القری، وعلامہ شہاب مصری خفاجی
م الریاض، وعلامہ محمد زرقانی شارح مواہب، وغیرہم۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔ نے اپنی کتب میں استناداً
تقبول ومسلم رکھی۔ والحمد للہ رب العلمین۔

سوال (۱۸۲) امام ابن حجر مکی "فتح المبین شرح اربعین امام نووی" میں زیر حدیث عرباض بن
اللہ تعالیٰ عنہ، اور

سوال (۱۸۳) علامہ احمد بن حجازی فشنی "المجالس السنیہ" میں فرماتے ہیں:

"هذا من معجزاته۔ صلى الله تعالى عليه وسلم۔ إذ كان عالماً بما يقع
ملة وتفصيلاً، لما صح أنه كشف له عما يكون إلى أن يدخل أهل الجنة
ازلهم"(٢)

یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات سے ہے کہ جو کچھ حضور کے بعد ہونے والا ہے
مالی وتفصیلی علم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تھا کہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ تمام
زیر ظاہر فرمادیا گیا، یہاں تک کہ جنتی ودوزخی اپنے اپنے ٹھکانوں میں داخل ہوں۔

سوال (۱۸۴) علامہ فاکہانی۔ پھر

سوال (۱۸۵) حسن بن علی مدابغی "حاشیہ فتح المبین" اور

حلية الأولياء: ٦/١٠١]

المجالس السنية:]

سوال(۱۸۶)ابن عطیہ ''فتوحات الٰہیہ'' میں فرماتے ہیں:

"إنه ـصلى الله تعالىٰ عليه وسلم ـكشف له عما يكون إلى أن يدخل أهل الجنة وأهل النار كماصح في حديث أبي سعيد وغيره"(۱)

بے شک جو کچھ ہونے والا ہے سب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ظاہر فرمادیا گیا، یہاں تک کہ جنتی جنت اور دوزخی دوزخ میں جائیں، جیسا کہ ابوسعید خدری وغیرہ ـرضی اللہ تعالیٰ عنہم ـکی صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔

سوال(۱۸۷)ابن الانباری ''کتاب المصاحف'' اور امام ابوعمر بن عبدالبر ''کتاب العلم'' میں ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے میرے سامنے خطبہ میں فرمایا:

"سلوني فوالله لا تسألوني عن شيء يكون إلى يوم القيامة أحدثكم به"

مجھ سے پوچھو کہ خدا کی قسم قیامت تک جو چیز ہونے والی ہے مجھ سے جو کچھ پوچھو میں بتادوں گا۔ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم۔

سوال(۱۸۸)ابن قتیبہ۔پھر

سوال(۱۸۹)ابن خلکان۔پھر

سوال(۱۹۰)امام کمال الدین دمیری۔پھر

سوال(۱۹۱)علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

"الجفر جلد كتبه جعفر الصادق، كتب فيه لأهل البيت كل ما يحتاجون إلى علمه، وكل مايكون إلى يوم القيامة"(۲)

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''کتاب الجفر'' میں اہل بیت کرام کے لیے جس چیز کے علم کی ان کو حاجت پڑے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب تحریر فرمادیا۔

سوال(۱۹۲)علامہ سید شریف شرح مواقف میں فرماتے ہیں:

"الجفر والجامعة كتابان لعلي ـرضي الله تعالى عنه ـذكر فيهما على طريقة

---

(۱) [فيض القدير: حرف القاف، ٤/٥٠٦]

ـحـروف الـحـوادث الـتـي تـحـدث إلـى انـقـراض الـعـالـم ، وكـانـت الأئمة
وفـون مـن أولاده يـعـرفـونهما ويحكمون بهما ، كتب علي موسى الرضا
للّه تـعـالـى عـنـهما إلى المأمون قبلت مثل عهدك إلا أن الجفر والجامعة
عـلـى أنه لايتم ، ورأيت أنا بالشام نظما اشيرفيه بالرموز إلى أحوال ملوك
سمعت أنه مستخرج من دينك الكتابين "

جفر و جامعہ امیر المؤمنین مولیٰ علی کی دو کتابیں ہیں، بے شک امیر المؤمنین نے ان دونوں میں علم
روش پر ختم دنیا تک جتنے وقائع ہونے والے ہیں سب ذکر فرما دیئے، اور ان کی اولاد امجاد سے
ین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کتابوں کے رموز پہچانتے اور ان سے احکام لگاتے تھے۔ اور امام علی بن
رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مامون رشید کو تحریر فرما بھیجا کہ:

تمہاری ولی عہدی قبول کرتا ہوں مگر جفر و جامعہ بتا رہی ہیں کہ یہ کام پورا نہ ہوگا (چناں چہ ایسا ہی ہوا)

سید شریف فرماتے ہیں:

اور میں نے ملک شام میں ایک نظم دیکھی جس میں شاہان مصر کے احوال کی طرف رمزوں میں
ہے، میں نے سنا کہ وہ احکام انہیں دونوں کتابوں سے نکالے ہیں۔

سوال (۱۹۳) سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب ''**الـدر الـمـكـنـون**
ر المصون'' میں فرماتے ہیں:

"قـال بـعـض الـعـلـمـاء: علم الحروف من معجزات إبراهيم ـ عليه الصلاة
م ـ ثـم الإمـام عـلـي رضي الله تعالىٰ عنه ورث علم الحروف عن سيدنا
اللّٰه صـلـى الله تعالىٰ عليه وسلم وإليه الإشارة بقوله صلى الله تعالىٰ عليه
نا مدينة العلم وعليٌّ بابها "

بعض علما نے فرمایا: علم جفر سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کے معجزات سے ہے پھر یہ علم
س سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم سے وراثۃً مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو پہونچا
ند صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ، اسی طرف
ہے۔

اسی کتاب مستطاب میں ہے:

[illegible]

یجری للأخرین"

مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے کتاب جفر الجامع اسرار حروف میں تصنیف فرمائی، اور اسی میں ہے جو کچھ اگلوں پر ہو گزرا، اور جو کچھ پچھلوں پر آنے والا ہے۔

اسی میں ہے:

"وكانت الأئمة الراسخون من أولاده يعرفون أسرار هذا الكتاب الرباني"

مولٰی علی کی اولاد امجاد سے ائمہ اہل بیت اطہار اس ربانی کتاب کے اسرار جانتے تھے۔

اسی میں ہے:

"ثم الإمام الحسين رضی اللّٰہ تعالٰی عنه ورث علم الحروف عن أبيه علي كرّم اللّٰہ تعالٰی وجهه، ثم ورثه زين العابدين رضی اللّٰہ تعالٰی عنه، ثم الإمام الباقر رضی اللّٰہ تعالٰی عنه، ثم الإمام الجعفر الصادق رضی اللّٰہ تعالٰی عنه، وهو الذي غاص في أعماق أغواره، واستخرج درره من أصداف أسراره، وحل معاقد رموزه وفك طلاسم كنوزه وصنف "الخافية في علم الجفر"۔"

پھر امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے اس علم کے وارث ہوئے، پھر امام زین العابدین رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ پھر امام محمد باقر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ پھر امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ اور یہی اس کے گہراؤ کی تہوں میں غوطہ زن ہوئے، اور اس کے اسرار کی سیپوں سے موتی نکالے، اور اس کے رموز کی گرہیں کھولیں، اور اس کے خزانوں کے طلسم فتح کیے، اور علم جفر میں کتاب "خافیہ" تصنیف فرمائی۔ رضی اللہ تعالٰی عنھم وأفاض علینا من فیوض برکاتھم بجاھھم عندک یا معطی أسرارھم آمین۔

یہ قول مبارک فصل سوم کے لائق تھا کہ بوجہ مناسبت یہاں مذکور ہوا، وباللہ التوفیق وللہ الحمد۔

کیوں جناب تھانوی صاحب! ان تمام صحابۂ کرام واہل بیت عظام وائمہ واولیا وعلما کو آپ کافر، مبتدع کیا جانتے ہیں؟۔ بینوا توجروا

فصل پنجم

اب جملہ ماکان ومایکون درکنار فقط عرش تا فرش موجودات حال کے علم میں اس سے بدرجہا زائد خبر تھانوی وگنگوہی دونوں صاحبوں کی [illegible]

تھانوی صاحب! ما کان وما یکون کل یا ان میں کا ایک تو شئ عظیم وجلیل ہے، اگرچہ علوم مصطفیٰ صلی لی علیہ وسلم کے حضور ایک حصہ قلیل ہے، آپ انھیں بھی جانے دیجیے، فقط عرش تا فرش موجودات علم محیط بیجیے۔ اب تو یہ ما کان وما یکون کے سمندر سے ایک نہر بلکہ نہر کی بھی ایک لہر رہ گیا، اس ا کروڑویں حصے صرف زمین کے علم محیط کو آپ کے پیروں گنگوہی شیطان کے لیے ثابت مان کر محمد للہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ماننا شرک بتاتے ہیں جس میں کوئی حصہ ایمان کا نہیں، اپنی قاطعہ میں فرماتے ہیں:

شیطان کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے لرنا شرک نہیں تو کون سا حصہ ایمان کا ہے، شیطان کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی علم کی کونسی نص قطعی ہے، جس سے تمام نصوص رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

یعنی شیطان تو تمام زمین کا علم محیط رکھتا ہے، اس کی وسعت علم پر خدا نے نصوص قطعیہ اتارے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وسعت علم پر یک نص بھی نہ اتاری، بلکہ ان کی تنگی علم وکمی دانش پر نصوص تارے، لہذا ان کے لیے زمین کا علم محیط ماننا شرک وکفر خالص ہے، جس میں ایمان کا لگاؤ نہیں۔

خلاصہ یہ کہ شیطان تو ان کے خدا کا شریک ہے، کہ وہ ان کے خدا کی خاص صفت علم محیط سے ـ ہے، مگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کو تو خدا نے گھٹایا، وہ دیوار پیچھے تک کی تو سنتے نہیں، شیطان بر علم محیط زمین ہونا بڑی بات ہے، ان کے لیے جو اسے ثابت کرو گے تو یہ خدا کی خاص صفت اس کے لیے ثابت کرنا ہوگا، اور نری نرا شرک ہو جائے گا۔ حاصل یہ کہ ابلیس ان کا خدا ہے، جب صفت ندا سے موصوف ہے، مسلمان ان گنگوہی آنکھوں سے اتنا دیکھیں کہ اگر زمین کا علم محیط صفت خاصہ ں، تو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے اس کا اثبات کیوں شرک ہو گیا، لاجرم وہ آپ کے دھرم میں ندا کی صفت ہے، کہ اس کے غیر میں ہرگز موجود نہیں ہو سکتی، لیکن آپ کے اقرار سے شیطان میں ی جاتی ہے، تو قطعاً شیطان غیر خدائے گنگوہی نہیں، عین خدائے گنگوہی ہے۔ الا لعنة اللہ علی ین۔

خیر یہ تو ''حسام الحرمین'' وغیرہ میں مجملاً سن چکے اور ان شاء اللہ العزیز ''الکاوی فی العاوی والغاوی'' مفصلاً سنو گے۔

یہاں یہ کہنا ہے کہ پیر مغاں کے دھرم میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فقط چھوٹے سے

سے کروڑوں بلکہ سنکھوں مہاسنکھوں بڑے ہیں، اس کا احاطہ ماننا ضرور کفر، بلکہ مہاسنکھوں کفر کے برابر ہوگا۔

اگر آپ کے دھرم میں ایسا نہیں تو پہلے تو اتنی لکھ دو کہ گرو جی ... ہیں پھر اپنے دھرم کی کہو اگر وہ جمیع غیوب کو نفیہ کی قید فی الواقع غلط تھی تو لکھ دو کہ....

جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خواہ کسی نبی یا ولی کے لیے بہ عطائے الٰہی تمام موجودات زمانہ کا علم محیط مانے کہ ایک ایک ذرے کا حال ان کو معلوم ہے، شرق سے غرب تک جنوب سے شمال تک فرش سے عرش تک بلا استثنا ایک ایک ذرے کو ان کا علم محیط ہے، ایسا کہنے والا سنی صحیح العقیدہ متقی صالح ہے، جس پر معاذ اللہ کفر و بدعت معصیت کسی کا الزام نہیں آسکتا، کیا آپ ایسا لکھ سکیں گے، حاش للہ، اگرچہ ریزہ ریزہ کردیئے جاؤ تو بھی ہرگز ایسی ان کہی زبان پر نہ لاؤ گے، اور اگر اپنی بات کی پچ کرکے کلیجے پر سل رکھ کر ہاں بول بھی دو کہ آخر یہ جو کچھ ہے ما کان وما یکون کے ہزاروں سمندر چھوڑ کر صرف موجودات ہی کا تو علم محیط ہے، تو وہ دیکھو برادری کی کاؤں کاؤں بستی بستی گاؤں گاؤں جائے گی، اور تمہیں مجبور کرکے پھر اسی گنگوہی دھرم پر لوٹائے گی، غرض تمہیں اس کہنے سے مفر نہیں، کہ فقط موجودات زمانہ کا علم محیط ماننا بھی قطعاً کفر ہے، اب سوالات کا جواب دو، اور ان ائمہ وعلماء واولیاء درکنار خود اللہ واحد قہار پر معاذ اللہ اپنے اور گنگوہی جی والے کفر کا فتوٰی دو ﴿وَ سَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ یَّنۡقَلِبُوۡنَ ﴾(۱)

تنبیہ: حقیقت امر یہ ہے کہ عرش تا فرش جملہ موجودات وقت کا علم محیط یقیناً جمیع ما کان وما یکون بمعنی مذکور کا علم محیط ہے کہ موجودات وقت میں مکنونات قلم ومکتوبات لوح بھی ہیں، اور وہ بلا شبہہ جملہ ما کان وما یکون کو محیط وبہذا "انباء المصطفٰی شریف" میں انہیں آیات کریمہ سے کہ ہم یہاں لکھیں گے حضور اقدس عالم ما کان وما یکون کے علم محیط جمیع ما کان وما یکون من اول یوم الی آخر الایام پر وہ دلائل قطعیہ قائم فرمائے کہ: تمام وہابیت کے گھروں میں اندر باہر صف ماتم بچھی ہے، کہرام مچا ہے، پٹاوا پڑا ہے، چوٹی کا پسینہ ایڑی تک بہا ہے، دانتوں میں پسینے آرہے ہیں، اور انکے ایک حرف کو جنبش نہیں دے سکتے۔ والحمد للہ رب العالمین ۔ وقیل بعداً للقوم الظٰلمین۔

مگر ہم یہاں اس نکتۂ جلیلہ سے تنزل کرکے جناب تھانوی صاحب اینڈ کو کمپنی کے مبلغ عقول ناقصہ پر اترتے اور احاطۂ مکنونات ومکتوبات لوح وقلم کے علاوہ باقی ہی جملہ موجودات وقت عرش تا فرش

لہ پر اقتصار کرتے ہیں، اس میں گنگوہی وتھانوی صاحبان صحابہ وائمہ درکنار خود اللہ ورسول پر اپنا کفر
دڑیں۔ جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیھم وسلم. آمین
سوال (۱۹۴) اللہ واحد قہار عز جلالہ قرآن عظیم وفرقان کریم میں فرماتا ہے:
﴿ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَاناً لِّكُلِّ شَيْءٍ ﴾(۱)
اے محبوب ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا تمام موجودات کا روشن بیان فرمادینے کو۔
اس آیۂ کریمہ سے حجت ساطعہ کی اقامت ''انباء المصطفیٰ'' میں دیکھیے۔
سوال (۱۹۵) ابن جریر وابن ابی حاتم اپنی تفسیروں میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
:ا
''قال: إن اللّٰه تعالى أنزل هذا الكتاب تبياناً لكل شيء ولقد علمنا بعضاً
لنا القرآن ثم تلا ﴿ونزلنا عليك الكتاب تبياناً لكل شيء﴾(۲)
اللہ تعالیٰ نے یہ کتاب جملہ موجودات کے روشن بیان کردینے کو اتاری، اور ہم قرآن میں سے
ن نے ہمارے لیے فرمایا اس میں سے بھی بعض ہی جانتے ہیں، پھر یہ آیت پڑھی کہ: اللہ عز وجل
: ہم نے تم پر یہ کتاب جملہ موجودات کا روشن بیان فرمادینے کو اتاری،
یعنی قرآن عظیم نے ﴿لنا﴾ یعنی امت کے لیے جتنا بیان فرمایا اس کا بھی کل ہم نہیں جانتے، چہ
جو اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے بیان فرمایا، یہ اس لیے کہ خلفائے اربعہ رضی اللہ
کا علم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم سے زائد تھا۔
سوال (۱۹۶) اللہ واحد قہار جل جلالہ فرماتا ہے:
﴿ مَا كَانَ حَدِيثاً يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ ﴾(۳)
قرآن بناوٹ کی بات نہیں، بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق اور جملہ موجودات کی تفصیل ہے۔
سوال (۱۹۷) ابن سراقہ ''کتاب الاعجاز'' میں امام ابوبکر بن مجاہد سے راوی:
''قال: ما من شيء في العالم إلا وهو في كتاب اللّٰه تعالىٰ''

[سورة النحل: ۸۹]
[تفسير ابن أبي حاتم: ۲۲۹۷/۷۔ سورة النحل: ۹۰]
[سورة يوسف: ۱۱۱]

تمام عالم میں کوئی چیز ایسی نہیں جو قرآن میں نہ ہو۔

سوال(۱۹۸) اللہ واحد قہار فرماتا ہے:

﴿مَّا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِن شَيْءٍ﴾(۱)

ہم نے اس کتاب میں کوئی چیز اٹھا نہ رکھی۔

(سوال ۱۹۹) امام جلیل سمین اپنی تفسیر میں۔ پھر

سوال(۲۰۰) علامہ سلیمان جمل ''فتوحات الٰہیہ'' میں اسی آیت کریمہ کے تحت میں فرماتے ہیں:

"إختلفوا في الكتاب ما المراد به فقيل اللوح المحفوظ وعلىٰ هذا فالعموم ظاهر لأن اللّٰه تعالىٰ أثبت ما كان ومايكون فيه وقيل القرآن وعلىٰ هذا فهل العموم باق منهم من قال نعم وإن جميع الأشياء مثبت في القرآن إما بالتصريح وإما بالإيماء ومنهم من قال: إنه يراد به الخصوص والمعنىٰ من شيء يحتاج إليه المكلفون"(۲)

آیت میں دو قول ہیں: ایک یہ کہ کتاب سے لوح محفوظ مراد ہے، یوں تو عموم ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں تمام ماکان وما یکون تحریر فرمادیا۔ دوسرا یہ کہ: قرآن کریم مراد ہے۔ آیا اب بھی عموم باقی ؟۔ ائمہ میں سے ایک فریق فرماتا ہے: ہاں اب بھی عموم ہے، اور فرماتا ہے: کہ جمیع موجودات قرآن مجید میں مذکور ہیں، خواہ صاف صریح، خواہ بہ اشارہ، اور دوسرا فریق خصوص لیتا ہے، کہ جتنی اشیا کی مکلفوں کو حاجت ہے۔

سوال(۲۰۱) آیت میں یہی قول ائمہ تفسیر خازن میں یوں مفسر فرمایا: یعنی

"أن القرآن مشتمل على جميع الأحوال"(۱)

قرآن مجید میں تمام احوال کا بیان ہے۔ تھانوی صاحب! کلام اس میں ہے کہ: یہ فریق ائمہ آپ کے دھرم میں کافر ہیں، مبتدع ہیں، کیا ہیں؟۔ باقی دوسرے قول کی نسبت بیان ''خالص الاعتقاد صفحہ ۶۳'' میں دیکھیے۔

سوال(۲۰۲) امام شعرانی ''طبقات الکبریٰ شریف'' میں حضرت سیدی ابراہیم دسوقی رضی اللہ

---

(۱) [سورة الأنعام: ۳۸]

(۲) [الدر المصون في علوم الكتاب: ٤/٦١٢]

عنہ سے ناقل کہ فرماتے ہیں:

"لوفتح الحق تعالى عن قلوبكم أقفال السد لا طلعتم على ما في القرآن العلوم واستغنيتم عن النظر في سواه، فإن فيه جميع ما رقم في صفحات جود وقال تعالى: ﴿مَّا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِن شَيْءٍ﴾(۱)

اگر حق تعالیٰ تمہارے دلوں کے قفل کھول دے تو قرآن میں جو علوم ہیں تمہیں نظر آئیں، اور پھر کے سوا کسی چیز کو دیکھنے کی تمہیں حاجت نہ رہے۔ کہ تمام صفحات وجود میں جو کچھ مرقوم ہے یعنی جملہ دات عالم سب کا بیان قرآن عظیم میں موجود ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ہم نے اس کتاب میں کوئی چیز نہ دی۔

سوال (۲۰۳) واحد قہار جل وعلا فرماتا ہے:

﴿وَتَفْصِيلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيهِ﴾(۲)

یہ قرآن لوح محفوظ کی تفصیل ہے، اس میں کچھ شک نہیں۔

سوال (۲۰۴) جلالین میں ہے:

﴿تفصيل الكتٰب﴾ تبيين ما كتب الله تعالى من الأحكام وغيرها اھ. قال: ل أي: في اللوح المحفوظ"(۳)

یعنی آیت کے معنی یہ ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے احکام وغیر احکام جو کچھ لوح محفوظ میں لکھا ہے قرآن میں ان سب کا بیان ہے۔

سوال (۲۰۵) اللہ واحد قہار جل مجدہ فرماتا ہے:

﴿وَكَذٰلِكَ نُرِيَ إِبْرٰهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ﴾(۱)

اور اسی طرح ہم ابراہیم کو تمام آسمانوں اور زمینوں کی سلطنت دکھاتے ہیں، اور اسی لیے کہ وہ عین والوں میں ہو۔

گنگوہی و تھانوی و اسمٰعیل دہلوی صاحبو! اللہ واحد قہار کو کیا کہو گے، وہ تمام آسمانوں اور زمینوں ی سلطنت کا اپنے خلیل علیہ الصلاۃ والتسلیم کے لیے فقط علم محیط ہی نہیں بلکہ بصر محیط ثابت فرما رہا

[الطبقات الكبرى للشعراني: ١٤٦/١] (٢) [سورة يونس: ٣٧]

[تفسير الجلالين: ٢٧٧/١] [illegible]

ہے۔ کہیے تو اللہ کی سلطنت سے آسمانوں اور زمینوں کا کونسا ذرہ خارج ہے۔ کہیے وہ آپ کا ابلیس جسے صرف زمین کے علم محیط پر خدا کا شریک کر دیا تھا، اب جہنم کے کون سے کونے میں چھپے گا، یا خلیل اللہ کو اس سے بھی لاکھوں درجے زیادہ خدا کا شریک مانو گے، مگر اللہ فرماتا ہے:

﴿وَلَكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ﴾(۱)

ہے یہ کہ ظالم لوگ اللہ کی آیتیں ہی نہیں مانتے۔

سوال (۲۰۶) ابن جریر وابن ابی حاتم حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اسی آیہ کریمہ کی تفسیر میں راوی:

"إنه جلى له الأمر سره وعلانيته، فلم يخف عليه شيء من أعمال الحلائق"(۲)

بے شک ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم پر آسمانوں اور زمین کے سب غیب وشہادت کھول دیے گئے، تو جملہ مخلوقات کے اعمال سے کوئی چیز ان پر چھپی نہ رہی۔

سوال (۲۰۷) آدم ابن ابی ایاس وابن المنذر وابن ابی حاتم وابو الشیخ اپنی ''تفاسیر'' اور بیہقی ''کتاب الاسماء والصفات'' میں امام مجاہد تلمیذ خاص سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی آیہ کریمہ کی تفسیر میں راوی:

"فرجت له السمٰوات السبع، فنظر إلى ما فيهن حتى انتهى بصره إلى العرش، وفرجت له الأرضون السبع فنظر إلى ما فيهن"(۳)

ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے لیے ساتوں آسمان کھول دیے گئے، تو جو کچھ ان میں ہے سب ملاحظہ فرمایا، یہاں تک کہ ان کی نگاہ عرش پر جا کر ٹھہری، اور ان کے لیے ساتوں زمینیں کھول دی گئیں، کہ جو کچھ ان میں ہے سب دیکھ لیا۔

سوال (۲۰۸) سعید بن منصور استاذ امام بخاری ومسلم اپنی ''سنن'' اور ابن المنذر وابن ابی حاتم ''تفاسیر'' میں اسمعیل بن عبد الرحمن سدی کبیر تلمیذ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی کی تفسیر میں راوی:

---

(۱) [ایضاً:۳۳]

(۲) [تفسير ابن أبي حاتم: ۱۳۲۷/٤]

"فـرجـت له السموات السبع حتى نظر إلى العرش وإلى منزله من الجنة ،
جت له الأرضون السبع حتى نظر إلى الصخرة التي عليها الأرضون"(١)

ان کے لیے ساتوں آسمان کھول دیے گئے، کہ عرش تک دیکھا اور جنت میں اپنا محل ملاحظہ
پھر ساتوں زمینیں ان کے لیے کھولی گئیں، کہ ان چٹانوں تک دیکھا جس پر زمینیں قائم ہیں۔

سوال (۲۰۹) اسی آیۂ کریمہ کے نیچے "تفسیر کبیر" امام فخر الدین رازی، اور
سوال (۲۱۰) تفسیر نیشاپوری میں ہے:

"والـلفظ له الإطلاع على تفاصيل آثار حكمة الله تعالى في كل أحد من
لوقات هـذه الـعـوالـم بحسب أجنـاسها وأنواعها وأصنافها وأشخاصها
إرضهـا ولواحقها كما هي ،لا يحصل إلا لأكابر الأنبياء ، ولهذا قال: ۔صلى
عالىٰ عليه وسلم۔((أرى الأشياء كما هي)) "(٢)

ان تمام عالم ہائے ارضی وسماوی میں ہر ہر مخلوق کے جنس ونوع وصنف وشخص وعوارض ولواحق میں
حکمت الٰہیہ کا مفصل علم مطابق واقع انہیں اکابر کو ملتا ہے جو انبیا ہیں۔ علیہم الصلاۃ والسلام۔ اسی لیے
سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ: الٰہی ہم کو تمام چیزیں جیسی وہ ہیں دکھادے۔

سوال (۲۱۱) سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((رأيتـه عـزوجل وضع كفه بين كتفي فوجدت برداً بين ثدي فتجلى لي
شيء وعرفت)).(٣)

میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا کہ اس نے اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے بیچ
کھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینہ مبارک میں پائی تو جملہ موجودات مجھ پر روشن ہوگئے، اور میں
پہچان لیے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

یہ حدیث کریم وجلیل وعظیم وایمان افروز وکافر سوز بکثرت ائمہ عظام ومحدثین اعلام نے سیدنا
بن جبل انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمائی، ازاں جملہ امام السنہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ

[الدر المنثور في التفسير: ٣/٣٠١]

[تفسير النيسابوري: ٣/١٠٥]

[... ٥/٢٢١]

تعالیٰ عنہ نے "مسند" اور امام ترمذی نے "صحیح جامع" اور امام الائمہ ابن خزیمہ نے اپنی "صحیح" اور امام رویانی نے اپنی "سنن" اور امام دارقطنی وابن عدی وطبرانی ومحمد بن نصر مروزی وحاکم وابن مردویہ وغیرہم نے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: "هذا حديث حسن صحيح" "یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ پھر کہا: "سألت محمد بن إسمعيل عن هذا الحديث فقال: هذا صحيح" "میں نے امام بخاری سے اس حدیث کا مرتبہ پوچھا فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔

سوال (۲۱۲) سید العالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی واقعہ میں فرماتے ہیں:

((وضع يده بين كتفي حتى وجدت بردها بين ثدى ، فعلمت مافي السموات وما في الأرض))(۱)

رب عزوجل نے اپنا دست قدرت میری پیٹھ پر رکھا جس کی خنکی مجھے اپنے سینہ منور میں محسوس ہوئی، تو شرق سے غرب تک جو کچھ ہے سب میں نے جان لیا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

یہ حدیث ترمذی وابو یعلی نے بطریق ابوقلابہ عن خالد بن الحلاج عن ابن عباس، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن ہے۔ نیز امام احمد وترمذی نے بسند صحیح اسے بطریق عبدالرزاق عن معمر عن ایوب ابوقلابہ عن ابن عباس۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ روایت کیا، اور اس کے لفظ ہیں:

((فعلمت ما في السموات وما في الأرض))(۲)

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رب عزوجل نے اپنا دست قدرت میری پشت مبارک پر رکھا تو جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب میں نے جان لیا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سوال (۲۱۳) سید الکونین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((فوضع كفه بين كتفي فوجدت بردها بين ثدى ، فعلمت ما في السموات والأرض ﴿وكذلك نرى إبرهيم ملكوت السموات والأرض﴾(۳)

---

(۱) [مسند الامام احمد بن حنبل، ۳۴۸۳۔ ۱/ ۹۱۶]

(۲) [سنن الترمذی من سورۃ ص : ۵/ ۲۲۱]

رب عزوجل نے اپنا دست قدرت میرے شانوں کے بیچ میں رکھا جس کی سردی میں نے اپنے
بس میں پائی، تو فوراً جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے سب مجھے معلوم ہوگیا، اور اس پر رسول اللہ صلی
ٰ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اور یوں ہی ہم ابراہیم کو تمام آسمانوں اور زمین کی سلطنت
ۓ ہیں۔

یہ حدیث امام دارمی و امام ابن خزیمہ و امام ابن السکن و حاکم نے اپنی ''صحاح'' اور امام دارقطنی
کتاب الرؤیۃ'' اور امام بغوی نے ''شرح السنۃ'' و ''تفسیر معالم'' اور ہیثم بن کلیب نے ''مسند'' اور بیہقی
کتاب الاسما'' اور ابن بطہ و ابونعیم و ابن مندہ وغیرہم نے عبدالرحمٰن بن عائش حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ایت کی۔

ابن عبدالرحمٰن کا صحابی ہونا امام بخاری و امام محمد بن سعید و ابوزرعہ دمشقی و ابوالحسن بن سمیع و ابو
بغوی و ابوعروبہ حرانی وغیرہم نے ثابت فرمایا۔

سوال (۲۱۴) یہی مضمون امام احمد و طبرانی و ابن جریر و ابن مردویہ و بیہقی وغیرہم نے بطریق عبد
المذکور عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، بعض صحابہ کرام سے روایت کیا، اس میں
مد کے لفظ یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

((تجلى لي ما في السموات وما في الأرض))(١)

جو کچھ آسمانوں میں ہے، اور جو کچھ زمین میں سب مجھ پر روشن ہوگیا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سوال (۲۱۵) نیز یہ مضمون حدیث ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طبرانی نے ''کتاب السنۃ'' اور محمد
ر مروزی و بزار نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فتجلى لي ما بين السماء والأرض))(٢)

جو کچھ آسمان و زمین کے اندر ہے سب مجھ پر رشن ہوگیا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سوال (۲۱۶) یہ حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دارقطنی اور ابوبکر نیشاپوری نے ''زیادات''
رانی نے ''سنت'' اور شیرازی نے ''القاب'' اور ابن مردویہ نے ''تفسیر'' میں روایت کی، اور اس میں
ہیں: ''فعلمني كل شيء'' رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اللہ تعالیٰ نے جملہ

[المسند للامام أحمد]

موجودات کا علم مجھے عطا فرمادیا، اور ایک لفظ میں ہے: "فعلمت کل شیء" اس کے دست قدرت رکھتے ہی جملہ موجودات میں نے جان لیے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سوال (۲۱۷) شیخ محقق نے "شرح مشکوۃ" میں اسی حدیث کے نیچے فرمایا:

دانستم ہر چہ در آسمان ہا و ہر چہ در زمین ہا بود، عبارت ست از حصول تمامہ علوم جزئی وکلی واحاطۂ آں۔

سوال (۲۱۸) امام ابن حجر مکی نے "شرح مشکوۃ" میں اسی حدیث کے تحت میں فرمایا:

((فعلمت ما في السموات والأرض ، أي: جميع الكائنات التي في السموات بل وما فوقها ، وجميع ما في الأرضين السبع بل وما تحتها))(۱)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ جو ارشاد فرمایا کہ: میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جس قدر موجودات ساتوں آسمانوں میں ہیں بلکہ وہ بھی جو ان سے اوپر ہیں، اور جس قدر کائنات ساتوں زمینوں میں ہیں بلکہ وہ بھی جو ان سے نیچے ہیں سب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم میں آگئیں۔ والحمد لله رب العلمين۔

سوال (۲۱۹) صحیح بخاری میں حضرت اسما بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز کسوف کے بعد فرمایا:

((ما من شيء كنت لم أره إلا قد رأيته في مقامي هذا حتى الجنة والنار))(۲)

تمام موجودات میں جو کچھ میں نے نہ دیکھا تھا وہ سب اپنے اس قیام میں دیکھ لیا، یہاں تک کہ جنت و دوزخ۔

سوال (۲۲۰) ابن النجار ابو المعتمر مسلم بن اوس و جاریہ بن قدامہ سعدی سے راوی کہ: امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا:

((سلوني قبل أن تفقدوني ،فإني لا أسأل عن شيء دون العرش إلا أخبرت عنه))(۳)

مجھ سے پوچھو قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ کہ عرش کے نیچے جس چیز کو مجھ سے پوچھو میں بتا دوں گا۔

---

(۱) [مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح : باب المساجد ومواضع الصلاة، ۲/۶۰۹]

(۲) [صحيح البخاري: باب من لم يتوضأ الا من الغشي، ۱/۴۸]

فائدہ: امیر المؤمنین کا یہاں یہ ارشاد ہے اور سوال ۱۸۷ میں حضرت مولیٰ کا ارشاد گزرا کہ

تک جو چیز ہونے والی ہے مجھ سے پوچھو میں بتادوں گا۔

مسلمانو! کیا ان ارشادات عالیات کا یہ صاف مطلب نہیں کہ مولیٰ علی فرماتے ہیں: میں جنت

ی، ہفت آسمان و ہفت زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے تحت الثریٰ تک اور اب سے قیامت

کے تمام احوال تمام کائنات کو میرا علم محیط ہے، جب تو فرماتے ہیں کہ: ان جمیع اشیاسے جو کچھ پوچھو

دوں گا۔

ناقدرو، بے ادبو، محرومو! یہ علم ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ درس کریم۔

﴿یعلّمهم الکتٰب و الحکمة﴾(۱)

کے ایک تعلیم یافتہ کا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

آخر یہ علم مولیٰ علی کو کس نے دیا؟ قرآن فرماتا ہے کہ: محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

مُكُم مَّا لَمۡ تَكُونُوا تَعۡلَمُونَ﴾(۲)

پھر حضور کے علم عظیم و اعظم کا کیا حصر وشمار ہو سکے۔

﴿قُلۡ مُوتُوا بِغَيۡظِكُمۡ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾(۳)

فائدہ جلیلہ: بعض اہل سنت نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم ما کان و ما یکون پر

یمہ:

﴿و علّمک مالم تکن تعلم و کان فضل اللہ علیک عظیماً﴾(۴)

سے استدلال کیا کہ: رب عزوجل اپنے محبوب اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتا

نے تمہیں سکھادیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے، اور اللہ کا فضل تم پر بہت بڑا ہے۔

کلمہ "ما" عموم کے لیے آتا ہے، تو جملہ موجودات کو علم نبوی کا شامل ہونا ثابت ہوا۔ اس دلیل کی

بق و تقریر تو ان شاء اللہ العزیز القدیر "الدولۃ المکیہ" میں دیکھیے گا، جاہل نجدیوں نے کہ شاید جناب تھا

حب بھی انہیں میں ہیں، اس پر اعتراض کیا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

[سورۃ البقرۃ:۱۲۹] (۲) [سورۃ البقرۃ:۱۵۱]

[سورۃ آل عمران:۱۱۹]

﴿وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾(۱)

یہ نبی تم کو سکھاتے ہیں جو کچھ تم نہیں جانتے تھے۔

تو اس سے صحابہ کے لیے بھی یہ علم شامل ثابت ہوجائے گا، اس کا جواب عاقل پر خود ہی آسان تھا، صحابہ کو یہ علم شامل اصلاً عطانہ ہونا کسی دلیل شرعی سے ثابت ہے، یا نہیں؟، اگر ہے تو صحابہ میں دلیل تخصیص قائم ہونے سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں تخصیص کیوں ہونے لگی، اور اگر نہیں تو بد کن کس لیے، سہی اور لاکھ بار سہی بحمد اللہ ہمارے سرکار ابد قرار کی عظمت شان ہی ثابت ہوتی ہے کہ اپنے غلاموں کو ایسے عظیم علم عطا فرمادیے، موت تو وہابیت کی ہے، وہ تو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے اس کا کروڑواں حصہ ثابت کرتے مری جاتی تھی، ان کے غلاموں کے لیے ثابت دیکھ کر کیا لاکھ لاکھ دفعہ آریوں کا جنم لے کر لاکھوں موت مرے گی، مگر ارشادات امیر المؤمنین فاروق اعظم ودیگر صحابۂ کرام وامیر المؤمنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے تو شامت کی ماری، خدا کی پھٹکاری، نبی کی دھتکاری، عمر کی للکاری، علی کی پھٹکاری، وہابیت بیچاری کی آخری ہی بول دی، فاروق اعظم، وابوزید انصاری، وحذیفہ بن الیمان، وابوسعید خدری، ومغیرہ بن شعبہ، وابی مریم۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ نے بتادیا کہ ہاں ہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ما کان وما یکون ہمارے سامنے بیان فرمادیا، آگے یاد رہنا نہ رہنا، نہ تعلیم کی شرط، نہ تعلیم کے منافی، اور اللہ کے غالب شیر علی مرتضیٰ نے اپنی یاد کی مقدار بھی بتادی کہ عرش سے فرش تک، آج سے قیامت تک کی جو بات مجھ سے پوچھو میں بتادوں گا۔ **والحمد للہ رب العالمین۔**

سوال (۲۲۱) مولوی معنوی قدس سرہ القوی دفتر سوم مثنوی شریف میں حدیث ذکر فرماتے ہیں، جس میں موزہ وعقاب کا ذکر ہے، اس حدیث میں ہے، حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

گرچہ ہر غیبے خدا ما را نمود　　　دل دراں لحظہ بخود مشغول بود

سوال (۲۲۲) مولانا بحر العلوم ملک العلما قدس سرہ "شرح" میں نقل فرماتے ہیں:

از جہت استغراق بعضے مغیبات بر انبیا مستور شوند۔

پھر فرمایا:

معنی بیت چنیں است کہ بسبب استغراق توجہ باکوان نبود پس بعض اکوان مغفول عنہ ماند وایں وجہ وجیہ است۔

سوال (۲۲۳) امام اجل قاضی عیاض "شفا شریف" میں فرماتے ہیں:

"لكنه۔ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم۔ أوتي علم كل شيء"(۱)

رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو ہر چیز کا علم عطا ہوا۔

سوال (۲۲۴) ثعلب، پھر

سوال (۲۲۵) علامہ سیف الدین آمدی، پھر

سوال (۲۲۶) علامہ زرقانی شرح مواہب میں، کریمہ

﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا﴾(۲)

کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"المراد أصحاب الأسماء وهي المسميات لقوله :ثم عرضهم، ولواراد لقال:ثم عرضها"(۳)

آیۂ کریمہ میں ناموں سے مسمّی مراد ہیں۔ یعنی اللہ عزوجل نے آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو تمام کا علم عطا فرمایا، اجناس انواع، اشخاص جملہ اصحاب اسما، کہ ضمیر ذوی العقول سے ﴿عرضهم﴾ خالی نام ذوی العقول نہیں، وہ مراد ہوتے تو "عرضها" فرمایا جاتا۔

قول: اس سے صریح تر یہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿فَقَالَ أَنبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَٰؤُلَاءِ﴾(۴)

مولیٰ تعالیٰ نے فرشتوں پر انہیں پیش کر کے فرمایا مجھے ان اشیا کے نام بتاؤ تو قطعاً مسمّی ہی پیش اور ملائکہ نے نہ پہچانے، نہ ان کے نام بتا سکے۔

﴿قَالَ يَا آدَمُ أَنبِئْهُم بِأَسْمَائِهِمْ﴾(۵)

مولیٰ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم تو ان سب کے نام بتادے تو ضرور اشارہ اصحاب اسما کی طرف تھا۔

[الشفا بتعريف حقوق المصطفى: الفصل السادس والعشرون معارفه، ۱/۷۰۱]

[سورة البقرة: ۳۱]

[شرح الزرقاني على المواهب اللدنيه: النوع الأول في ذكر آيات تنصمن، ۸/۳۰۲]

[سورة البقرة: ۳۱]

﴿فَلَمَّا أَنْبَأَهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ﴾(۱)

آدم علیہ الصلاۃ والسلام نے ان سب کے نام بتادیے کہ یہ چیز وہ ہے، یہ وہ ہے، تو نام بھی جانے اور مسمّٰی بھی پہچانے کہ جو خالی نام کسی شی کا جانتا ہو اور شی کو نہ پہچانتا ہو، وہ اسے دیکھ کر یہ نہیں بتا سکتا کہ یہ اس شی کا نام ہے، تو یقیناً اسماء و مسمّٰی سب کا علم سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو تھا۔ **فللہ الحجۃ البالغۃ ، أفادہ في الفیوض الملکیۃ۔**

سوال (۲۲۷) حافظ الحدیث سیدی احمد سجلماسی قدس سرہ اپنے شیخ کریم حضرت سیدی سید عبد العزیز مسعود دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کتاب مستطاب ابریز میں راوی کہ انہوں نے اسی کریمہ

﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا﴾(۲)

کی تفسیر میں فرمایا:

"المراد بالأسماء کلھا الأسماء من کل مخلوق تحت العرش إلی ماتحت الأرض ، فیدخل في ذلک الجنۃ والنار ، والسموات السبع وما فیھن وما بینھن ، وما بین السماء والأرض ، وما في الأرض من البراري والقفار والأودیۃ والبحار والأشجار ، فکل مخلوق في ذلک ناطق أو جامد آدم یعرف أصلہ وفائدتہ وکیفیتہ وترتیبہ ووضع شکلہ ، فھذہ علوم آدم وأولادہ من الأنبیاء۔ علیھم الصلاۃ والسلام۔ والأولیاء الکاملین۔رضي اللہ تعالٰی عنھم أجمعین۔"

تمام ناموں سے مراد اس تمام مخلوق کے ملکوتی نام ہیں جو زیر عرش سے زیر زمین تک ہے، اس میں جنت و دوزخ، ہفت آسمان اور جو کچھ ہر آسمان میں ہے، اور جو کچھ زمین میں ہے، جنگل اور صحرا اور وادی اور دریا، اور درخت غرض ان تمام مکانات میں اللہ کی جتنی مخلوق ہے جان دار خواہ بے جان آدم علیہ الصلاۃ والسلام اس کی اصل اور اس کے فائدے اور اس کی ترتیب کی کیفیت اور اس کی صورت کی وضع سب کچھ جانتے ہیں، یہ علوم تنہا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے نہیں بلکہ ان کی اولاد میں سب انبیا علیہم الصلاۃ والسلام واکابر اولیا رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب ان تمام اشیا کو جانتے ہیں، پوری مفصل عبارت خالص الاعتقاد میں دیکھیے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

سوال (۲۲۸) حضرت سیدی شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ "فتوحات مکیہ" باب دہم میں فرماتے ہیں:

"أول نائب كان له -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم- وخليفته آدم- عليه الصلاة
م- ثم ولد واتصل بالنسل وعين في كل زمان خلفاء إلى أن وصل زمان نشأة
م الظاهر المحمدي -صلى الله تعالى عليه وسلم- ، فظهر مثل الشمس الباهرة
ج كل نور في نوره الساطع، وغاب كل حكم في حكمه ، وانقادت جميع
م إليه ، وظهرت سيادته التي كانت باطنة ، فهو الأول والآخر والظاهر والباطن
ل شيء عليم، فإنه قال: ((أوتيت جوامع الكلم)) وقال عن ربه ((ضرب بيده
في فوجدت برد أنامله بين ثدي فعلمت علم الأولين والآخرين))فحصل له
والنسب الالهي من قوله تعالى عن نفسه ﴿هو الأول والآخر والظاهر والباطن
ل شيء عليم﴾ -وجاءت هذه الآيات في سورة الحديد الذي فيه باس شديد
اس فلذلك بعث بالسيف وأرسل رحمة للعلمين-"

سول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پہلے خلیفہ ونائب آدم علیہ الصلاۃ والسلام ہوئے پھر ان کے
اور نسل مسلسل چلی اور ہر وقت میں انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ
ے نائب مقرر ہوتے رہے، یہاں تک کہ بدن محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آفرینش کا وقت آ گیا
نے نگاہیں خیرہ کرتے سورج کی طرح ظہور فرمایا، تو ہر نور حضور کے نور میں گم ہو گیا، اور سب
ور کی حکومت میں چھپ گئیں، اور تمام شریعتیں حضور کی طرف کھینچ آئیں، اور حضور کی سرداری
ب تک باطن تھی اب علانیہ ظاہر ہو گئی، تو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی اول وآخر وظاہر وباطن
، کا علم ہر شی کو محیط ہے، اسی لیے انہوں نے فرمایا: میں جامع کلمے عطا فرمایا گیا، اور اپنے رب
ے روایت فرمائی کہ اس نے اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے بیچ میں رکھا جس کی
، نے اپنے سینہ میں پائی، تو مجھے سب اگلوں پچھلوں کا علم آ گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
فات الہیہ سے نصیب وبہرہ اور ربانی علاقہ ملا جو اللہ عزوجل نے اپنی شان میں فرمائیں: کہ
خر وظاہر وباطن ہے، اور اس کا علم ہر شی کو محیط- اور یہ صفات سورۂ حدید میں مذکور ہوئیں اس
ہے میں سخت آنچ ہے، اور لوگوں کے فائدے، لہذا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تلوار لے
وے، اور تمام جہان کے لیے رحمت بھیجے گئے- صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم-

سلمان اس نورانی کلام کو دیکھے، اس کا ایمان گواہی دے گا کہ: واللہ میرے آقا ے کریم صلی اللہ
م کی یہی شان ہے، اور بیمار دل جلیں گے، اللہ ان کا جلنا زیادہ کرے-

﴿فِی قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضاً﴾(۱)
آتشِ غیظ میں بھنیں گے اللہ انہیں ہمیشہ بھنتا رکھے۔
﴿قُلْ مُوتُوا بِغَیْظِکُمْ إِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾(۲)
وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی محمد وآلہ وصحبہ وسلم۔
یہی مضمون یعنی آیہ کریمہ کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تطبیق سوال (۱۷۴) میں حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی سے گزرا۔ اوراس سے بھی زیادہ دل دشمنان پر خار وہ تھا کہ تفسیر جلیل نیشاپوری سے سوال (۱۷۵) میں گزرا کہ: ﴿یعلم ما بین أیدیهم وما خلفهم سے ولا یؤده حفظهما﴾ تک کے اوصاف عظیمہ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر منطبق فرمایا، اور یوں ہی دل اعدا پر آگ وہ ہے جو اس سوال آئندہ میں آتا ہے۔
سوال (۲۲۹) مولانا ملک العلما بحر العلوم عبد العلی قدس سرہ "خطبہ حواشی میر زاہد رسالہ" میں فرماتے ہیں:
"علمه علوما بعضها ما احتوى عليه القلم الأعلى وما استطاع على إحاطتها اللوح الأوفى، لم يلد الدهر مثله من الأزل ولم يولد إلى الأبد فليس له من في السموات والأرض كفواً أحد"(۳)
اللہ عزوجل نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہ علوم تعلیم فرمائے کہ قلم اعلیٰ (جس نے تمام کان وما یکون لکھا) اس کے بعض ہی پر مشتمل ہو، اور لوح محفوظ جس نے جمیع ما کان وما یکون کو پورا لے لیا، ان کا احاطہ نہ کر سکی، زمانے میں ازل سے ابد تک ان کا مثل نہ ہوا نہ ہو، تو تمام آسمانوں اور زمین میں ان کے جوڑ کا کوئی نہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
یہ قول مبارک فصل سوم میں لکھنا تھا کہ بوجہ مناسبت یہاں مذکور ہوا۔
سوال (۲۳۰) عارف باللہ سیدی علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ پھر
سوال (۲۳۱) امام عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی "کتاب الجواہر والدرر" نیز "کتاب درۃ الغواص" دونوں میں فرماتے ہیں:

---

(۱) [سورة البقرة: ۱۰] (۲) [سورة آل عمران: ۱۱۹]
(۳) [حواشي على الميرزاهد]

"محمد-صلى الله تعالى عليه وسلم-هو الأول والآخر والظاهر والباطن
ج حين أسرى به عالم السماء، أولها مركز الأرض وآخرها السماء الدنيا
يع أحكامها وتعلقاتها، ثم ولج البرزخ إلى إنتهائه وهو السماء السابعة، ثم
الم العرش إلى مالا نهاية له وفتح في برزخيته صور العوالم الهيه والكونيته"
محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی اول وآخر وظاہر وباطن ہیں، وہ شب معراج عالم آسماں میں داخل
جس کی ابتدا مرکز زمین اور انتہا پہلا آسمان ہے اپنے تمام احکام ومتعلقات کے ساتھ، پھر عالم برزخ
کی انتہا تک تشریف فرما ہوے، اس کا منتہی ساتواں آسمان ہے۔ پھر عالم عرش میں جلوہ افروز
وہاں تک جس کی انتہا ہی نہیں، اور حضور کے باطن میں الٰہی عالموں اور حادث عالموں کی صورتیں
، ہوگئیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
سوال (۲۳۲) علامہ شنوانی "جمع النہایہ" میں فرماتے ہیں:
"قد ورد أن الله تعالى لم يخرج النبي-ﷺ- حتى أطلعه على كل شيء"
بے شک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دنیا سے نہ لے گیا جب تک
جمیع موجودات کا علم عطا نہ فرما دیا۔
سوال (۲۳۳) علامہ حسین بن علی مدابغی "حاشیہ فتح المبین" امام ابن حجر مکی، اور
سوال (۲۳۴) فاضل ابن عطیہ "فتوحات وہبیہ شرح اربعین امام نووی" میں نبی صلی اللہ تعالیٰ
کو علم قیامت عطا ہونے کے باب میں فرماتے ہیں:
"الحق كما قال جمع :ان الله سبحنه وتعالى لم يقبض نبينا-ﷺ- حتى
على كل ما أبهمه عنه إلا أنه أمر بكتم بعض والاعلام ببعض"
حق وہ قول ہے جو ایک جماعت علما نے فرمایا کہ: اللہ عزوجل ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو
، نہ لے گیا یہاں تک کہ جو کچھ حضور سے مخفی رہا تھا سب کا علم حضور کو عطا فرما دیا۔
تنبیہ: یہ دونوں قول بھی فصل سوم کے ہیں کہ بوجہ مناسبت یہاں تحریر ہوے۔ والحمد للہ
عالمین۔
غلامان سرکار محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو (فصل سوم میں وہی احادیث صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ
لم ماکان ومایکون تعلیم ہونے کا ثبوت تھیں جس پر سوال (۱۱) میں تنبیہ کردی، اور فصل چہارم میں
۱۸۷) سے آخر فصل تک اہل بیت کرام کو قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے سب کا علم ملنے کا بیان

تھا، اس فصل سے جو اقوال غلامان سرکار محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعلق ہیں جدا متمیز کریں۔ وباللہ التوفیق۔

سوال (۲۳۵) صحیح بخاری شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ عز جلالہ فرماتا ہے:

﴿من عادى لي ولياً فقد أذنته للحرب ، وما تقرب إلي عبدي بشيء أحب إلي مما افترضته عليه ، لا يزال عبدي يتقرب إلي بالنوافل حتى أحبه ، فإذا أحببته كنت سمعه الذي يسمع به ، وبصره الذي يبصربه ، ويده التي يبطش بها﴾ الحدیث۔(۱)

جو میرے کسی دوست سے دشمنی رکھے میں نے اسے لڑائی کا اعلان دے دیا، اور میرا بندہ کسی چیز سے میرا قرب نہیں چاہتا جو مجھے اپنے فرائض سے زیادہ پیاری ہو، جو میں نے اس بندہ پر رکھے ہیں اور ہمیشہ بندہ نفل عبادتوں سے میرا قرب چاہتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میرا محبوب ہو جاتا ہے، پھر جب میں اسے اپنا محبوب کر لیتا ہوں تو میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ گرفت کرتا ہے۔

امام فخر الدین رازی "تفسیر کبیر" میں کرامات اولیائے کرام پر اقامت دلائل کی حجت ششم میں اسی حدیث کریم سے فرماتے ہیں:

"العبد إذا واظب على الطاعات بلغ إلى المقام الذي يقول الله تعالى: كنت له سمعاً وبصراً ، فإذا صار نور جلال الله تعالى سمعاً له سمع القريب والبعيد ، وإذا صار ذلك النور بصراً له رأى القريب والبعيد ، وإذا صار ذلك النور يداً له قدر على التصرف في الصعب والسهل والبعيد والقريب "(۲)

بندہ جب ہمیشہ طاعت میں لگا رہتا ہے تو اس مقام تک پہونچتا ہے جس کی نسبت اللہ عزوجل فرماتا ہے: کہ میں خود اس کے کان، آنکھ ہو جاتا ہوں، تو جب جلال الٰہی کا نور اس کا کان ہو جاتا ہے، بندہ نزدیک و دور سب سنتا ہے، اور جب وہ نور آنکھ ہو جاتا ہے تو بندہ نزدیک و دور سب کچھ دیکھتا ہے، اور جب وہ نور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہے، بندہ سہل و دشوار و دور و نزدیک میں تصرف کرتا ہے۔

---

(۱) [صحيح البخاري باب التواضع: ۸/۱۰۵]

(۲) [illegible] ۲۱/۴۳۶ [illegible] ۲۵۰

سوال (۲۳۶) بخاری "تاریخ" اور ترمذی "جامع" میں حضرت ابو سعید خدری اور امام ترمذی
محمد بن علی "نوادر الاصول" اور سمویہ "فوائد" اور طبرانی "کبیر" اور ابن عدی "کامل" میں حضرت ابو
ں اور ابن جریر حضرت عبد اللہ بن عمر، نیز حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے
ل اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((إتقوا فراسة المؤمن فإنه ينظر بنور الله))(۱، ۲)

مومن کامل کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

"زاد في حديث ثوبان وينطق بتوفيق الله"

اور اللہ کی توفیق سے بات کرتا ہے۔

امام ابن الحاج مکی "مدخل" میں فرماتے ہیں:

"كفى في هذا بياناً قوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: المؤمن ينظر بنور
ہی، ونور الله لا يحجبه شيء هذا في حق الأحياء من المؤمنين، فكيف
ن منهم في الدار الآخرة"(۳)

اس کے بیان کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہی کافی ہے کہ مومن کامل اللہ کے نور
ا ہے، اور اللہ کے نور کے لیے کوئی چیز پردہ نہیں ہوسکتی، یہ ان مومنوں کے حق میں ہے جو دنیا
پھر ان کا کیا کہنا جو دنیا سے انتقال فرما کر اُس گھر میں پہونچ گئے۔

سوال (۲۳۷) امام علامہ قاضی، پھر

سوال (۲۳۸) فاضل علی قاری، پھر

سوال (۲۳۹) علامہ عبد الرؤف مناوی "تیسیر شرح جامع صغیر امام سیوطی" میں لکھتے ہیں:

"النفوس القدسية إذا تجردت عن العلائق البدنية اتصلت بالملأ الأعلى،
لها حجاب فترى وتسمع الكل كالشاهد"(٤)

[كنز العمال كتاب الفراسة، حديث: ۳۹۷۲۷]

[سنن الترمذي: باب ومن سورة الحجر، ١٤٩/٥]

[المدخل لابن الحجاج: فصل زيارة سيد الأولين والآخرين، ٢٥٩/١]

[التيسير بشرح الجامع الصغير: حرف الحاء، ٥٠٢/١]

پاک جائیں جب بدن کے علاقوں سے جدا ہوتی ہیں عالم بالا سے مل جاتی ہیں، اور ان کے سامنے کچھ پردہ نہیں رہتا، تو سب کچھ ایسا دیکھتی سنتی ہیں جیسے یہیں حاضر ہیں۔

سوال (۲۴۰) عارف باللہ حضرت سیدی ارسلان دمشقی: پھر

سوال (۲۴۱) امام شعرانی "طبقات کبریٰ" میں فرماتے ہیں:

"العارف من جعل الله تعالى في قلبه لوحاً منقوشاً بأسرار الموجودات، فلا تتحرك حركته ظاهرة ولا باطنة في الملك والملكوت إلا ويشهدها علماً وكشفاً"(۱)

عارف وہ ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ایک لوح رکھی کہ جملہ اسرار موجودات اس میں منقوش ہیں، تو ظاہری یا باطنی کوئی حرکت ملک یا ملکوت میں نہیں ہوتی جسے وہ اپنے علم وکشف سے دیکھتا نہ ہو۔

سوال (۲۴۲) امام اجل سیدی علی وفا رضی اللہ تعالیٰ عنہ: پھر

سوال (۲۴۳) امام عبد الوہاب عقائد اولیائے کرام کی کتاب مستطاب "الیواقیت والجواہر" میں فرماتے ہیں:

"ليس الرجل من يقيده العرش وما حواه من الأفلاك والجنة والنار، وإنما الرجل من نفذ بصره إلى خارج هذا الوجود كله، وهناك يعرف قدر عظمة موجده سبحانه وتعالى"

مرد وہ نہیں جسے عرش اور جو کچھ اس کے احاطہ میں ہے آسمان، جنت اور نار یہی چیزیں مقید کرلیں، مرد وہ ہے جس کی نگاہ اس تمام عالم کے پار گزر جائے، وہاں اسے موجد عالم جل جلالہ کی عظمت کی قدر کھلے گی۔

سوال (۲۴۴) سیدی علی خواص عارف باللہ قدس سرہ: پھر

سوال (۲۴۵) امام شعرانی "الجواہر والدرر" میں فرماتے ہیں:

"الكامل قلبه مرآة الوجود العلوي والسفلي كله على التفصيل"

کامل کا دل تمام عالم علوی و سفلی کا بروجہ تفصیل آئینہ ہے۔

سوال (۲۴۶) مکاشف کبیر سید شریف عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پھر

---

(۱) [illegible] ۲۱۳

سوال (۲۴۷) حافظ الحدیث سجلماسی کتاب مستطاب ''ابریز'' میں فرماتے ہیں:

"ما السموات السبع والأرضون السبع في نظر العبد المؤمن إلا كحلقة اه في فلاة من الأرض"

ساتوں آسمان ساتوں زمینیں مومن کامل کی وسعت نگاہ میں ایسے ہیں جیسے کسی میدان لق ودق ایک چھلا پڑا ہو۔

سوال (۲۴۸) اسی کتاب مستطاب میں:

سوال (۲۴۹) امام ممدوح سے ہے:

"إن للروح سمعين: سمعها الذي ينسب إليها قبل حجبهما في الذات و الذي يبلغ مشارق الأرض ومغاربها، وسمعها بعد حجبها وهو من الأذن ط وبصرين، أحدهما قبل الحجب وهو الذي يبلغ الى مشارق الأرض ـاربها، ويخرق السبع الطباق، وثانيهما بعد الحجب وهو من العين فقط"(۱)

روح کی دوشنوائیاں ہیں، ایک وہ کہ بدن میں آنے سے پہلے اصالۃً اس کی ہے، وہ وہ ہے کہ ن کے مشرقوں مغربوں تک پہونچتی ہے۔ دوسری: بدن میں آنے کے بعد، وہ جو کان کے ذریعہ سے ، یوں ہی دونگاہیں ہیں، ایک خود اس کی کہ زمین کے سب مشرقوں مغربوں تک پہونچتی ہے، اور ساتوں نوں میں نفوذ کرتی ہے۔ دوسری وہ کہ اس آنکھ سے ہے۔

سوال (۲۵۰) محدث موصوف:

سوال (۲۵۱) امام ممدوح سے راوی:

"يشاهد صاحب هذا الفتح الأرضين السبع وما فيهن، والسموات السبع ـا فيهن، ويشاهد أفعال العباد في دورهم وقصورهم ببصيرته التي لا يحجبها ـ، وكذا يشاهد الأمور المستقبلة"

اس کشف عظیم والا ساتوں زمینوں کو دیکھتا ہے، اور جو کچھ اس میں ہے، اور ساتوں آسمانوں کو اور کچھ ان میں ہے، اور لوگ جو کچھ اپنے گھروں اور محلوں میں کرتے ہیں اسے اپنے دل کی آنکھوں سے ـتا ہے جس پر کوئی چیز پردہ نہیں ہوسکتی، یوں ہی آئندہ کی بات کا مشاہدہ کرتا ہے۔

(۱) کتاب الابریز: ۲

سوال (۲۵۲) یہی حافظ الحدیث:

سوال (۲۵۳) انھیں امام عارف سے راوی، وہ مالکی المذہب ہیں، ان کے یہاں نماز عید میں پہلی رکعت میں سات تکبیریں ہیں، اور دوسری میں چھ۔

فرماتے ہیں: حضرت سے میں نے اس کا سبب پوچھا ارشاد فرمایا:

"سببه أن التكبير الأولىٰ يشاهد فيها العبد المكبر ولا سيما سيد الوجود۔ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم۔ المكنونات التي في الأرض الأولى والتي في السماء الأولى(وهكذا ذكر إلى أن قال)والسابعة يشاهد فيها المكنونات التي في الأرض السابعة ، والتي في السماء السابعة ، هذا في الركعة الأولىٰ. وأما الثانية فالتكبيرة الأولىٰ فيها يشاهد فيها ما خلق في اليوم الأول وهو يوم الأحد(وهكذا ذكر إلى قوله)والسادسة يشاهد فيها ما خلق في اليوم السادس وهو يوم الجمعة "

اس کا سبب یہ ہے کہ کامل بندے خصوصاً سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تو کیا ذکر پہلی تکبیر میں جس قدر مخلوقات پہلی زمین اور پہلے آسمان میں ہیں ان سب کا مشاہدہ کرتے ہیں، اور دوسری میں دوسری زمین اور دوسرے آسمان کی اور اسی طرح یہاں تک کہ ساتویں تکبیر میں ساتویں زمین اور ساتویں آسمان کی مخلوقات کا مشاہدہ کرتے ہیں، یہ پہلی رکعت میں ہوا۔ اور دوسری رکعت میں پہلی تکبیر میں وہ سب ان کو نظر آتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ابتدائے آفرینش میں پہلے دن یعنی اتوار کو بنایا، اور دوسری میں وہ جو پیر کو بنایا، اور اسی طرح یہاں تک کہ چھٹی تکبیر میں وہ مشاہدہ کرتے ہیں جو چھٹے دن یعنی جمعہ کو بنایا۔

آگے ارشاد فرمایا کہ تکبیروں کا حکم اگرچہ سب پر ہے، اور عوام میں یہ مشاہدہ کہاں مگر ان کو چاہیے ہر عید میں تکبیر کہتے وقت اس کا اجمالی طور پر خیال کرتے جائیں۔ اور اپنے رب کے کرم پر خوش ہوں، اور اس کی مداومت رکھیں، اللہ جواد کریم ہے، مرنے سے پہلے تفصیلاً بھی یہ سب کچھ دکھا دے گا، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

سوال (۲۵۴) یہی علامہ محدث:

سوال (۲۵۵) انہیں امام مکاشف سے راوی:

"المفتوح عليه يفتح في بصره فيرى به السموات والأرضين ، وفي سمعه فيسمع به النملة اذا حركت رجلها من ميسرة عام ، ولا يشغله سمع عن سمع

صاحب فتح کی نظر کھول دی جاتی ہے تو اس سے سب آسمانوں اور سب زمینوں کو دیکھتا ہے، اور
کے کان کھول دیے جاتے ہیں کہ: سال بھر کی راہ سے چیونٹی کی ہلچل سنتا ہے، اور اسے ایک آواز
سے مشغول نہیں کرتی، یہاں تک کہ ایک آن میں ہزارہا آدمی جو کچھ کہہ رہے ہوں سب کی سنتا، اور
سمجھتا ہے۔

سوال (۲۵۶) یہی حافظ نہیں:

سوال (۲۵۷) انہیں امام جلیل سے راوی:

"من عرف السريانية وأسرار الحروف أعانه ذلك على فهم باطن القرآن
اً كثيراً وعلم ما في عوالم الأرواح، وما في هذه الدار، وما في الدار الآخرة
في السموات، وما في الأرضين، وما في العرش، وغير ذلك. وعلم أن
القرآن العزيز التي يشير إليها لا نهاية لها، فعلم معنى قوله تعالى:
﴿مَّا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِن شَيْءٍ﴾(١)

جو سریانی اور اسرار حروف پہچان لے اس سے قرآن عظیم کا باطن سمجھنے پر بڑی مدد ملتی ہے، وہ شخص
لیتا ہے جو کچھ عالم الارواح میں ہے، اور جو کچھ اس گھر میں اور جو کچھ آخرت کے گھر میں، اور جو کچھ
ں میں اور جو کچھ زمینوں میں، اور جو کچھ عرش میں ہے، اور ان کے سوا اور علوم، اور جان لیتا ہے
رآن کریم کے معانی جن کی طرف وہ اشارہ فرماتا ہے، بے حد وپایاں ہیں، اور اس وقت اسے اس
کا مطلب روشن ہوتا ہے کہ: ہم نے قرآن میں کوئی چیز اٹھا نہ رکھی۔

سوال (۲۵۸) یہی حافظ حدیث:

سوال (۲۵۹) انہیں امام رفیع سے راوی کہ فرماتے ہیں:

"رأيت ولياً بلغ مقاماً عظيماً وهو أنه يشاهد المخلوقات الناطقة والصامتة
حوش والحشرات والسموات ونحوها والأرضين وما فيها، وكرة العالم بأسرها
مد منه، ويسمع أصواتها وكلامها في لحظة واحدة، ويمد كل واحد يحتاجه
بعه ما يصلحه من غير أن يشغله هذا عن هذا، بل أعلى العالم وأسفله بمنزلة هو
حيز واحد عنده، ثم يرحم هذا الولي فينظر فيرى مدده من غيره وهو النبي - صلى

---

(١) ... الأنعام: ٣٨

الله تعالیٰ علیه وسلم۔ ویری مدد النبي ۔ صلی الله تعالی علیه وسلم۔ من الحق سبحانه فیری الکل منه تعالیٰ"

ہم نے ایک ولی کو دیکھا کہ بہت عظیم مقام پر تھے، وہ یہ کہ وہ تمام مخلوقات گویا و خاموش و وحوش وحشرات الارض اور آسمانوں اور ان کے ستاروں اور زمینوں کو اور جو کچھ ان میں ہے اور عالم کے سارے کرے کو دیکھتے تھے، کہ: ہر چیز ان سے مدد مانگ رہی ہے، اور یہ ان سب کی آوازیں ان سب کا کلام ایک لحظہ میں سنتے اور ہر ایک کی حاجت روا کرتے، اور ہر ایک کو جو اس کے لائق ہے عطا فرماتے، اور انہیں ایک کام دوسرے سے غافل نہ کرتا، بلکہ تمام عالم بالا و عالم زیریں سب ان کے سامنے ایسا تھا کہ گویا ایک ہی مکان میں جمع ہے (اس پر اگر ان ولی کو خیال آتا کہ میں تمام جہان کا حاجت روا ہوں تو معاذ اللہ باعث ہلاک تھا لہذا) مولیٰ تعالیٰ ان پر رحم فرماتا کہ یہ غور کرتے تو دیکھتے کہ ان کی مدد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرما رہے ہیں (تو تمام جہان کو دینے والے تمام عالم کی حاجتیں روا فرمانے والے حضور ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اور یہ حضور کی نعمت بانٹنے والے) اور حضور کی مدد اللہ عزوجل سے ہے، تو آنکھوں دیکھتے کہ سب کچھ اللہ عزوجل کی طرف سے ہے۔ ﴿إنّ إلی ربک المنتهیٰ﴾ (۱)

والحمد لله رب العالمین.

سوال (۲۶۰) امام اجل سیدی صدر الدین قونوی قدس سرہ القوی "اعجاز البیان تفسیر سورہ فاتحہ شریف" میں فرماتے ہیں:

"الإنسان نسخة جامعة فلیس شيء من الأشیاء إلا وهو أمر تسم في جمعیة ، فما لم یتخلص من قیود الصفات الجزئیة یکون ادراکه مقیداً بحسب الصفة الحاکمة علیه ، فإذاتجردوانتهیٰ إلی المقام الجمعي الوسطي قام کحال النقطة مع کل جزء من المحیط وقابل کل حقیقة بما فیه منها ، فأدرك بکل فرد من فرد نسخة وجوده ما یقابلها من الحقائق ، فحصل له العلم المحقق بحقائق الأشیاء وأصولها ومبادیها اھ مختصراً۔"

آدمی نسخہ جامعہ ہے، تمام موجودات عالم میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی جمعیت میں منقوش نہ ہو، مگر جب تک سب قیود جزئیہ سے آزاد نہ ہو جائے، جو صفت جزئی اس پر حاکم ہے، اس کا علم اسی کے

ب محدود رہتا ہے، اور جب مجرد ہو کر مقام جمعیت تک پہونچتا، جو وسط میں ہے اس وقت اس کا
ہو جاتا ہے جیسے مرکز کہ تمام اجزائے محیط سے اسے ایک نسبت ہوتی ہے، اور ہر حقیقت کا جو نقش
ن ذات میں موجود ہے، وہ اس حقیقت کے مقابل ہو کر اپنے نسخہ وجود کے ہر ہر فرد سے اس کے
ہ حقیقت کا ادراک کرتا ہے، یوں اسے جملہ موجودات کی حقیقتوں اور اصلوں اور مبادی کا علم تحقیقی
ہ جاتا ہے۔

سوال (۲۶۱) شاہ ولی اللہ صاحب ''فیوض الحرمین'' میں لکھتے ہیں:

"فاض عليّ من جنابه المقدس ـ ﷺ ـ كيفية ترقي العبد من حيزه إلى حيز ، فتجلى له كل شيء، كما أخبر عن هذا المشهد في قصة المعراج المنامي"

مجھ پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ سے اس کا علم فائض ہوا کہ بندہ کیوں کر اپنی جگہ م قدس تک ترقی کرتا ہے کہ: ہر شی اس پر روشن ہو جاتی ہے جیسا کہ قصہ معراج میں رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے اس مقام سے خبر دی یعنی وہی حدیث جس میں فرمایا: مجھ پر ہر چیز روشن ہو گئی اور میں نالی۔

سوال (۲۶۲) اسی میں ہے:

"العارف يتجذب إلى حيز الحق فيصير عبد الله ، فيتجلى له كل شيء"

عارف مقام حق تک کھنچ کر بارگاہ قرب میں باریاب ہوتا ہے، وہاں ہر چیز اس پر روشن ہو جاتی ہے۔

سوال (۲۶۳) اس میں ولی فرد کے خصائص سے لکھا کہ وہ زمین سے آسمان تک تمام مخلوقات پر حاکم ہوتا ہے، پھر لکھا کہ یہ تسلط انبیا علیہم الصلاۃ والسلام میں تو ظاہر ہے۔

"أما في غيرهم فمناصب وراثة الأنبياء كالمجددية والقطبية وظهور وأحكامها والبلوغ إلى حقيقة كل علم وحال"

رہے غیر انبیا ان میں وراثت انبیا کے منصب ہیں، جیسے مجدد ہونا، قطب ہونا، اور ان کے آثار اظاہر ہونا، اور ہر علم وحال کی حقیقت کو پہنچ جانا۔

کیوں تھانوی صاحب! ان تمام صحابہ وائمہ، واولیا وعلما، بلکہ انبیا بلکہ خود حضرت کبریا بلکہ اپنے سب سے سخت تر جناب شاہ ولی اللہ صاحب کو آپ کافر مبتدع، کیا ٹھہراتے ہیں؟۔ بینوا

فصل ششم

اب صرف زمین کے علم محیط میں خبر تھانوی و گنگوہی صاحبان کی لیتا ہوں۔ وباللہ التوفیق

تھانوی صاحب! اب تو فقط یہ مٹی کا ذرا سا ڈھیر رہ گیا، اسی کے علم محیط پر گنگوہی صاحب بالتصریح کفر بک گئے ہیں جس میں کوئی حصہ ایمان کا نہیں، آپ کے دھرم میں وہ آپ کی قید احترازی تھی تو لکھ دیجیے کہ: گنگوہی صاحب جھوٹے کذاب تھے، اور ایک خاص تحریر اپنی مہری دیجیے کہ جو شخص محبوبان خدا خصوصاً سید الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے تمام زمین کا علم محیط مانے کہ زمین میں شرق تا غرب جنوب تا شمال جو پتا ہریالی پاتا ہے، جو پھول کھلتا ہے، جو دانہ کہیں سات اندھیریوں میں پڑا ہے، جو چیونٹی اندھیری رات میں کہیں چلتی ہے، جو نبض ملتی ہے، جو پلک چمکتی ہے، جو خطرہ کسی دل میں گزرتا ہے، بلا استثنا سب کو ان کا علم محیط ہے۔ کیا آپ ایسا لکھ دیں گے، حاشہ قیمہ ہو جاؤ کبھی نہ لکھو گے، اور کہے کی شرم لکھ بھاگو، تو برادری کی مدد سے اس زمین میں تو کہیں رہ نہ سکو گے، ناچار تمہیں وہی گنگوہی مالا جپنی ہے۔ اب اپنی علم دانی کھولیے اور ان سوالوں کے جواب بولیے:

سوال (۲۶۴) صحیح مسلم شریف میں ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولاے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((إن الله جمع لي الأرض فرأيت مشارقها ومغاربها))(۱)

بے شک اللہ عزوجل نے میرے لیے زمین جمع فرمادی کہ میں نے اس کے جس جس ٹکڑے میں آفتاب چمکتا اور جس جس ٹکڑے میں آفتاب ڈوبتا ہے سب ملاحظہ فرمائے۔

ظاہر ہے کہ زمین کے ہر ٹکڑے پر آفتاب طلوع وغروب کرتا ہے، تو معنی یہ ہوئے کہ: تمام زمین کا ایک ایک ذرہ میرے پیش نظر اقدس ہوا، اور بے شک مشارق ومغارب تمام زمین سے کنایہ ہے۔

قال تعالیٰ: ﴿رَبُّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ﴾ (۲)

أي رب الأرض كلها.

پھر فقیر نے "نسیم الریاض" میں اس حدیث کے تحت میں دیکھا:

---

(۱) [صحیح مسلم، کتاب الفتن. باب هلاك هذه الأمة بعضهم ببعض، ۷۳۶۱ـ ٤/ ٥٤٤]

(۲) [سورة الصٰفٰت: ٥]

"المشارق والمغارب كناية عن الجميع كما في قوله تعالى:(۱)
﴿رَبُّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ﴾(۲)
سوال(۲٦۵)علامہ علی قاری "شرح شفا شریف" میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:
"أي جمعها لي وطوّاها بتقريب بعيدها إلى قريبها حتى طلعت على ما فيها
ا ومستفتحها أمتي جزء فجزاً حتى تملك جميع أجزائها اه مختصراً"(۳)
اقول:"وذلك في زمن سيدنا مسيح ـ عليه الصلاة والسلام ـ حيث تهلك
كلها إلا الملة الإسلامية"
سوال(۲٦٦)نسیم الریاض میں ہے:
"أي: جمعت وضم بعضها لبعض حتى يطلع لي جميعها"(٤)
ان دونوں عبارتوں کا حاصل وہی ہے کہ: حدیث میں جمیع زمین کا ملاحظہ فرمانا مراد ہے، تمام
جو کچھ اس میں ہے سب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا۔
سوال(۲٦۷)نسیم الریاض کی اسی جلد سوم کے آخر میں ہے:
"الأنبياء صلاة الله وسلامه عليهم أجمعين من جهة الأجسام والظواهر
ر" وبواطنهم وقواهم الروحانية ملكية، ولذا ترى مشارق الأرض
بها وتسمع أطيط السماء وتشم رائحة جبرئيل ـ عليه الصلاة والسلام ـ إذا
ول إليهم"(۵)
تمام انبیا علیہم الصلاۃ والسلام ظاہری جسموں کی نظر سے بشر کے ساتھ ہیں، اور ان کے باطن اور

[نسيم الرياض في شرح القاضي عياض: الفصل الرابع والعشرون ما اطلع عليه
ب، ناشر مركز اهل السنة بركات رضا فوربندر، ۱۵۸/۳]
[سورة الصٰفّٰت:۵]
[شرح الشفاء: فصل ومن ذلك ما أطلع عليه من الغيوب، ٦٨٣/١]
[نسيم الرياض في شرح القاضي عياض: الفصل الرابع والعشرون ما اطلع عليه
ب، ناشر مركز اهل السنة بركات رضا فوربندر، ۱۵۸/۳]
[نسيم الرياض:٥٤٤/٣]

ان کی روحانی قوتیں ملائکہ کی مانند ہیں، اسی سے شرق سے غرب تک تمام زمین ان کی نظر میں ہوتی ہے، اور آسمان (کہ فرشتوں کے بوجھ سے چرچراتا ہے اس میں کہیں چار انگل جگہ نہیں جہاں کوئی فرشتہ قیام یا رکوع یا سجود میں نہیں، انبیاے کرام یہاں بیٹھے پانچ سو برس کی راہ کے فاصلہ سے اس) کا چرچرانا سنتے ہیں۔ للہ انصاف! (پھر یہاں سے مدینہ طیبہ تو بہت نزدیک ہے) اور جبرئیل امین علیہ الصلاۃ والسلام جب سدرۃ المنتہی سے (کہ یہاں سے سات ہزار برس کی راہ دور ہے) انبیائے کرام کی طرف اترنا چاہتے ہیں، انبیا اسی وقت ان کی خوش بو سونگھ لیتے ہیں۔ علیہم الصلاۃ والسلام)

غلامان سرکار محمدی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سوال (۲۶۸) عارف کبیر احد الاقطاب الاربعہ سیدنا حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

سوال (۲۶۹) پھر امام شعرانی قدس سرہ النورانی ''طبقات کبریٰ شریف'' میں ترقیات بندۂ کامل کے بارے میں فرماتے ہیں:

"أطلعه على غيبه حتى لا تنبت شجرة ولا تخضر ورقة إلا بنظره "(۱)

اللہ عزوجل اسے اپنے غیب کا علم دیتا ہے یہاں تک کہ کوئی پیڑ نہیں اگتا اور کوئی پتا نہیں ہریالی پاتا، مگر اس کی نظر کے سامنے۔

سوال (۲۷۰) حضرت مولانا جامی قدس سرہ السامی ''نفحات الانس شریف'' میں فرماتے ہیں:

سوال (۲۷۱) سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے امام حضرت عزیزان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے:

''زمین درنظر ایں طائفہ چوں سفرہ ایست''

سوال (۲۷۲) اسی میں ہے:

حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کلام پاک نقل کر کے فرماتے:

دما می گوئیم چوں روی ناخنے است ہیچ چیز از نظر ایشاں غائب نیست۔

گنگوہی صاحب! اپنے کفر اور شیطانی شرک براہین کی خبریں کہیے مگر جب اللہ و رسول تک تمہارے اور تمہارے طائفے اور تمہارے پیر مغاں اسمٰعیل جی دہلوی کے کفر و شرک کے چھینٹوں سے نہ چھوٹے، تو حضرات اولیائے کرام کا کیا ذکر: ﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ﴾ (۲)

---

(۱) [الطبقات الكبرى للشعراني : ۱۲۲/۱]

سوال (۲۷۳) حقیقۃً یہ جتنے اقوال اولیائے کرام سے منقول ہوئے ہر محبوب اپنے حال ومقام
،مطلع فرماتا ہے، حضرت عزیزان نے اپنی نظر کے سامنے تمام زمین کو دستر خوان کے مثل
ن خواجہ بہاء الحق والدین نے ناخن کے برابر اور حضور سید الاولیا سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ
ے دانے کی مانند فرماتے، حضور کے قصیدہ خمریہ میں ہے:

نظرت إلى بلاد الله جمعا ‏ ‏ ‏ ‏ كخردلة على حكم إتصال(۱)

بں نے اللہ عزوجل کے تمام شہروں کو ایسا دیکھا جیسے رائی کا دانہ، اس بنا پر میری وسعت نظر انور
مجموعہ مل کر اتنی ہی مقدار ہے۔

تنبیہ: اقول: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث مذکور سوال (۱۸۱) میں جو کف دست
مائی، وہاں نہ فقط زمین بلکہ تمام دنیا کا ذکر ہے، جس میں ہفت آسمان و ہفت زمین سب داخل،
ے زمین سے سنکھوں مرتبے اعظم ہے، اور پھر نہ صرف دنیا کو بلکہ قیامت تک کے تمام آئندہ
بقات کو کہ وہ اس سنکھوں درجے اعظم سے بھی لاکھوں درجے اعظم ہے۔ پھر وہاں تشبیہ اس مرئی
وہ کف دست کے برابر ہے، بلکہ نظر کی کہ اس تمام کو ایسا دیکھتا ہوں جیسا کہ اپنی اس ہتھیلی کو جس
بں کوئی شبہ وخفا نہیں۔ ورنہ وسعت نظر محمدی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ کے حضور نہ زمین بلکہ یہ
وارض ایک دانہ خردل کے ہزارویں حصے کی بھی قدر نہیں۔ والحمد للہ رب العالمین۔
یوں تھانوی وگنگوہی صاحبان! ان ائمہ واولیا اور خود حضور سید الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
کافر، مبتدع کیا حکم لگاتے ہیں؟۔ بینوا توجروا۔

فصل ہفتم

ب علم محیط میں سے بھی بہت کم مقدار میں قاہر خبر دہلوی وگنگوہی وتھانوی سب کی لیتا ہوں۔ وبا

،نوی صاحب! یہ تو آپ کے پیر مغاں گنگوہی صاحب نے قوی منہ زوری سے علم محیط زمین کا
اتنی بات میں تھا کہ:
لس طیبہ میلاد مبارک میں حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تشریف لانا۔ اور

رشيف ملتقى أهل الحديث: رسالة الى شيخ الطريقة القادرية: ۱۰۴/۱۷]

جناب مولانا مولوی محمد عبدالسمیع صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے آپ جیسوں کی بلادت دیکھ کر سمجھا بھی دی تھی، کہ زمین سے صرف چوتھائی پانی سے باہر، اس حصہ میں بھی جنگل، دریا، پہاڑ اکثر اور جتنی آبادی ہے اس میں کفار بیش تر اور مسلمانوں میں مجلس مبارک کرنے والے کس قدر اسی کو دیکھ کر سمجھ سکتے تھے کہ: تشریف آوری مجالس کو زمین کا علم محیط کہنا نئے اندھے کا بھی کام نہیں ہوسکتا جس کی پھوٹنے سے پہلے کچھ دنوں کھلی رہی ہوں، مگر گنگوہی صاحب کو تو دوسرے نشے چڑھے ہوئے تھے، ایک اس قلیل علم مجالس کو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے ثابت کرنے کو شرک وکفر ٹھہرانا جس میں کوئی حصہ ایمان کا نہیں۔ دوسرے شرعاً قلوب ناس میں وسوسہ ڈالنے کو احاطہ علم بناکر ابلیس کو خدا کا شریک ماننا۔

غرض دونوں جگہ تھوڑی بات کو زمین کا علم محیط بنالیا، مگر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اس لیے کہ حضور کے واسطے یہ قلیل علم ماننا بھی کفروشرک ٹھہرے۔ اور ابلیس لعین میں اسی لیے کہ اس کے واسطے یہ ذلیل ناقص علم خدا کی صفت خاصہ ٹھہرا کر وہ اللہ کا شریک بنے، تو کھل گیا کہ.

گنگوہی کفروشرک کو زمین کا علم محیط ضرور نہیں، اس کا کروڑواں حصہ بلکہ اس سے بھی بہت کم ان کے کفر کو بس، بشرطیکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے مانو۔

ہاں ابلیس کے لیے کہو تو اس سے کروڑوں درجے بڑھ کر کلیجے سکھ، آنکھوں ٹھنڈک۔ آخر نہ دیکھا کہ شیخ قدس سرہ پر افترا کر کے ایک بے اصل بے سند حکایت حدیث جلیل صحیح متواتر مفید عقائد بنالی کہ: مجھ کو دیوار پیچھے کا بھی علم نہیں، اور براہ کمال خیانت وبددیانتی جملہ کتب کا نام بک دیا، کہ فقط مجلس نکاح کے حضور ہی کو شرک لکھ دیا ہے۔

تو معلوم ہوا کہ علم محیط زمین کا نام لینا محض ابلیسی چال بھی تھی کہ: اپنی تنگ خیالی کے زعم میں ایک موٹا سا بھاری لفظ منہ سے نکالیں جس سے کچھ اپنے شرک وکفر کی ساکھ بندھالیں، ورنہ وہاں تو نبی کی حقیقت تو اتنی ہے کہ دیوار کے پیچھے تک کا علم نہیں۔ اور ابلیس کی وہ عزت کہ خدا کی صفت خاصہ سے موصوف۔ ﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ﴾ (۱)

اور کیوں نہ ہو ہر شخص دنیا وآخرت میں اپنے امام کا متبع ہے۔

﴿يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ﴾ (۲)

---

(۱) [سورۃ الشعراء: ۲۲۷]

وہابیہ ہند کے امام الائمہ جناب اسمٰعیل دہلوی صاحب آں جہانی اپنی تقویت الایمان میں
یں:
جو اللہ کی شان ہے اس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں سو اس میں اللہ کے ساتھ کسی مخلوق کو نہ ملادے
تی بڑا ہو اور کیسا ہی مقرب، مثلاً کوئی شخص کسی سے کہے کہ فلانے درخت میں کتنے پتے ہیں، تو ا
ب میں یہ نہ کہے کہ اللہ و رسول ہی جانیں، کیوں کہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے، رسول کو کیا خبر۔ تو
یک درخت کے پتے جاننے پر خدائی رہ گئی، یہ خاص اللہ کی شان ہے، اس میں کسی مخلوق کو دخل

اگر چہ ڈھاک کے تین ہی پات ہوں، اور وہاں ابلیس کو ساری زمین کا علم محیط ہے، یہ اسی لیے کہ
، میں دخل تو مخلوق کو نہ تھا، گنگوہی دھرم میں ابلیس خدا کا مخلوق ہی نہیں، بلکہ وہ ان کا خدا یا کم از کم
دا کا شریک ہے۔
مسلمانو! ان مدعیان اسلام کے ادعائے اسلام کی حقیقت دیکھتے جاؤ:
﴿كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ﴾(۱)
بالجملہ یہ محیط محیط کا راگ نری ٹٹی کی لاگ ہے، ورنہ حقیقۃً حضور کے نام علم سے دلوں میں آگ
، پیڑ کے جاننے میں بھی وہی کفر کا بھاگ ہے، تھانوی صاحب! یہ تو آپ کے اماموں کی رہی
پ بیتی لائیے، آپ کے دھرم میں ایسا نہیں، تو لکھ دیجیے کہ اسمٰعیل جی اور گنگوہی جی دونوں جھوٹے
یں، مسمانوں کو کافر مشرک کہہ کر مستحق اشد العذاب ہیں، ورنہ اپنی مت کا گھونگھٹ اٹھائیے
ں کے جواب لائیے۔
سوال (۲۷۴) اللہ عزوجل فرماتا ہے:
﴿وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾(۲)
اے نبی! تم کو ہم ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے۔
"تفسیر نیشاپوری" میں اسی آیت کے نیچے ہے:
"لأن روحه۔ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم۔ شاهد على جميع الأرواح

---

(۱) [سورة غافر: ۳۵]

(۲) [سورة النساء: ٤١]

والقلوب والنفوس لقوله :ـ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم۔ أول ما خلق الله روحي "(١)

یعنی حضور کا سب پر گواہ ہونا اس لیے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح انور تمام جہاں میں ہرایک کی روح، ہرایک کے دل، ہرایک کے نفس، کا مشاہدہ فرماتی ہے،اسی لیے کہ:حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میری روح کریم کو پیدا فرمایا(تو عالم میں جو کچھ ہوا سب حضور کے سامنے ہی ہوا،اور ہوتا ہے۔اور ہوگا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس نفیس تقریر پر یہ آیت عبارت فصل سوم کی ہے کہ تھانوی کی مقدار عقل پر لحاظ کر کے یہاں رکھی)

سوال(۲۷۵)امام ابن حاج مکی ''مدخل''،پھر

سوال(۲۷۶)امام احمد قسطلانی ''مواہب لدنیہ''شریف میں فرماتے ہیں:

"قد قال علماء نا ـ رحمهم الله تعالى ـ:لا فرق بين موته وحياته ـ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ـ في مشاهدته لأمته ، ومعرفته بأحوالهم ونياتهم وعزائمهم وخواطرهم ، وذلك عنده جلي لا خفاء به"(٢)

بے شک ہمارے علمائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ووفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ:اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں،اوران کی حالتوں ،نیتوں،ارادوں اوردل کے خطروں کو پہچانتے ہیں،اور یہ سب حضور پر روشن ہے،جس میں اصلاً پوشیدگی نہیں۔

سوال(۲۷۷)اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتاً فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ﴾(۳)

جب تم گھروں میں جاؤ تو اپنوں کو سلام کرو۔

امام قاضی عیاض ''شفا شریف''میں فرماتے ہیں:

امام اجل عمرو بن دینار شاگرد حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

---

(١) [تفسير النيسابوری : ٣٠٤/٤]

(٢) [المواهب اللدنيه: الفصل الثاني في زيارة قبره، ٥٩٥/٣]

"إن لم يكن في البيت أحد فقل :السلام على النبي ورحمة الله وبركاته"(١)
اگر گھر میں کوئی نہ ہوتو کہہ :نبیص لی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔
فائدہ جلیلہ: یہیں "نسیم الریاض" میں ہے،حضرت سہل بن سعد انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ ایک شخص خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوکر اپنے فقر وتنگی کے شاکی ہوئے ،رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:
((إذا دخلت منزلك فسلم إن كان فيه أحد أ ولم يكن ، ثم سلم عليّ ، أ:قل هو الله أحد مرة واحدة))(٢)
جب تو اپنے گھر میں جائے تو سلام کر،خواہ وہاں کوئی ہو یا نہ ہو،پھر مجھے سلام کر،پھر قل ھو اللہ ایک بار پڑھ۔ان صاحب نے ایسا ہی کیا،اللہ عزوجل نے ان کو بہت وسیع رزق دیا کہ اس کی ان پر بہہ نکلیں۔
بالجملہ یہ جو حدیثوں میں ارشاد ہوا کہ: جو کوئی مسلمان اپنے گھر میں جائے تو حضور اقدس صلی اللہ یہ وسلم پر سلام کرے۔علامہ علی قاری "شرح شفا شریف" میں اس کی دلیل بیان کرتے ہیں:
"لأن روحه۔صلى الله تعالىٰ عليه وسلم۔حاضرة في بيوت أهل الإسلام"(٣)
یعنی یہ اسی لیے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح تمام جہاں میں ہر مسلمان میں تشریف فرما ہے۔

(١)حاشیہ:مسلمانو! اس نفیس روشن عبارت پر گنگوہی جی کا اندھادھند دیکھیے جس کی داد نہ ماتے ہیں:"لأن"نہیں (لا إن) ہوگا،الف کاتب کے قلم سے رہ گیا،
گنگوہی صاحب! شیخ محقق کی عبارت میں یہ پورا کلام کہ...
جوابش آنست کہ ایں سخن اصلی ندارد و روایت بداں صحیح نشدہ است۔
آپ کی نظر سے رہ گیا،کاتب کو ایک الف نہ سوجھا،اور آپ نے ٹٹول کر دیکھ لیا،تو کیا تعجب ہے،مگر

[الشفاء مع النسيم،فصل المواطن التى٣/٤٦٤]
[الشفاء مع النسيم،فصل المواطن التى يستحب فيها الصلاة والسلام٣/٤٦٤]
[الشفاء مع النسيم،فصل المواطن التى الخ٣/٤٦٤]

ایسے ایک ایک حرف بہت جگہ رہ جائیں گے، اور عبارات علما سے اعتماد اٹھ جائے گا، جہاں جس کا جی چاہے گا کوئی حرف گھٹا بڑھا دے گا، کہ اتنا کاتب سے رہ گیا، یا زیادہ نکل گیا ہوگا۔

پھر ذرا سوق کلام بھی سوچیے، "أي" کہہ کر "قل: السلام على النبي" کی تفسیر کی ہے۔ تو مطلب ٹھہرا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام کرنے کے یہ معنی ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح مسلمانوں کے گھر میں حاضر نہیں۔

اے سبحان اللہ! کیا کہنا ہے اس اندھے کا، سچ ہے: آپ کی داد نہ فریاد۔

مثلاً نانوتوی صاحب لکھتے ہیں: اسمٰعل دہلوی سے "سلام علیک" جائز تھی، آپ اس کی شرح کرتے: أي لأنه مسلم، یعنی اسی لیے کہ وہ مسلمان تھا۔ تو یہاں بھی الف رہ جاتا "أي لا إنه مسلم" یعنی اس سے سلام علیک جائز ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ مسلمان نہ تھا، پھر اگر نفی منظور ہوتی تو بیوت اہل اسلام کی قید کس لیے کہ روح اقدس مسلمانوں کے گھر میں حاضر نہیں۔ کیا معاذ اللہ صرف کافروں کے گھر حاضر ہے، یوں بھی تم پر قیامت ہزار گنی ہو جائے گی، دنیا میں مسلمانوں سے کافروں کے گھر بہت کثیر واکثر ہیں۔ ولاحول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم. ١٢ منه

سوال (٢٧٨) حضرت شیخ محقق محدث دہلوی قدس سرہ مجمع البرکات میں فرماتے ہیں:

دے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بر احوال واعمال امت مطلع است وبر مقربان درگاہ خود ممد ومفیض وحاضر وناظر ست۔

سوال (٢٧٩) نیز رسالۂ ہیزدہم مسمی بہ "أقرب السبل بالتوجه إلى سيد الرسل" ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ میں فرماتے ہیں:

باچندیں اختلافات وکثرت مذاہب کہ در علمائے امت ست یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ: آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ حقیقت حیات بے شائبہ مجاز وتوہم تاویل دائم وباقی ست، وبر اعمال امت حاضر وناظر ومر طالبان حقیقت را ومتوجہان آں حضرت را مفیض ومربی۔

الحمد للہ یہاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دائم وباقی، مفیض ومربی اور حاضر وناظر ہونے پر تمام علمائے امت کا اجماع نقل فرمایا ہے: والحمد لله رب العالمين۔

سوال (٢٨٠) امام قرطبی شارح صحیح مسلم، پھر

سوال (٢٨١) امام عینی بدر محمود، پھر

سوال (٢٨٢) امام احمد قسطلانی شارح صحیح بخاری، پھر

سوال(۲۸۳)علامہ علی قاری"مرقاۃ شرح مشکاۃ" حدیث:((خمس لا یعلمهن إلا
کی شرح میں فرماتے ہیں:

"فمن ادعی علم شيء منها غیر مسند الی رسول الله۔ صلی الله تعالی
سلم۔ کان کاذباً في دعواه "(۱)

تو جو کوئی قیامت وغیرہ پانچ غیبوں میں کسی غیب کو بے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بتائے
، کاادعا کرے، وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔

اس کا صریح مفاد ہے کہ:رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بتانے سے ان غیبوں کے علم کا دعوی
تو اس کی تکذیب نہ ہوگی،تو صاف روشن ہوا کہ:حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان پانچوں
جانتے ہیں،اور اپنے غلاموں میں سے جسے چاہیں بتاسکتے ہیں۔صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سوال(۲۸۴)علامہ ابراہیم بے جوری شرح بردہ شریف میں فرماتے ہیں:"لم یخرج۔
ی الله تعالیٰ علیه وسلم۔ من الدنیا إلا بعد أن أعلمه الله تعالی بهذه الأمور"

[مرقاة المفاتیح شرح مشكاة المصابیح: كتاب الایمان، ۱/٦٦]